آخری کشتیٔ نجات

آخری جانشینِ رسولؐ مہدیٔ برحق
پر ایک تحقیقی کتاب

تالیف

آیت اللہ سید محمد مہدی موسوی خلخالی

ترجمہ

ثقۃ الاسلام مولانا مظہر حسین الحسینی
پرنسپل مدرسہ باقر العلوم [illegible]

تصحیح

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری
ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی قم ایران

آخری کشتیٔ نجات

آخری جانشینِ رسولؐ مہدیؑ برحق
پر ایک تحقیقی کتاب

تالیف

آیت اللہ سید محمد مہدی موسوی خلخالی

ترجمہ

ثقۃ الاسلام مولانا مظہر حسین الحسینی

[illegible]

نظرِ ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری

ریسرچ سکالر اسلامک ریسرچ سنٹر قم ایران

ناشر

ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن ٹھوکر نیاز بیگ لاہور

فون : 35425372

نام کتاب	:	آخری کشتی نجات
مؤلف	:	آیت اللہ سید محمد مہدی موسوی خلخالی
مترجم	:	حجۃ الاسلام مولانا مظہر حسین الحسینی
نظر ثانی	:	حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری
پروف ریڈنگ	:	اسد علی ڈار آف میرووال
تزئین وتہذیب	:	محمد عمران حیدر جعفری
فنی تعاون	:	زہرا بتول جعفری، محمدہ بتول جعفری
اشاعت	:	مئی 2017ء
ہدیہ	:	[redacted] روپے

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاجُ الصَّالِحِین۔ لاھور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20-غزنی سٹریٹ-اُردو بازار-لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

ترتیب

فصل دوم

فصل سوم

عرضِ ناشر

سفینۂ نجات

حضورِ سرورِ کائنات ﷺ کی رحلت کے بعد اُمتِ اسلامیہ اختلاف و انتشار کا شکار ہوگئی۔ سرکارؐ کا جنازہ ابھی بے گور و کفن پڑا ہوا تھا اور اُمت سیاست و ریاست کے مسئلے میں اُلجھ کر رہ گئی۔ ہر کوئی جانشینیِ رسولؐ کا دعوے دار نظر آنے لگا۔ مہاجرین و انصار کا اختلاف کھل کر سامنے آگیا، جبکہ اہلِ بیتؑ رسولؐ نے غدیرِ خم کے اعلانِ رسولؐ کو ہی اپنے لیے مستحکم دلیل گردانا۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جنازۂ رسولؐ کی تکفین و تغسیل کو اہمیت نہ دی گئی اور خلافت و ریاست کے لیے اجتماعات اور مشاورت ہونے لگی۔ اگر رسولؐ کی جانشینی اتنی زیادہ اہمیت کی حامل تھی تو پھر رسولِ اعظمؐ نے اپنی زندگانی میں اس اہم موضوع کو حل کیوں نہ کیا؟ اُصول و ضوابط وضع کیوں نہ کیے؟ اپنے جانشین کا کھلم کھلا اعلان کیوں نہ کیا؟

آنحضرت ﷺ نے یقیناً اس اہم اور حساس موضوع پر خمِ غدیر کے مقام پر روشنی ڈالی تھی اور لوگوں سے ولایتِ علیؑ کا اقرار بھی کروایا تھا لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ اُمت نے بڑی جلدی اس عنوان کو بھلا دیا۔

حضورؐ نے اپنی زندگی میں کئی مواقع پر ارشاد فرمایا تھا:

> ”اگر میرے بعد اُمت انتشار کا شکار ہوجائے تو میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جارہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب اور دوسری میرے اہلِ بیتؑ۔ اگر تم نے ان دو سے تمسک رکھا تو میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہوگے اور مجھے حوضِ کوثر پر آن ملوگے“۔

مَن کُنتُ مَولَاہُ فَھٰذَا عَلِیٌّ مَولَاہُ

''جس کا میں مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے''۔

آپؐ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

''میری اہلِ بیتؑ کشتیِ نوحؑ کی مانند ہے جو اس میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا، اور جو اس سے محروم رہ گیا وہ ہلاک ہو گیا''۔

اُمت اسلامیہ کی کشتی جب بھی تاریکی و جہالت اور گمراہی کے تھپیڑوں اور بھنور میں پھنسی تو سرکارؐ کے بارہ جانشینوںؑ نے اسے ساحلِ مراد تک پہنچایا۔ سفینۂ نجات کی حفاظت کے لیے ہر سعی و کوشش کی۔ ائمہ اہلِ بیتؑ نے اس کی حفاظت کے لیے گراں قدر قیمت چکائی۔ ایک وقت تو ایسا بھی آیا کہ اس کشتی کو یزیدیت کے تھپیڑوں نے ہر طرف سے گھیر لیا۔ یہ کشتی یزیدی تھپیڑوں سے ہچکولے کھانے لگی۔ لیکن اس کے حقیقی وارث، جانشینِ رسول حسینؑ ابنِ علیؑ نے اپنے ہم شکل پیغمبرؐ اکبرؑ کے بازو قربان کر کے اس کشتی کو ساحلِ مراد تک پہنچایا۔ ہر معصومؑ نے اس کشتی کی حفاظت کے لیے ہر طرح کی قربانی پیش کرنے سے دریغ نہ کیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کشتی کی حفاظت کے لیے پورے کا پورا کنبہ قربان کروا دیا۔

اس کشتیٔ نجات کی حفاظت ہوتی رہی، اور ہر امامِ معصومؑ آنے والے امامؑ کے ہاتھوں میں اس کی نمایندگی دیتا رہا۔ آخرکار اس کشتیٔ نجات کا ناخدا امام زمن مہدیؑ برحق ٹھہرا۔ آپؑ سرکارِ محمدؐ کے آخری جانشین کے طور پر پردۂ غیبت میں رہ کر اس کی حفاظت کر رہے ہیں۔ آپؑ کے وجودِ مقدس کے صدقہ میں کائنات کا ہر ہر فرد رزق کھا رہا ہے، اور زمین و آسمان کا نظام باقی ہے۔ امامؑ کس طرح زندگی بسر کر رہے ہیں؟ آپؑ کے زمانہ میں الٰہی نظام کس طرح رواں دواں ہے؟ آپؑ کا اپنے نمایندگان سے کس طرح رابطہ اُستوار ہوتا ہے؟ آپؑ کا ظہورِ پُرنور کب اور کیسے ہوگا؟ امامؑ کی حکومت کے خدوخال کیا ہوں گے؟ وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام مسائل پر آیت اللہ سیّد محمد مہدی موسوی خلخالی نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ مؤلف نے اس کتاب کا نام ''طوفانِ اُمت و کشتیِ نجات'' رکھا، جو تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی فصل: طوفانِ اُمت کی پیش گوئی اور کشتیِ نجات کا تعارف ہے۔ دوسری فصل: پہلی کشتیِ نجات

حضرت علی علیہ السلام ہیں اور تیسری فصل: آخری کشتیِ نجات حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ ہم نے حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے پہلی دو فصلوں کو طبع کرنے سے فعلاً اجتناب کیا ہے۔ اور آخری فصل کو قارئین کے استفادہ کے لیے زیورِ طباعت سے آراستہ کر رہے ہیں۔ چونکہ کتاب ضخامت کے لحاظ سے بڑی ہے۔ اس کی ہر فصل ایک مستقل کتاب ہے۔ اس لیے ہم نے آخری فصل کو طباعت کے مراحل سے گزارنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس کتاب کا نام "طوفانِ اُمت اور کشتیٔ نجات" ہے اور آخری کشتیِ نجات کو اس پسِ منظر میں پڑھا جائے۔

اس کتابِ مستطاب کا ترجمہ مشہور خطیب ثقۃ الاسلام حضرت مولانا مظہر حسین الحسینی، پرنسپل مدرسہ باقر العلوم کھنانوالی نے کیا ہے۔ آپ نے پوری عرق ریزی اور ذمہ داری سے یہ فریضہ احسن انداز میں نبھایا ہے۔ مولانا صاحب ایک شریف النفس اور متدین انسان ہیں۔ آپ ہر وقت دینِ اسلام کی سربلندی اور تبلیغ و ترویج کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔ آپ کہنہ مشق خطیب ہیں۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے صدہا لوگوں کو کشتیٔ نجات پر سوار کیا ہے اور اس کشتیٔ نجات کے فضائل و مناقب قریہ قریہ، نگر نگر، شہر شہر حب داران کو بتا رہے ہیں۔

دُعا ہے کہ پروردگار ان کی توفیقاتِ خیر میں اضافہ فرمائے اور مکتبِ اہلِ بیتؑ کی آب یاری کے لیے کوشاں رہے ہیں۔ ہمیں اور ہمارے ساتھیوں کو اس مشن کے لیے سیّدہ زہرا علیہا السلام کے صدقہ میں مزید کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے، اور میرے والدین مرحومین کے گناہوں کو معاف فرمائے اور انھیں برزخی نعمات سے مالا مال فرمائے۔ آمین!

والسلام مع الاکرام

طالبِ دُعا

ریاض حسین جعفری

سرپرست ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

عرضِ مترجم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَہُ الشُّکْر ، اللہ کریم کے فضل و کرم سے ۲۵ سال بیت گئے ہیں کہ ہمیں دینِ مبین کی خدمت کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ میں نے مدرسہ باقر العلوم سے ہی تحصیلِ علمِ دین کا آغاز کیا اور پھر اسی مدرسہ میں بطور مدیرِ اعلیٰ خدمتِ اسلام کرنے کی توفیق حاصل ہوئی ہے۔ استادِ معظم حضرت مولانا محمد عباس قمی مدظلہ العالی سے کسبِ فیض کیا اور اس کے بعد حوزۂ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور میں محسنِ ملت سرکارِ علامہ سیّد صفدر حسین نجفی مرحوم ، علامہ سیّد محمد عباس نقوی مرحوم ، علامہ غلام حسین نجفی شہید ، علامہ موسیٰ بیگ نجفی مرحوم نور اللہ مرقدھم اور آیت اللہ علامہ حافظ سیّد ریاض حسین نجفی مدظلہ العالی سے کسبِ فیض کیا۔

جامعۃ المنتظر میں ہی مولانا قبلہ ریاض حسین جعفری بانی و سرپرست ادارہ منہاج الصالحین جو کہ میرے مخلص دوست اور ہم جماعت بھی ہیں ، ان کے ساتھ مل کر علمائے اَعلام سے استفادہ کا موقعہ ملا۔ مولانا موصوف سے کچھ عرصہ پہلے ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھے کتب کی تدوین اور ترجمہ و تالیف کی طرف متوجہ فرمایا۔ میں نے ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ایک کتاب جو آیت اللہ سیّد محمد مہدی الموسوی الخلخالی کی لکھی ہوئی ہے ، اس کے ترجمہ اور اشاعت کا عزم بالجزم کیا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ وہ کتاب ”آخری کشتیٔ نجات“ کے عنوان سے آپ قارئین کے ہاتھوں میں ہے۔

یہ کتاب اس ہستی کے بارے میں ہے جن پر پوری اُمت مسلمہ کا اتفاق ہے یعنی عقیدہ مہدویت اس کا اتفاقی عقیدہ ہے کہ آخری زمانہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد میں سے ایک شخص ظہور کرے گا جو کہ دُنیا کو اسی طرح عدل و انصاف سے پُر کر دے گا جیسا کہ وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی۔

اُمت مسلمہ کا اتفاق و اتحاد ان احادیث کی وجہ سے ہے جو اس سلسلے میں پیغمبر اکرم ﷺ سے نقل ہوئی ہیں۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا:

''جس شخص نے مہدیؑ کے ظہور کا انکار کیا تو گویا اُس نے کفر کیا''۔

اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ روایت فرماتی ہیں کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا، آپؐ نے فرمایا: ''مہدیؑ میری عترت سے اولادِ فاطمہؑ میں سے ہوگا''۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ خدا نے فرمایا: ''ایک شخص مہدیؑ کے پاس آئے گا اور کہے گا کہ مجھے کچھ عطا کیجیے تو مہدیؑ اس کی چادر پر اتنا مال ڈال دیں گے جتنا وہ اُٹھا کر لے جاسکے گا۔

امام مہدیؑ ایسے زمانہ میں ظہور کریں گے جب ظلم و جور اپنی انتہا کو پہنچ چکا ہوگا۔ چنانچہ رسالت مآبؐ نے اسی نکتہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مہدیؑ دُنیا کو اسی طرح عدل سے پُر کردیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی''۔

خداوندعالم کا یہ قول ''ہمارا ارادہ ہے کہ جن لوگوں کو روئے زمین پر کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور انھیں امام بنائیں اور انھی کو زمین کا وارث قرار دیں''۔ عنقریب وہ سنہرا دور آئے گا کہ روئے زمین پر کوئی گھر باقی نہیں بچے گا مگر یہ کہ ایک منادی صبح و شام وہاں ندا دے گا: لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

یہ ایسا امر ہے کہ جس پر مسلمانوں کے اتفاق اور اجماع کو کوئی عبث قرار نہیں دیتا ہے، حالانکہ صدرِ اوّل میں یعنی نبیؐ، صحابہ کرام اور تابعین کے زمانوں سے قریب کے زمانوں میں بہت سے لوگوں نے مہدویت کا دعویٰ کیا ہے لیکن ان میں سے ہمیں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ملتا ہے کہ جس نے ان کے دعوے کو ان بشارتوں کی اصل کا انکار کرکے رد کیا ہو، بلکہ انھوں نے ان کی خصوصیات و جزئیات سے بحث کی ہے۔

زیرنظر کتاب ''آخری کشتیِ نجات'' مایہ ناز محقق آیت اللہ سید محمد مہدی الموسوی الخلخالی کی گراں قدر تحقیق ہے، جس میں انھوں نے امام آخرالزمان حضرت مہدی علیہ السلام کے وجود، آپؑ کے قیام اور آپؑ کی حکومت کے بارے میں اہلِ سنّت کی کتابوں سے دلائل پیش کیے ہیں اور

یہ ایسی حکومت ہوگی کہ اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور سربلندی کا سبب بنے گی۔

خدا سے دُعا ہے کہ ہمیں اس چیز کی توفیق مرحمت فرمائے جو اس کی رضا کا باعث ہو اور ہم کو تعصب، انتہاپسندی، ہٹ دھرمی اور ظلم وتشدد کرنے سے باز رکھے اور حق و انصاف کے راستے کی طرف ہماری ہدایت فرمائے اور ہمارے اعمال کو اپنے لیے خالص قرار دے اور اس دن کے لیے ذخیرہ کرے کہ جس دن مال و اولاد کام نہ آئے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں کتب اہلِ بیتؑ کی ترویج و تبلیغ اور نشرواشاعت کرنے کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ ائمہ معصومین علیہم السلام ہم پر راضی وخوش نود ہوں۔

والسلام

مولانا مظہر حسین الحسینی

پرنسپل مدرسہ باقر العلوم کھناوالی

طوفانِ اُمت کی پیش گوئی اور کشتیِ نجات کا تعارف

فصلِ اوّل

اس فصل میں مشہور و معروف حدیث (حدیثِ سفینہ) سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس کی تائید میں قرآنِ مجید کی وہ آیات بھی پیش کی گئی ہیں جن میں طوفانِ نوحؑ اور کشتی نوحؑ کا تذکرہ ہے اور وہ طوفان جو اُمت مسلمہ میں آیا اُس کا تذکرہ ہے اور اس طوفان میں نجات دینے والی کشتی ''اہلِ بیتِ رسولؐ'' کا تذکرہ بھی موجود ہے بلکہ اس پر مکمل تحقیق پیشِ خدمت ہے۔

فصلِ دوم

پہلی کشتیِ نجات حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ذاتِ مبارک ہے۔ اس فصل میں قرآنِ کریم اور پیغمبر اکرمؐ کی روایات کی روشنی میں حضرت علی علیہ السلام کی امامت و ولایت کو ثابت کیا گیا ہے۔ ساتھ ہی خلافت و ریاست کے دعویداروں کے ضعیف نکات کو بھی دلائل سے رد کیا گیا ہے۔

فصلِ سوم

''آخری کشتیِ نجات قائم آلِ محمدؐ امام مہدیؑ ہیں''۔ اس فصل میں معرفتِ امامؑ کی ضرورت، وجودِ امامؑ سے تمسک رکھنے کی ضرورت اور خود وجودِ امامؑ کی طرف اشارہ موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہی روایاتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں امام مہدی علیہ السلام کی خصوصیات کے بارے میں بحث کی گئی ہے۔ اس ضمن میں دَرپیش تمام سوالات کے مدلل و محکم جوابات دیے گئے ہیں۔

حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی ولادت باسعادت کے روز کتاب اپنے اختتام کو پہنچی۔ میری خوش بختی ہے کہ یہ کتاب حضرت امام علی رضا علیہ السلام کے حرمِ مطہر میں اختتام پذیر ہوئی۔ دعا کی گئی کہ میلادِ مسعودِ حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کا صدقہ عزیز زہرا علیہا السلام امام مہدی علیہ السلام کے ظہور میں تعجیل فرما۔

چونکہ یہ کتاب ۱۵ شعبان ۱۴۲۳ھ ولادتِ امام زمان علیہ السلام کے موقع پر شائع کی گئی اور یہ کتاب آستانِ مقدس، قطبِ عالمِ امکان حضرت صاحب الزمانؑ میں پیش کرتے ہوئے عرض کیا گیا:

يَآاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَ اَهْلَنَا الضُّرُّ وَ جِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ تَصَدَّقْ عَلَيْنَا اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِى الْمُتَصَدِّقِيْنَ (یوسف ۱۲:۸۸)

"اے عزیز! ہمیں اور ہمارے گھر والوں کو بڑی تکلیف ہے اور ہم ایک حقیر سی پونجی لے کر آئے ہیں۔ آپ ہمیں پورا پورا غلہ دیں اور ہم پر احسان کریں کہ خدا کارِ خیر کرنے والوں کو جزائے خیر دیتا ہے"۔

دعا گو!

انجمن جشن میلادِ حضرت مہدیؑ تہران

دفتر مسجد صدریہ مہدی

مہدی کیانی نسب ۱۴۲۳ھ ق / ۱۳۸۱ھ ش

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي زَيَّنَ السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ الْكَوَاكِبِ وَأَنَارَ الْاَرْضِ بِأَنْوَارِ عُلُومِ آلِ اَبِي طَالِب ، ثُمَّ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى أَطْيَبِ الْاَطَائِبِ سَيِّدِنَا وَنَبِيِّنَا أَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ الْمَبْعُوثُ عَلَى كَافَّةِ اَهْلِ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ وَعَلَى اَهْلِ بَيْتِهِ الطَّاهِرِين لَاسِيَّمَا بَقِيَّةِ اللهِ فِي الْاَرْضِيْنَ وَاللَّعْنَةُ الدَّائِمَةُ الْاَبَدِيَّةُ عَلَى أَعَادِيهِمْ وَمُخَالِفِيْهِم وَمُنْكِرِی فَضَائِلِهِمْ وَمَنَاقِبِهِمْ اِلَى لِقَاءِ يَوْمِ الدِّيْنِ

اس کتاب کی تحریر کا مقصد صدرِ اسلام سے لے کر رحلتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کے بعد خلافت و رہبری کے حوالے سے تاریخ اسلام پر تحقیق پیش کرنا ہے۔ اسلام کے مستقبل کے بارے میں بانیٔ اسلام کی پیشن گوئی سے مسلمانوں کی نجات کو اہل بیتؑ کی پیروی سے مشروط فرمایا۔ بارہ خلفا جن کا آغاز حضرت علی علیہ السلام اور اختتام حضرت امام مہدی علیہ السلام پر ہوتا ہے کی اتباع ذریعۂ نجات اور کشتیٔ نجات ہے۔

محمد مہدی الموسوی الخلخالی

مقدمہ

لائقِ صد تعریف ہے وہ ذاتِ کبریا جس نے ہمیں اہلِ بیتِ رسولؐ اور امیر المومنینؑ کی ولایت سے تمسک کرنے والوں میں شمار فرمایا ہے اور درود وسلام ہو اہلِ بیتؑ رسولؐ کے آخری فرد امام مہدی علیہ السلام پر۔

پیشِ خدمت کتاب یادداشتوں کا ایک مجموعہ ہے جنھیں اُستادِ معظم، فقیہ عالی قدر، خلفِ صالح اساتید حضرت آیت اللہ حاج سیّد محمود محمودی موسوی خلخالی نے تحریر فرمایا ہے۔ آپ کے پیشِ نظر چند توہّمات اور اَشکالات تھے اور اُن کے جوابات دینا مقصود تھا۔ چونکہ گذشتہ چند برسوں سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کے متعلق کچھ کم علم افراد نے بہت ساری غلط فہمیوں کو ہوا دے رکھی ہے اور معاشرے میں ایک اِضطرابی کیفیت بپا کر دی ہے۔ البتہ اس کتاب کی آخری فصل امام مہدی علیہ السلام کے متعلق ہے جو گذشتہ سال تحریر کی گئی ہے۔ آپ کی یادداشتیں تین فصلوں پر مشتمل ہیں اور ہر فصل میں کئی اہم ابحاث شامل ہیں۔ ہم بطورِ خلاصہ ہر فصل پر ایک نظر ڈالتے ہیں اور ضمناً عرض ہے کہ خطبۂ غدیر کا متن اور ترجمہ اُور خطبہ فدک کا متن اور ترجمہ بھی مکمل طور پر پیش کیا گیا ہے۔ (خطبۂ فدک اور خطبۂ غدیر کا متن، اَسرارِ غدیر، اور اَسرارِ فدک سے نقل کیا گیا ہے جو جناب آقائی انصاری کی کتاب ہے۔ یہ کتاب حجۃ الاسلام سیّد محمد تقی نقوی کی کتاب شرح وتفسیر خطبہ پیغمبر اکرمؐ کی شرح ہے)۔

(رک، ۱۲۳، ۲۷۴، ۳۶۱)

طوفانِ اُمت کی پیشن گوئی اور کشتیِ نجات کا تعارف

پیغمبر اکرمؐ کی ملّت اسلامیہ کے بارے میں پیشن گوئی

حدیثِ سفینہ کا شمار من جملہ اُن احادیث میں ہوتا ہے جو شیعہ وسُنّی (فریقین) کے نزدیک مشہور اور معتبر ہیں۔ یہ مکتب تشیع کے مدارک میں شمار کی جاتی ہے۔ بانیٔ اسلام اپنی اس مختصری گفتگو میں اپنے خاندان کو کشتیٔ نوحؑ سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ چونکہ آپؐ کی ذاتِ اقدس آنے والے حالات وواقعات سے بخوبی آگاہ تھی کہ میری رحلت جاں سوز کے بعد اُمت کیا سلوک کرے گی۔

آپؐ کی مقدس نگاہوں نے ملّتِ اسلامیہ کے اندر بپھرے ہوئے دریا اور اس کی بے رحم اُمواج کا نظارہ فرمالیا تھا۔ آپؐ نے اُمت کو ہلاکت وتباہی اور بربادی کی خبر سنائی تھی۔ ماسوائے اُن افراد کے جو کشتیٔ نجات میں سوار ہوکر خاندانِ رسالتؐ سے پناہ کے طلب گار ہوں گے۔

آپؐ کی زبانِ مقدس سے منشائے شہود پر وجود پانے والی حدیث، ایک طرح کا اشارہ ہے، اُن گذشتہ حالات کی جانب جو ماضی میں رُونما ہوچکے تھے۔ قرآنِ مجید نے اس کی مکمل تصویر کشی فرمائی ہے کہ انسانی تاریخ کے وہ حساس ترین لمحات کتنے کرب ناک اور خطرناک تھے؟ اور وقت کس طرح کٹا؟

طوفان اور کشتیِ نوحؑ

قرآنِ کریم میں ارشاد ہورہا ہے:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ وَ مَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ

إِلَّا قَلِيلٌ ○ وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا إِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ○ وَهِيَ تَجْرِي بِهِمْ فِي مَوْجٍ كَالْجِبَالِ وَنَادٰى نُوحٌ نِ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِينَ ○ قَالَ سَاٰوِيْ إِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِي مِنَ الْمَآءِ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ إِلَّا مَنْ رَّحِمَ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِينَ ○

(سورۂ ہود: آیت ۴۰ تا ۴۳)

"حضرت نوحؑ کشتی بنانے میں مصروف تھے اور اُن کی قوم اُن کا مذاق اُڑانے میں) کہ ہمارا حکم ان تک پہنچ گیا اور آگ (والے تنور) سے پانی جوش مار کر نکلا، سارے جہاں میں ایک طوفانی صورتِ حال پیدا ہوگئی۔ اسی دوران حضرت نوحؑ کو مخاطب کر کے حکم دیا گیا کہ خود بھی (اس کشتی میں) سوار ہوجاؤ اور ہر جانور کا ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ) بھی اپنے ہمراہ لے لو اور اپنی تمام خواتین کو بھی اس میں سوار کرلو سوائے اس کے جس کی ہلاکت کا وعدہ علمِ اَزلی میں موجود ہے۔ جن لوگوں کو کشتی میں سوار کرو گے وہی نجات پا جائیں گے اور ڈوبنے سے بچ جائیں گے۔ اس جہان میں حضرت نوحؑ کے پیروکاروں کی تعداد محدود تھی۔ آپؑ نے حکم دیا کہ تم مومنین بھی کشتی میں سوار ہوجاؤ کیونکہ خدا کے نام سے اس کا بہاؤ اور ٹھہراؤ ہے۔ بے شک میرا رب بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے۔

جب وہ کشتی طوفان کے دوران پہاڑ کی مانند بپھری ہوئی موجوں کا مقابلہ کیے جارہی تھی تو حضرت نوحؑ نے پدرانہ شفقت سے کام لیتے ہوئے اپنے فرزند کو آواز دی: بیٹا! آؤ تم بھی سوار ہوجاؤ اور کافروں میں شمار ہونے سے بچ جاؤ لیکن نااہل بیٹے نے اپنے باپ کو جواب دیا: میں تو فوراً پہاڑ پر چڑھ کر خطرے سے نجات پا جاؤں گا۔ حضرت نوحؑ نے فرمایا: اے میرے فرزند! آج کے دن خدا کے لطف و کرم سے ہی نجات پانا ممکن

ہے۔ اتنی گفتگو ہوئی کہ دونوں کے درمیان طوفان کی موجوں نے ابدی جدائی ڈال دی۔ لڑکا کفار سے جا ملا، چونکہ وہ کفار میں سے تھا اور وہ غرق ہوگیا"۔

جب ہم ان آیاتِ کریمہ کے ترجمہ اور تشریح پر غور کرتے ہیں تو چند نکات ہمارے سامنے آتے ہیں:

۱ تنور کا جوش یا تباہی کا مرکز؟

فطرت اور رسم و رواج یہ ہے کہ پانی چشموں سے نکلتا ہے، اور آگ کے بھڑکنے کا مرکز تنور ہوتا ہے۔ تنور سے کبھی پانی نہیں نکلتا جبکہ داستانِ حضرت نوحؑ میں صورتِ حال اس کے برعکس ہے کہ پانی تنور سے نکل رہا ہے۔

۲ طوفانِ اُمت

وہ طوفان جس نے سرکارِ ختمی مرتبت ﷺ کی رحلت کے بعد اسلام اور مسلمانوں کو آگھیرا تھا، اس کا مرکز ومحور اور منشا سقیفہ بنی ساعدہ تھا۔ آپؐ نے اس کے متعلق بھی پیش گوئی فرمائی تھی اور اس حدیث (حدیثِ سفینہ) کے ذریعے بھی اشارہ فرمایا تھا۔ اس نکتہ سے آگاہی حاصل کی جاسکتی ہے۔

اس طوفان کا سرچشمہ لوگوں کے قلوب تھے جو کینہ و حسد سے لبریز تھے۔ وہ لوگ مسلمان تو تھے مگر اُنھوں نے اسلام کی دل سوزی والے پتھر مخلوقِ خدا کے سینے پر دے مارے۔ بظاہر تو ان حضرات نے مکمل مہربانی اور دل سوزی کا لبادہ اُوڑھ رکھا تھا مگر ان کے تعصب، خود پرستی کے تنوروں سے اختلافات کی آگ بھڑک رہی تھی۔ جس کے نتیجے میں قبیلہ پرستی، قومیت کا تصور اور ایک دوسرے پر فضیلت و برتری حاصل کرنے کی بحث چھڑگئی۔

مناسب تھا کہ بعد از رسولؐ آپؐ کے اعزہ و اقارب کے ساتھ محبت اور شفقت بھرا سلوک کیا جاتا اور اہلِ بیتِ رسولؐ کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہ کیا جاتا، مگر ریاست وحکومت کی محبت، جاہ طلبی، خود پسندی اور خودخواہی کی ایسی ہوا چلی کہ اہلِ حق کو حق سے محروم ہونا پڑا۔

اپنی ذاتی پسند کی بنیاد پر معاملات چلنے لگے۔

از تنور خود پسندی شد بلند
شعلۂ کردارھای ناپسند

''خود پسندی کے تنور سے، خود پسند کردار کے ناپسندیدہ شعلے بلند ہونے لگے''۔

③ طوفانِ نوحؑ میں حقیقی پناہ گاہ

اگر ہم قرآنِ مجید میں مذکور طوفانِ نوحؑ کی داستان پر غور وفکر کریں تو ہمیں معلوم ہوجائے گا کہ اس عظیم طوفان میں بھی ایک حقیقی پناہ گاہ موجود تھی، جس کا نام کشتیِ نوحؑ تھا۔ جس کے ذریعے صرف مومنین کو نجات نصیب ہوئی۔ وہ کشتیِ نجات شدید طوفان اور بپھری ہوئی موجوں پر مکمل سکون سے رواں دواں تھی، جو اپنے ساحلِ نجات پر جا کر لنگر انداز ہوئی اور یوں وہ اپنے اندر سولہ افراد کو زمین کے محفوظ گوشے پر اُتارنے میں کامیاب ہوئی۔

④ طوفانِ اُمت میں حقیقی پناہ گاہ

جب اُمتِ محمدؐ میں طوفان آیا تو اُس طوفان میں بھی ایک حقیقی پناہ گاہ موجود تھی۔ یہ نجات دہندہ آپؐ کے (اہلِ بیتؑ) نواسے تھے، جنھیں کشتیِ نجات قرار دیا گیا۔ چونکہ ان دونوں کے ذریعے آپؐ کی رسالتؐ، رہبری اور ہدایت کے سلسلےکو دوام نصیب ہونا تھا۔ اس کا سبب نسبی رشتے داری نہیں تھی تبھی تو آپؐ کے بعد حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے گیارہ فرزند خلافتِ الٰہیہ کے منصب پر فائز نظر آتے ہیں۔

⑤ طوفانِ نوحؑ میں خیالی پناہ گاہ

طوفانِ نوحؑ میں ان کے فرزند نے حضرت نوح علیہ السلام کی راہ کھودی۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اس پناہ گاہ (جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہے) کے علاوہ بھی ایک پناہ گاہ موجود ہے تبھی تو وہ دوسری پناہ گاہ کے راستے پر چل پڑا۔ وہ یہ خیال کر رہا تھا کہ اگر مَیں اس پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گیا تو مجھے نجات مل جائے گی، چونکہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر دریاؤں کی موجوں کا پہنچنا ناممکن ہوتا ہے، اتنی بلندیوں پر موت اپنا پنجہ نہیں مار سکے گی۔ اُس نے پہاڑ کی چوٹی تک رسائی

حاصل کی۔ چونکہ اس کی سوچ باطل اور تصور محال تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے موت، دریا کی موجوں کا رُوپ دھار کر بلند و بالا چوٹیوں تک پہنچ گئی۔ وہی پانی اُس کے قدموں سے بلند ہوتا ہوا اُس کے سینے تک پہنچ گیا اور اُس نے اپنا کام کر دکھایا۔

یہ ایک خیالی اور افسانوی قسم کی پناہ گاہ تھی، جو پہاڑ کی بلند چوٹیوں پر تھی۔ حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند کے خیال میں یہ امن و سلامتی کی جگہ تھی، مگر پانی نے اُس کے نظریے کو غلط ثابت کر دیا۔

۶ طوفانِ اُمت میں خیالی پناہ گاہ

جب اُمت اسلامیہ میں طوفان بپا ہوا تو مسلمان بھی حقیقی پناہ گاہ کو چھوڑ کر ایسے راستے پر چل پڑے جو خیالی اور خود ساختہ تھا۔ وہ حقیقی راستہ نہیں تھا۔ خدا اور پیغمبرؐ کے راستے سے ہٹ کر ایک نیا اور علیحدہ راستہ تھا جو ایک دوسری پناہ گاہ کی طرف جاتا تھا۔ یہ سب اس پناہ گاہ کے تعاقب میں چل پڑے جس کا سقیفہ میں انتخاب ہوا تھا۔ اسے خدا کی طرف سے منصوص و منتخب ہونے کا اعزاز نصیب نہیں ہوا تھا۔ انھیں بھی تو ساری اُمت کے منتخب شدہ ہونے کا اعزاز حاصل نہیں تھا، چونکہ یہ تو چند افراد کی منتخب کردہ تھی۔ چند سیاستمدار قسم کے افراد کا اجتماع ہوا تھا۔ اُنھوں نے اپنے اجتماع کو ساری اُمت کے اجتماع کا نام دے دیا۔ جبکہ حضرت علی علیہ السلام اور اُن کی اولاد کو امام مہدی علیہ السلام تک کشتیِ نوحؑ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حکمِ خدا سے اُنھیں مسلمانوں کی رہبری کی ذمہ داری سونپی گئی ہے جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

> مَثَلُ اَهلُ بَيْتِي فِيكُم مَثَلُ سَفِينَةِ نُوحٍ مَن رَكِبَهَا نَجَا وَمَن تَخَلَّفَ عَنهَا غَرِقَ
>
> "میری اہلِ بیتؑ کی مثال کشتیِ نوحؑ کی ہے، جو اس سفینے میں سوار ہو گیا وہ نجات پا گیا اور جو سوار نہ ہوا وہ ہلاک اور غرق ہوگا"۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص بقائے رسالتؐ اور استمرارِ رسالتِ پیغمبرؐ کی پناہ گاہ کا متلاشی نہیں ہوگا اُس کی ہلاکت یقینی ہے۔

اس حدیث میں رسولِ خدا نے ایک ڈراؤنے اور عظیم طوفان کی جانب اشارہ کرتے

ہوئے اشارہ فرمایا ہے، جو آپؐ کی رحلت کے بعد رُونما ہونے والا تھا۔ آپؐ جانتے تھے کہ اس طوفان سے اسلامی معاشرے میں کیا تبدیلیاں رُونما ہونے والی ہیں۔ تبھی تو آپؐ نے اپنی اُمت کو ایک مضبوط اور مستحکم پناہ گاہ فراہم فرمائی، تاکہ ملتِ اسلامیہ اس میں پناہ گزین ہو کر اپنی حفاظت کر سکے۔ وہ پناہ گاہ حریم اہلِ بیتؑ (خاندانِ عصمت وطہارت) ہے۔

آپؐ کا اپنی رحلت کے بعد رُونما ہونے والے انقلاب کی پیش گوئی کرنا

سردارِ انبیاء ﷺ نے اپنی حیات کے آخری دنوں میں ارشاد فرمایا:

"مجھے امر دیا گیا ہے کہ میں جنت البقیع میں مدفون مرحومین کے لیے استغفار کروں"۔

پھر آپ صحابہ کرام کی اچھی خاصی تعداد کے ہمراہ وہاں تشریف لے گئے۔ وہاں پہنچ کر مرحومین پر درود ارسال فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا:

"تمھیں مبارک ہو وہ حالات جن میں تم سرگرداں ہو اور وہ کیفیت بھی تمھیں مبارک ہو جو اس وقت لوگوں پر طاری ہے۔ البتہ فتنہ تاریکِ شب کی مانند لوگوں پر نازل ہونے والا ہے۔ ان میں سے آخر والے حضرات پہلے والوں کے پیچھے ہوں گے"۔ (منتخب الاثر: ص ۲۴ تا ۲۶)

ہم نے یہاں پیغمبر گرامیؐ قدر کے ارشادِ گرامی کو نقل کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ اس کے بارے میں کسی مسلمان کو ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے۔ تمام فرقوں نے مکمل ہم آہنگی کے ساتھ اسے نقل کیا ہے، اگرچہ خطرات و اختلافات اور فتنوں کے اُن بادلوں جو آپؐ کو منڈلاتے نظر آرہے تھے، نے آپؐ کو غمگین کر رکھا تھا۔ تبھی تو آپؐ نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام میں ان کی جانب اشارہ فرمایا تھا۔

نُور کا غروب

سردارِ انبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ عظیم انقلاب، اسلامی طرزِ حیات اور اسلامی معاشرے کے قیام کے اصل محرک اور سرپرست تھے۔ دیکھنے والوں کے مشاہدے میں جو کچھ

آ رہا تھا وہ آپؐ کی سالہا سال کی زحمتوں کا ثمر تھا۔ آپؐ انسان کو اس کے درجۂ کمال اور ارتقاء کی رفعتوں پر فائز دیکھنا چاہتے تھے۔ آپؐ اپنی زحمتوں، کوششوں سے حکومتِ اسلامی اور معاشرتی سلسلوں کو زوال پذیر ہوتا دیکھ رہے تھے اور اُس میں رُونما ہونے والی تبدیلی کے سبب سخت پریشان تھے اور اسی دوران آپؐ نے اسی کیفیت میں اپنے پروردگار کے سامنے لبیک کہا۔

حق تو یہ تھا کہ اتنی عظیم ہستی جو صاحبِ لولاک بھی تھی اور منجی بشریتِ جہاں بھی، جس کے قلبِ اطہر میں اُمت کا درد تھا، کے اُٹھ جانے کے بعد اُمت غم سے نڈھال ہو جاتی۔ آپؐ کے فراق میں لوگ اپنے سر پھوڑ لیتے اور رو رو کر بے حال ہو جاتے۔ آپؐ کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد آپؐ کے سوگوار خاندان سے تعزیت کرتے اور جملہ اُمور اُن کے سپرد کر کے ان سے سلسلۂ ہدایت و رضا لینے کی اِستدعا کرتے، مگر مقامِ افسوس ہے کہ مسلمانوں نے ایسی کسی رسم کو ادا نہیں کیا، نہ ہی ان کے اندر جذبۂ محبت و عاطفیت نے جوش مارا، بلکہ آپؐ کی چشمِ مبارک بند ہونے کے فوراً بعد ایک مقام پر اکٹھے ہو گئے۔ یہ مقام طوفانِ اُمت کے لیے تنور کی حیثیت اختیار کر گیا۔ یہاں جمع ہو کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانشین کے تقرر پر بحث ہونے لگی۔ چونکہ شاید مسلمان کسی ایسے ہی لمحے یا فرصت کے منتظر تھے۔ بلکہ یوں لگتا تھا جیسے مدتوں سے اُنھیں اسی دن کا انتظار ہو۔ اس مسئلے کا جواب صرف پاکیزہ وجدانوں کے مالک اور اس سے آگاہی رکھنے والے افراد نے دیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ان شاء اللہ وہ دن جو یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ہے مخلوق کے محشور ہونے کا دن ہے۔ اس دن ساری حقیقت کھل کر سامنے آجائے گی، مگر تب تک ہماری ذمہ داری اور شرعی فریضہ بنتا ہے کہ ہم تاریخی حقائق کو سامنے رکھ کر اس واقعے کو کھل کر بیان کریں اور ساتھ ہی اپنی ذمہ داریوں کا تعین بھی کریں۔ چونکہ یہ وہ مقام ہے جہاں ایک کج فہم مگر زندہ ضمیر والے انسان کے ذہن میں بھی سوالات کا ہجوم اُمڈ آتا ہے۔ ان میں سب سے اہم ترین سوال یہ ہے کہ ٹھیک ہے آپؐ کے جانشین کا تعین کرنا ایک اہم مسئلہ ہے اور جسے فوراً حل ہونا چاہیے، حتیٰ کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکفین و تدفین سے قبل ہی اس مسئلے کا حل ضروری ہے۔ پھر بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ورثا سے تعزیت تو کی جا سکتی تھی۔

پیغمبر گرامی قدر عالمِ اسلام کی عظیم ترین شخصیت تھے، جنھوں نے انسانی زندگی کے

ضروری مسائل کو باقاعدہ حل کر کے پیش فرمایا۔ اس سلسلے میں ذرہ برابر بھی غفلت کا شکار نہیں ہوئے تو کیا آپؐ نے مسلمانوں کی اہم ترین ضرورت کو بھی پورا نہیں کیا اور اس اہم ترین ضرورت کو حوادثات کے سپرد فرما گئے؟ یا پھر ہمیں اس اہم ترین مسئلے کے بارے میں سکوت اختیار کرنا چاہیے؟ ہم اجمالاً اتنا عرض کریں گے کہ ان سوالات کے جوابات مفکرین کی فکر و دانش پر موقوف ہیں۔

ہم جس حال میں بھی ہوں یا ہم پر جو بھی گزرے اس موضوع کی بنیاد طویل ہے۔ ہم سب جانتے ہیں کہ بنی اُمیہ اور بنی عباس کے اُدوار اور ان کی حکومتوں کو صرف ڈھال بنایا گیا ہے۔ اُن کے حکام بارہ افراد سے زیادہ ہوتے تھے۔ اُن کی زندگی کے حالات تاریخ کے صفحات پر اپنی تمام تر رنگینیوں اور مظالم کے ساتھ موجود ہیں۔

ہم جانتے ہیں کہ بنی عباس اور بنو اُمیہ نہ صرف کشتیِ نجات نہیں تھے، بلکہ وہ تو خطرناک اژدھا کی مثل تھے۔ جن کے وجود سے کشتیِ نجات اور اس کے سوار حضرات کو خطرات لاحق تھے۔ اُنھوں نے مسلمانوں کو اپنے شوم اعمال کی گرداب میں پھنسا کر غرق کر دیا تھا۔

نہ صرف ان کا طرزِ زندگی اسلامی قوانین اور موازین کے مطابق نہیں تھا بلکہ اُنھوں نے کھلم کھلا احکامِ قرآن کو پامال کیا اور لوگوں کو جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں دھکیل دیا۔ لوگوں کے لیے کوئی پناہ گاہ نہیں تھی، بلکہ یہ تو لوگوں کی جانوں کے درپے تھے۔ ان کے قید خانے حق شناسوں سے بھرے رہتے تھے۔ حق گو زبانیں کٹ کر رہ گئیں تھیں۔ علماء اور آگاہی و دانش رکھنے والے افراد پر ظلم و استبداد کے شکنجے کسے جا رہے تھے۔

کیا یہ روایت اسلام کے ائمہ اور امراء کی جہانی (عالمی) حکومت پر دلیل ہے؟ اس نے بنی اُمیہ، بنی عباسیہ یا ان دونوں کے اتحاد سے بننے والی حکومت کی خوب خبر لی ہے۔

ان اماموں کی بایوگرافی یہ ہے کہ اُنھوں نے اسلام کے معیارِ امامت، قرآن و کشتیِ نجات کے ملاک، اسلامی معاشرے کی مسرتوں کی علت یعنی امامِ حق کے پیمانے کو وہ اپنے اُوپر منطبق کرتے رہے؟ جب کہ ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے کہ رُوحِ انصاف کبھی اور کسی موقع پر اس کی تائید کرے گی۔

چونکہ خشک سے خشک تعصب بھی حقائق کے آشکار ہونے میں رکاوٹ نہیں بن سکتا۔
یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے بارہ ائمہ علیہم السلام کا تعلق قریش سے ہے۔ سب کے سب بنی ہاشم ہیں۔ پیغمبر گرامی قدر کی اہلِ بیتؑ ہیں۔ سب کے سب ناطق قرآن ہیں۔ ان کا علم، اخلاق، فضائل اور روحانیت سب کچھ انسانیت کے لیے سرمایہ ہیں۔ ان کے آخری فرد مہدی موعود ہیں، جو اس جہاں کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔

اس سے ہٹ کر، بارہ امام برحق وہ ہوں گے قرآن جن کے والی ہونے، مطلق اطاعت اور حکمرانی پر دلالت کرے۔ یہ وہ ہستیاں ہیں جن کے اوامر مؤکدہ کا راستہ خداوند متعال تک جاتا ہے۔ یہ کلامِ پروردگار یعنی آسمانی کتاب کے مفسر، ترجمان اور عملی شکل دینے والے ہیں۔ یہ بدیہی اُمر ہے کہ ظالم حکمران آئمہ میں سے نہیں ہیں۔ چونکہ ان جیسے فاسق و فاجر افراد ہمیشہ شہوات کے راستے کے مسافر رہے ہیں اور اُنھوں نے اپنی ساری زندگی شہوات کی تسکین اور بیت المال لوٹنے میں صَرف کی ہے۔ ایسے افراد کی اطاعت، اطاعتِ رسولؐ کس طرح ہو سکتی ہے؟

ہم بڑے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ بارہ امامؑ سب کے سب قریش میں سے ہیں۔ ان کا آخری فرد امام مہدیؑ موعود ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس زبان سے سینکڑوں روایات منصۂ شہود پر آئی ہیں جن میں بارہ کے عدد کو بیان کیا گیا ہے اور شیعہ حضرات ان روایات کے قائل ہیں۔ ہم شیعوں سے منقول روایات کو پیش کرنے کی چنداں ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ ہم صرف بطورِ نمونہ یہاں ایک روایت پیش کر رہے ہیں جو بہت ہی معتبر اور حقائق پر مبنی ہے جس میں بعض شبہات اور اشکالات کے جوابات بھی دیے گئے ہیں۔

حدیث جابر بن یزید جعفی؟

جناب جابر بن یزید جعفی نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے دورانِ گفتگو امامت کے متعلق چند سوالات پوچھے ہیں۔ امام علیہ السلام نے ایک سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا:
یہ وہ ائمہ ہیں جن کے اسمائے گرامی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائے ہیں اور آپؐ نے ارشاد فرمایا: ”جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ عرشِ خدا پر علیؑ، حسنؑ،

حسینؑ، علیؑ، محمدؑ، جعفرؑ، موسیٰؑ، علیؑ، محمدؑ، علیؑ، حسن، حجت قائم ـــــ یہ اسماء چمک رہے تھے، جو ان کی پاک سرشت اور ان کے ممتاز ہونے پر دلالت تھی۔

جنابِ جابرؓ نے عرض کیا: کیا آپؑ (امام) لوگوں پر حاکم نہیں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: کیوں نہیں؟

جنابِ جابرؓ نے عرض کیا: پھر آپؑ نے گوشہ نشینی کیوں اختیار کر رکھی ہے؟ قیام کیوں نہیں کرتے؟ جب کہ قرآنِ کریم تو آپؑ سے راہِ حق میں جہاد اور کوشش کرنے کا تقاضا کر رہا ہے جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

وَجَاهِدُوْا فِی اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ (سورۂ حج: آیت ۷۸)

"اور اللہ کے بارے میں اسی طرح جہاد کرو، جو جہاد کرنے کا حق ہے"۔

امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: حضرت علی علیہ السلام نے اپنے حق سے صرفِ نظر کیوں فرمایا تھا؟ امام علیہ السلام نے خود اس کی وضاحت فرمائی ہے، چونکہ میرے پاس مددگار اور ناصر نہیں ہیں اور حضرت نوح علیہ السلام نے بھی تو عرض کی تھی:

"اے پروردگار! میں شکست کھا چکا ہوں میری مدد فرما!

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیوں فرمایا تھا؟

رَبِّ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِیْ وَ اَخِیْ فَافْرُقْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ۝ (سورۂ مائدہ: آیت ۲۵)

"اے میرے پروردگار! میرا اختیار میرے اپنے اُوپر اور میرے بھائی پر ہے لہٰذا ہمارے اور اس نافرمان قوم کے درمیان جدائی ڈال دے"۔

یہ انبیاءؑ کی کنارہ کشی کس لیے تھی؟ جونہی اُنھیں اپنی ناتوانی کا احساس ہوا فوراً وہ کنارہ کش ہو گئے۔ جب نبیؑ معذور ہو سکتا ہے تو امامؑ معذور کیوں نہیں ہو سکتا؟

آپؑ نے فرمایا: "اے جابر! ہماری مثال کعبہ والی ہے، جس کی طرف لوگ چل کر آتے ہیں، مگر کعبہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتا"۔ (کفایۃ الاثر، ینابیع المودۃ، ص ۴۴۷، بہ نقل از منتخب الاثر، ص ۱۲۴)

اس معتبر حدیث پر اِک نظر

امامِ برحق منتخب شدہ نہیں ہوتا بلکہ خداوند متعال کی طرف سے یہ منصوب ہوتا ہے اور پھر ائمہ اطہار علیہم السلام (بارہ) کی بائیوگرافی میں اس کا ابلاغ ہوتا ہے۔ کسی قسم کا شک یا تردد نہیں ہے۔ ان کے اسماء تو عالمِ معنی اور غیب میں بھی درخشاں ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بذریعہ وحی ائمہ اطہار علیہم السلام سے متعارف ہوئے اور پھر لوگوں تک ابلاغ اور ان کا تعارف فرمایا۔ امامؑ کا وظیفہ، قیام، حکومت اسلامی کی تاسیس کے لیے جدوجہد کرنا اور اس جہاں میں نامِ خدا کی حفاظت کرنا ہے لیکن یہ وظیفہ قدرت و طاقت اور لوگوں کے تعاون و ہم آہنگی کے ساتھ مشروط ہے۔ ورنہ یہ گناہ اُن لوگوں کی گردن پر ہوگا، جنھوں نے قدرتِ الٰہی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر خاموش رہنے پر مجبور کیا ہے، اور مسلمانوں پر ظالمانہ حکومت مسلط کی ہے جب کہ دوسری طرف سے یہ گزارش ہے کہ یہ حکومت عادلانہ اور قرآنی نظام ایک دن تسلط حاصل کر کے رہے گا۔ بارہ امامؑ ہی مسلمانوں کی اُمیدوں کے مرکز ہوں گے۔

مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ عالمی انقلاب اور اس کے قیام کے لیے جدوجہد کریں۔ اس کی شرائط اور تقاضوں کو پورا کریں، تاکہ عادلانہ حکومت کا ستارہ درخشاں ہو سکے۔

فصلِ اوّل

آخری کشتی نجات خاتم الائمہ امام مہدی علیہ السلام

معرفتِ امامؑ کیوں ضروری ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً

"اگر کوئی شخص مر جائے اور اپنے امامِ زمانہؑ کی معرفت اُسے حاصل نہ ہو تو گویا وہ جاہلیت کی موت مرا ہے"۔ (بحار الانوار: ج ۸، ص ۳۶۸، اصولِ کافی: ج ۲، ص ۲۰-۲۱، الغدیر: ج ۱۰، ص ۳۵۸-۳۶۰ بہ نقل از کتبِ عامہ)

اس حدیث کا مضمون پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول مختلف احادیث میں تواتر سے نقل ہوا ہے۔ اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے۔ شیعہ وسُنّی فریقین کے نزدیک موردِ اطمینان و اتفاق قرار پائی ہے۔ (الغدیر: ج ۱۰، ص ۳۵۸-۳۶۰)

اس حدیث میں قابلِ توجہ نکتہ یہ ہے کہ آپؐ کا ارشادِ گرامی مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً...... "وہ شخص جسے اپنے زمانے کے امام کی معرفت حاصل نہیں وہ کفر و نفاق، شرک و الحاد والے دورِ جاہلیت کی موت مرا ہے"۔

ممکن ہے مرنے والے نے اپنی زندگی میں اسلامی اُحکامات پر خصوصیت سے عمل کیا ہو اور اپنی زبان سے کلمہ شہادتین لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی پڑھا ہو۔ اس کے باوجود یہ مسلمان شمار ہوگا۔ بے شک اس کا جان و مال محفوظ رہا ہو۔ یہ کبھی محدور الدم والمال نہ رہا ہو۔ اس کے باوجود اسے جو موت آئے گی وہ جاہلیت والی ہوگی۔

ایسے افراد جو بظاہر مسلمان ہیں ان کے انجام اور سرنوشت پر جو دلیل دلالت کر رہی ہے وہ رحمت للعالمینؐ کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے مقدس الفاظ ہیں۔ ایسے افراد جو بظاہر مسلمان ہیں لیکن ان کی زندگی معرفتِ امامِ حق سے خالی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کا اقرارِ توحید و نبوتؐ

اور نماز و روزہ کی ادائیگی کرنا قطعاً بے فائدہ ہے۔ چونکہ انھیں زندگی بھر امامِ حق کی معرفت نصیب نہیں ہوئی ہے جس کے سبب یہ امامِ حق کی تعلیمات بھی سیکھ نہیں پائے ہیں۔ امامِ حق کے فرمودات اور اُن کے ارشادات پر عمل بھی نہیں کر سکے ہیں۔ لہٰذا یہ افراد کفار و منافقین کے گروہ کے ساتھ محشور ہوں گے۔ یہ معمہ مرنے کے بعد حل ہوگا۔ جب ان کا شمار مسلمانوں میں نہیں ہوگا۔

امام شناسی کے لیے دو ابحاث

① اللہ تعالیٰ کا اپنی مخلوق پر لطف و کرم ہے کہ اُس نے مخلوق کی رہنمائی کے لیے امام مقرر فرمائے ہیں۔

② انسان کی ذمہ داری صرف اتنی ہے کہ وہ امام علیہ السلام کی معرفت حاصل کرے اور پیروی کرے۔

البتہ علمِ کلام میں اپنے مقام پر اللہ تعالیٰ کا لطف ثابت ہے کہ امامؑ و نبیؐ کا وجود لطفِ خداوندی ہوتا ہے۔ خداوند کریم جب انسانیت پر اپنا یہ حتمی و قطعی لطف فرماتا ہے تو اس کی رہبری و امامت والی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے انبیائے کرامؑ کو مبعوث فرماتا ہے۔ یہ ایسا لطف ہوتا ہے جو عملاً وقوع پذیر ہوتا ہے تبھی تو تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ انسانیت کو خدا کی طرف دعوت دیتے ہیں اور انھیں عملِ صالح کی جانب دعوت دیتے ہیں۔ لوگ اُن کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے اسے عملاً قبول بھی کرتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر دور میں کفار و منافقین بھی برابر موجود رہے ہیں جنھوں نے ائمہؑ اور انبیاءؑ کے پیغام اور دعوت کو قبول نہیں کیا ہے۔ البتہ ہم انسان کے وظیفے کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس وظیفہ کا حقیقی اور صحیح اِدراک تب ہوگا جب انسان ضرورتِ امامؑ کا قائل ہو جائے گا۔ جس شخص کو امامؑ کی ضرورت کا جتنا زیادہ احساس ہوگا اُسے معرفت بھی اتنی ہی زیادہ حاصل ہوگی اور امامؑ کا اِدراک بھی اسی نسبت سے ہوگا۔

اس حدیث شریف سے قطع نظر خود عقل بھی حکم دیتی ہے کہ امامؑ کی معرفت ضروری ہے۔ یہ حکمِ عقل تو اس کی بنیادی اور قطعی ضرورت کو ثابت کرتا ہے۔ چونکہ جو انسان بھی سعادت مطلق کی جستجو میں رہتا ہے وہ کبھی تجربے کے ذریعے اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ چونکہ تجربہ ہمیں بتاتا ہے

کہ دنیا کے رہنما کبھی انسان کو حقیقی سعادت تک نہیں پہنچا سکتے، چونکہ یہ ان حالات کے تابع ہوتے ہیں جو تغیر پذیر اور نت نئے رُوپ دھار لیتے ہیں۔ پس تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک ایسے معلّم اور رہنما کی ضرورت ہے جو مطلقاً انسان کو حقیقی سعادت کے راستے سے آشنا کرائے۔ زندگی بھر انسان کو عقائد، اُخلاق اور علم و معرفت کی کما حقہ سیر کرائے اور دنیا و آخرت سے ذرا وسیع ہو کر اُسے نجات کے راستے پر چلائے۔ پس انبیاءؑ اور ائمہؑ جو معصومینؑ ہیں اور وحی الٰہی سے مسلسل مربوط رہتے ہیں، کے علاوہ کوئی دوسرا یہ کام انجام نہیں دے سکتا۔ یہاں عقل اس ضرورت کی تائید کرتی ہے کہ انسان کے لیے ایسے معلّم، رہنما، ہادی اور امام کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہو جاتا ہے جس کے نقش قدم پر اسے چلنا ہے۔ چونکہ جہلاء کی پیروی کرنے سے کبھی نجات نہیں ملتی۔

اس حدیث میں جاہلیت سے مراد وہ زمانہ مراد ہے جس میں خدا کی طرف سے نبیؐ و امامؑ ہدایت و رہنمائی کے لیے موجود نہ ہوں اور وہ زمانہ کفر، شرک، نفاق اور تعصبات کا شکار رہا ہو۔ اس زمانے میں بچیوں کو زندہ درگور کر دیا جاتا ہو، باطل اور شیطانی عقائد، اخلاقی مفاسد اور اس قسم کے گھٹیا علل و اسباب کی وجہ سے قبائل میں باہمی خونریزی کا سلسلہ جاری ہو۔ وہ زمانہ اور اسلام کا زمانہ (عصر) باہم مدمقابل ہیں۔ چونکہ اسلام نے آکر سعادت و خوش بختی کی راہیں کھول دی ہیں اور انسان کے لیے ضروری فضائل اور کمالات کو مہیا کیا ہے۔ اس دور (عصرِ اسلام) کا آغاز سرکار کی بعثت سے ہوتا ہے۔ عصرِ جاہلیت کی مذمت قرآنِ مجید نے متعدد مقامات پر کی ہے۔ جبکہ عصرِ اسلام کو عصرِ بعثت، تزکیہ نفس، علم و تعلیم اور ترتیب والا عصر شمار کیا ہے۔ عصرِ جاہلیت کے عقائد کے متعلق قرآن میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَظُنُّوْنَ بِاللهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ (سورۂ آل عمران: آیت ۱۵۴)

''ان کے ذہن میں خلافِ جاہلیت جیسے خیال تھے''۔

جاہلیت کے بکھرے ہوئے احکامات کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے:

اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُوْنَ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ (سورۂ مائدہ: آیت ۵۰)

"کیا یہ لوگ (زمانہ) جاہلیت کے حکم کی (تم سے بھی) تمنا رکھتے ہیں حالانکہ یقین کرنے والے لوگوں کے واسطے حکم میں اللہ سے بہتر کون ہوگا"۔

دورِ جاہلیت کے تعصبات کے بارے میں حکم ہو رہا ہے:

إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ (سورۂ فتح: آیت ۲۶)

"یہ اس وقت کی بات ہے جب کفّار نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلیت جیسی ضد قرار دے لی تھی"۔

اس کے برعکس عصرِ علم ترتیب یعنی عصرِ اسلام کہ جس کے معلم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ ارشاد ہو رہا ہے:

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ○ (سورۂ جمعہ: آیت ۲)

"وہی ہے جس نے ناخواندہ لوگوں میں انھی میں سے ایک رسولؐ بھیجا جو انھیں اس کی آیات پڑھ کر سناتا ہے اور انھیں پاکیزہ کرتا ہے اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ اس سے پہلے یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے"۔

اس آیتِ کریمہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعنوانِ معلم پیش کیا گیا ہے، جو انسانیت کو جہالت و نادانی سے نجات دلاتے ہیں۔ چونکہ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ نبی اکرمؐ اور تمام انبیاءؑ کی بعثت کا ہدف انسانیت کو جہالت، نادانی، تعصبات سے نجات دلا کر تزکیۂ نفوس کرنا ہے تاکہ انھیں صفاتِ حسنہ سے آراستہ کرکے زیورِ تعلیم و ترتیب سے مزین کیا جاسکے تاکہ یہ قرآن وحکمت کی تعلیم پاسکیں۔

انسانیت ہمیشہ سے ایسے رہبر و رہنما کی مسلسل محتاج رہی ہے اور رہے گی۔ اس ضرورت سے انسان کسی بھی لمحے بے نیاز نہیں ہوسکتا۔ چونکہ وہ نسلیں جو جہالت، گمراہی،

گناہ و معصیت، شہوت پرستی اور خواہشاتِ نفسانیہ کے تابع ہو کر زندگی بسر کرتی آئی ہیں اُنھیں ایک معصوم، مربی و معلّم کی ہر زمانے میں اور ہر وقت ضرورت رہی ہے۔ یہ خداوند کریم نے اپنے لطف کو دوام بخشا ہے کہ انسانیت کی ضرورتوں کو پورا کرتے ہوئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے مہربان و عظیم معلّم کو انسانی معاشرے میں مبعوث فرمایا ہے۔

حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس حدیث شریف میں امام ہادیؑ برحق کو منصوب فرمانا چاہ رہے ہیں۔ آپ کسی دنیاوی بادشاہ کو ظلم و ستم اور گمراہی جس کا مشغلہ ہو، کو ہرگز مقرر نہیں فرمانا چاہتے تھے۔ آپؐ کی حدیث میں بھی اسی امام کا تذکرہ ہے جس کا تذکرہ قرآنِ مجید میں موجود ہے۔

قرآنِ کریم اس امامؑ کا ہادی اور رہنما کے عنوان سے تعارف کرا رہا ہے:

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِمْ فِعْلَ الْخَیْرٰتِ وَ اِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَ كَانُوْا لَنَا عٰبِدِیْنَ ○ (سورۂ انبیاءؑ: آیت ۷۳)

"اور ہم نے اُنھیں پیشوا بنایا جو ہمارے حکم کے مطابق رہنمائی کرتے تھے اور ہم نے نیک عمل کی انجام دہی اور قیامِ نماز اور ادائیگی زکوٰۃ کے لیے ان کی طرف وحی کی اور وہ ہمارے عبادت گزار تھے"۔

اس آیت کریمہ میں امام و ہادی کی جو نشانیاں بیان کی گئی ہیں وہ صرف ائمہ اطہارؑ اور انبیائے کرامؑ میں پائی جاتی ہیں کہ ان اماموں کی معرفت اور اتباع واجب ہے۔ وہ صفات یہ ہیں:

① خدا کے اوامر و نواہی کے تحت انسانوں کی ہدایت کرے۔

② وحیِ الٰہی کے ذریعے اچھے کاموں کی طرف بلائے۔

③ حقیقی نماز ادا کرے۔

④ حقیقی موارد میں زکوٰۃ ادا کرے۔

⑤ اور صحیح طریقے سے خدا کی عبادت بجالائیں۔

البتہ معرفتِ امامؑ کا مقصد امامؑ کی چوں و چرا کے بغیر مطلقاً اطاعت ہے۔ ایسے امامؑ

کے لیے علم اور عصمت ضروری ہوتی ہے ورنہ حکمت کی غرض اور مقصد دونوں تشنہ رہ جائیں گے۔

قرآنِ کریم نے فرعون جیسے ظالم، جابر، طاغوتی حکمرانوں اور اماموں کا تذکرہ بھی فرمایا ہے اور انھی رہبرانِ نار کے عنوان سے یاد کیا ہے۔ جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

وَ جَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ وَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَا یُنْصَرُوْنَ ○
وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا لَعْنَةً وَیَوْمَ الْقِیٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِیْنَ ○

"اور ہم نے اُنھیں ایسے رہنما بنایا جو آتش کی طرف بلاتے ہیں اور قیامت کے دن ان کی مدد نہیں کی جائے گی اور ہم نے اس دنیا میں ان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن یہ قبیح (چہروں والے) ہوں گے"۔

یہ معرفتِ امامؑ کی ضرورت کے متعلق بحث تھی ہم نے اس بارے میں قرآنی آیات سے استفادہ کیا ہے۔

معرفتِ امامِ زمانہ علیہ السلام

کسی بھی شخص کی معرفت دو طریقوں سے کی جاتی ہے:

① اس شخص کی پہچان ② اس کی شخصیت کی پہچان

امامِ زمانہؑ کی معرفت بھی انھی دو مروجہ طریقوں سے حاصل کی جاسکتی ہے:

معرفتِ شخصِ امامؑ

امامِ زمانہؑ کی معرفت شخصِ امامؑ کے عنوان سے تب ہوگی جب ہمارا مقصد آپؑ کی شخصی حقیقت کا اِدراک کرنا ہوگا۔ ایسا تب ممکن ہوتا ہے جب ہم آپؑ کے مقدس اسمِ گرامی (جو آپؑ کے نانا بزرگوار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی بھی ہے)، آپؑ کی کنیت ابوالقاسم اور دوسرے القابات کی معرفت حاصل کریں۔ آپؑ کے دوسرے القابات ہیں: بقیۃ اللہ، قائمِ آلِ محمدؐ، مہدی، حجت خلف الصالح، منتظر، ولی اللہ، امام العصر، صاحب الزمان وغیرہ سرفہرست ہیں۔

روایات اور اَدعیہ میں یہ تمام القاب کا ذکر موجود ہے۔

آپ شیعیانِ جہان کے گیارہویں امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہیں اور امام حسین علیہ السلام کے نویں معصوم بیٹے اور امامؑ ہیں۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی نرجس خاتون ہے۔ جو قیصر روم کے فرزند یشوعا کی دُختر تھیں۔ حضرت نرجس خاتون کی والدہ شمعون بن حمون بن صفا وصی حضرت عیسیٰؑ کے خاندان سے تھیں۔ اسیر ہو کر بغداد لائیں گئیں۔ امام ہادیؑ کے حکم پر اور آپؑ کے بھیجے ہوئے شخص نے خرید کر اُنھیں سامرہ میں امامؑ کے بیت الشرف تک پہنچایا۔ جس کے بعد آپؑ کو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے عقد میں آنے اور امام مہدی علیہ السلام کی مادرِ گرامی ہونے کا شرف نصیب ہوا۔ آپؑ کی مکمل داستان کتبِ تاریخ میں موجود اور محفوظ ہے۔

شخص مہدیؑ موعود

ہم آپؑ کے پاکیزہ نسب کی مکمل معرفت کے لیے نبی اکرمؐ کے کلامِ ذیشان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سعید بن مسیب روایت کرتے ہیں اُم المومنین حضرت اُمِ سلمہؓ سے روایت منقول ہے میں نے پیغمبر اکرمؐ سے سنا کہ "آپؐ نے امام مہدیؑ کا تذکرہ فرمایا کہ اس نے برحق آنا ہے اور ان کا تعلق حضرت فاطمہ زہراؑ کی اولاد سے ہوگا"۔ (مستدرک علی الصحیحین، ج ۴، ص ۵۵۷، بہ نقل از منتخب الاثر، ص ۱۹۱)

جب تک دنیا میں امام حسین علیہ السلام کے فرزند کی حکومت قائم نہیں ہوگی، دین تمام نہیں ہوگا۔ (ینابیع المودۃ، ص ۴۹۴، بہ نقل از منتخب الاثر، ج ۱، ص ۱۸۸)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے بعد نو امام ہوں گے اُن میں سے ایک مہدی ہوں گے۔ آپؑ صُلبِ امام حسینؑ سے نویں امام ہوں گے، جو دنیا کو اس طرح عدل سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جَور سے بھری ہوگی۔ (کفایۃ الاثر از منتخب الاثر، ص ۲۰۴)

آپؑ گناہوں سے منزہ، پاک دامن، نیک روش کے حامل اور امام محمد باقر علیہ السلام کی اولاد سے ہوں گے۔ ان کے ساتویں فرزند ہوں گے جو دنیا کو عدل سے بھر دیں گے۔ (کفایۃ الاثر روایت جابر بن عبداللہ انصاری، بہ نقل از منتخب الاثر: ج ۱، ص ۲۰۸)

حضرت امام حسین علیہ السلام کی اولاد سے ایک مرد قیام کرے گا جو زمین کو عدل و انصاف

سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ طوفانِ ظلم و ستم سے بھری ہوئی ہوگی۔ (حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، بشارۃ المصطفیٰ بہ نقل از منتخب الاثر ج ۱، ص ۲۰۸)

امام مہدی علیہ السلام کے آباؤ اجداد نے بھی اپنے منتظر فرزند کا تذکرہ نبی اکرمؐ کے حوالے سے فرمایا ہے۔ آپؑ امام جعفر صادق علیہ السلام کے بعد چھٹے امام ہوں گے اور آپؑ کی اولاد میں ہوں گے۔ آپ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد پانچویں امامؑ اور انھی کی اولاد میں سے ہوں گے۔

اگر ہم ان روایات پر نظر کریں جو شیعہ و سُنّی دونوں طریق سے نقل کی گئی ہیں اور اُنھیں شمار کریں تو اُن کی تعداد ہزاروں تک جا پہنچتی ہے۔ ان ہی کے ذریعے آپؑ کے نسب کی تعیین بھی ہوتی ہے (میں نے منتخب الاثر سے شمار کی ہیں)۔

ان تمام احادیث کا اختتام بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلامِ پاک پر ہوتا ہے۔ جن میں آپؑ کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔ امام مہدیؑ بن امام حسن عسکریؑ بن امام علی نقیؑ بن امام محمد تقی، بن امام رضاؑ بن امام موسیٰ کاظمؑ بن امام جعفر صادقؑ بن امام محمد باقرؑ بن امام زین العابدینؑ بن امام حسینؑ بن امام علیؑ و حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا۔

اگر کوئی شخص ان احادیث اور روایات میں معمولی سی تحقیق کرے تو اُسے اس سلسلۂ نسب میں ذرہ برابر بھی شک نہیں رہے گا۔ البتہ اس موقع پر ہمیں اس لوح کی اشد ضرورت ہے جو حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ کے پاس موجود تھی۔ یہ اس لوح سے تیار کی گئی تھی جو حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے پاس موجود تھی مگر معذرت کے ساتھ وہ لوح سرِ دست دستیاب نہیں ہے۔ ہم مزید اطمینان کے لیے ایک اشارہ کر کے گزر جانا چاہ رہے ہیں۔ تحقیق و جستجو سے شغف رکھنے والے قارئین، اُصولِ کافی (تالیف ثقۃ الاسلام کلینیؒ) کی طرف رجوع کر سکتے ہیں۔ یہ کتب اربعہ میں سے ایک ہے۔ اس کتابِ مستطاب میں ایک باب ہے: ماجاء فی الاثنی عشر والنص علیھم (اصولِ کافی، کتاب الحجہ، ج ۱، ص ۵۲۷، حدیث ۳، لوح حضرت فاطمہ زہراؑ)۔ وہاں آپ مزید تفصیلی مشاہدہ کر سکتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: میرے بابا (حضرت امام محمد باقر علیہ السلام) نے حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے استفسار کیا کہ وہ لوح جو

حضرت فاطمہ زہراؑ کے پاس محفوظ تھی اور اس کا ایک نسخہ آپ نے تیار کرایا ہے وہ کہاں ہے؟

حضرت جابرؓ نے وہ لوح پیش کی۔ میرے باباؑ نے اس لوح کی تمام خصوصیات (جو محفوظ تھی) میرے بابا نے سنا ڈالیں۔ حضرت جابرؓ نے جب نسخہ کی طرف نگاہ کی، دیکھا کہ جو کچھ لوح پر تحریر ہے میرے بابا بھی سناتے جا رہے ہیں۔ سب سے پہلے اس پر یہ تحریر تھا: یہ خط ہے جو خداوند متعال کی طرف سے حضرت محمد مصطفیؐ کے نام ہے۔ اس لوح میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی، اُن کی خصوصیات اور بعض امتیازات کا ذکر کیا گیا تھا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام تک اور اُس کے بعد تحریر تھا:

واکمل ذٰلک بابنه ﴿م ح م د﴾ رحمة للعالمين (اصولِ کافی، باب الحجہ، ج۱، ص ۵۲۷، حدیث ۳، لوح حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام)

فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کو اس جہان والوں کے لیے نسیم پرور قرار دے رہے ہیں۔ سلسلۂ امامت کو اس (امام مہدیؑ) کے ذریعے ہی وسعت دیں گے۔

آپ نے یقیناً ملاحظہ فرمایا ہوگا یہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے وجودِ مقدس پر زندہ سند ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ائمہ اطہارؑ کا آخری فرد امام مہدیؑ قائم برحق ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے بلکہ اس کی آغوش میں عدل وانصاف ڈال دیں گے۔ (منتخب الاثر: ص ۶۱-۹۶، الباب السابع وفیہ ۱۰۷)

آپ عقائد اور دوسرے کسی بھی موضوع پر اتنی تعداد میں احادیث کا ایسا مجموعہ مشاہدہ نہیں کریں گے، جن کے مضمون میں معمولی اختلاف ہو۔ جتنی احادیث امامِ زمانہؑ کے موضوع پر احادیث کا مجموعہ بھی موجود ہے اور ان کے مضامین میں بڑا معمولی سا اختلاف پایا جاتا ہے۔ جو کچھ عرض کیا گیا ہے وہ بعنوان یاددہانی اور ذکر کے تھا۔ یہ ہماری اصلی بحث کا حصّہ نہیں تھا۔

محترم قارئین! کتابِ خدا، شیعہ وسُنّی فریقین کی نقل کردہ روایات امامِ زمانہؑ کی شخصیت کو بڑے احسن انداز میں اُجاگر کرتی ہیں کہ فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہاتھوں ایک عالمی سطح پر حکومت قائم کی جائے گی۔ وہ حکومت حق کے سربراہ ہوں گے، لوگوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں روحِ قرآن کی جھلک بڑے نمایاں انداز میں نظر آئے گی۔ یہ جہاں ایک

دفعہ پھر نئے سرے سے سج دھج کے نکلے گا۔ ہر جگہ اسمِ مبارک پروردگار جلوہ گر ہوگا، اس لیے کہ تب اس جہاں میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے لعل کی حکومت ہوگی۔ جب آپؑ قیام فرمائیں گے تب لوگوں کو آپؑ کے زندہ اور موجود ہونے کا یقین ہوگا۔ اب ضروری ہوگیا ہے کہ ہم اپنے امامِ وقتؑ کی حیاتِ مقدسہ کا ایک ورق پیش کریں۔

طلوعِ خورشید ولایت (ولادتِ امام مہدیؑ)

محدثین کی اکثریت قائل ہے بلکہ بات تو اتفاق اور اجماع تک جا پہنچی ہے کہ ۲۵۵ھ، ۱۵ شعبان المعظم کو خورشید ولایت طلوع کر کے صبح کے وقت بروزِ جمعہ حضرت نرجس خاتون کی آغوش کی زینت بن چکا ہے۔ حضرت نرجس خاتون کا نام سوسن اور ملیکہ بھی تاریخ میں ملتا ہے۔ چونکہ امامؑ کا وجود مبارک خودپسند، اقتدار پر قابض، شہوت پرست، ظالم اور طاغوتی حکمرانوں کے لیے خطرہ ہوتا ہے اور وہ یہ جانتے ہیں کہ جس پر خدا کا خصوصی لطف و کرم ہوگا وہی ان کی حکومتوں کی بساط اُلٹ کر رکھ دینے کی طاقت رکھتا ہوگا۔ امامِ زمانہؑ بھی ہر قسم کے طاغوت کو نیست و نابود کر دیں گے۔

اگر تیغ عالم بجنبد زجائی
نبرد رگی تا نخواہد خدائی

امامِ زمانہؑ کی حیاتِ طیبہ ظاہری نگاہوں سے اوجھل ہے، حتیٰ کہ آپؑ کے دنیا میں تشریف لانے کے آثار بھی نہیں تھے"۔

شبِ میلاد

جب شبِ میلادِ امامِ زمانہ حضرت حکیمہ خاتون جو امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی تھیں آپؑ کے گھر تشریف لائیں تو مغرب کا وقت تھا۔ امام علیہ السلام نے جب اُنھیں آتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: پھوپھی اماں! آپ کو دعوت دینے کا سبب آج رات حجتِ خدا کی آمد آمد ہے۔ اُنھیں یہ معلوم نہیں تھا کہ کون سی مستور کو یہ شرف حاصل ہو رہا ہے اس لیے اُنھوں نے پوچھا: حجتِ خدا کی ماں بننے کا شرف کس بی بی کو نصیب ہوگا؟ آپؑ نے فرمایا: نرجس خاتون کو۔

حضرت حکیمہؒ نے فرمایا: مجھے آثارِ ولادت (حمل) نظر نہیں آرہے ہیں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: میں جیسے کہہ رہا ہوں ویسے ہی ہوگا (یہاں سے مولودِ سعید کی ستر پوشی اور پردہ نشینی کا فلسفہ معلوم ہوتا ہے)۔ جنابِ حکیمہؒ کو بھی یہ راز اپنی حد تک رکھنے کی تلقین فرمائی گئی۔ جب سارا جہاں سو گیا تو ستاروں اور فرشتوں کے علاوہ صرف حضرت حکیمہؒ خاتون کی دونوں آنکھیں بھی بیدار تھیں۔ جب وہ مبارک ساعت پہنچی اور خورشید امامت نے اس زمین پر قدم رنجا فرما کر اس جہاں کو منور فرمایا تو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے فرزند کو آغوش میں لے کر اپنی زبان اُن کے منہ میں رکھ دی۔ ان کے کانوں اور آنکھوں پر اپنا دستِ مبارک پھیر کر فرمایا: اے میرے فرزند! مجھ سے گفتگو کرو۔ امام مہدیؑ نے کلمۂ توحید اپنی مقدس زبان پر جاری فرمایا (اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ)۔

اور اس کے بعد اپنی گفتگو کا آغاز فرمایا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس دنیا کے نجات دہندہ کو اس دنیا کی نگاہوں سے مخفی رکھا، تاکہ آپؑ کے مقدس وجود کی بہترین اور یقینی حفاظت کی جاسکے۔ البتہ اس کے ساتھ ساتھ وہ مومنین جو آپؑ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں نہال تھے ان پر واجب قرار دیا گیا کہ وہ کم از کم حکومت حق کے ابتدائیہ کا دیدار کرسکیں۔ وہ مولود جس نے اس جہاں کی حیات میں راحت وسکون عطا کرنا ہے کی زیارت سے انھیں فیضیاب کرایا جائے۔ تبھی تو ولادت کے تیسرے دن سے ہی اصحابِ خاص پہنچنا شروع ہوگئے اور اپنی آنکھوں کو دیدار نورِ امامت سے منور کرنے لگے۔ امامؑ اُنھیں زیارت کا شرف عطا کرکے ارشاد فرماتے: یہ وہ انقلابی مرد ہے کہ آنکھیں جس کی منتظر رہیں گی۔ اس کا ظہور تب ہوگا جب یہ جہان فساد اور برائیوں سے بھر چکا ہوگا۔

امام علیہ السلام نے اپنے موثق اور وفادار اصحاب کو بذریعہ خط تجلی نورِ امامت کی باقاعدہ اطلاع دی ہے جیسے احمد بن اسحاق قمی کو خط تحریر کیا کہ ہمارے مولود قدم رنجہ فرما کر دنیا کو سعادت عطا کرچکے ہیں جس سے میں نے صرف اپنے نزدیکی اور قریبی دوستوں کو مطلع کیا ہے۔ اس کی آمد پر جس طرح مجھے قلبی سرور ملا ہے تم بھی یقیناً یہ خبر سن کر کھِل اُٹھو گے۔

امام مہدی علیہ السلام دنیا کی نظروں سے اوجھل اپنے والد گرامی کے سایہ شفقت میں زندگی بسر کررہے تھے، جب کہ دشمن اس بات سے بالکل بے خبر تھے۔ آپؑ کے حب دار بھی اس خبر کو پنہاں رکھے ہوئے تھے۔ ابھی آپؑ نے اپنی حیاتِ طیبہ کی صرف پانچ بہاریں دیکھی تھیں کہ آپؑ کو سایۂ پدری سے محروم ہونا پڑا جس طرح حضرت عیسیٰؑ پنگھوڑے میں نبی تھے اسی طرح آپؑ پانچ سال کی عمر میں حجتِ بالغہ کے منصب پر فائز تھے۔

آپؑ کا حلیہ مبارک

آپؑ کا قد لمبا، کندھے چوڑے، سفید رنگ جس میں سرخی کی آمیزش تھی۔ سیاہ داڑھی، لمبے گھنے سیاہ گیسو جن میں چہرۂ اقدس چودھویں کے چاند کے مانند چمکتا تھا۔ بلند پیشانی، کمان آبرو، سیاہ آنکھیں، لمبی پلکیں، ستواں ناک، دائیں رُخسار پر تل اور دو تل پشت پر بھی تھے جو آپؑ کو رسولِ اکرم سے ملا رہے تھے۔ (منتخب الاثر: ص ۱۸۵، الباب الرابع فیما یدل علی شمائلہ وفیہ، حدیث ۲۱)

معرفتِ شخصیت امامِ عصر

آپؑ کی شخصیت کی معرفت بھی دو طریقوں سے ممکن ہوگی:

(الف) شخصیت کا وہ پہلو جو بقیہ ائمہ اطہارؑ کے ساتھ مشترک ہے۔

(ب) آپؑ کی شخصیت کا خصوصی اور امتیازی پہلو۔

چونکہ ہر امام علیہ السلام کی ذاتی اور خصوصی شخصیت کا پہلو بھی موجود تھا۔

(الف) بقیہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے ساتھ مشترکہ شخصیت

البتہ یہ گزارش ذہن میں رہے کہ امام علیہ السلام کی شخصیت کسی بھی پہلو کا چاہے خاص ہو یا عام احاطہ کرنا ہماری طاقت ولیاقت سے باہر ہوتا ہے۔ چونکہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے اَوصاف و امتیازات کے لیے اعلیٰ درجے کا انسانی اِدراک چاہیے۔ کیونکہ ان کی صفات خدا کی عطا ہیں نہ کہ اکتسابی، تبھی تو انسانی تجربے کی حدود سے باہر ہیں اور عقول بھی ان کے اِدراک سے عاجز ہیں۔

ہاں البتہ وہ ہستیاں بذاتِ خود اپنی شخصیت اور صفاتِ عالیہ کو بیان کرسکتی ہیں، اس سلسلے

میں سب سے بہترین راستہ ائمہ اطہارؑ سے منقول زیارات میں دقت اور تامل کرنا ہے۔ ان زیارات میں ان اعلیٰ صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ ان زیارات کا بنیادی فلسفہ ان ہستیوں کے متعلق زیادہ سے زیادہ آگاہی حاصل کرنا ہے۔ تبھی تو ان کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی دوسرا راستہ موجود نہیں ہے۔ البتہ ائمہ اطہار علیہم السلام کی مشترکہ شخصیت کو زیاراتِ جامعہ کبیرہ کے ذریعے پہچان سکتے ہیں۔ یہ زیارت امام دھم (حضرت امام علی نقی علیہ السلام) کی تعلیمات میں سے ایک ہے اور اس کا ہر ہر جملہ اپنے مقام پر علمی مدرک اور ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ①

اس زیارت (جامعہ کبیرہ) میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے لیے دو سو سے زائد عنوانات ذکر کیے گئے ہیں۔ اگر عنوان کو مکمل دقت سے درک کیا جائے تو اس سے معرفت کا ایک مکمل باب وجود میں آتا ہے جس سے معرفت و آگاہی، علم و حکمت اور عناوین و صفات کی نئی شمعیں روشن کی جاسکتی ہیں اور ہمارے لیے مشکل ترین مسائل کی عقدہ کشائی بھی ممکن ہوجاتی ہے۔

امام علیہ السلام کے لیے عصمت کی ضرورت

ایک مشترکہ صفت جو ائمہ اطہار علیہم السلام میں پائی جاتی ہے جس پر عقل و نقل سے وافر اُدلہ دلالت کرتی ہیں وہ ہے ان کا معصوم ہونا۔ اس کا اعتقاد اور مذہبی پہلو اپنے مقام پر موجود ہے۔ ان ہستیوں کے لیے عصمت ضروری ہے۔ حضرت امام علی نقی الہادی علیہ السلام زیارتِ جامعہ میں ائمہ ہدیٰ علیہم السلام کے اُوصاف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

أَشْهَدُ أَنَّكُمُ الْأَئِمَّةُ الرَّاشِدُوْنَ الْمَهْدِيُّوْنَ الْمَعْصُوْمُوْنَ الْمُكَرَّمُوْنَ الْمُقَرَّبُوْنَ الْمُتَّقُوْنَ الصَّادِقُوْنَ الْمُصْطَفَوْنَ

"میں گواہی دیتا ہوں، آپؑ راہ پانے والے راشد امام ہیں۔ معصوم ہونے کے ساتھ ساتھ خدا کے ہاں بلند اور مقرب مقام پر بھی فائز ہیں۔

---

① شیخ الصدوق (ابوجعفر محمد ابن علی بن حسن بن بابویہ قمی م ۳۸۱ ق، در کتاب شریف من لا یحضرہ الفقیہ: ج ۲، ص ۶۱۶، وبہ بعد ص ۳۲۱۳۔ کتاب عیون اخبار الرضا: ج ۲، ص ۲۷۲-۲۷۸۔ شیخ الطائفہ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی، ۴۶۰ھ کے کتاب تہذیب الاحکام: ج ۶، ص ۹۶)

آپؑ پرہیزگار، برگزیدہ اور سچے ہیں"۔

دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں:

عَصَمَکُمُ اللهُ مِنَ الزَّلَلِ وَآمَنَکُمْ مِنَ الفِتَنِ وَطَهَّرَکُمْ مِنَ الدَّنَسِ وَأَذْهَبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَکُمْ تَطْهِيْرًا

"خداوند کریم نے تمھیں لغزشوں سے محفوظ رکھا ہے، فتنوں سے امان دی ہے، ہر قسم کی کثافت ونجاست سے منزہ قرار دیا ہے اور ہر قسم کے رجس کو تم سے دُور رکھا ہے اور تمھیں اس طرح پاک رکھا ہے جس طرح پاک رکھنے کا حق ہے"۔

جب زلل سے بچایا ہے تو یہ ہر قسم کی لغزشوں کو شامل ہو گیا ہے، جو گناہ و معصیت کا سبب بنتے ہیں۔ عقل بھی یہی تقاضا کرتی ہے کہ زلل (لغزشوں) سے بچنا ضروری ہے۔ البتہ اس کی تائید ائمہ معصومین علیہم السلام سے منقول روایات میں بھی ہوتی ہے، جس میں شک کا انکار کرنا اتنا آسان نہیں ہے۔

عصمت پر استدلال

عصمت کے دو مرحلے ہوتے ہیں:

(الف) احکامِ شریعت بیان کرتے ہوئے اشتباہ وخطا سے معصوم ہونا۔

(ب) گناہ ومعصیت سے معصوم ہونا۔

خطا سے محفوظ رہنے پر چند اَدلہ موجود ہیں:

① وجودِ مبارک امامؑ کا پہلا فلسفہ: ہمارے شیعہ عقائد میں عبارت ہے: شریعت اور احکامِ اسلام کی حفاظت سے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامؑ کی اہم ترین ذمہ داری شریعت اور احکامِ اسلام کی حفاظت ہے۔ اگر شریعت کے کسی حکم میں ذرہ برابر بھی خطا یا اشتباہ کا شائبہ تک پایا گیا تو پھر اصل ہدف کبھی پورا نہیں ہو سکے گا۔ چونکہ اس سے غرض اور شریعت میں نقض لازم آئے گا کہ جسے دُور کرنے کے لیے پھر ایک دوسرے امامؑ کے وجود کی ضرورت پیش آئے گی۔ پھر یہ سب کچھ قاعدہ لطف کی بنیاد پر ممکن ہوگا۔

② وجودِ مبارک امامؑ کے لیے ہم جس دوسری چیز کے قائل ہیں وہ ہے: رہبر و رہنما کی حیثیت۔ جو اسلامی نظام کی بہتری کے لیے اشد ضروری ہے۔ چونکہ اس کا تعلق اُمت اسلامی کی حیات سے ہے۔ اب اگر اسلامی سلطنت اور معاشرے کا امام یا ہادی کسی مقام پر غلطی یا خطا کا ارتکاب کر بیٹھے تو اُس سے سارے نظام میں خلل واقع ہو جائے گا جس کے بعد نظام اور معاشرے میں فساد کا خطرہ منڈلانے لگے گا جسے دُور کرنے کے لیے ایک نئے امام کی ضرورت پیش آئے گی جیسا کہ ہم ملّت کے روسا اور رہبروں میں دیکھتے ہیں کہ ایک مدت گزرنے کے بعد اُن کے اندر ناتوانی اور کمزوری نمایاں ہونے لگتی ہے۔ پس اس قسم کے مسائل اور مشکلات سے بچنے کے لیے ایک معصوم امامؑ کا وجود ضروری ہے۔

③ اگر امامؑ معصوم نہ ہو تو پھر خطاؤں، اشتباہوں کے مقابلے میں اُسے قیام کرنا پڑے گا، اُسے اُلٹ پلٹ اور غلط قسم کے احکامات کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑے گا، جبکہ خداوند کریم حکم دے رہے ہیں کہ ولی اُمر کی مطلقاً اطاعت کرو۔ یہ اطلاق تب درست ہوگا جب ولی اُمر معصوم ہوگا ورنہ کردار اور گفتار میں تناقض لازم آئے گا۔

جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے:

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورۂ نساء: آیت ۵۹)

"(اے وہ صاحبانِ ایمان!) تم اطاعت کرو اللہ، رسولؐ اور اُولی الامر کی"۔ (پیغمبر اکرمؐ کے اوصیاء کی)

اس آیت کریمہ میں اس قرینے کے مطابق جو کلام میں ذکر ہے اُولی الامر سے مراد ائمہ معصومینؑ ہیں جو اشتباہ و خطا سے محفوظ ہیں۔ ان کی اطاعت مطلقاً واجب قرار دی گئی ہے۔ چونکہ ان کی اطاعت، خدا اور رسولؐ کی اطاعت کے رویف میں قرار دی گئی ہے اس لیے یہ سب پر واجب ہے۔

امام کی عصمت گناہ و معصیت سے

امام کو منصوب کرنے کا اصل اور حقیقی مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُمت اُن کی اتباع و پیروی

کرے۔ چونکہ امامت ایک اضافی مفہوم ہے جس کی دوسری طرف کو ماموین کہتے ہیں۔ اس وصف کا اہم ترین مقصد کردار و گفتار، اوامر و نواہی میں امامؑ کی پیروی کرتا ہے۔ اب اگر ہم یہ فرض کریں کہ ایک طرف سے ہمیں مطلقاً پیروی کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر دوسری طرف امام گنہگار ہو تو اس سے غرض و ہدف بھی تشنہ رہ جائیں گے اور نقص بھی لازم آئے گا۔ پس اگر امامؑ کی اطاعت کرنی ہے تو اس امام کا معصوم ہونا ضروری ہے تا کہ ہمارا مقصد اور ہدف پورا ہو سکے۔

عصمت اور اختیار

اس بات کی وضاحت بہت ضروری ہے کہ عصمت ہمارے اختیار سے متصادم چیز نہیں ہے، ورنہ عصمت قابلِ مدح و ستائش ہرگز نہ قرار پاتی۔ چونکہ عصمت ایک ملکہ اور نفسانی طاقت کا نام ہے۔ جو خدا کی عطا کردہ ہوتی ہے۔ جس میں معصوم کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ گناہ کرے یا گناہوں سے کنارہ کشی کرے۔ یہ عدالت کا ملکہ اور عصمت کی نشاندہی کرتا ہے۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ (سورۂ کہف: آیت ۱۱۰)

"(اے پیغمبرؐ) ان سے کہہ دو میں بھی تمھاری طرح ایک بشر ہوں، صرف مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے"۔

وحی خطا سے روکتی ہے اور عصمت گناہوں سے۔ انسان کو ان دونوں کا اختیار دیا گیا ہے۔ البتہ مطلقاً یہ اختیاری ملکہ حاصل نہیں ہے۔ انسان کے ہاتھ میں جو آلات ہیں جن پر اُسے مختار بنایا گیا ہے ان کا کنٹرول ایک ایسی ہستی کے پاس ہے جس کے اندر یہ ملکہ موجود ہے۔

صفتِ طہارت

ائمہ اطہار علیہم السلام میں پائے جانے والی دوسری مشترکہ صفت طہارت ہے۔ زیارتِ جامعہ کبیرہ میں ذکر ہے:

عَصَمَكُمُ اللهُ مِنَ الزَّلَلِ وَآمَنَكُمْ مِنَ الْفِتَنِ وَطَهَّرَكُمْ مِنَ الدَّنَسِ
وَاَذْهَبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ وَطَهَّرَكُمْ تَطْهِيْرًا

"خداوند کریم نے تمھیں ہر قسم کی لغزشوں سے محفوظ رکھا ہے اور تمھارے

ایمان کو فتنوں سے نجات دی ہے اور نجاست و پلیدگی سے دُور رکھا ہے۔
تمھیں ہر قسم کے رجس، گھٹیا اُمور وغیرہ سے اس طرح منزہ کیا ہے جیسے حق ہے"۔

اس فراز میں عصمت کے بعد جس صفت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ طہارت ہے۔ اہلِ بیتؑ کے عقیدے میں بھی طہارت ہے۔ ان کے اَخلاقِ عمل، اور کردار میں بھی طہارت ہے جو ان کے مقامِ رہبری و ہدایت کے ساتھ سازگار بھی ہے اور ان کے شایانِ شان بھی۔ یہ صفت تمام صفات وخصوصیات میں سرفہرست ہے کہ جب ان کی حقانیت کے اِثبات کا مقام آتا ہے بالخصوص ایسے افراد کے سامنے، جنھوں نے ان کے حقوق غصب کیے ہیں۔

امامِ وقتؑ نے اس صفت کی طرف بارہا اشارہ فرمایا ہے۔

جب حضرت علی علیہ السلام نے واقعۂ سقیفہ [1] کے دوران حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرنے سے انکار کیا تو وہاں اپنے فضائل شمار کرنا شروع کر دیے اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا:

"تمھیں خدا کی قسم! یہ بتاؤ روزِ کساء کو پیغمبر اکرمؐ کی دُعا میرے اور میرے خاندان اور بیٹوں کے لیے تھی یا تمھارے لیے؟

جب آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے پروردگار! یہ میرا خاندان ہے، اُنھیں تیری طرف محوِ سفر رہنا چاہیے نہ کہ آگ کی طرف۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں کہا: آپؑ اور آپؑ کے خاندان اور اولاد کے لیے۔ (الخصال: ج ۲، ص ۵۵۰، الاحتجاج: جلد ۱، ص ۳۰۸)

نیز جب فدک والا سانحہ رُونما ہوا اور حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام نے حقانیت ثابت کرنے کے لیے حضرت ابوبکرؓ کو مخاطب کر کے آیتِ تطہیر سے استدلال فرمایا تھا: تم مجھے صرف اتنا بتلاؤ کہ یہ آیت کس کی شان میں نازل ہوئی ہے ہمارے حق میں یا کسی دوسرے کے حق میں؟

حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا: آپؑ کے حق میں۔ (الاحتجاج: ج ۱، ص ۲۳۸، علل الشرائع ج ۱، ص ۱۹۰)

اسی طرح جب حضرت عمرؓ کی فرمائش پر شوریٰ تشکیل دی گئی جس نے ان کے بعد

---

[1] شرح نہج البلاغہ، ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۱

خلیفہ مقرر کرنا تھا تو وہاں بھی حضرت علی علیہ السلام نے اپنے مقام و منزلت ثابت کرنے کے لیے آیتِ تطہیر سے استدلال فرمایا اور شوریٰ کو مخاطب کر کے فرمایا: تمھیں خدا کی قسم! تم میں سے کوئی ایسا فرد ہے جس کی شان میں آیتِ تطہیر نازل ہوئی ہو؟

سب نے جواب دیا: نہیں۔ (الاحتجاج: ج ۱، ص ۳۲۲)

اس قسم کے استدلال (طہارت اور آیت تطہیر کے ذریعے) اہلِ بیتؑ کی شان میں کیے گئے ہیں۔ چونکہ یہ آیت اُنھی کی شان میں نازل ہوئی تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام بزرگان اور اولادِ امیر المومنینؑ کی طرف سے باقاعدہ نشاندہی کی گئی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے اوصیاء کے اندر اس قسم کی خصوصیت اور صفت پائی جانی چاہیے۔ جو افراد ان کے مقابلے میں آئے ہیں وہ انھیں محکوم قرار دیتے تھے کہ لوگو! اگر کوئی راستہ صحیح اور ہدایت والا ہے تو وہ صرف ہمارا راستہ ہے۔

اہلِ بیتؑ کی مشترکہ صفات

چونکہ اہلِ بیتؑ کی مشترکہ صفات اور خصوصیات بہت زیادہ اور شمار سے باہر ہیں۔ ان میں سے صرف دو سو صفات حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے زیارتِ جامعہ میں بیان فرمائی ہیں۔ ہم بطورِ تبرک ان میں سے بعض کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔[1] اُمید ہے کہ خداوند کریم ہمیں ان صفات کے اِدراک کی توفیق عطا فرمائے اور بروزِ محشر ہمیں اُن کی شفاعت سے مستفید فرمائے۔ ان شاء اللہ!

امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَوضِعَ الرِّسَالَةِ...... "رسالت کی جگہ"۔

مَهبَطَ الوَحیِ...... "وحیِ الٰہی کے نازل ہونے کا مقام"۔

مُختَلَفَ المَلَائِکَةِ...... "ملائکہ کی رفت و آمد والا مقام"۔

مَعدِنَ الرَّحمَةِ...... "رحمتِ خدا کی کانیں"۔

---

[1] محمد بن اسماعیل برمکی موسیٰ بن عبداللہ نخعی سے روایت کرتا ہے: میں نے امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! مجھے کوئی زیارت تعلیم فرمائیں تاکہ جب میں مقاماتِ مقدسہ سے شرف یاب ہو جاؤں تو وہاں پر وہ زیارت پڑھ سکوں۔ آپؑ نے فرمایا: جب زیارت گاہ جاؤ غسل کر کے حرم میں جاؤ۔ (مفاتیح الجنان)

خُزَّانَ الْعِلْمِ...... "علم و دانش اور معرفت کے خزانے"۔

مُنْتَهَى الْحِلْمِ...... "صبر و حلم کی انتہا ئیں"۔

أُصُولَ الْكَرَمِ...... "کرامت و بزرگواری کے ستون"۔

قَادَةَ الْأُمَمِ...... "اہل دین کے رہبر و پیشوا"۔

أَوْلِيَاءَ النِّعَمِ...... "روی اور نصیحت کے اولیاء"۔

عَنَاصِرَ الْأَبْرَارِ...... "صالحین وأبرار کی اصل اور جوہر"۔

دَعَائِمَ الْأَخْيَارِ...... "نیک افراد کی تکیہ گاہ"۔

سَاسَةَ الْعِبَادِ...... "لوگوں کے لیے سیاست کرنے والے" (یہ ان کے اُمور کے مدیر ہیں)۔

أَرْكَانَ الْبِلَادِ...... "شہروں کے بزرگ اور ارجمند"۔

أَبْوَابَ الْإِيمَانِ...... "ایمان کے دروازے"۔

أُمَنَاءَ الرَّحْمٰنِ...... "خدائے رحمٰن کے اسراروں کے مالک"۔

سُلَالَةَ النَّبِيِّينَ وَصَفْوَةَ الْمُرْسَلِينَ وَعِتْرَةَ خِيَرَةِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ...... "پیغمبر اکرمؐ کے فرزند، نواسے اور چنے ہوئے اور بھیجے ہوئے عترت ہیں جو خدا کی منتخب شدہ ہے"۔

أَئِمَّةَ الْهُدَىٰ...... "ہدایت کے پیشواء"۔

مَصَابِيحَ الدُّجَىٰ...... "تاریکیوں میں روشن چراغ"۔

أَعْلَامَ التُّقَىٰ...... "پرہیزگاری کے علم بردار"۔

ذَوِي النُّهَىٰ...... "مکمل عقل کے مالک"۔

أُولِي الْحِجَىٰ...... "مفکر اور صاحبانِ عقل"۔

كَهْفَ الْوَرَىٰ...... "مخلوقِ عالم کی پناگاہ"۔

مَحَالِّ مَعْرِفَةِ اللهِ...... "خداوند کی پہچان کے مقامات"۔

مَسَاكِنِ بَرَكَةِ اللهِ...... "خدا کی رحمت و بزرگ کی جگہیں"۔

مَعَادِنِ حِكْمَةِ اللهِ...... "الٰہی حکمت کے خزانے"۔

حِفَظَةِ سِرِّ اللهِ...... "خدا کے رازوں کے محافظ"۔

حَمَلَةِ کِتَابِ اللهِ...... "علمِ خدا کو اُٹھانے والے" (کتابِ خدا کے حامل)۔

اَلدُّعَاةِ اِلَی اللهِ...... "خدا کی طرف دعوت دینے والے"۔

اَلاَدِلَّاءِ عَلٰی مَرْضَاتِ اللهِ...... "خدا کی خوشنودی پر دلالت کرنے والے"۔

اَلْمُسْتَقِرِّیْنَ فِیْ اَمْرِ اللهِ...... "خدا کے فرامین میں ثابت قدم رہنے والے"۔

بِکُمْ فَتَحَ اللهُ...... "اُن کے وجود سے خدا کھولتا ہے۔

بِکُمْ یَخْتِمُ...... "اُن کے وسیلے سے ہی ختم کرتا ہے"۔

بِکُمْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ...... "اُن کے وسیلے سے ہی بارشیں برستی ہیں"۔

بِکُمْ یُمْسِکُ السَّمَاءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ...... "اُنھی کی وجہ سے آسمان کو زمین پر گرنے نہیں دیتا"۔

بِکُمْ یُنَفِّسُ الْهَمَّ وَیَکْشِفُ الضُّرَّ...... "اُنھی کی وجہ سے دلوں سے دُکھ درد اور مصیبتیں دفع ہوتی ہیں"۔

عِنْدَکُمْ مَا نَزَلَتْ بِهٖ رُسُلُهٗ...... "جو کچھ خدا نے فرشتوں پر نازل کیا ہے اُن کے پاس موجود ہے۔

کَلَامُکُمْ نُوْرٌ...... "اُن کی کلام نُور ہے"۔

اَمْرُکُمْ رُشْدٌ...... "اُن کا امر رہنما اور راستہ دکھانے والا ہے"۔

عَادَتُکُمُ الْاِحْسَانُ...... "نیکی کرنا اُن کی عادت ہے"۔

سَجِیَّتُکُمُ الْکَرَمُ...... "اُن کی ذات اور سیرت میں کرامت ملا دی گئی ہے"۔

اس زیارت میں سینکڑوں دوسری خصوصیات اور صفات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، جیسے:

مَوَالِیَّ لَا اُحْصِیْ ثَنَاءَکُمْ وَلَا اَبْلُغُ مِنَ الْمَدْحِ کُنْهَکُمْ وَمِنَ الْوَصْفِ قَدْرَکُمْ...... "اے میرے موالیو! تمھاری خوبیاں ناقابلِ شمار ہیں، جو تمھاری ثنا سے دُور اور تمھارے وجود تک نہیں پہنچی ہیں، تمھاری قدرومنزلت معلوم ہی نہیں کی گئی"۔

ہم یہاں اُنھی صفات پر اکتفا کر رہے ہیں:

امامِ زمانہؑ کی شخصیت کی خصوصیات

امامِ زمانہ علیہ السلام کی شخصیت کا تعارف مختلف منابع اور مدارک میں کر دیا گیا ہے۔ ہم اس مقام پر بطورِ تبرک دو منابع سے آپؑ کا تعارف پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے:

① امامِ زمانہ علیہ السلام کی خصوصیات خطبۂ غدیر اور کلامِ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے۔

② امام مہدی علیہ السلام کی خصائص، اَدعیہ اور زیارات سے۔

ہم امامِ زمانہ علیہ السلام کے اَوصاف اور خصوصیات کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام سے پیش کریں گے بالخصوص خطبۂ غدیر کہ جس میں آپؐ نے اپنے آخری (امام) بیٹے کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ہم ذیل میں اختصار کے طور پر توضیح وتشریح بھی پیش کریں گے۔

امام مہدی علیہ السلام کے اوصاف احادیثِ نبوی میں

① امام مہدیؑ خاتم الائمہؑ ہیں

اَلَا اِنَّ خَاتَمَ الْاَئِمَّةَ مِنَّا الْقَائِمُ الْمَهْدِیُ صَلَوٰاتُ اللّٰهِ

"آگاہ رہو کہ ہمارے مہدیؑ سے ہی امامت کا خاتمہ ہوگا"۔

یہ حدیثِ نبویؐ دلالت کر رہی ہے کہ امامت کا خاتمہ آپؑ کے وجودِ مبارک پر ہی ہوگا۔ آپؑ کا تعلق اہلِ بیت رسولؐ سے ہوگا۔ اس لحاظ سے آپؑ آخری معصوم امامؑ ہوں گے اور آپؑ کو اولادِ رسولؐ ہونے کا شرف بھی حاصل ہوگا۔

پس اگر کوئی شخص امام مہدیؑ ہونے کا دعویٰ کرے، مگر دوسرے ائمہ اطہارؑ کی مانند اگر درجہ عصمت پر فائز نہ ہو تو وہ جھوٹا ہوگا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا خادم ابوغانم روایت کرتا ہے:

"امامِ زمانہؑ پنگھوڑے میں تشریف فرما تھے کہ مجھے زیارت کا شرف نصیب ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: وہ سرخ صندل لاؤ۔ میں جب لے کر آیا تو آپؑ نے فرمایا: مجھے پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ آپؑ میرے اور میری نسلوں کے مولا و آقا ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے یہ نہیں پوچھا۔

میں نے عرض کیا: آپؑ ہی اپنا مقصد بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا:

اَنَا خَاتَمُ الْاَوْصِيَاءِ وَبِي يَدْفَعُ اللّٰهُ الْبَلَاءَ عَنْ اَهْلِيْ وَشِيْعَتِيْ ①

---

① جناب شیخ طوسی، کتاب الغیبۃ: ص ۱۴۸، جناب اربلی، کتاب کشف الغمہ: ج ۳، ص ۲۸۹، جناب قندوزی، ینابیع المودۃ: ج ۳، ص ۱۲۶، جناب فیض، محجۃ البیضاء: ج ۴، ص ۳۳۶، جناب حائری، الزام الناصب: ص ۱۰۰-۱۰۳۔

"اوصیاء کا خاتمہ مجھ پر ہوگا، میری وجہ سے میرے اہل اور میرے شیعوں سے مصیبتیں دُور ہوں گی"۔

② اُنھیں تمام اَدیان پر غلبہ حاصل ہوگا

اَلَا اَنَّہٗ الظَّاھِرُ عَلَی الدِّیْنِ

"بے شک آپؑ دین پر غلبہ پانے والے ہیں"۔

الظاھر کا معنی ہے غالب آنے والا اور لفظ اَلدِّین پر اَلف لام جنس کا داخل ہے۔ جس کے بعد اس کا معنی ہوگا جنسِ دین یعنی ہر دین نہ کہ کوئی مخصوص دین، لہٰذا کامل ترجمہ ہوگا کہ "تمام اَدیان پر غلبہ پانے والے ہوں گے"۔

سوال: ظاہر قرآنی سے تو یہ ثابت ہورہا ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام اَدیان پر غلبہ حاصل ہوا ہے۔ یہ خدا کا اپنے رسولؐ سے وعدہ تھا نہ کہ امامِ زمانہؑ سے جیسا کہ ارشاد ہورہا ہے:

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ ○ (سورۂ توبہ: آیت ۳۳)

"خدا وہ ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اپنے دین کو تمام اَدیان پر غالب بنائے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

سوال: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم کی نسبت امام مہدی علیہ السلام کی طرف کس طرح دی ہے؟

جواب: اوّلاً عرض ہے کہ آیتِ کریمہ میں وقت کو معین نہیں کیا گیا کہ غلبہ پانے والا یہ کام کب انجام دے گا اور کب تمام اَدیان مغلوب ہوں گے۔ ہوسکتا ہے وہ وقت آج کا زمانہ ہو؟ چونکہ آج اس کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی ہے۔

ثانیاً: دوسری عرض یہ ہے کہ اگر امامِ زمانہؑ غالب آتے ہیں تو یہ غلبہ دَرحقیقت رسولِ پاک کا غلبہ ہی تو ہوگا۔ چونکہ دینِ اسلام ہی تمام اَدیان پر غالب آئے گا، نہ کہ رسولِ اکرمؐ تمام اَدیان پر غالب آئیں گے۔ دین جس وقت جس جگہ جس گھڑی بھی غلبہ حاصل کرے گا یہی

سمجھے رسولِ خدا کو غلبہ حاصل ہوا ہے۔ بے شک یہ کام امامِ زمانہؑ کے ہاتھوں ہی کیوں نہ انجام پائے۔

اگر آپؐ کے عصرِ مبارک میں دین اسلام کو حقیقی غلبہ حاصل نہیں ہوا تو اس کی وجہ وہ علل اور رکاوٹیں ہیں۔ ہم مختصراً ان کا ذکر کیے دیتے ہیں:

① دین قبول کرنے میں لوگ مختار تھے۔

② معاشرے کے اندر فکری و ذہنی رُشد موجود نہیں تھا۔

③ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت کی اساس پر اسلامی احکام کو نافذ کرنے پر مامور نہیں تھے۔

یہ بالکل واضح ہے کہ اگر خداوند متعال اپنے رسولؐ کو یہ حکم دے دیتے کہ ان رکاوٹوں کو راستہ سے صاف کریں، چاہے لوگ پسند کریں یا نہ کریں۔ آپؐ اسلام کو سارے جہاں میں مکمل طور پر نافذ کر سکتے ہیں۔ آپؐ کے اندر خدائی طاقت سے خدائی منشاء کو پورا کرنے کے لیے موجود تھی۔ لیکن آپؐ کو اس طرح کا حکم نہیں دیا گیا۔ اور بقیہ ائمہ اطہارؑ کو بھی یہ ذمہ داری نہیں سونپی گئی۔ خداوند کریم اپنی مصلحت کی بنیاد پر یہ ذمہ داری امام مہدیؑ کو سونپ رہا تھا۔ وہ منشائے پروردگار کو عملی جامہ پہنائیں گے۔

تبھی ائمہ اطہارؑ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے اس حقیقت کی جانب اشارہ کرتے ہیں کہ اگرچہ یہ آیت رسولِ خدا پر نازل ہوئی اور صدرِ اسلام میں نازل ہوئی مگر اس کی تاویل یہ ہے کہ آخری زمانے، یعنی عصرِ امام مہدیؑ میں اسے عملی جامہ پہنایا جائے گا۔

بالفاظِ دیگر آیت رسولِ پاک پر نازل ہوئی ہے، مگر اس کا مصداق ظہورِ امام مہدیؑ کے بعد حاصل ہوگا جب تک آپؑ ظہور نہیں فرماتے یہ آیت اپنے حقیقی مصداق سے محروم رہے گی۔ (علی بن ابراہیم، تفسیر قمی: ج ۱، ص ۲۸۹)

حدیثِ اوّل

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! اس آیت کی تاویل ہنوز نازل نہیں ہوئی اور تب تک نازل نہیں ہوگی جب تک قائمؑ آلِ محمدؐ ظہور نہیں کر لیتے اور جب آپؑ خروج فرمائیں گے تو کوئی کافر نہیں بچے گا، نہ کوئی خدا کا انکار

کرنے والا یا شرک کرنے والا۔ اگر موجود پایا بھی گیا تو کھلے عام باہر آنے سے ڈرے گا۔ اس طرح کہ اگر مشرک اور کافر کسی پتھر کے شکم میں بھی ہوئے تو وہ پتھر بول اُٹھے گا: اے مومن! اِدھر آؤ، میرے شکم میں فلاں مشرک یا کافر چھپا ہوا ہے، مجھے توڑ دو اور اُسے باہر نکال کر قتل کر ڈالو۔ ①

کتاب اُصولِ کافی میں اس آیت کے بارے میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے بھی روایت نقل کی گئی ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

حدیثِ دوم

''اس خدا کی قسم! جس نے اپنے رسولؐ کو، اپنے وصی، ولی کی بابت حکم دیا ہے۔ اس ولایت سے مراد وہی دین حق ہے جو امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے وقت تمام اَدیان پر غلبہ پائے گا۔ خدا ولایت کو قائمؑ کے ذریعے مکمل کرے گا۔ بے شک کفار کو گراں ہی کیوں نہ گزرے۔

عرض کیا گیا: اے فرزندِ رسولؐ! یہ جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے، یہ تنزیل ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ گفتگو تنزیل ہے۔ اس کے علاوہ کوئی چیز تاویل نہیں ہے۔ (جناب کلینی، الاصول کافی: ج ۱، ص ۴۳۲، حدیث ۹۱، فیض تفسیر الصافی: ج ۲، ص ۳۳۸)

اسی کتاب میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے روایت درج ہے: جس میں خداوند متعال نے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حدیثِ سوم

''پس میری گفتگو ختم ہوئی جیسے ہی ممکن ہوگا میں اپنے دین کو تمام اَدیان پر غلبہ دوں گا ہر اس جگہ جہاں میری عبادت کی جائے گی''۔ (بحار الانوار: ج ۷۱، حدیث ۳۳، تفسیر صافی: ج ۳، ص ۳۳۸)

① شیخ صدوق، اکمال الدین: ج ۲، ص ۳۸۶، علامہ مجلسی، بحار الانوار: ج ۵۲، ص ۳۲۴، علامہ فیض، تفسیر الصافی: ج ۲، ص ۳۳۸، علامہ کاظمی، بشارۃ الاسلام، ص ۲۵۱-۲۶۲، علامہ حائری، الزام الناصب: ص ۲۲۲-۲۳۱، جواہری، مثیر الاحزان: ص ۲۹۷، صحیح مسلم: ج ۸، ص ۱۲۸، مسند احمد: ج ۲، ص ۵۳۰، قندوزی، ینابیع المودۃ: ج ۳، ص ۷۸

کتاب احتجاج میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

حدیثِ چہارم

''اس امر کے صاحب نظروں سے غائب ہوں گے، چونکہ وہ معذور ہوں گے۔ اس (غیب) کی علت دلوں میں پایا جانے والا فتنہ اور فساد ہے۔ وہ بھی اس قدر ہوگا کہ ان کے قریبی ترین افراد اُن کے سب سے بڑے دشمن ہوں گے، جب وہ زمانہ آئے گا تو ایسی فوج اُن کی نصرت کرے گی جسے تم دیکھ نہیں پاؤ گے۔ خداوند کریم اُن کے ہاتھوں دینِ اسلام کو تمام اُدیان پر غلبہ عطا کرے گا۔ بے شک مشرکین کو اس سے تکلیف ہی کیوں نہ پہنچ رہی ہو''۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے:

حدیثِ پنجم

اس آیت کا مصداق تب سامنے آئے گا جب مہدیؑ آلِ محمد خروج کریں گے۔ اس دن صرف وہی لوگ بچیں گے جو سرکار ختمی مرتبتؐ کی نبوت پر پختہ یقین رکھتے ہوں گے۔ (جنابِ طبرسی، مجمع البیان: ج ۵، ص ۳۸، سمرقندی، تفسیر العیاشی، فیض تفسیر الصافی، ج ۲، ص ۳۳۸)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے یہ ارشاد فرمایا۔

حدیثِ ششم

''کیا اس آیت کا مصداق پیدا ہوگیا ہے؟ جواب دیا گیا: جی ہاں۔ آپؑ نے فرمایا: نہیں (ہنوز اس کا مصداق پیدا نہیں ہوا)۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ آیت اس وقت مصداق پیدا کرے گی جب اس کرۂ ارض پر کوئی ایسا گاؤں نہیں بچے گا جس کے باشندے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ نہ پڑھ لیں اور سب مل کر صبح و شام گواہی نہ دیں''۔ (سمرقندی، تفسیر عیاشی اور علامہ مجلسی، بحار الانوار: ج ۵۱، ص ۶۰، حدیث ۵۹، فیض تفسیر الصافی، ج ۲، ص ۳۳۸)

حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ آپؑ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

حدیثِ ہفتم

''جب قائم آلِ محمدؐ ظہور فرمائیں گے اس وقت کوئی مشرک اور کافر نہیں بچے گا جو بچے گا اس پر آپؑ کا ظہور کافی گراں گزرے گا''۔ (کراجکی کنزالفوائد، علامہ مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۱،ص ۶۰، حدیث ۵۸، فیض تفسیر الصافی: ج ۲،ص ۳۳۸)

نیز رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

حدیثِ ہشتم

''ایک وقت کرۂ ارض پر کوئی گھر ایسا نہیں بچے گا جس میں اسلام داخل نہ ہو چکا ہوگا، چاہے عزت سے چاہے ذلت سے (یعنی چاہے خوشی سے چاہے نہ چاہتے ہوئے، سب کو حکمِ امامؑ کے سامنے تسلیم ہونا پڑے گا''۔ (علامہ طبرسی، مجمع البیان: ج ۵،ص ۳۸، فیض تفسیر الصافی: ج ۲،ص ۳۳۹)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے حدیث مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

حدیثِ نہم

''قائم آلِ محمدؐ ہم اہلِ بیتؑ میں سے ہوں گے''۔

خداوند کریم کی طرف سے منصور اور رُعب حاصل ہوگا۔ اُنھیں خدا کی تائید بھی حاصل ہوگی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: زمین اُس کے قدموں تلے سمٹ جائے گی۔ خزانے زمین پر ظاہر ہو جائیں گے۔ اُن کی سلطنت مشرق سے مغرب تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ خداوند کریم اُن کے ہاتھوں دینِ اسلام کو طاقت اور غلبہ عطا کریں گے۔ کرۂ ارض پر کوئی ایسا ویرانہ نہیں ہوگا جسے آباد نہ کر دیا گیا ہو۔ تب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر ان کی اِقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ (شیخ صدوق، اکمال الدین، سمرقندی تفسیر عیاشی، فیض تفسیر الصافی ا، ج ۲،ص ۳۳۹)

③ آپؑ ظالموں سے انتقام لیں گے

اَلَا اِنَّهُ الْمُنْتَقِمُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ

اس صفت کے ذریعے اشارہ کیا جارہا ہے کہ "خداوند متعال ظالموں سے انتقام لیں گے اور یہ امر آپؑ کو تفویض فرمائیں گے"۔

اس کی علت یہ ہے کہ آپؑ اس جہاں میں عدالت قائم کریں گے۔ اس جہاں کی حقیقت کو اس کے حقیقی خدوخال میں نمایاں کریں گے۔ عدالت تب قائم ہوتی ہے جب مظلوم کا حق ظالم سے لیا جائے گا۔ چونکہ اگر ظالم اور مظلوم کو اُن کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو معاشرے میں ظلم کا وجود کبھی ختم نہیں ہوگا۔ یہ چیز عدالت اجتماعی کے ساتھ بھی منافات رکھتی ہے۔

اَنَا بَقِیَّةُ اللهِ فِی اَرْضِهٖ وَالْمُنْتَقِمُ مِنْ اَعْدَائِهٖ وَلَا تَطْلُبْ اَثَرًا بَعْدَ عَیْنٍ یَا اَحْمَدُ بْنَ اِسْحَاقَ

"اے احمد بن اسحاق! میں اللہ کی زمین پر بقیۃ اللہ ہوں اور دشمنوں سے بدلہ لینے والا ہوں اور کسی کا عذر قبول نہ کیا جائے گا"۔ (طوسی، کتاب الغیبۃ: ص ۱۴۶، اربلی، کشف الغمہ: ج ۳، ص ۳۱۶)

④ وہ ظلم کے ایوانوں کو ویران کردیں گے

اَلَا اِنَّهُ فَاتِحُ الْحُصُوْنِ وَهَادِمُهَا

لفظ حصون جمع ہے حصن کی، جس کا معنی بنتا ہے محکم حصار، جو آفات سے بچاتا ہے۔

جی ہاں! امامِ زمانہ علیہ السلام کی چوتھی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ظلم وستم کے ان قلعوں کو ویران کردیں گے جن کی بنیادیں بڑی ٹھوس اور محکم اُستوار کی گئی ہوں گی۔ جب آپؑ کی طاقت و قدرت پھیلے گی تو وہ دیواریں خود بخود ریزہ ریزہ ہوجائیں گی تبھی تو ظلم اور اس کے تمام لوازمات یکسر نابود ہوجائیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخری ایام میں اپنی دُختر نیک اختر حضرت فاطمہ زہراؑ کو مخاطب کیا درحالانکہ آپؑ کی نگاہیں حسنین کریمینؑ کی زیارت کررہی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا:

وَالَّذِی بَعَثَنِی بِالحَقِّ اِنَّ مِنهُمَا مَهدِی هٰذِهِ الاُمَّةِ اِذَا صَارَتِ الدُّنیَا هَرجًا وَمَرَجًا وَتَظَاهَرَتِ الفِتَنُ وَتَقَطَّعَتِ السُّبُلُ وَاَغَارَ بَعضُهُم عَلٰی بَعضٍ فَلَا کَبِیرَ یَرحَمُ صَغِیرًا وَلَا صَغِیرَ یُوَقِّرُ کَبِیرًا یَبعَثُ اللّٰهُ عِندَ ذٰلِكَ مِنهُمَا مَن یَّفتَحُ حُصُونَ الضَّلَالَةِ وَقُلُوبًا غُلفًا یَقُومُ بِالدِّینِ فِی آخِرِ الزَّمَانِ کَمَا قُمتُ فِی اَوَّلِ الزَّمَانِ (گنجی، البیان: ص۵۶، طبری، ذخائر العقبی: ص ۱۳۶، قندوزی، ینابیع المودۃ: ج ۳، ص۱۶۵، سیوطی: الحاوی الفتاوی، مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۱، ص ۵۲-۷۸، ۲۶۶-۲۸۰)

"قسم ہے اس رب کی جس نے مجھے برحق مبعوث فرمایا۔ مہدیؑ اُن (حسنؑ وحسینؑ کی نسل) میں سے ایک[1] ہوں گے۔ تب ظہور کریں گے جب یہ دنیا ہرج مرج کا شکار ہوجائے گی، فتنہ وفساد آشکار ہوجائے گا۔ راستے غیر محفوظ ہوجائیں گے، لوگ ایک دوسرے سے محفوظ نہیں ہوں گے۔ بڑے چھوٹوں پر رحم نہیں کریں گے اور چھوٹے بڑوں کا احترام کرنا چھوڑ دیں گے اس وقت خداوند کریم ان دونوں اماموں کی نسل سے (امامؑ) بھیجے گا، جو ضلالت وگمراہی کے قلعوں کو مسخر کردے گا اور دلوں تک نفوذ پیدا کرکے لوگوں کے دلوں پر حکومت کرے گا۔ وہ آخری زمانے میں شریعت کے نفاذ کے لیے قیام کرے گا جس طرح میں نے پہلے زمانے میں شریعت کے لیے قیام کیا ہے"۔

۵ مشرکین سے جنگ

اَلَا اِنَّهٗ قَاتِلُ کُلِّ قَبِیلَةٍ مِن اَهلِ الشِّركِ

---

[1] یہ شاید اس لیے کہا چونکہ امام محمد باقر علیہ السلام کی والدہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی بیٹی ہیں۔ تبھی تو بعد والے حسنی بھی ہیں اور حسینی بھی ہیں۔ (مرتضیٰ، نورالانوار، ص ۱۴۳)

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کریمہ (وَ قَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً، سورۂ توبہ: آیت ۳۶) کی تفسیر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا: اب تک اس آیت کی تاویل وقوع پذیر نہیں ہوئی ہے۔ جب ہمارا قائمؑ قیام کرے گا جو لوگ وہ زمانہ دیکھیں گے وہی اس آیت کی تاویل بھی دیکھیں گے۔ بے شک تب آئین محمدیؐ دن رات ترقی کی منازل طے کر کے ساری دنیا میں پہنچ جائے گا۔ جس کے بعد زمین شرک و کفر سے پاک ہوجائے گی۔

⑥ منتقم اولیائے خدا

اَلَا اِنَّهٗ مُدْرِكُ كُلِّ ثَارٍ لِاَوْلِيَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

آپؑ کی چھٹی صفت یہ ہے کہ آپؑ خون کا انتقام لیں گے بایں معنی کہ اس طولِ تاریخ میں اولیائے خدا کا جتنا بھی ناحق خون بہایا گیا۔ اس کا ان ظالموں (قاتلوں) سے انتقام لیں گے۔ چونکہ آپؑ ذاتِ کریم کی طرف سے اس خون کے وارث اور ولی مقرر کیے گئے ہیں۔

خداوند کریم قرآنِ مجید میں بھی ارشاد فرما رہا ہے:

مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝ (سورۂ اسراء: آیت ۳۳)

”جو مظلوم قتل ہوتا ہے ہم اس کے ولی کو بدلہ کا اختیار دیتے ہیں لیکن اسے بھی چاہیے کہ قتل میں حد سے آگے نہ بڑھ جائے کہ اس کی ہر حال مدد کی جائے گی“۔

لفظ اولیاء کی علت ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

اَلَا اِنَّهٗ مُدْرِكُ كُلِّ ثَارٍ لِاَوْلِيَاءِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

چونکہ مقتولین دو طرح کے ہیں: ایک وہ مومنین اور اولیائے حق ہیں، دوسرے وہ جو باطل کے راستے پر قتل کیے گئے ہیں۔ یہ جو دوسری قسم والے حضرات کے خون کی کوئی ارزش نہیں ہوگی۔ جبکہ پہلی قسم والے مقتولین حقیقت میں مظلوم ہوں گے۔ یہ ظلم کے ساتھ قتل کیے گئے ہیں اس لیے عدل و انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ان سے سلوک کیا جائے گا۔

ان کا حق ظالموں سے لیا جائے گا۔ یہ ناحق قتل کیے گئے تھے۔

قَالَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَلَیَبْعَثَنَّ اللہُ رَجُلًا مِن وُلْدِی یُطَالِبُ بِدِمَائِنَا وَلَیَغِیبَنَّ عَنْهُم تَمْیِیْزًا لِاَهْلِ الضَّلَالَةِ (کتاب الامام المهدی، ص ۸۰)

"امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: خداوند کریم میری نسل سے ایک مرد کو مبعوث فرمائے گا جو ہمارے خون کا مطالبہ کرے گا اور ہمارے بدلے لے گا جب تک دنیا بھر کے گمراہ اور ظالم ظاہر نہیں ہوجاتے وہ نظروں سے اوجھل رہے گا"۔

⑦ ناصرِ دین خدا

اَلَا اِنَّهٗ نَاصِرُ دِیْنِ اللہِ

اگر یہ کہا جائے کہ جب تمام انبیاءؑ اور اولیاء دین خدا کے ناصر تھے تو پھر اسے امام زمانہؑ کی صفت کیوں قرار دیا گیا ہے؟ جواب میں اتنا عرض ہے کہ ناصر دین کا کامل مصداق امام زمانہ علیہ السلام ہی ہیں۔ چونکہ ان کے ہاتھوں دین سارے جہاں میں پھیل جائے گا جیسا کہ قرآن مجید میں بھی ارشاد ہورہا ہے:

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ (سورۂ توبہ: آیت ۳۳)

"اپنے دین کو تمام ادیان پر غالب بنائے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

جیسا کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا:

اَلتَّاسِعُ مِن وُلْدِكَ یَاحُسَیْنُ الْقَائِمُ بِالْحَقِّ وَالْمُظْهِرُ لِلدِّیْنِ وَالْبَاسِطُ لِلْعَدْلِ (طبرسی، اعلام الوریٰ: ص ۴۰۰، فیض المحجۃ البیضا، ج ۴، ص ۳۳۷، بہ نقل از امام رضا، کاظمی، بشارۃ الاسلام، ص ۵۲)

"اے حسینؑ! تیرا نواں فرزند قائمؑ بہ حق ہوگا جو دین خدا کا ناصر ہوگا اور کرۂ ارض کو عدل و انصاف سے بھر دے گا"۔

⑧ گہرے دریا سے فائدہ اُٹھانے والا

اَلَا اِنَّہُ الغَرَّافُ[1] مِن بَحرٍ عَمِیقٍ

رسولِ خدا نے امامِ زمانہ علیہ السلام کو تشبیہ دی ہے اس شخص کے ساتھ جو دریا کے کنارے پر ہے اور وہ دریا کے پانی سے بہت زیادہ فائدہ اُٹھاتا ہے۔

کیا آپؑ دریائے علم کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں یا دریائے عدل و انصاف کی طرف یا ان کے علاوہ کوئی تیسرا دریا مراد ہے؟ چونکہ آپؑ کے ہاں علم اور عدل دونوں ٹھاٹھیں مار رہے ہیں۔ روایات کی کثیر تعداد اس سلسلے میں موجود ہے۔

⑨ آپؑ ہر عالم کو اس کے علم اور ہر جاہل کو اس کے جہل کے مطابق نظر آئیں گے

اَلَا اِنَّہُ یَسِمُ کُلَّ ذِی فَضْلٍ بِفَضْلِہٖ وَکُلَّ ذِی جَھْلٍ بِجَھْلِہٖ

لفظ یَسِمُ فعل مضارع ہے۔ اس کا ماضی "وسم" ہے جس کا معنی بنتا ہے نشان دینا اور نشانی لگانا۔ اس لیے اسم کو اسم کہتے ہیں۔ چونکہ اس کے ذریعے علامت اور نشانی لگائی جاتی ہے۔ اسم 'وسم' سے مشتق ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں: وسم کا معنی تاثیر ہے لہٰذا وسمہ بھی اثرانداز ہونے کے معنی میں ہے۔

سرکارِ ختمی مرتبت کا مقصد یہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام زندگی کے ہر شعبے میں اجتماعی اور انفرادی عدالت قائم کریں گے تبھی تو مظلوم کو ظالم سے اس کا حق دلوایا جائے گا۔ اس نشاندہی اور علامت گزاری کو عدالت کا نام دیں گے۔ اسی عدالت کے تحت کسی عالم کو جاہل اور جاہل کو عالم نہیں کہا جائے گا۔ یوں ہر مقدار کا حق ضائع ہونے سے بچا لیا جائے گا۔ بالفاظِ دیگر لوگوں

---

[1] لفظ غراف: غ پر زبر ہے اور را پر شد ہے جس سے یہ مبالغہ کا صیغہ بن جاتا ہے جیسے قتال وغیرہ۔ اس کی اصل غَرَفَ: یغرف۔ غرف یعنی غ پر زبر اور ا پر جزم پڑھیں تو اس کا لغوی معنی قطع کرنا بنتا ہے، جدا کرنا، کاٹنا۔ جیسے غرف الشئی۔ یعنی شی کے ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔ شاید لفظ غرفہ بھی اسی سے ہے۔ چونکہ غرفہ کمرے اور گھر سے علیحدہ ہوتا ہے۔ رسولِ خدا نے فرمایا: امام زمانہ غراف ہیں۔ یہ مبالغے کا صیغہ ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ دریا کے بہت سارے پانی کو اپنے ہاتھوں سے اِدھر اُدھر کر کے راستہ بنانے والے ہوں گے۔

کے حقوق اوران کا مقام دونوں بالکل محفوظ ہو جائیں گے۔

⑩ خداوند نے قیامِ عدل کے لیے آپؑ کا انتخاب فرمایا

اَلَا اِنَّہٗ خِیَرَۃُ اللّٰہِ وَمُخْتَارُہٗ

آپؑ کی دسویں صفت یہ ہے کہ خداوند کریم نے آپؑ کو عدل و انصاف کے قیام کے لیے چُن لیا ہے۔ آپؑ کے علاوہ کُلی طور پر کوئی عدل و انصاف قائم نہیں کرسکتا۔

⑪ آپؑ علوم کے وارث ہیں

اَلَا اِنَّہٗ وَارِثُ کُلِّ عِلْمٍ وَالْمُحِیْطُ بِہٖ

اس جملے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام تمام بشری علوم پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ کوئی چیز اُن سے پوشیدہ نہیں ہے اور ہونی بھی نہیں چاہیے۔ چونکہ آپؑ کی ذات والاصفات تمام موجودات عالم کا خلاصہ ہے۔

آپؑ علمِ لدُنی (حضوری) کے مالک ہیں نہ کہ اکتسابی اور حصولی کے۔

علمِ حضوری سے مراد یہ ہے کہ اس عالمِ ہستی کے تمام حقائق آپؑ کے لیے روشن اور واضح ہیں۔ کوئی چیز آپؑ کے لیے مخفی نہیں ہے۔ یہ بات اپنے مقام پر ثابت ہے کہ علمِ لدُنی (حضوری) خداوند متعال کے علم میں سے ہے۔ اور خدا کے علم کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ تبھی آپؑ کے جدِ بزرگوار حضرت امیر المومنینؑ نے اعلان فرمایا:

سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ

چونکہ امام مہدی علیہ السلام تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کے برحق وارث اور جانشین ہیں تبھی تو اُن کے تمام کمالات و فضائل کے بھی وارث ہیں اور وہ تمام فضائل و کمالات آپؑ کی ذات میں جمع ہوں تب جا کر وراثت اپنے درجہ کمال کو پہنچتی ہے۔

جناب کعب الاحبار کہتے ہیں: وہ پیغمبر اکرمؐ کے فرزند اور ائمہ علیہم السلام کے علوم کے وارث ہیں۔ (علامہ نعمانی، کتاب الغیبہ: ص ۱۵۱، علامہ مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۲، ص ۲۳۹، علامہ کاظمی، بشارۃ الاسلام: ص ۲۲۶)

⑫ آپؑ لوگوں کو خدا کی طرف سے آگاہ رکھتے ہیں

اَلَا اِنَّہٗ المخبر عن ربہ عزوجل والمنبه بأمر ایمانه

اس کلام میں یہ اشارہ موجود ہے کہ آپؑ پروردگار کی طرف سے دعوت دینے پر مامور تھے تاکہ وہ خداوند پر کمل ایمان کو عملی جامہ پہنا سکیں۔ہم جانتے ہیں کہ طولِ تاریخ میں انبیاءؑ اور اوصیاء بھی اسی دعوت پر مامور رہے ہیں۔ وہ خدا کی طرف سے خبر دیتے اور لوگوں کو ایمان کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اس راستے پر چونکہ موانع جگہ جگہ موجود تھے اس لیے ایمان اس جہاں میں اپنے حقیقی خدوخال کے ساتھ غلبہ پیدا نہ کرسکا۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام خدا کے حکم سے تمام موانع اور رکاوٹوں کو برطرف کر کے حکمِ خدا اور آرزوۂ پروردگار کو عملی جامہ پہنائیں گے۔

⑬ آپؑ رشید ہیں

اَلَا اِنَّہُ الرَّشِیۡدُ السَّدِیۡدُ

امام مہدی علیہ السلام موعود کی تیرھویں صفت آپ کا رشید اور مقامِ رشادت پر فائز ہونا ہے اور اس مقام پر قائم و فائز ہیں۔ بالفاظِ دیگر خداوند متعال کی طرف سے آپؑ کو ذمہ داری سونپی گئی ہے جس کی ادائیگی میں آپؑ کسی قسم کی سستی اور لاپرواہی نہیں برتیں گے۔ آپؑ عدالت و انصاف قائم کرنے میں سنجیدہ اور ثابت قدم رہیں گے۔

⑭ خدا کی طرف سے آپؑ کو اُمور تفویض کیے گئے ہیں

اَلَا اِنَّہُ الۡمُفَوَّضُ اِلَیۡہِ

خدا کی طرف سے آپؑ کو اُمور تفویض کیے گئے ہیں۔ اس مقصد کے لیے خدا نے آپؑ کا انتخاب کیا ہے تاکہ وہ پروردگار کی خواہشات کو عملی جامہ پہنا کر عدل و انصاف کو نافذ کرسکیں۔ عدل زمین کے کونے کونے پر پھیل جائے گا۔ چونکہ آپؑ خلافتِ الٰہیہ کے منصب پر فائز ہیں۔ تبھی تو آپؑ کا ارادہ خدا کا ارادہ ہے اور آپؑ کا حکم خدا کا حکم ہے۔

ان اُمور کے تفویض ہونے کا مقصد قطعاً یہ نہیں ہے کہ خدا اپنی قدرت سلب کر کے یہ اُمور تفویض فرما رہا ہے۔ یہ نظریہ جبر و تفویض کی بحث میں مفوّضہ نے اختیار کیا ہے۔ اِن کا

عقیدہ ہے کہ مخلوق کے کاموں میں خدا کو دخالت کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

⑮ انبیائے گذشتہ نے آپؐ کے وجودِ مبارک کی بشارت دی

اَلَا اِنَّهُ بَشَّرَ بِهِ مَن سَلَفَ بَیْنَ یَدَیْهِ

اس مقام پر مناسب ہوگا کہ ہم اُن بشارتوں میں سے چند بشارتیں پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں مگر ان سے قبل ایک گزارش ضروری ہے کہ بشارتوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں: ایک قسم ان بشارتوں کی ہے جو اسلام سے پہلے دی گئی ہیں اور دوسری وہ بشارتیں ہیں جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومینؑ نے دی ہیں۔ ان سب کا تذکرہ کتب خاصہ و عامہ میں موجود ہے۔

اسلام سے پہلے والی بشارتیں

پہلی بشارت

خداوند متعال نے حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ کی مادر گرامی حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سفارش کرتے ہوئے فرمایا:

"اے ابراہیمؑ! ہم نے تیری دُعا اور مناجات سنی ہے جو تم نے اسماعیلؑ کے حق میں مانگی تھی۔ ہم نے اسماعیلؑ کی نسل کو بڑھانے اور ارفع مقامات پر فائز کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ ہم اس کی نسل سے بارہ نقیب قرار دیں گے۔ ہر ایک اپنے عصر اور اُمت کا بزرگ و سربراہ ہوگا"۔

(توراۃ، سفر تکوین، فصل ۱۸، آیت ۲۰)

بالکل واضح ہے کہ بارہ نقیبوں سے مراد ائمہ اثنا عشر (بارہ معصوم امامؑ) ہیں جو نسلِ اسماعیلؑ سے ہیں اور اُمتِ بزرگ سے مراد اُمتِ اسلام ہے۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ بارہ نقیبوں سے مراد بنی اسرائیل کے بارہ نقیب ہیں جیسا کہ یہودیوں کا عقیدہ بھی یہی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی جن بارہ نقیبوں کے قائل ہیں ان کا تعلق حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل سے ہے نہ کہ حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے۔ دوسری گزارش یہ ہے کہ یہ خطاب حضرت ہاجرہؑ اور حضرت ابراہیمؑ کو ہو رہا ہے اور وہ بھی حضرت اسماعیلؑ کے بارے میں، لہٰذا اس سے مراد محمدؐ و آلِ محمدؐ ہیں۔

دوسری بشارت

پس میری روح قبض کر کے بلند پہاڑ قلّہ پر رکھی گئی۔ وہاں سے مجھے ایک بہت بڑا شہر دکھایا گیا، جو یقیناً مقدس شہر یروشلم تھا۔ اس شہر کے اردگرد بڑی مضبوط دیوار بنی ہوئی تھی۔

اس کے بارہ دروازے تھے، ان دروازوں پر بارہ فرشتے تعینات تھے۔ (کتب عہد جدید، فصل ۲۰، آیت ۱۰)

اس دیوار سے مراد رب الجنود ہے اور بارہ دروازوں سے مراد پیغمبر اکرم ﷺ کے بارہ اوصیاءؑ ہیں جن میں پہلے حضرت علی علیہ السلام اور آخری امامِ زمانہ علیہ السلام ہیں۔ اس بارے میں کثیر تعداد میں بشارتیں موجود ہیں۔ مثلاً: الزام الناصب کے مصنف نے چھتیس بشارتیں آسمانی کتب سے نقل کی ہیں جو اسلام سے پہلے کی ہیں۔

اسلام کی بشارتیں

بشارتِ اوّل

قَالَ رَسُولُ اللهِ يَكُونُ فِي أُمَّتِي الْمَهْدِي إِنْ طَالَ عُمْرُهُ أَوْ قَصُرَ مَلَكَ سَبْعَ سِنِيْنَ أَوْ ثَمَانِ سِنِيْنَ أَوْ تِسْعَ سِنِيْنَ (سیوطی، الحاوی للفتاوی: ج ۲، ص ۱۵۷، حائری، الزام الناصب: ج ۱، ص ۱۶۳، طبع بیروت)

''مہدیؑ میری اُمت میں حتماً اور یقیناً ہوں گے چاہے وہ طویل عمر پائیں یا کم۔ اُن کی حکومت کی مدت سات سال، آٹھ سال یا نو سال ہوگی''۔

بشارتِ دوم

عَنِ الْحُسَيْنِ ابنِ عَلِي قَالَ قَالَتْ لِي أُمِّي فَاطِمَةُ لَمَّا وَلَدَتْكَ دَخَلَ إِلَى رَسُولُ اللهِ فَنَاوَلْتُكَ إِيَّاهُ فِي خِرْقَةٍ صَفْرَاءَ فَرَمٰى بِهَا وَأَخَذَ خِرْقَةً بَيْضَاءَ لَفَّكَ بِهَا وَأَذَّنَ فِي أُذُنِكَ الْيُمْنٰى وَأَقَامَ فِي الْيُسْرٰى ثُمَّ قَالَ يَافَاطِمَةُ خُذِيْهِ فَإِنَّهُ أَبُوالْأَئِمَّةِ تِسْعَةٌ مِنْ وُلْدِهِ أَئِمَّةٌ أَبْرَارٌ وَالتَّاسِعُ مَهْدِيُّهُمْ (ابنِ خراز، کفایۃ الاثر: ص ۱۹۶، مجلسی، بحارالانوار: ص ۳۶، ص ۳۵۲، جعفری مسند فاطمہ: ص ۲۸۳، ۲۸۴، حدیث ۵۹)

''حضرت امام زین العابدین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میرے والدِ گرامی حسینؑ نے فرمایا: میری مادرِ گرامی حضرت فاطمۃ الزہرا علیہا السلام نے مجھے بتلایا کہ

جب میں دنیا میں آیا تو رسولؐ خدا میرے پاس آئے۔ میں نے تجھے زرد رنگ کے کپڑے میں لپیٹ رکھا تھا۔ اسی طرح اُٹھا کر اپنے والد بزرگوار کو دے دیا۔ اُنھوں نے وہ کپڑا تجھ سے اُتار دیا اور سفید رنگ کے کپڑے میں لپیٹ دیا۔ پھر تمھارے دائیں کان میں اذان کہی اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر فرمایا: اے فاطمہؑ! اس نومولود کو لے لو، یہ تمھارا فرزند نو اماموںؑ کا جدِّ بزرگوار ہوگا۔ ان نو اماموںؑ میں آخری امام مہدیؑ ہوں گے"۔

عَن زَيدِ بن عَلِي ابنِ الحُسَينِ عَن عَمَّتِهِ زَينَبَ بِنتِ عَلِي عَن فَاطِمَةَ كَانَ دَخَلَ اِلَىٰ رَسُولُ اللهِ عَن وِلَادَتِي الحُسَينَ فَنَاوَلتُهُ اِيَّاهُ فِي خِرقَةٍ صَفرَاءِ فَرَمیٰ بِهَا وَاَخَذَ خِرقَةً بَيضَا لَفَّهُ فِيهَا ثُمَّ قَالَ يَا فَاطِمَةُ خُذِيهِ فَاِنَّهُ اَبُو الائِمَّةُ التِسعَةُ مِن صُلبِهِ آئِمَّةٌ اَبرَارٌ وَالتَّاسِعُ قَائِمُهُم (ابنِ خراز، کفایۃ الاثر: ص ۱۹۳، جعفری، مسند فاطمہ: ص ۲۸۴، حدیث ۶۰)

"حضرت زید بن علیؑ ابنِ حسینؑ نے حضرت زینبؑ بنتِ علیؑ سے اور اُنھوں نے اپنی مادرگرامی حضرت فاطمۃ الزہراؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرے والد بزرگوار میرے پاس آئے اور مجھے سلام کیا۔ یہ واقعہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے ایام کا ہے۔ میں نے اسے زرد رنگ کے کپڑے میں لپیٹا ہوا تھا۔ میں نے اُنھیں دے دیا۔ اُنھوں نے حسینؑ کو سفید رنگ کے کپڑے میں لپیٹ کر مجھے دیا۔ پھر فرمایا: اے فاطمہؑ! اسے اُٹھا لو، یہ حق کا امامؑ ہے اور نو اماموںؑ کا والد گرامی ہوگا جو سب کے سب ائمہ اُبرارؑ ہوں گے۔ ان میں سے نواں امام قائمؑ ہوگا"۔

آپؑ آخری حجتِ خدا ہوں گے

اَلَا اِنَّهُ البَاقِي حُجَّةٌ وَلَا حُجَّةٌ بَعدَهُ

لفظ 'حجت' عربی زبان میں لغوی معنی دلیل بنتا ہے۔ جو مقصد اور ہدف کی طرف سیدھی رہنمائی کرتی ہے، مثلاً اگر انسان اپنے مطمع نظر کی طرف بڑھنا چاہتا ہے تو اُسے ایسی دلیل اور رہنمائی کی ضرورت پیش آئے گی جو اُسے راہِ مستقیم دکھائے تاکہ یہ جلد از جلد اپنے ہدف تک پہنچ جائے۔ اس کو دلیل کہتے ہیں۔

اگر کوئی انسان کسی جنگل، بیابان میں ہو جہاں راستہ مشخص اور واضح نہ ہو تو اگر وہ اس حالت میں اپنا سفر جاری رکھے تو یہ خلافِ عقل ہوگا۔ ممکن ہے اُسے خطرات کا سامنا کرنا پڑے، جس کے نتیجے میں اُس کی جان و مال کے تلف ہونے کا امکان بھی ہو سکتا ہے لیکن اگر کسی صحیح راہنما سے استفادہ کیا جائے تو وہ بہت جلد اور محفوظ طریقے سے اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ اب اگر کوئی شخص حکمِ عقل کے خلاف کام کرے اور بغیر کسی رہنما کے سفر جاری رکھے تو وہ خطرات میں گھر سکتا ہے جس کے بعد وہ کسی سے گلا نہیں کر سکتا۔ ہاں! اگر سرزنش کرتا بھی ہے تو اپنی ہی کرے گا جس کے لیے اِستدلال کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

پس اسی طرح اگر کوئی شخص کمال کی طرف سفر کرنا چاہتا ہے تو معنوی سیر و سلوک کی راہ پر چل کر ہی مقصد تک پہنچ پائے گا۔ اب اگر کوئی راہنما اور اُستاد اس کی رہنمائی کرے جس کے بعد وہ راستے میں موجود ممکنہ خطرات سے بچ سکتا ہے تو اس قسم کے راہنما اور اُستاد کو شریعت کی زبان میں حجت کہتے ہیں۔ خداوند نے ہر زمانے میں انسانوں کی رہنمائی کے لیے دینی اور مذہبی رہنما مقرر کیے ہیں۔ انسانوں پر یہ ذمہ داری بغیر قید و شرط کے عائد کی ہے کہ وہ ان احکامات پر عمل کریں، کیونکہ اسی میں انسانیت کی نجات ہے۔ دنیا اور آخرت میں یہ حجت ہے۔ یہ حجت ہوتا ہے یا پھر نبیؐ کے بعد اس کا وصی و جانشین ہوتا ہے۔ پس انبیاءؑ اور اوصیاءؑ حججِ خدا ہیں۔ جو وقت اور زمانے کے تقاضوں کے مطابق طولِ تاریخ میں انسانی ہدایت و رُشد کا سامان کرتے آئے ہیں۔ چونکہ یہ خدا کی طرف سے بھیجے ہوئے ہوتے ہیں۔ پس کسی بھی وقت کوئی معاشرہ حجتِ خدا کے وجود سے خالی نہیں ہوا ہے اور نہ ہی ہوگا۔ چونکہ حجتِ خدا کی ضرورت ہر معاشرے میں ہمیشہ موجود رہی ہے اور رہے گی۔ بالخصوص جب لوگ عبادت کے طریقوں سے ناواقف ہوں گے۔ علم کی جگہ جہالت لے لے، لوگ جاہلانہ طور طریقوں کے مطابق زندگی

بسر کر رہے ہوں تو ہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے۔ تکوین کے لحاظ سے حجتِ خدا کا وجود زمین و آسمان کا نگہبان اور محافظ بھی ہوتا ہے۔ یہ عالم کی بقا کی علت ہوتا ہے جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لَوۡلَا الۡحُجَّۃُ لَسَاخَتِ الۡاَرۡضُ بِاَهۡلِهَا

"اگر حجتِ خدا نہ ہو تو یہ زمین اپنے بسنے والوں سمیت جل کر راکھ ہوجائے"۔

پس آپ یہ کہہ سکتے ہیں ہر زمانے اور ہر وقت حجتِ خدا کا وجود دین و دنیا کی بقا کا موجب ہے۔ اس سے ہٹ کر اگر حجت لوگوں پر تمام نہ ہو تو خداوند بروزِ قیامت گنہگاروں، کافروں کو کس طرح عذاب دے گا؟ نیک اور صالح افراد کو کس طرح جنت عطا کرے گا؟ کیا گناہ گار اور کافر یہ سوال نہیں کر سکتا کہ اے پروردگار! میں تو دین کے راستے سے ہی ناواقف تھا۔ تو نے میری رہنمائی کے لیے کسی ہادی کو نہیں بھیجا جو میری ہدایت و رہنمائی کرتا؟ اس لیے خدا نے ہر انسان کو عقل عطا کی اور اس کا نام حجتِ باطنی رکھ دیا اور پھر انبیاءؑ و اوصیاءؑ کو مبعوث فرما کر انھیں حجتِ ظاہری سے تعبیر فرمایا۔

ہم نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے حدیث ذکر کی ہے پھر یاددہانی کرائے دیتے ہیں جس میں فرزندِ رسولؐ نے ہشام کو مخاطب کر کے فرمایا، اور اس بارے میں قرآنِ مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

رُسُلًا مُّبَشِّرِیۡنَ وَ مُنۡذِرِیۡنَ لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا ○ (سورۂ نساء: آیت ۱۶۵)

"(یہ سب) بشارت دینے والے اور تنبیہ کرنے والے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے، تاکہ ان رسولوںؑ کے بعد لوگوں کے لیے اللہ کے سامنے کسی حجت کی گنجائش نہ رہے اور اللہ بڑا غالب آنے والا حکمت والا ہے"۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہو رہا ہے:

قُلۡ فَلِلّٰہِ الۡحُجَّۃُ الۡبَالِغَۃُ ۚ فَلَوۡ شَآءَ لَہَدٰىکُمۡ اَجۡمَعِیۡنَ ○

"کہہ دیجیے اللہ کے پاس نتیجہ خیز دلائل ہیں۔ پس اگر وہ چاہتا تو تم سب کو (جبراً) ہدایت دے دیتا"۔ (سورۂ انعام: آیت ۱۴۹)

جب حجت کا معنی واضح ہو گیا ہمیں اس کا سبب بھی سمجھ آجاتا ہے کہ حجت کس کے لیے ہے؟ اور اس کا فلسفہ کیا ہے؟ اور حجت کون ہے؟ جس سے دنیا لحہ بھر کے لیے بھی خالی نہیں رہ سکتی۔ ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ ہر کس و ناکس کے لیے اس مقامِ رفیع تک پہنچنا ممکن نہیں۔ صرف خاصانِ خدا ہیں جو اس مقامِ رفیع پر فائز ہونے کی لیاقت رکھتے ہیں۔

حجتِ خدا کے اندر تمام انسانی کمالات بے نظیر و بے مثال انداز میں موجود ہوتے ہیں۔ تبھی مقامِ عصمت پر فائز ہونا انھی کا مقدر ٹھہرتا ہے۔ چونکہ غیر معصوم حجت نہیں ہو سکتا پس پہلی حجت ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور آخری حجت حجۃ ابن الحسن العسکریؑ ہیں۔ ان کے بعد حجت رہے گی نہ ہی نسلِ انسانی میں اس کے آثار ہیں۔

⑭ حق اُن کے ساتھ ہے

وَلَاحِقَّ اِلَّا مَعَهٗ

اس قسم کی عبارات میں لائے نافیہ کو استثنیٰ پر مقدم کیا جاتا ہے۔ حصر کا فائدہ حاصل کرنے کے لیے اس کا ترجمہ ہوگا کہ "حق نہیں ہے مگر جو اُن کے ساتھ ہے قولاً اور فعلاً بھی" اور لفظِ حق ایسی چیز کو کہتے ہیں جو ہمیشہ ثابت و دائم ہوں۔ جس میں تبدیلی ممکن نہ ہو کیونکہ حق وہ چیز ہے جو کبھی خراب و فاسد ہوتی ہے نہ کبھی ختم اور باطل۔

بہر صورت اس کا مقصد یہ ہے کہ آپؑ کا قول اور فعل ہر لحاظ سے حق ہیں۔ اس میں کسی قسم کی خطا اور انحراف نہیں ہوتی۔ ان کے علاوہ جو کچھ ہے وہ باطل ہے۔ اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اگر آپ امامِ زمانہؑ کے لیے حق ثابت کرتے ہیں تو دوسرے انبیاء و اوصیاء کے لیے حق ثابت نہیں رہے گا۔ چونکہ اِثباتُ الشَّیٔ نَفِیُ مَاعَدَا نہیں ہوتا (ایک چیز کے لیے جب کوئی چیز ثابت کی جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ باقی سب سے نفی ہو گئی ہے)۔

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ پھر اس کا فائدہ کیا ہے؟ چونکہ تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ بھی برحق ہیں اور حضرت امامِ زمانہؑ حجتِ خدا ہیں اور یقیناً برحق ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے؟

ہم جواب میں عرض کریں گے: جی بالکل آپؑ بھی دوسرے انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کی مانند برحق ہیں۔ مگر اس مقام پر اس جملے کے ذکر کرنے کی علت یہ ہے۔ چونکہ آپؑ کی غیبت کا سلسلہ کافی طولانی ہے، ممکن ہے اس غیبت والے طولانی عرصے میں کوئی دعویٰ کرے کہ میں مہدیؑ ہوں یا آپؑ کے وجود کا انکار کردے یا پھر شیطانی آوازیں جو مختلف حلقوم سے نکل سکتی ہیں جن میں آپؑ کا نام سنا جائے وغیرہ۔ ان سب کی طرف رسولِ پاک نے اشارہ کیا ہے: لوگو! صرف مہدی موعودؑ کی دعوت اور آواز حق ہے، اس کے علاوہ تمام آوازیں باطل ہیں۔ لوگوں کا یہ وظیفہ بنتا ہے۔ کسی آواز پر کان دھریں اور نہ کسی دعوت پر لبیک کہیں، اس لیے کہ صدائے حق اور دعوتِ حق کے مالک امام مہدیؑ ہیں۔

⑱ صرف آپؑ نور ہیں

وَلَا نُورَ اِلَّا عِنْدَهُ

تمام انبیاءؑ اور اوصیاءؑ حق ہیں اور انوارِ الٰہیہ ہیں، چونکہ نور ایک مقولہ ہے، جو کلی مشکک ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی سوال کرے کہ جب تطبیق کی جائے تو ان ذوات پر صدق کے لحاظ سے تفاوت لازم آتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے:

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۵۳)

"ان رسولوںؑ کو ہم نے بعض کو بعض پر برتری و فضیلت عطا کی ہے"۔

ائمہ معصومین علیہم السلام کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل ہوا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "سب نورِ واحد ہیں"۔

ہو سکتا ہے یہ نور اپنے ظہور کے لحاظ سے متفاوت ہوں۔ چونکہ امامِ زمانہؑ کی ذاتِ اقدس، خاتم اوصیاءؑ بھی ہے اور پورے جہاں میں عدل و انصاف کے نفاذ کی ذمہ داری بھی آپؑ پر ہے۔ اس لیے آپؑ کی ذاتِ اطہر میں نور اپنے کمال کے ساتھ جلوہ نما ہوگا۔ چونکہ یہ آپؑ ہی کے وجودِ اقدس کی صفت ہے (يَمْلَأُ الْاَرْضَ بِهٖ قِسْطًا وَعَدْلًا بَعْدِ مَا مُلِئَتْ ظُلْمًا وَجَوْرًا)۔

آپؑ کی ذات میں نور مکمل آب و تاب سے ظاہر ہوگا۔ یہ اس بات کی نفی نہیں کہ باقی اوصیاءؑ انوارِ حق نہیں ہیں (نعوذ باللہ)۔ چونکہ ان کے مقام میں اور آپؑ کے مقام میں فرق ہے۔

۱۹ آپؑ غالب بھی ہیں اور فیروز بھی

اَلَا اِنَّهٗ لَاغَالِبَ لَهٗ وَلَا مَنصُورَ عَلَيْهِ

اس مدعیٰ پر دلیل بڑی واضح ہے کہ اگر کوئی آپؑ پر غلبہ پانا چاہے اور آپؑ کو مغلوب کردے تو پھر حقیقی عدالت اس روئے زمین پر کبھی نافذ ہوسکے گی اور نہ ہی یہ دنیا کبھی عدل سے پر ہوگی۔ جبکہ یہ مسلّم ہے۔ جو شخص دوسروں سے مغلوب ہوجائے وہ کسی کام کا نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ کوئی کام نہیں کرسکتا ہے۔ درحالانکہ پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

يَملَأُ الْاَرْضَ بِهٖ قِسطًا وَعَدلًا بَعدِ مَا مُلِئَت ظُلمًا وَجَورًا

ہوسکتا ہے کہ بعض افراد جو قدرتِ خدا سے غافل ہیں وہ یہ سوال کریں کہ یہ کس طرح عقلاً ممکن ہے کہ آپؑ کو اس جہاں کی تمام طاقتوں پر فوقیت اور برتری حاصل ہوجائے جبکہ وہ طاقتیں تو جدید ترین ہتھیاروں اور اعلیٰ درجے کی ٹیکنالوجی سے لیس ہیں؟ بالفاظِ دیگر ایٹمی ہتھیاروں، بموں، راکٹوں اور عجیب وغریب قسم کے مہلک ہتھیاروں، جہازوں اور ٹینکوں کا مقابلہ درکار ہے۔ مگر سوال کرنے والے یہ نہیں جانتے کہ خدا کی طاعت وقدرت کے سامنے یہ سب ہیچ ہیں۔ چونکہ امام مہدی علیہ السلام کے پاس عدالت کے اجراء کی طاقت ہوگی۔ جو خدا کی عطا کردہ ہے اس لیے اس قسم کے اعتراضات خود بخود معدوم ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہوسکتا ہے یہ اسلحہ اور ٹکنالوجی اپنا کام کرنا ہی چھوڑ دے۔

۲۰ آپؑ ولی اللہ ہیں

اَلَا اِنَّهٗ وَلِيُّ اللّٰهِ فِي اَرْضِهٖ وَحَكَمُهٗ فِي خَلقِهٖ وَاَمِينُهٗ فِي سِرِّهٖ وَعَلَانِيَتِهٖ

رسولؐ خدا نے امامِ زمانہؑ کی ولایت، حکمیت اور امانت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

پس اس لحاظ سے ہماری بحث تین مقامات پر ہے۔

وَلایت (1) کے معانی

اس کا لغوی معنی قریب اور نزدیک بننا ہے۔ اس کی مثال یہ آیت کریمہ ہے:

---

(1) وَلِیَ (واؤ پر فتح اور لام اور یا دونوں ساکن ہوتو) جیسے جَلَستُ فِی مَا يَلِيهِ اَی يُقَارِبُهٗ۔

اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰهِیْمَ..... (سورۂ آلِ عمران: آیت ۶۸)

"انسانوں میں سے ابراہیمؑ کے لیے مناسب ترین اور اُن کے نزدیک ترین شخص وہ ہے جو آپؑ کی اتباع کرے گا"۔

یہ وہی قریب کا معنی دے رہی ہے۔ جبکہ اگر لفظ "ولی" یا شدّدہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی امر والا مدبّر اور نظام چلانے والا ہے۔ کتاب مجمع البحرین مادہ والا میں یہ معنی ذکر ہوا ہے۔ ولی بمعنی والی کے ہوتا ہے۔ یعنی جو دوسروں کے اُمور کا متقدی ہوتا ہے۔ ولی وہ ہوتا ہے جس کے لیے نصرت اور مدد ہو، یعنی وہ دوسروں کی مدد کرے۔ ولی کا معنی اُمور کا مدبّر ہے۔ دوسروں کے اُمور کی تدبیر اُس کے ذمے ہے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ فلاں شخص فلاں عورت کا ولی ہے، یعنی اس خاتون کی شادی والے معاملات اُس کے ہاتھ میں ہیں۔ یا کہا جاتا ہے فلاں ولی دم ہے یعنی جو مقتول کے خون کا مطالبہ کرتا ہے۔ اسی طرح سلطان اپنی رعیت کا ولی امر ہوتا ہے جیسا کہ بعض شُعرا نے غدیرِخم کی مناسبت سے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کے بارے میں کہا ہے۔

بعض اَربابِ لغات نے چند کلمات اس طرح بھی ذکر کیے ہیں کہ لفظ "ولی" کا معنی مدبّر ہے۔ صاحبِ اختیار وغیرہ چونکہ اس عالم کے اُمور کی تدبیر اور مخلوق کے مصالح سب اس مالک ومختار خدا کے ہاتھ میں ہیں۔ اسی وجہ سے خدا کو ولی مطلق کہا جاتا ہے اور خدا کی ولایت ذاتی ہوتی ہے جبکہ رسولِ خدا کی ولایت عرضی اور تبعی ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُنھیں عطا کی جاتی ہے جیسے قرآنِ مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا..... (سورۂ مائدہ: آیت ۵۵)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اس لیے واجب قرار دی گئی ہے چونکہ وہ ولی ہیں۔ یہ ولایت اُنھیں خدا نے عطا کی ہے۔ یہ مقام اپنے انبیاءؑ اور اوصیاءؑ کو خداوند متعال نے عطا کیا ہے۔ یہی ولایت رسولِ اکرمؐ کے بعد حضرت علی علیہ السلام تک منتقل ہوئی اور اُن کے ساتھ مخصوص ہے اور حضرت علی علیہ السلام کے بعد بقیہ ائمہ اطہار علیہم السلام کو منتقل ہوئی ہے۔ بالخصوص امامِ زمانہؑ تک۔ اسی منصب کے لیے ارشاد ہو رہا ہے:

اَلَا اِنَّهٗ وَلِیُّ اللّٰهِ فِیْ اَرْضِهٖ

۲۱ خداوند کریم کی طرف سے حکم ہیں

وَحَکَمِهٖ فِیْ خَلْقِهٖ

اس کلام ذیشان میں نہ صرف اشارہ ہے بلکہ صریح حکم موجود ہے کہ امام مہدی علیہ السلام خدا کی طرف سے حکم ہیں۔ یعنی یہ جو بھی حکم کریں گے اُسے خدا کی تائید حاصل ہوگی۔ چونکہ حکمیت کا تقاضا بھی ہے یعنی مخلوق کے بارے میں جو آپ احکام صادر فرمائیں اُن پر خدا کی طرف سے اِمضا ہوں گے۔ وہ اس طرح کہ ایک مقام پر بھی تخلف نہیں ہوگا۔

۲۲ آپؑ خدا کے امین ہیں

وَامینه فی سِرّہٖ وعلانیته

یہ جملہ بھی بعض دوسرے جملوں کی مانند آپؑ کی عصمت پر دلیل ہے۔ اس لیے کہ غیر معصوم خدا کی طرف سے امین نہیں ہوتا۔ یہ اَوصاف چہاردہ معصومین علیہم السلام کے لیے ثابت ہیں۔ چونکہ ان سب کا حکم ایک ہے۔ [1]

---

[1] ہم نے شرح خطبہ پیغمبرؐ در غدیر نامی کتاب سے یہ سب کچھ بمع شرح و توضیح کے ساتھ نقل کیا ہے۔ یہ کتاب حجۃ الاسلام آقای سید محمد تقی نقوی کی تحریر ہے۔

خصائص مہدی علیہ السلام اَدعیہ وزیارات میں

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے خصائص اور صفات اَدعیہ ماثورہ اور زیاراتِ ائمہ علیہم السلام میں کثرت سے نقل کی گئی ہیں۔ ہم بطورِ تبرک چند کا تذکرہ کرنے پر اکتفا کریں گے، تاکہ ہمیں ایک حد تک اپنے امام علیہ السلام کی صفات اور خصوصات سے آگاہی نصیب ہوسکے۔

حُجَّةَ اللهِ فِي أَرْضِهِ

''آپ کرۂ ارض پر حجتِ خدا ہیں''۔

عَينَ اللهِ فِي خَلْقِهِ

''مخلوقِ خدا میں چشمِ خدا ہیں''۔

نُورَ اللهِ الَّذِي يَهْتَدِي بِهِ الْمُهْتَدُونَ

''وہ نُورِ خدا ہیں جس کے ذریعے اہلِ ہدایت کو ہدایت نصیب ہوتی ہے۔

اَلْمُهَذَّبُ الْخَائِفُ

''خدا سے خوف کھانے والی پاکیزہ جان ہے''۔

اَلْوَلِيُّ النَّاصِحُ

''خدا کے ولی اور لوگوں کو نصیحت کرنے والے ہیں''۔

سَفِينَةُ النَّجَاةِ

''کشتیِ نجات ہیں''۔

عَيْنَ الْحَيَاةِ

''آبِ زندگی کا سرچشمہ ہیں''۔

بَقِيَّةُ اللهِ الَّتِي لَا تَخلُو مِنَ العِترَةِ الهَادِيَةِ

""آپؑ بقیۃ اللہ ہیں۔ ہدایت کرنے والے ہادیوں کے خاندان سے زمین خالی نہیں ہوتی"۔

اَلْمُعَدُّ لِقَطْعِ دَابِرِ الظَّلَمَةِ

""ظلم کی بنیادیں کاٹنے والے"۔

اَلْمُنْتَظَرُ لِاِقَامَةِ الْاَمْتِ وَالْعِوَجِ

""غلطی اور کجی کو صحیح کرنے والے کا انتظار کرنے والے!"

اَلْمُرْتَجٰى لِاِزَالَةِ الْجَوْرِ وَالْعُدْوَانِ

""ظلم و جور کے خلاف آواز بلند کرنے والوں کی اُمید"۔

اَلْمُدَّخَرُ لِتَجْدِيْدِ الْفَرَائِضِ وَالسُّنَنِ

""وہ ذخیرہ، جو واجبات اور مستحبات کو تازہ کرنے والے"۔

اَلْمُتَخَيَّرُ لِاِعَادَةِ الْمِلَّةِ وَالشَّرِيْعَةِ

""آپؑ کا انتخاب ملت اور آئین کو پلٹانے کے لیے کیا گیا ہے"۔

اَلْمُؤَمَّلُ لِاِحْيَاءِ الْكِتَابِ وَحُدُوْدِهٖ

""آپؑ قرآن اور اُس کی حدود کو زندہ کرنے والے کی تمنا کرنے والے ہیں"۔

مُحْيِيْ مَعَالِمِ الدِّيْنِ وَاَهْلِهٖ

""آپؑ دین اور اہلِ دین کے آثار کو زندہ کرنے والے ہیں"۔

قَاصِمُ شَوْكَةِ الْمُعْتَدِيْنَ

""مجرموں کی شان و شوکت کو تہس نہس کرنے والے ہیں"۔

هَادِمُ اَبْنِيَةِ الشِّرْكِ وَالنِّفَاقِ

""شرک و نفاق کی بنیادیں ہلانے والے ہیں"۔

مُبِيْدُ اَهْلِ الْفُسُوْقِ وَالْعِصْيَانِ وَالطُّغْيَانِ

""گنہگاروں، فاسقوں اور اہلِ فسق کو نابود کرنے والے ہیں"۔

حَاصِدُ فُرُوعِ الغَیِّ وَالشِّقَاقِ

''اِختلاف اور گمراہی کی شاخوں کو دُور کرنے والے''۔

طَامِسُ آثَارِ الزَّیْغِ وَالْاَھْوَاءِ

''ہوا پرستی کے آثار کو مٹانے والے''۔

قَاطِعُ حَبَائِلِ الکَذِبِ وَالْاِفْتِرَاءِ

''جھوٹ، تہمت کی بنیادیں ختم کرنے والے''۔

مُبِیدُ العُتَاۃِ وَالمَرَدَۃِ

''سرکشوں اور باغیوں کو نیست و نابود کرنے والے''۔

مُسْتَأْصِلُ أَھلِ العِنَادِ وَالتَّضلِیلِ وَالالِحَادِ

''بے دینی، گمراہی، دشمنی اور عناد کے بیج بونے والوں کو تباہ کرنے والے''۔

مُعِزُّ الْاَوْلِیَاءِ وَمُذِلُّ الْاَعْدَاءِ

''دوستوں کو عزیز رکھنے والے اور دشمنوں کو ذلیل کرنے والے''۔

جَامِعُ الْکَلِمَۃِ عَلَی التَّقْوٰی

''اختلاف کی بساط لپیٹنے والے! لوگوں کو کلمۂ وحدت، تقوٰی اور دین کی طرف دعوت دینے والے''۔

بَابُ اللہِ الَّذِیْ مِنْہُ یُؤتیٰ

''خدا کا دروازہ جس سے داخل ہوا جائے''۔

وَجہُ اللہِ الَّذِیْ اِلَیہِ یَتَوَجَّہُ الْاَوْلِیَاءِ

''وجہُ اللّٰہ کہ اُن کے ذریعے اولیاء اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں''۔

اَلسَّبَبُ المُتَّصِلُ بَیْنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ

''زمین و آسمان کو ملانے کا ذریعہ''۔

صَاحِبُ یَومِ الفَتْحِ وَنَاشِرُ رَأْیَۃِ الھُدیٰ

''روزِ فتح کے مالک اور ہدایت کا پرچم اُٹھانے والے''۔

مُؤَلِّفُ شَمْلِ الصَّلَاحِ وَالرِّضَا

''مصلحت اور خدا کی رضا کو جمع کرنے والے''۔

اَلطَّالِبُ بِذُحُولِ الْاَنْبِيَاءِ وَأَبْنَاءِ الْاَنْبِيَاءِ

''انبیاءؑ اور اُن کی اولاد کے خون کا انتقام لینے والے''۔

اَلطَّالِبُ بِدَمِ الْمَقْتُوْلِ بِكَرْبَلَا

''شہدائے کربلا کے خون کا انتقام لینے والے''۔

اَلْمَنْصُوْرُ عَلٰى مَنِ اعْتَدٰى عَلَيْهِ وَافْتَرٰى

''ہر افتراساز اور چالاک فرد پر فتح پانے والے''۔

الْمُضْطَرُّ الَّذِیْ يُجَابُ اِذَا دُعَا

''ایسے مضطر ہیں جب دُعا کرتے ہیں تو قبول ہوتی ہے''۔

صَدْرُ الْخَلَائِقِ ذُو الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى

''بلند ترین مخلوق ہے جو نیکی اور تقویٰ رکھتے ہیں''۔

اَلْحَقِّ الْجَدِيْدِ وَالْعَالِمِ الَّذِیْ عِلْمُهٗ لَا يَبِيْدُ

''آپؑ امامِ مجدد برحق ہیں اور ایسے عالم ہیں جن کا علم کبھی ختم نہیں ہوتا''۔

مَهْدِيِّ الْأُمَمِ

''مخلوق کے ہادی اور اُمت کے مہدی''۔

حُجَّةِ الْمَعْبُوْدِ وَكَلِمَةِ الْمَحْمُوْدِ

''آپؑ خدائے معبود کی حجت اور تعریف شدہ کلمہ ہیں''۔

اَلسَّيْفِ الشَّاهِرِ وَالْقَمَرِ الزَّاهِرِ وَالنُّوْرِ الْبَاهِرِ

''تلوار نیام سے نکالنے والے اور حق ہیں ایسا نور ہیں جو تابندہ و درخشاں ہوتا ہے''۔

اَلْقَائِمِ الْمُنْتَظَرِ وَالْعَدْلِ الْمُشْتَهِرِ

''قائمؑ کا انتظار (ہو رہا ہے چونکہ یہ جہان اُن کا منتظر ہے) آپ عادل اور مشہور عالم ہیں''۔

امامِ زمانہؑ اپنے شیعوں کے حالات سے آگاہ ہیں؟

سوال: کیا ائمہ معصومین علیہم السلام اور امامِ زمانہؑ اپنے شیعوں کے توسلات، افعال، کردار، افکار، عقائد، نظریات بلکہ تمام انسانوں کے افعال و کردار اور عقائد وغیرہ اور دنیا میں پیش آنے والے حادثات و واقعات اور سانحات سے آگاہی رکھتے ہیں؟ اگر جواب مثبت ہے تو پھر یہ بتلانا پڑے گا کہ خدا کے علم میں اور امامِ زمانہ علیہ السلام کے علم میں کیا فرق ہے؟

جواب: خدا اور امامِ زمانہ علیہ السلام کے علم میں فرق بڑا واضح ہے۔ چونکہ خدا کا علم ذاتی اور ازلی ہے۔ جبکہ امامِ زمانہ علیہ السلام کا علم وہبی ہے۔ یعنی خدا کی طرف سے اور خدا کے اذن سے انھیں عطا کیا گیا ہے جس طرح ائمہ اطہار علیہم السلام اور انبیاءؑ کے امتیازات اور خصوصیات، معجزات، علوم، قرآنِ کریم وغیرہ سب کے سب اللہ کی طرف سے ہبہ ہیں۔ ہم یہاں قرآنِ کریم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول نقل کر رہے ہیں:

> اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ (سورۂ آلِ عمران: آیت ۴۹)
>
> "میں تمھارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل بناؤں گا اور اس میں کچھ دم کروں گا تو وہ حکمِ خدا سے پرندہ بن جائے گا اور میں پیدائشی اندھے اور مبروص کا علاج کروں گا اور حکمِ خدا سے مُردوں کو زندہ کروں گا اور تمھیں اس بات کی خبر دوں گا کہ تم کیا کھاتے ہو اور کیا گھر میں ذخیرہ کرتے ہو۔ ان سب میں تمھارے لیے نشانیاں ہیں اگر تم صاحبانِ ایمان ہو"۔

بالکل واضح اور بدیہی ہے معجزات جو خارق العادہ ہوتے ہیں جیسے مُردے زندہ کرنا وغیرہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں بھی خدا کے اِذن سے انجام پاتے تھے۔ اسی طرح وہ لوگوں کو ان کے گھروں میں واقع ہونے والے واقعات کے متعلق آگاہ کرتے کہ تم لوگ گھر میں کیا کرتے ہو، کیا کھاتے ہو؟ تم نے اپنے گھروں میں کیا چیزیں ذخیرہ کر رکھی ہیں۔ مگر یہ سب کچھ باذن اللہ کیا کرتے تھے۔ بنابرایں مخلوق اور خالق کے علم میں بڑا واضح فرق ہے۔ خالق کا علم ذاتی اور ازلی ہوتا ہے، جبکہ مخلوق کا علم عرضی اور خدا کے اذن سے ہوتا ہے۔

ہم امامِ زمانہؑ اور بقیہ ائمہ اطہار علیہم السلام کا جزئی اور کُلی اُمور سے آگاہی کے متعلق اور انفرادی نوعیت کے حادثات و واقعات اور اُن کے تکوینی علم کے بارے میں دو لحاظ سے بحث کریں گے۔ کیا ایسا علم ممکن ہے۔ اس علم کا مرحلہ فعلیت پر موجود ہونا کہ آیا ایسا علم بالفعل موجود ہے؟

سب سے پہلے عرض ہے کہ خدا کے اِذن و رضا سے ایسا علم بالکل ممکن ہے۔ ان ذواتِ مقدسہ کے لیے یہ سب کچھ ممکن ہے۔ چونکہ یہاں کوئی عقلی مانع یا رکاوٹ موجود نہیں ہے کہ ائمہ اطہار علیہم السلام، انبیائے کرام علیہم السلام اور اوصیائے ذوی الاحترام کا ایسا علم ان کے برگزیدہ ہونے اور تمام علوم میں اُن کی مہارت اور دسترس قدرتِ خدا کی نشاندہی کرتی ہے کہ اگر ان ہستیوں کا علم ایسا ہے تو پھر اس لامحدود علم کے مالک پروردگار کا علم کیا ہوگا اور اس کی بے کراں قدرت کتنی عظیم ہوگی؟ ہر چیز کے بارے میں ان کا علم ممکن ہے۔

جہاں تک فعلیت کی بات ہے تو یہ بحث دو طرح سے ہوگی:

۱ ان ہستیوں کو اَحکام اور رہبری و امامت سے متعلقہ موضوعات کا علم ہوتا ہے۔ یہ چیز قطعی علم کے ذریعے ثابت ہے۔ جہالت تو ایک نقص (عیب) ہے۔ اس نقص کی موجودگی قاعدۂ لطف کے بھی خلاف ہے۔ اس سے اَحکام کی تشریع بھی ادھوری رہ جاتی ہے۔ نیز ولایت اُولی الامر بھی اُدھوری ہوجاتی ہے۔

۲ ائمہ اطہار علیہم السلام دوسرے موضوعات کے بارے میں جیسے شیعوں کے حالات سے آگاہی، اُن کے اعمال، کردار، گفتار سے آگاہی ان توسلات اور زیارات وغیرہ سے آگاہی

اس سلسلے میں سب سے بہترین چیز (دلیل) وہ روایات ہیں جو اس بارے میں نقل کی گئی ہیں۔
ان روایات میں ہر سوال کا بڑا مناسب اور قانع کنندہ جواب موجود ہے۔

ائمہ اطہار علیہم السلام کے علم کے بارے میں اُصولِ کافی، ج ۱ میں مختلف عناوین کے ذیل میں کئی قسم کی روایات موجود ہیں۔ ہم ان کو چار حصوں میں تقسیم کر رہے ہیں:

۱. وہ روایات جو اُن کے علمِ فعلی بالفعل موجود علم (یعنی جو ان کے پاس اس وقت ہے) پر دلالت کرتی ہیں۔

۲. یہ روایات بیان کرتی ہیں یہ جو کچھ چاہیں جان لیتے ہیں، یعنی جس چیز کا علم حاصل کرنا چاہیں وہ علم اُنھیں حاصل ہو جاتا ہے۔

ان دو قسموں میں فرق اتنا ہے جتنا کُلی اور جزئی کے درمیان ہوتا ہے۔

پہلی قسم میں اُنھیں مسائل کے کلیات کا علم ہوتا ہے جس کے نتیجے میں اُنھیں زمانے بھر کے حادثات و واقعات کا علم ہوتا ہے۔ دوسری قسم میں اُنھی اُمور کے جزئیات کا علم ہوتا ہے جیسے فلاں شخص سفر سے آرہا ہے، فلاں نے کیا کھایا ہے؟ یا فلاں شخص نے گھر میں کیا ذخیرہ کر رکھا ہے؟ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا اندازہ کرنا یا علم رکھنا تقریباً ناممکن نظر آتا ہے۔

اگر یہ علم ہو بھی تو یہ کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔

۳. وہ روایات ہیں جو اعمال کے اغراض اور پیش کیے جانے کے بارے میں ہیں۔

۴. ان اُمور کی کیفیت کا علم اور آگاہی مراد ہے۔

ہم حصّہ اوّل سے مربوط چند روایات بطورِ نمونہ پیش کر رہے ہیں:

- بَابِ اَنَّ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ هُمُ الْاَئِمَّةِ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۱۳)
- اَنَّ الْاَئِمَّةَ قَدْ اُوْتُوا الْعِلْمِ وَاُثْبِتَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۱۳)
- اَنَّ الْاَئِمَّةَ مَعْدِنُ الْعِلْمِ وَشَجَرَةِ النُّبُوَّةِ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۲۱)
- اَنَّ الْاَئِمَّةَ وَرَثَةُ الْعِلْمِ یَرِثُ بَعْضَهُمْ بَعْضًا الْعِلْمِ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۲۱)
- اَنَّ الْاَئِمَّةَ یَعْلَمُوْنَ جَمِیْعَ الْعُلُوْمِ الَّتِیْ خَرَجَت اِلَی الْمَلَائِکَةِ وَالْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۲۵)

اَنَّ الْاَئِمَّۃَ یَعْلَمُوْنَ عِلمَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَ اِنَّہٗ لَا یَخْفٰی عَلَیْھِمُ الشَّیءُ صَلَوَاتُ اللہ عَلَیْھِمْ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۶۰)

جبکہ روایات کا دوسرا حصّہ اس علم کے متعلق ہے جس کا وہ ارادہ کرتے ہیں:

بَابَ اَنَّ الْاَئِمَّۃَ اِذَا شَاؤُوا اَنْ یَعْلَمُوا عَلِمُوا (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۵۸)

ثقۃ الاسلام محدثِ عظیم علامہ کلینی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ذریعے اَبی الربیع الشامی سے نقل کیا ہے حضرت ابا عبداللہؑ نے فرمایا:

اِنَّ الْاِمَامَ اِذَا شَاءَ اَنْ یَعْلَمَ عُلِّمَ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۵۸)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اگر امامؑ کسی چیز کے متعلق جاننا چاہے تو اُسے جان لیتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں یوں ارشاد ہو رہا ہے: حضرت اَبِي عبيدة المدائنی نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے:

قَالَ: اِذَا اَرَادَ الْاِمَامُ اَنْ یَّعلَمَ شَیْئًا أَعْلَمَہُ اللہُ ذٰلِکَ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۵۸)

"امامؑ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے کہ اُسے جانے تو خداوند علیم اُسے اس چیز کا علم عطا کر دیتا ہے"۔

جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ہے روایات کے دستۂ اوّل (جو بیان کرتی ہیں کہ ان کے علم فعلی پر) اور دستہ دوم (وہ روایات جو دلالت کرتی ہیں ائمہؑ کے ارادے اور چاہنے پر) ان دونوں قسموں کے درمیان کوئی تضاد اور ٹکراؤ نہیں ہے۔

جبکہ روایات کا حصّہ سوم: وہ روایات ہیں جو اعمال کے پیش کیے جانے پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ عنوان ہے: بَابُ عَرْضِ الْاَعْمَالُ عَلَی النَّبِیِّ وَالْاَئِمَّۃِ (اصولِ کافی، ج ۱، ص ۲۱۹)

جنابِ کلینیؒ نے اپنی اسناد کے ذریعے حضرت ابوبصیرؓ سے روایت نقل کی ہے:

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللہِ قَالَ، تَعرِضُ الْاَعْمَالُ عَلٰی رَسُوْلَ اللہِ اَعْمَالُ الْعِبَادِ کُلَّ صَبَاحٍ اَبْرَارِھَا وَفُجَّارُھَا فَاحذَرُوْھَا وَھُوَ قَوْلُ اللہِ

تعالیٰ ﴿اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ﴾ وسکت (سورۂ توبہ: آیت ۱۰۵)

یعنی آپؑ نے آیت مکمل نہیں پڑھی اور لفظ (وَ الْمُؤْمِنُوْنَ) کو چھوڑ گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے آپؑ انکار کر رہے ہوں کہ ائمہؑ کے سامنے اعمال پیش نہیں کیے جاتے۔

ایک دوسری روایت میں حضرت یعقوب بن شعیب سے منقول ہے:

قال: سألت ابا عبدالله عن قول الله ﴿اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ قال هم الائمة:

"حضرت یعقوب بن شعیب کہتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا اس آیت (اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللهُ عَمَلَكُمْ وَ رَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ) عمل کرو (جو چاہتے ہو) بہت جلد اللہ، اس کا رسولؐ اور مومنین تمہارے عمل کو دیکھیں گے"۔

آپؑ نے فرمایا: مومنوں سے مراد ائمہ علیہم السلام ہیں۔

اسی باب میں مرحوم کلینیؒ سے ایک دوسری روایت بھی نقل کی گئی ہے۔ جبکہ حصہ چہارم جس کا عنوان ہے: باب جهات علوم الائمة (اصولِ کافی، ج ا، ص ۲۶۴)

اُمور اور اشیاء کے متعلق ائمہ اطہار علیہم السلام کو کس طرح علم حاصل ہوتا ہے اس بارے میں اُصولِ کافی میں اس طرح روایت نقل کی گئی ہے:

عَلَى السَّائِي عَنْ اَبِي الْحَسَنِ الْاَوَّلِ مُوْسٰى قَالَ، قَالَ مَبْلَغُ عِلْمِنَا عَلٰى ثَلَاثَةِ وُجُوْهٍ مَاضٍ وَغَابِرٍ وَحَادِثٍ فَمَا الْمَاضِي فَمُفَسَّرٌ وَاَمَّا الْغَابِرُ فَمَزْبُوْرٌ ﴿مَكْتُوْبٌ﴾ وَاَمَّا الْحَادِثُ فَقَذْفٌ فِي الْقُلُوْبِ وَنَقْرٌ فِي الْاَسْمَاعِ وَهُوَ اَفْضَلُ عِلْمِنَا وَلَا نَبِيَّ بَعْدَ نَبِيِّنَا (اصولِ کافی، ج ا، ص ۲۶۴)

"حضرت امام موسیٰ ابن جعفر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: ہمارے علوم کی تین قسمیں ہیں: گذشتہ، آئندہ اور حال کا علم۔ گذشتہ کا علم تفسیر شدہ ہے

جبکہ آیندہ کا علم تحریر شدہ ہے جبکہ حال کے حالات و واقعات اور حادثات کا علم الہام کی صورت میں ہمارے قلوب کے اندر یا پھر کانوں کے ذریعے ہمیں سنا دیا جاتا ہے۔ یہ ہمارے علم کا سب سے بہترین حصّہ ہے۔ چونکہ ہمارے نبیؐ کے بعد پھر کوئی نبی نہیں آئے گا"۔

یہ سب سے آخر والا جملہ کہ ہمارے نبیؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، یہ اس وہم اور گمان کو دُور کرنے کے لیے ہے اُن کے قلوب میں الہام یا پھر بذریعہ کانوں کے سننا وغیرہ یہ نبی ہونے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق صرف اور صرف علمِ امامؑ سے ہے۔

ایک دوسری روایت مرحوم کلینیؒ نے مفضل بن عمر سے نقل کی ہے، دونوں کا مضمون بہت ملتا جلتا ہے۔

قَالَ قُلْتُ لِاَبِي الْحَسَنِ رَوَيْنَا عَنْ اَبِي عَبدِاللهِ اِنَّهُ قَالَ اِنَّ عِلْمَنَا غَابِرٌ وَمَزْبُوْرٌ وَنَكْتٌ فِي الْقُلُوْبِ وَنَقْرٌ فِي الْاَسْمَاعِ فَقَالَ اَمَّا الْغَابِرُ

یہاں لفظ غابر بمعنی ماضی استعمال ہو رہا ہے۔ یہ اضداد میں سے ہے جس کا اطلاق ماضی اور آنے والے زمانے پر برابر ہوتا ہے۔

فَمَا تَقَدَّمَ مِن عِلْمِنَا وَاَمَّا الْمَزْبُوْرُ فَمَا يَاتِيْنَا وَاَمَّا النَّكْتُ فِي الْقُلُوْبِ فَالِهَامٌ وَاَمَّا النَّقْرُ فِي الْاَسْمَاعِ فَأمر مَلَك (اصول کافی: ج ۱، ص ۲۶۴)

یہ روایت پہلے والی روایت کے ساتھ بالکل ملتی ہے۔ مضمون کے لحاظ سے صرف یہاں یہ تصریح کی جارہی ہے جو کچھ سنا جاتا ہے وہ ملائکہ کے ذریعے سنا جاتا ہے۔

ائمہ اطہار علیہم السلام کو حوادثِ روزگار اور جزئیات اپنے شیعوں کے اندازِ توسّل، اُن کی آئمہ اطہار علیہم السلام کے متعلق اظہارِ عقیدت وغیرہ کا علم حاصل ہوتا ہے اور اس سلسلے میں تمام دروازے بالکل کھلے ہیں۔ کسی قسم کی مایوسی اور پریشانی نہیں ہے۔

ہماری دلیل ائمہ اطہار علیہم السلام کے اپنے ارشادات ہیں۔ بنابرایں امامِ زمانہ علیہ السلام اپنے شیعوں کے حالات سے آگاہ ہیں۔ ان کی داد و فریاد، دُعا و مناجات اور دُکھ و مصائب کا مکمل علم

رکھتے ہیں اور ہر سوال کا جواب بھی دیتے ہیں۔ البتہ اس کی اپنی شرائط ہیں۔ علمِ امامؑ کے متعلق روایات پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم یقین اور قطع کے ساتھ اپنے امامؑ سے رابطہ کریں۔ اس سلسلے میں کسی قسم کے شک وتردّد کا ہرگز شکار نہ ہوں۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے توسّل، دُعا ومناجات کرنے کا آپؑ پر بھی کوئی اثر ہوتا ہے؟

آپؑ ہمارے توسّل اور داد وفریاد کے سبب ہم سے رابطہ کرتے ہیں یا نہیں؟ ہم اس وہم کا یہ جواب دیں گے کہ قطعی الصدور روایات اور اُن کا مضمون گواہ ہے کہ ہم آیت کریمہ اور ارشاداتِ امامؑ کی روشنی میں بہترین دلیل پیش کرسکتے ہیں۔ آپؑ ہمارے حالات اور مشکلات و مسائل سے غائب ہونے کے باوجود آگاہ ہیں۔

اَللّٰھُمَّ عَجِّلْ فَرَجَہُ وَسَھِّلْ مَخْرَجَہُ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَنْصَارِہٖ وَأَعْوَانِہٖ

دیدارِ امامؑ

سوال: کیا زمانہ غیبت میں امام مہدی علیہ السلام کا دیدار ممکن ہے؟ جبکہ آپؑ نے اپنے آخری نائب خاص (علی بن محمد سمریؒ، متوفی ۳۲۹ھ ق) کے نام توقیع میں ارشاد فرمایا:

اس کے بعد جو میرے دیدار کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا اور کذاب ہے۔

توقیع مبارک یہ ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، يَاعَلِي بنَ مُحَمَّد السمرى أَعْظَمَ اللهُ اَجْرَ اِخْوَانِكَ فِيْكَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ مَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ سِتَّةَ اَيَّامٍ فَاجْمَعْ أَمرَكَ وَلَا تُوصِ اِلٰى اَحَدٍ يَقُوْمُ مَقَامَكَ بَعْدَ وَفَاتِكَ فَقَدْ وَقَعَتِ الْغَيْبَةُ الثَّانِيَةُ ﴿التَّامَةُ﴾ فَلَا ظُهُوْرَ اِلَّا بَعْدَ اِذْنِ اللهِ وَذٰلِكَ بَعْدَ طُولِ الْاَمَدِ وَقَسْوَةِ الْقُلُوْبِ وَامْتَلَا الْاَرْضِ جَوْرًا وَسَيَأتِيَ الاَفَمَنْ اِدَّعٰى الْمُشَاهَدَةَ قَبْلَ خُرُوْجِ السُّفْيَانِي وَالصَّيْحَةُ فَهُوَ كَاذِبٌ مُفْتَرٍ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

"خداوند کریم کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔ اے علی بن محمد سمری! خدا تمہارے بھائیوں کو تمہارے غم اور عزا کا اجر عطا فرمائے۔ آج سے چھٹے دن کے بعد تمہاری موت واقع ہوجائے گی۔ اپنے ضروری اُمور نمٹا لو اور اپنے بعد کسی کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی وصیت نہ کرنا۔ چونکہ غیبت کے دوسرے حصّے کا آغاز ہو رہا ہے۔ اس کے بعد اب ظہور ختم ہوا۔ صرف حکمِ خدا سے ہی ایسے ہوگا۔ وہ بھی طویل مدت کے بعد جس سے دل تھک جائیں گے۔ زمین ظلم و ستم سے بھر جائے گی۔ میرے شیعوں میں بھی

اِکا دُکا ایسے افراد موجود ہوں گے جو میرے دیدار کا دعویٰ کریں گے۔ آگاہ رہو، جو شخص بھی سفیانی کے خروج اور صیحۂ آسمانی سے قبل میری ملاقات اور دیدار کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے اور تہمت لگا رہا ہے۔ کوئی حول اور قوت خداوند کریم کے عظیم ارادے کے علاوہ نہیں ہے"۔ (1)

اس خط یا توقیع مبارک میں آپؑ نے بڑی سختی سے اپنے دیدار کی نفی فرمائی ہے، جب کہ دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ بڑے بڑے بزرگ علماء، آپؑ کی ملاقات اور دیدار کے دعویدار ہیں۔ اس بارے میں باقاعدہ کتب تحریر کی گئی ہیں جن میں بڑی تفصیل سے داستانیں ذکر ہیں۔

جواب: اس توقیع شریف کو شیخ صدوقؒ (متوفی ۳۸۱ھ ق) نے ابو محمد حسن بن احمد مکتّب نامی شخص سے نقل کیا ہے۔ وہ یوں بیان کرتا ہے:

جس سال شیخ علی بن محمد سمریؒ نے وفات پائی میں مدینۃ السلام (بغداد) میں تھا۔ اُن کی وفات سے چند دن پہلے میں آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میری موجودگی میں اُنھوں نے لوگوں کے سامنے توقیع شریف پیش کی (جو گذشتہ صفحے پر درج ہے)۔

اس کے علاوہ دوسری کتب میں بھی شیخ صدوقؒ سے یہ توقیع شریف بالواسطہ یا بلاواسطہ نقل ہوئی ہے۔ یہ توقیع سند کے لحاظ سے ضعیف قرار دی گئی ہے۔ چونکہ شیخ صدوقؒ اور شیخ علی بن محمد سمریؒ کے درمیان واسطہ (ابو محمد حسن بن احمد مکتّب) ہے۔

اس شخص کا تذکرہ مشائخ رجال کی چار بڑی کتب (رجال نجاشی، رجال کشی، رجال شیخ طوسیؒ اور فہرست شیخ طوسیؒ) میں کہیں نہیں ملتا۔ انھوں نے اس کا تذکرہ بالکل نہیں کیا ہے۔ ہاں متاخرین کی کتب رجال (معجم رجال الحدیث، تالیف استادِ معظم آیت اللہ العظمیٰ، تحت شمارہ ۲۷۱۸) میں اس کا نام ذکر کیا گیا ہے اور اُنھوں نے اُسے شیخ صدوقؒ کے مشائخ میں شمار کیا ہے۔

چونکہ شیخ صدوقؒ نے کتاب کمال الدین (باب ۴۹، حدیث ۴۱) میں ان کا نام ذکر

---

(1) کمال الدین وتمام النعمۃ، ج ۲، ص ۵۱۶۔ شیخ صدوق، مطبوعہ جامعہ مدرسین قم۔ کتاب الغیبۃ، شیخ طوسی، ص ۳۹۵۔ المعارف الاسلامیہ قم۔ بحار الانوار: ج ۵۱، ص ۳۶۱، ج ۵۲، ص ۱۵۱، چاپ تہران

کرنے کے بعد لکھا ہے (غفر اللہ یا رحمۃ اللہ علیہ) اس طرح اس کی توثیق فرمائی ہے۔

بہر حال اس توقیع شریف کے متن پر تمام بزرگ شیعہ علماء کا اتفاق ہے مگر اصل بحث اس توقیع مبارک کی دلالت کے بارے میں ہے۔ کیا آپؑ نے مطلق نفی فرما دی ہے کہ میرا دیدار ہو ہی نہیں سکتا یا پھر جس وقت حاضر ہو تو دوسرے ائمہ اطہار علیہم السلام کی مثل لوگ آپؑ کے دیدار سے شرف یاب ہو سکتے ہیں۔ یعنی اس بارے میں لوگوں کو اختیار حاصل ہے، کہ جو شخص چاہے اپنے ارادے اور اختیار سے آپؑ کی زیارت کر سکتا ہے۔ نفیٔ دیدار جیسا کہ مشہور ہے کہ لوگوں کی خواہش پر زیارت ہو سکتی ہے نہ کہ آپؑ کی خواہش پر۔ یعنی یہاں لوگوں کے دیدار کی نفی کی گئی ہے نہ کہ امامؑ کی۔ پس یہ توقیع دلالت کر رہی ہے کہ آپؑ کے ارادے اور اذن سے ملاقات اور زیارت ہو سکتی ہے نہ کہ لوگوں کے اشتیاق پر۔ غیبت صغریٰ اور کبریٰ میں یہی تو فرق ہے یا پھر آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ظہور اور غیبت میں فرق ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ توقیع شریف میں نفی کی گئی ہے کہ دو طرفہ دیدار جس میں دیدار کرنے والے نیابتِ خاصہ کے دعویدار بن جائیں، کی نفی کی گئی ہے۔ ایسا دعویٰ کرنے والے جھوٹے اور کاذب ہیں نہ کہ صرف چہرۂ انور کی زیارت کی نفی کی گئی ہے کہ کوئی بھی مشتاقِ نور یہ سعادت حاصل نہیں کر سکتا۔ جیسے علما، صلحا، بزرگان، عابد و زاہد افراد حدِ تواتر کے ساتھ اپنی آنکھوں کو نُورِ عزیز زہراؑ سے منور کرتے چلے آئے ہیں۔ بعض نے پہچان کر زیارت کی سعادت حاصل کی اور بعض نے نہ پہچانتے ہوئے یہ سعادت حاصل کی۔ آپؑ کی ملاقات کے موضوع پر تحریر کتب میں باقاعدہ اس کا تذکرہ موجود ہے۔ آپ مزید تفصیل کے لیے رجوع کر سکتے ہیں۔ (۱)

امام مہدیؑ کا مسجد الحرام سے ظہور (۲)

بہت ساری احادیث میں ذکر ہوا ہے کہ امامِ زمانہؑ مسجد الحرام میں رکن اور مقام کے

---

(۱) مثال کے طور پر کتاب النجم الثاقب، باب ہفتم واثبات الہداۃ، ص ۷۰۲، باب ۳۳، منتہی الآمال، ج ۲، ص ۸۰۳ اور ۸۰۵۔ کتاب عبقری الحسان اور دوسری کتب موجود ہیں۔

(۲) منتخب الاثر: ص ۴۶۳، بحار الانوار: ج ۵۲، ص ۲۷۹، بعض احادیث میں قیام امامِ زمانہؑ کو روزِ عاشورہ بیان کیا گیا ہے۔

درمیان ظہور کریں گے۔ آپؑ اسی مقدس جگہ سے اس جہاں کو اپنا پہلا پیغام سنائیں گے۔ چونکہ یہ جگہ انبیاءؑ کی عبادت گاہ، مسلمانوں کا قبلہ اور وحی و توحید کی چھاؤنی ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے بت شکن رسولؑ، امامؑ اور نبیؑ نے تعمیر کیا ہے۔ اسی جگہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کی بنیاد رکھی۔ اسی جگہ سے امامِ زمانہ علیہ السلام بھی ظہور فرمائیں گے تاکہ فراموش ہو جانے والے اسلام کی اَز سرِ نو تجدید کی جا سکے۔

امام مہدی علیہ السلام کا مسجد الحرام سے پیغام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ایک حدیث کے ضمن میں امام مہدی علیہ السلام کے پہلے پیغام کے بارے میں فرماتے ہیں:

وَالْقَائِمِ یَوْمَئِذٍ بِمَكَّةَ قَدْ أَسْنَدَ ظَهْرَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْحَرَامِ مُسْتَجِيْرًا فَيُنَادِي: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَنَا نَسْتَنْصِرُكُمْ وَمَنْ أَجَابَنَا مِنَ النَّاسِ وَأَنَا أَهْلُ الْبَيْتِ نَبِيِّكُمْ مُحَمَّدٍ..... وَنَحْنُ أَوْلَى النَّاسِ بِاللّٰهِ وَبِمُحَمَّدٍ فَمَنْ حَاجَنِي فِي آدَمَ فَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِآدَمَ وَمَنْ حَاجَنِي فِي نُوحٍ فَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِنُوحٍ وَمَنْ حَاجَنِي فِي إِبْرَاهِيمَ فَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ وَمَنْ حَاجَنِي فِي مُحَمَّدٍ فَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِمُحَمَّدٍ وَمَنْ حَاجَنِي بِالنَّبِيِّينَ فَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِالنَّبِيِّينَ أَلَيْسَ اللّٰهُ يَقُولُ فِي مُحْكَمِ كِتَابِهِ: إِنَّ اللّٰهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ (آل عمران: آیت ۳۴) فَأَنَا بَقِيَّةُ اللّٰهِ مِنْ آدَمَ وَذَخِيرَةٌ مِنْ نُوحٍ وَمُصْطَفًى مِنْ إِبْرَاهِيمَ وَصِفْوَةٌ مِنْ مُحَمَّدٍ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)۔

أَلَا وَمَنْ حَاجَنِي فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِكِتَابِ اللّٰهِ أَلَا وَمَنْ حَاجَنِي فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ فَأَنَا أَوْلَى النَّاسِ بِسُنَّةِ رَسُولِ اللّٰهِ فَأَنْشُدُ اللّٰهَ مَنْ سَمِعَ كَلَامِي الْيَوْمَ لَمَّا بَلَّغَ مِنْكُمُ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ وَأَسْأَلُكُمْ بِحَقِّ اللّٰهِ وَبِحَقِّ رَسُولِهِ وَبِحَقِّي فَإِنَّ لِي عَلَيْكُمْ حَقَّ الْقُرْبَىٰ مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ إِلَّا أَعَنْتُمُونَا وَمَنَعْتُمُونَا مِمَّنْ يَظْلِمُنَا فَقَدْ أُخِفْنَا

وَظُلِمْنَا وَطُرِدْنَا مِن دِيَارِنَا وَاَبْنَائِنَا وَبُغِيَ عَلَيْنَا وَدُفِعْنَا عَنْ حَقِّنَا فَافْتَرٰى اَهلَ الْبَاطِلِ عَلَيْنَا فَاللّٰهِ اللّٰهُ فِيْنَا لَا تَخْذِلُوْنَا وَانْصُرُوْنَا يَنْصُرُكُمُ اللّٰهُ.....

"اُس دن قائمؑ مکہ میں موجود ہوں گے۔ آپؑ نے اپنی پشت خانہ کعبہ کے ساتھ لگائی ہوئی ہوگی۔ گویا خدا کی پناہ میں ہوں گے، تب بلند آواز سے پکاریں گے: اے لوگو! ہم نے تم سے مدد اور نصرت طلب کی، جو بھی ہماری مدد کرے گا اُسے معلوم ہونا چاہیے کہ ہم تمھارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اہلِ بیتؑ ہیں۔

ہم خدا اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سب سے زیادہ نزدیک ہیں۔ اگر کوئی مجھ سے آدم علیہ السلام کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے۔ جان لو کہ میں دوسروں سے زیادہ آدمؑ کے نزدیک ہوں۔ اور جو حضرت نوح علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کرنا چاہے تو یاد رکھے کہ میں تم سب سے زیادہ نوحؑ کے نزدیک ہوں۔ اگر کوئی ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا ہے تو یاد رکھے کہ میں سب سے زیادہ ابراہیمؑ کے نزدیک ہوں۔ اگر کوئی مجھ سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق گفتگو کرنا چاہے تو آئے مَیں ساری دنیا سے زیادہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نزدیک ہوں۔ کیا خداوندکریم نے اپنی محکم کتاب میں ارشاد نہیں فرمایا:

خدا نے آدمؑ، نوحؑ، آلِ ابراہیمؑ، آلِ عمرانؑ کو عالمین پر چُن لیا ہے؟ نسل دَر نسل، خدا سننے والا اور دانا بھی ہے۔ مَیں آدمؑ کی باقیات میں سے ہوں۔ مَیں منتخب شدہ نوحؑ کا ذخیرہ ہوں۔ مَیں ابراہیمؑ کا چُنا ہوا ہوں۔ مَیں حضرت محمد مصطفیٰؐ کا خلاصہ ہوں۔

آگاہ رہو! جو شخص مجھ سے کتابِ خدا (قرآن) کے بارے میں سوال کرنا چاہے مَیں قرآن کے سب سے زیادہ نزدیک ہوں۔ آگاہ رہو! اگر کوئی

سنتِ رسولؐ کی بابت سوال کرنا چاہتا ہے تو میں سنتِ رسولؐ کے سب سے زیادہ قریب ہوں۔ میں تمھیں تمھارے رب اور اس کے رسولؐ اور اپنی قسم دیتا ہوں مجھے تم پر پیغمبرؐ کی قرابت کا حق حاصل ہے۔ میری مدد اور نصرت کرو۔ دشمنوں اور ظالموں کو مجھ سے دُور رکھو۔ ہمارے دشمنوں نے ہمیں ڈرایا ہے اور ہم پر ظلم کیا ہے۔ اُنھوں نے ہمیں اور ہماری اولاد کو بے گھر کیا اور ہم پر ظلم وستم کیا اور ہمارے حق کو چھین لیا۔ اہلِ باطل نے ہم پر افترا باندھے۔ خدارا! خدارا! ہمیں تنہا مت چھوڑو، ہماری مدد کرو، خدا تمھاری مدد کرے گا"۔

یہ تھا خانہ کعبہ سے حضرت بقیۃ اللہ الاعظمؑ کا پہلا پیغام!

یہ بات بڑی واضح ہے کہ انسانیت پہلے دن سے ہی عدالت کے تحقق اور اُس کے حصول کے لیے کمربستہ ہے۔ اس کی ہمیشہ سے آرزو تھی اور رہے گی کہ زندگی کے تمام شعبوں میں عدالت ہونی چاہیے۔ انفرادی اور اجتماعی لحاظ سے بھی ایسی عدالت جو ہر فرد اور ہر طبقے میں باقاعدہ محسوس کی جائے۔ انسان ہمیشہ سے ایسے رہنما کی جستجو میں ہیں، جو عدل قائم کرسکے۔ لوگوں کے جملہ اُمور کو اپنے ہاتھ میں لے کر اُنھیں ظلم وبربریت سے نجات دے۔ مگر آج تک یہ خواہش لاحاصل رہی ہے۔ انسانوں نے اسے عملی جامہ پہنانے کے لیے خاک تو چھانی مگر حاصل کچھ نہیں ہوا۔ بلکہ صنعتی ترقی اور اسلحہ کی دوڑ کے سبب سلاطین واُمراء کے غرور وتکبر میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ انسانیت کی پیشانی پر ظلم کا داغ بڑھتا چلا گیا۔ انسانیت مادی خواہشات کا تعاقب کرتی چلی گئی، جس کے نتیجے میں ظلم اور بے عدالتی کا نظام رائج ہوتا چلا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انسانی معاشروں کے تمام طبقات پر ظلم اور بے عدالتی کا راج ہوتا چلا گیا۔

اگرچہ انبیاءؑ کی اپنے مقام پر یہ کوشش رہی ہے کہ ظلم وستم کا راستہ روکا جائے مگر انسانی غرائز کا اس قدر طوفان بپا تھا جو اپنے سامنے سے ہر چیز بہا کر لے گیا بلکہ وہ تو الٰہی بند بھی توڑ کر لے گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دنیا بھر میں ظلم وستم بڑھتا چلا گیا۔ انبیاءؑ کی دعوت اپنا اثر کم کرتی چلی گئیں۔ یہ انسانیت ہر روش، ہر طریقہ، ہر مکتب اور ہر نظام سے بالآخر مایوس ہو جائے گی۔

اس دوران الٰہی قضا اور الٰہی تحریک ایک ایسے فرد کے سپرد کی جائے جس کے وجود میں تمام انبیاءؑ کا خلاصہ اور نچوڑ سمٹ آئے۔ ان کی کوششیں دُکھ، اَلم، سب کو ثمرآور ہو جائیں۔ یہ سب کچھ امام مہدی موعودؑ کے مبارک وجود کی صورت میں ہی ہو سکتا ہے۔ جن کا تعلق خیر البشر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نسل سے ہے۔ اس وقت خدا کی طرف سے طے شدہ، غیبت کا منصوبہ اپنے اختتام کو پہنچے گا۔ کثیر تعداد میں آزمائشیں اپنے اجر کے مرحلے پر پہنچ جائیں گی۔ مومن اور خود کو مٹانے والوں کو اجر ملے گا۔ وہ حق و عدالت قائم کرنے کی خاطر جہاد کریں گے۔ دوسری طرف انسانیت تہذیب و تمدن کی رنگینیوں میں کھوئی ہوئی ہوگی۔ وہ اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے مختلف قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہوئے ظلم و ستم کو بڑھاتی چلی جائے گی۔ تب فلسفی، سیاسی اور اقتصادی مکاتب اپنی افادیت کھو دیں گے۔ ان کی نارسائی ہر طرف مشہور ہو جائے گی۔ وہ معنویات اور راہِ نجات کو تلاش کرتے پھریں گے۔ اس عالم میں پھر غیبت کے جواز پر کوئی دلیل باقی نہیں رہے گی۔ یوں عالمِ بشریت کا نجات دہندہ جلوہ گر ہو کر قیام کرے گا۔ خدائی احکام صادر ہوں گے۔ معاشرے کا پسا ہوا مظلوم طبقہ آپؑ کی نصرت کے لیے اُٹھ کھڑا ہوگا۔ وہ اپنی جان تک نچھاور کرنے کے لیے آمادہ ہوں گے۔ اگرچہ ابتداء میں ان کی تعداد کم ہوگی مگر وہ طاقت، عزم اور حوصلے کے لحاظ سے کسی سے کم نہیں ہوں گے۔ دوسری طرف سارا جہاں دینِ حق کی فتح و کامرانی کی اُمید اور حق و عدالت کے چھا جانے کا منتظر ہو جائے گا۔ ایسی تیاری نظر آئے جو سابقہ انبیاءؑ کے اَدوار میں بھی نظر نہیں آئی تھی۔ تب امام مہدی موعود علیہ السلام قیام کریں گے۔ وہ انبیاءؑ کی زحمتوں، کوششوں، دُکھوں اور مصائب کو نتیجہ خیز بنائیں گے، جو پورے جہاں پر چھا جائیں گی۔ اسی موقع پر جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیا جائے گا جس کے نتیجے میں دینِ اسلام کامیاب اور کامران ٹھہرے گا۔ یہ جہاد انسانیت کو ظلم سے نجات دلانے کی خاطر ہوگا۔ چونکہ اس جہاد کے تمام مقدمات آمادہ ہوں گے۔ اس لیے یہ حتمی ہے جس طرح نبی کریم ﷺ اور آپؐ کے جانثاروں نے اسلام کی سربلندی کے لیے جہاد کیا تھا اور لوگوں کو ظلم و ستم سے نجات دلائی تھی۔

انھی دلائل کی بنیاد پر امام مہدیؑ بھی جہاد کریں گے۔ آپؑ کے جانثار اس سارے

کرۂ ارض پر جہاد کی غرض سے پھیل جائیں گے اور دینِ اسلام اور آئینِ حق کو دنیا کے کونے کونے تک پھیلا دیں گے تا کہ پروردگار کا وعدہ پورا ہوجائے اور فعلیت کے مرحلے پر پہنچ جائے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ (سورۂ نور: آیت ۵۵)

''تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ہیں اللہ نے اُن سے وعدہ کر رکھا ہے کہ اُنھیں زمین میں اس طرح جانشین ضرور بنائے گا جس طرح اُن سے پہلوں کو جانشین بنایا''۔

امام مہدی علیہ السلام کعبہ کی دیوار سے اپنی پشت لگا کر کھڑے ہوں گے اور سارے جہان کو مخاطب کر کے بلند آواز سے کہیں گے: ''میں آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ اور محمد مصطفیٰؐ کا نمائندہ ہوں۔ اگر وہ ہستیاں انسانوں کو اُن کے کمالِ مطلق تک نہیں پہنچا سکیں تو اب مَیں ان کا نمائندہ بن کر آیا ہوں تا کہ انسانیت کو اس کے کمالِ مطلق تک پہنچاؤں۔ ایک معصوم معاشرے کو معرضِ وجود میں لاؤں گا۔ میں اس آسمانی رہبری کے لیے دوسروں سے زیادہ حق دار ہوں۔

فَمَنْ حَاجَّنِيْ فِيْ اٰدَمَ فَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِاٰدَمَ

''اگر کوئی آدمؑ کی جانشینی کے بارے میں مجھ سے گفتگو کرنا چاہتا ہے تو سن لے میں اُن کے سب سے زیادہ نزدیک ہوں''۔

وَمَنْ حَاجَّنِيْ فِيْ نُوْحٍ فَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِنُوْحٍ

''اور اگر کوئی مجھ سے نوحؑ کی جانشینی کی بات کرنا چاہتا ہے تو میں نوحؑ کے دوسروں سے زیادہ قریب ہوں''۔

وَمَنْ حَاجَّنِيْ فِيْ اِبْرَاهِيْمَ فَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرَاهِيْمَ

''اور اگر کوئی مجھ سے ابراہیمؑ کی جانشینی کے بارے میں بات کرنا چاہتا ہے تو سنو! مَیں دوسروں کی نسبت ابراہیمؑ کے زیادہ قریب ہوں''۔

وَمَنْ حَاجَّنِيْ فِيْ مُحَمَّدٍ فَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِمُحَمَّدٍ

"اور اگر کوئی مجھ سے حضرت محمد مصطفیٰؐ کی جانشینی کے بارے میں بحث کرنا چاہتا ہے تو سنے کہ مَیں دوسروں کی نسبت اُن کے زیادہ قریب ہوں"۔

وَمَنْ حَاجَّنِی فِی النَّبِیِّیْنَ فَاَنَا اَوْلَی النَّاسِ بِالنَّبِیِّیْنَ

"اور اگر کوئی مجھ سے انبیاءؑ کی جانشینی کے بارے میں بحث کرنا چاہتا ہے تو سنو! مَیں دوسروں کی نسبت اُن انبیاءؑ کے زیادہ قریب ہوں"۔

اس ساری بحث سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ آپؑ انبیاء ماسبق کی یادگار (نشانی) ہیں۔ آپؑ نے یہ قطعی ارادہ فرما رکھا تھا کہ مَیں انبیاءؑ کے اہداف کو مکمل طریقے سے نافذ کروں گا۔ اس جہان کو ظلم و ستم سے نجات دلاتے ہوئے محمدؐ و آلِ محمدؐ کی حکومت قائم کروں گا۔

آپؑ نے اپنے فرامین میں ارشاد فرمایا:

فَقَدْ اُخِفْنَا وَظُلِمْنَا وَطُرِدْنَا مِن دِیَارِنَا وَاَبْنَائِنَا وَبُغِیَ عَلَیْنَا وَدُفِعْنَا عَنْ حَقِّنَا فَافْتَرٰی اَھلَ الْبَاطِلِ عَلَیْنَا

"ہمیں ڈرایا گیا، ہم پر ظلم کیا گیا، مجھے اور میرے بیٹوں کو بے گھر کر دیا گیا، ہم پر ظلم و ستم کو جائز سمجھا گیا۔ ہم سے ہمارا حق چھینا گیا اور ہم پر نازیبا تہمتیں لگائی گئیں"۔

یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ خدا کے منتخب کردہ رہنماؤں اور ہادیوں پر ظلم کرنا اور اُنھیں معاشرے میں تنہا کر دینا خود معاشرے پر بہت بڑا ظلم ہے۔ چونکہ اس طرح لوگوں کو ان سے فیضِ کسب کرنے سے محروم رکھا جاتا ہے، جیسے امامِ زمانہؑ کو پردۂ غیبت میں جانے پر مجبور کیا گیا اور معاشرے کو اُن کی رہنمائی سے محروم رکھا گیا ہے۔

اس مقام پر ایک نکتے کا تذکرہ ضروری ہے۔ جب امامِ زمانہؑ ظہور فرمائیں گے تو لوگوں کا وظیفہ کیا ہوگا؟ کیا لوگوں کا وظیفہ امامؑ کے ہمراہ قیام کرنا اور اُن کی پیروی کرنا ہے یا خاموش رہیں اور اپنے کو الگ تھلگ رکھیں؟

قیام کے دوران لوگوں کا وظیفہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ حکومت کی تشکیل لوگوں کے ساتھ مل کر ہی ممکن ہوگی۔ اگر

لوگ آپؑ کا ساتھ نہ دیں تو امامؑ ظالموں، ڈاکوؤں اور استعمار پر غلبہ نہیں پاسکیں گے تبھی تو اپنے قیام کے ساتھ ہی امامِ زمانہ لوگوں سے مدد و نصرت طلب کریں گے۔

امام علیہ السلام اپنے ایک پیغام میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَأَسْئَلُكُمْ بِحَقِّ اللهِ وَبِحَقِّ رَسُوْلِهٖ وَبِحَقِّيْ فَاِنْ لِيْ عَلَيْكُمْ حَقُّ الْقُرْبٰى مِنْ رَسُوْلِ اللهِ اِلَّا اعنتمُوْنَا وَمَنَعتمُوْنَا مِمَّنْ يَظْلِمُنَا

"اے لوگو! ہم تمہارے اُوپر حق رکھتے ہیں وہ حق قرابت اور اقربا پروری کا ہے جو رسولؐ اللہ کے ساتھ ہے"۔

قرآنِ کریم میں ارشاد ہو رہا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورۂ شوریٰ: آیت ۲۳)

"آپؐ کہہ دیجیے، میں اجر رسالت کا کچھ نہیں مانگتا مگر میرے قرابت داروں سے مودّت کرنا"۔

(اسی حق کی دلیل پر) ہماری نصرت کرو، ہم پر ظلم کرنے والوں سے دُوری اختیار کرو۔

یہاں تک آپؑ نے فرمایا:

فَاللهَ اَللهَ فِيْنَا لَا تَخْذِلُوْنَا وَانْصُرُوْنَا يَنْصُرْكُمُ اللهُ

"خدا کے لیے ہمیں تنہا مت چھوڑو اور ہماری مدد کرو، خدا تمہاری مدد کرے گا"۔

امام مہدیؑ کی حکومت کا پروگرام

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اسلامی حکومت ہے۔ آپؑ کا پروگرام قرآن وسنت والا ہے۔ اسی لیے آپؑ نے اپنے ایک پیغام میں فرمایا:

وَمَنْ حَاجَنِيْ فِيْ كِتَابِ اللهِ فَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِكِتَابِ اللهِ اَلَا وَمَنْ حَاجَنِيْ فِيْ سُنَّةِ رَسُوْلِ اللهِ فَاَنَا اَوْلَى النَّاسِ بِرَسُوْلِ اللهِ

"میں قرآن کی تفسیر اور سنتِ رسولؐ کو لوگوں کے سامنے بہترین شکل میں پیش کروں گا۔ چونکہ میں خدائی تحفہ کے سب سے زیادہ نزدیک ہوں، اور اس ثقلِ الٰہی کو اُٹھانے کے لیے دوسروں سے زیادہ اُولویت رکھتا ہوں"۔

امامِ زمانہؑ کی حکومت کا پروگرام دوسرے نظاموں، سرمایہ دارانہ نظام اور کمیونسٹ وغیرہ سے بالکل شباہت نہیں رکھتا ہے۔ چونکہ یہ ایک ایسا نظام ہے جو مستقل حیثیت رکھتا ہے اور ایسا مکتب ہے جس کا دارومدار صرف اور صرف وحی الٰہی پر ہے۔ اس کے ذریعے اس جہاں میں عدل قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس نظام کے ذریعے انسانی معاشرے کے مختلف شعبوں میں پسے ہوئے طبقات کی مشکلات کو حل کیا جاسکتا ہے۔ یہ سب کچھ تبھی ممکن ہے جب ایک ایسا اسلامی نظام نافذ کیا جائے جو معنوی اور روحانی ہونے کے ساتھ ساتھ وحی الٰہی سے مربوط ہو۔ چونکہ دوسرے نظام اور مادی نظام جو انسانوں کے جعل کردہ ہیں، کے اندر اِن اہداف کو پانے کی صلاحیت نہیں ہوتی جس کے نتیجے میں صرف اُمید اور انتظار باقی رہتا ہے جس سے صرف تشنگی اور طلب بڑھتی ہے۔

اب تک تجربہ بیان کرتا آیا ہے کہ کوئی بھی مادی، شرقی، غربی، مکتب، انسانیت کو راحت فراہم نہیں کر پایا ہے۔ اگر فرض کریں کہ امام زمانہؑ کے ظہور سے قبل اس جہاں میں دوسرے مکاتبِ فکر اور نظام موجود تھے، مگر اُن کے اندر یہی نقص اور عیب پایا جاتا ہے۔ چونکہ وہ جتنے بھی ترقی پسند اور دقیق کیوں نہ ہوں وہ صرف اور صرف جہالت و نادانی اور غرور و تکبر کا مرقع ہیں۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اِن کو انسانی فکر اور عصمت جیسے لوازمات سے دُور رکھا گیا ہے، جب کہ حضرت امامِ زمانہؑ کی حکومت آخری امامؑ کی حکومت ہے جس کی اطاعت لوگوں پر فرض کی گئی ہے۔ یہ طاقت و قدرت کا سرچشمہ ہے۔ اس سے نورانی حکومت تشکیل پائے گی۔

بنابرایں امام مہدی علیہ السلام کی حکومت کے قائم ہوتے ہی ساری حکومتیں اپنا وجود کھو بیٹھیں گی۔ اس بارے میں امام معصومؑ سے روایت منقول ہے:

اِنَّ دَوْلَتَنَا آخِرُ الدُّوَلِ وَلَمْ يَبْقَ اَهْلَ بَيْتٍ لَهُمْ دَوْلَةٌ اِلَّا مَلِكُوا قَبْلَنَا لِئَلَّا يَقُوْلُوْا۔ اِذَا رَأَوْا سِيرَتَنَا اِذَا مَلَكْنَا سِرْنَا بِمِثْلِ سِيرَةِ هٰؤُلَاءِ وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالٰى وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (ارشاد مفید، ص ۳۴۴، اعلام الوریٰ: ص ۴۳۲)

”ہماری حکومت (ہم اہلِ بیتؑ کی حکومت) تمام حکومتوں کے بعد قائم

ہوگی۔ اس وقت کوئی گروہ اور خاندان باقی نہیں بچے گا۔ اگرچہ ہماری حکومت سے قبل اُن کی حکومت ہوگی۔ یہ اس لیے تھی کہ وہ نہیں کہتے تھے کہ اگر ہم حکومت لیں گے تو ان اہلِ بیتؑ کی مانند کام کریں گے (ہم عدالت اور لوگوں کی آسائشات کی بنیاد پر لوگوں سے پیش آئیں گے)''۔

بالکل واضح ہے کہ امام علیہ السلام کا مقصد دوسرے مکاتب اور گروہوں کی حکومتیں ہیں، جو مختلف قسم کے پروگرام اور طرح طرح کے نعرے رکھتے ہیں۔ ہم ملکی اداروں کے اندر وسعت پیدا کریں گے، جبکہ وہ سب کے سب اپنے اہداف کے حصول میں ناکام ہو جائیں گے جس کی وجہ سے اُنھیں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ وہ لوگوں کے غم و غصہ کو بھی ختم نہیں کر پائیں گے۔ یہ کام صرف اسلام کر سکتا ہے چونکہ یہ وحی الٰہی اور معنویات کو اپنا سرچشمہ قرار دیتا ہے۔ یہاں انسانوں کے جواب دینے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ یہ دعویٰ تب کیا جا سکتا ہے جب اسلام کے معنوی اور مادی قوانین میں مکمل تحقیق بھی کی جائے اور اس سلسلے میں بالکل تجربہ کیا جائے تب ہدف تک رسائی ممکن ہوتی ہے۔

ظہور کے وقت قائم آلِ محمدؑ کیسے پہچانے جائیں گے؟

انبیائے کرامؑ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کو اپنے تعارف کی بابت معجزے کی ضرورت رہی ہے اس لیے یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ کیا حضرت امام مہدی علیہ السلام بھی اپنے تعارف کے لیے کوئی معجزہ پیش کریں گے؟

اس سوال کا جواب بڑا واضح ہے۔ چونکہ معجزہ صاحبِ معجزہ کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ جب آپ کو معجزے کی ضرورت پیش ہوگی آپؑ دوسرے ائمہؑ اور انبیاءؑ کی مانند معجزے سے استفادہ کریں گے۔ اگرچہ احادیث میں صراحتاً اس کے بارے میں کوئی تذکرہ موجود نہیں ہے مگر حکمِ عقل کے لحاظ سے یہ ضروری ہے اگرچہ ظہور سے پہلے والی نشانیاں ہی آپؑ کے تعارف کے لیے کافی ہوں گی۔ مزید تعارف اور معجزہ وغیرہ کی چنداں ضرورت نہیں پڑے گی۔ وہ علامات یہ ہیں ان میں سے صرف چند نشانیاں آسمانی ہیں جیسے:

آپؑ کے ظہور کا آسمان سے اعلان ہونا، اجتماعی حادثات جیسے دجال کا ظاہر ہونا، سفیانی

کا خروج، زمین کا اندر دھنس جانا، مکہ اور مدینہ کے صحرا میں سفیانی کی فوج، مسجد الحرام میں رکن ومقام کے درمیان نفسِ ذکیہ کا قتل ہونا ـــــ یہ تمام علامات مل کر امامِ زمانہؑ کی تشخیص اور تعارف کے لیے کافی ہیں۔ اگر کوئی مسجد الحرام میں لوگوں کو یعنی ان علامات کے بعد علانیہ انداز میں اپنی طرف دعوت دیتا ہے وہ صرف امام مہدی علیہ السلام ہی ہو سکتے ہیں۔ چونکہ امام مہدیؑ کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص ایسا کرے گا تو وہ ذلیل ورُسوا ہوگا۔

چونکہ آپؑ کو وقت کے ظالم بادشاہوں اور طاغوتوں پر فتح حاصل کرنا حتمی اور یقینی ہے۔ اگر یہ بے مثال فتح نصیب نہ ہو تو پھر دعوئ مہدویت جھوٹا ثابت ہوجائے گا۔ معجزہ سے مراد انفرادی اور عمومی معجزات سے بلند تر ایک چیز ہے جو رہبر و رہنما کے لیے ضروری اور لازمی ہے۔ چونکہ یہی تو معصوم رہبر کی شناخت کا ذریعہ بنتے ہیں۔ اگر معصوم ہادیؑ بغیر معجزے کے پہچانا جائے تو پھر معجزے کی ضرورت ختم ہوجائے گی۔ شاید اسی دلیل کی بنا پر احادیث میں معجزہ کی بحث نہیں چھیڑی گئی۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے معجزات اس وقت کے تقاضوں کے عین مطابق علمی معجزات ہوں، جن پر اس دور کے علما اور دانشور یقین پیدا کرسکیں، اور اُن کے سامنے سرِ تسلیم خم کردیں جس طرح قرآن کے اعجاز میں علمی اور فوق العادۃ قسم کے دقیق قوانین اور ضابطے موجود ہیں۔ یہ قرآن کے جنبہ فصاحت و بلاغت میں منحصر نہیں ہیں۔ بہرحال معجزہ اعم از شخصی وعمومی علمی ہو یا غیر علمی، یقیناً آپؑ کے اختیار میں ہوگا، چاہے اس سے استفادہ کرنے کی ضرورت پیش آئے یا نہ۔ جس طرح یہ ضرورت تمام حجج الٰہی کی ضرورت تھی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس بارے میں منقول ہے:

لِصَاحِبِ الْاَمرِ غَیْبَتَانِ، اِحدَاھُمَا یَرجِعُ اِلٰی اَھْلِہٖ وَالْاُخرٰی یُقَالُ: ھَلَکَ فِی اَیِّ وَادٍ سَلَکَ قُلْتُ فَکَیْفَ نَصْنَعُ اِذَا کَانَ کَذٰلِکَ؟ قَالَ اِذَا ادَّعَاھَا مُدَّعٍ فَاسْأَلُوْہُ عَنْ اَشْیَا یُجِیبُ فِیْھَا مِثْلَہٗ (مرحوم کلینیؒ، اصولِ کافی، ج ۱، ص ۳۴۰، حدیث ۲۰)

"اس صاحب امر کے لیے دو غیبتیں ہیں۔ ان میں سے ایک میں وہ اپنے خاندان والوں کے پاس لوٹ آئیں گے اور دوسری غیبت (انتی طولانی

ہوگی کہ اُن کے) بارے میں کہا جائے گا (شاید) آپؑ وفات پا چکے ہیں؟ پتا نہیں کس صحرا کی طرف نکل گئے؟ میں نے عرض کیا: اگر صورتِ حال ایسی ہو تو پھر ہم کیا کریں؟ آپؑ نے فرمایا: اگر کوئی (امام مہدیؑ ہونے کا) دعویٰ کرے تو اُس سے سوالات کرو (اگر وہ اپنے دعوے میں سچا ہوا) تو وہ اُن سوالات کے صحیح جوابات دے گا۔ اُس دن کی اُمید کے ساتھ جس دن قائم آلِ محمدؐ پردۂ غیبت سے ظہور کریں گے اور اس جہان کو ظلم و جَور سے نجات دیں گے"۔

قیامِ امام مہدیؑ اور انسانی تکامل کا راستہ

خداوند قرآنِ کریم میں ارشاد فرما رہا ہے:

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (سورۂ ہود: آیت ۸۶)

"اللہ کی طرف کا ذخیرہ تمھارے حق میں بہت بہتر ہے اگر تم صاحبِ ایمان ہو"۔ ①

اگر انسان کا ایمان کمال کی حدوں تک پہنچ جائے تو وہ درک کرے گا کہ بقیۃ اللہ اُس کے لیے خدا کی طرف سے وہ ذخیرہ ہے جو ہر چیز سے بہتر ہے۔ جی ہر چیز سے، ہر لذت، ہر اُمید، ہر آرزو، ہر فکر، ہر مکتب اور ہر آئیڈیل سے بہتر ہے۔

اگرچہ قرآنِ کریم میں بقیۃ اللہ کا عنوان اور مفہوم ہر اس چیز پر صادق آتا ہے جو خداوند کریم کی طرف سے منسوب ہو اور وہ خدا کا ذخیرہ شمار ہوتی ہو، مگر اس کا مکمل ترین مصداق خیرِ مطلق ہے، جو اولیاء اللہ کے وجودِ مطلق میں تحقق پذیر ہے۔ اسی لیے اس عنوان کی حدیث

---

① جناب راغب نے مفردات میں تحریر کیا ہے:

الباقی ضربان، باق بنفسه لا الی مدة وهو الباری تعالیٰ ولا یصح علیه الفناء وباق بغیره وهو ما عداه ویصح علیه الفناء والباقی بالله ضربان باق بشخصه الی ان شاء الله بنفسه کتباء الاجرام السماویه وباق بنوعه وجنسه دون شخصه وجزئه کالانسان

بنابرایں بقیۃ اللہ کی تطبیق امام زمانہؑ پر دو طرح سے ممکن ہے: شخصی بقا۔ مدتِ غیب کے دوران تا ظہورِ امامؑ۔ دوسری بقائے نوعی بلحاظ خلیفۃ اللہ اور نمایندہ رب جو عنوان پر امامؑ پر صادق ہے۔

میں تطبیق امام مہدیؑ پر ہو رہی ہے۔ ①

بنابرایں ہر عصر اور ہر زمانے میں ولی اللہ المطلق سے مراد بقیۃ اللہ ہی ہوتا ہے۔ عصرِ غیبت میں اس کا سب سے اکمل مصداق وجودِ مبارک امام مہدیؑ ہے۔ چونکہ آپؑ کا وجودِ مبارک خیرِ محض اور لطفِ خدا ہے۔ اسی لیے تو انسانی خیر کے اُمور میں تصرف زیادہ ہوتا ہے کہ انسان آپؑ کی غیبت کے سبب اُن سے محروم ہے۔ اس محرومی کا سبب بھی تو خود انسان ہیں۔ کبھی کبھار انسان خود تیار کرتا ہے اور اس خیرِ مطلق سے استفادہ بھی کرتا ہے، اور وہ آیتِ کریمہ بقیة الله خیر لکم...... کے مفہوم اور عنوان کو اپنے عقیدے اور ایمان سے مکمل درک کرتا ہے۔ تبھی تو بقیۃ اللہ کی تفسیر امام مہدی علیہ السلام کی گئی ہے۔ کتاب اکمال الدین میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت منقول ہے:

اَوَّلُ مَا یَنْطِقُ بِهِ الْقَائِمُ علیہ السلام حِیْنَ خَرَجَ هٰذِهِ الْآیَةُ بَقِیَّةُ اللهِ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ ثُمَّ یَقُوْلُ اَنَا بَقِیَّةُ اللهِ وَحُجَّتُهٗ وَخَلِیْفَتُهٗ عَلَیْکُمْ فَلَا یُسَلِّمُ عَلَیْهِ مُسْلِمٌ اِلَّا قَالَ السَّلَامُ یَا بَقِیَّةَ اللهِ فِیْ أَرْضِهٖ ②

"امام مہدی علیہ السلام اپنے قیام (ظہور) کے بعد جو سب سے پہلی گفتگو کریں

① تفسیر صافی مذکورہ آیت کریمہ کے ذیل میں (ج ۱، ص ۸۰۹) تحریر کرتے ہیں:
فی الکافی عن الباقر، انه صعد جبلا یشرف علی اهل مدین حین اغلق دونه باب مدین ومنع اَنْ یخرج اِلَیهِ بِالأسواق فخاطبهم بأعلی صوته یَا اَهلَ المَدِینَةِ الظالم اهلها انا بقیة الله یقول الله، بقیة الله خیر لکم ان کنتم مومنین، وما انا علیکم بحفیظ۔
(اس حدیث میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے بقیۃ اللہ کے عنوان کو اپنے اُوپر تطبیق فرمائی ہے)۔

② (تفسیر صافی: ذیل آیت کریمہ، ج ۱، ص ۸۰۹، تفسیر نمونہ: ج ۹، ص ۲۰۳-۲۰۴، بہ نقل از تفسیر صافی اور دُعائے ندبہ میں امام زمانؑ کو یوں مخاطب ہیں:
این بقیة الله التی لا تخلوا من العترة الهادیة (اصولِ کافی: ج ۱، ص ۴۱۱، باب نادر حدیث ۲)
عن أبی عبدالله قال سأله رجل عن القائم یسلم علیه بأمرة المومنین؟ قال لا، ذاك اسم سمی الله به امیر المومنین لم یسم به احد قبله ولا یتسمی به بعده الا کافر قلت، جعلت فداك کیف یسلم علیه قال یقولون السلام علیك یا بقیة الله ثم قرأ ﴿بقیة الله خیر لکم ان کنتم مومنین﴾ (در بحار الانوار: ج ۵۱، ص ۳۶، بہ نقل از اکمال الدین: ج ۱، ص ۳۳۰، حدیث ۱۶)

گے وہ یہی آیت (بقیة الله.....) ہوگی۔ پھر فرمائیں گے: میں ہی بقیۃ اللہ، حجتِ خدا اور تمھارے درمیان خلیفۂ خدا ہوں۔کوئی بھی آپؑ کو سلام نہیں کرے گا مگر ان الفاظ کے ساتھ: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا بَقِيَّةَ اللهِ فِي اَرْضِهٖ۔

بنابرایں امام مہدی علیہ السلام آخری ہادی برحق اور عظیم انقلابی لیڈر ہیں، اس کا واضح ترین مصداق بقیۃ اللہ ہے۔ اس لقب کے لیے آپؑ کی ذاتِ اقدس سب سے زیادہ موزوں ہیں۔ بالخصوص اس لحاظ سے بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے بعد صرف آپؑ ہی تو بچ گئے تھے۔ خداوند کریم نے اپنے بندے اور اپنے ولی کے لیے جو سب سے بہترین اَوصاف مقرر کیے ہیں وہ آپؑ میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔ انسان ان صفات کا اِدراک تب کرسکتا ہے جب وہ خود پرستی کے خوان سے نکل کر خدا پرستی کی طرف مائل ہوگا اور خدا پرستی کرتے ہوئے حدِ کمال کو پہنچ جاتا ہے۔

انسانی خلقت اور تکامل کا ہدف

انسانی خلقت کا ہدف تکامل ہے کہ خداوند کریم کی عبادت اور توحید پرستی میں متجلی ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآنِ مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ (سورۂ ذاریات: آیت ۵۶)

"میں نے جنّ و انس کو پیدا نہیں کیا مگر عبادت کے لیے"۔

مگر اس جہان میں اس ہدف کو پانے کے لیے درج ذیل اُمور سے وابستگی ضروری ہے:

① وہ پروگرام جو خدا کی طرف سے ہے اور انسان کو عقائد و اخلاق کے لحاظ سے صحیح رہنمائی اور ہدایت کرے تو یہ پروگرام صرف دینِ مقدس اسلام کے پاس ہے جس کی اساس عدلِ مطلق پر اُستوار ہے اور اس کا اِبلاغ سردارِ انبیاءؐ کے ذریعے ہوئی۔ یوں انسانوں تک یہ برنامہ پہنچ پایا ہے۔

② ان پیروکاروں کا موجود ہونا جنھوں نے مستانہ وار اُسے قبول کیا ہے، اور دل و جان سے اُس پر عمل کیا ہے۔ سب سے بڑھ کر اس کی تشہیر اور نشرواشاعت میں اپنی جان و

مال سے بھی دریغ نہیں کیا ہے۔ ایسے افراد صدر اسلام سے ہی موجود تھے اور اب بھی ہیں، مگر عام انداز میں نہیں تھے بلکہ یہ افراد اقلیت میں تھے۔ اب اس جہاں میں رونقِ اسلام جلوہ گر ہے تو یہ ان افراد کی مرہونِ منت ہے جو اُب تک جاری ہے۔ اگر اسلام عالمی سطح پر نہیں پھیلا ہے تو اس کی وجہ عالمی سطح پر تیاری کا فقدان ہے۔

اس بارے جہاں کا اس عظیم الٰہی پروگرام کو قبول کرنا اور تخلیق انسانیت کے ہدف کو پانے کے لیے اس عالم کی تیاری بھی ایک مقدمہ ہے جو بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے ایک مدت طویل کا گزرنا بھی ضروری ہے، تاکہ مسلمان بلکہ تمام اہلِ جہاں کو ایک کڑی آزمائش سے گزارا جاسکے۔ اور وہ زندگی کے تمام تجربات کو آزمالیں، تمام مکاتب سے نااُمید ہوکر صرف مکتبِ اسلام سے اپنی اُمیدیں وابستہ کرلیں۔

③ ایک ایسا رہنما ہو جو اس کرۂ ارض پر عدلِ مطلق کو نافذ کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ یہ وہی ہادیٔ برحق ہے جس کا تعارف شیعہ مدارک اور منابع تسلسل سے کرتے چلے آرہے ہیں کہ اے جہاں والو! ایک امام معصوم ہے جو پردۂ غیبت میں ہے۔ جن کا اسمِ گرامی قدر مہدیؑ ہے۔ وہ موعود الظہور ہیں۔ ان کا تعلق نسلِ رسولؐ سے ہے۔ قرآنِ کریم نے ان کا تذکرہ بعنوانِ بقیۃ اللّٰہ کرایا ہے۔ انھیں خدائی خزانہ قرار دیا ہے جبکہ عقل ونقل سے ثابت ہے کہ ہر عصر اور ہر وقت اور ہر دور کے لیے ایک امامِ حجت معصومؑ کا وجود ضروری ہے۔ جس کی عصمت محکم اَدلہ سے ثابت ہو۔ البتہ ہم عصمتِ امام کے باب میں تھوڑا سا اضافہ کرنا چاہیں گے کہ وہ رہبر و ہادی جس کے بارے میں پیش گوئی کی گئی ہے کہ وہ عدالتِ مطلقہ کو دنیا کے ہر کونے میں عملاً نافذ کریں گے اور اس جہاں میں بسنے والی ہر قوم اور ملت اس عدالت سے بطریق اَحسن مستفید بھی ہوگی اور یہ بھی پیشگوئی کہ سارا جہاں اُمن کا گہوارہ بن جائے گا، حتیٰ کہ بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ سے اکٹھے پانی پییں گے۔ ایسا رہبر غیر معصوم ہو ہی نہیں سکتا ہے، چونکہ غلطی چاہے عملاً ہو یا سہواً بہرحال دوسروں پر ظلم کرنے کے مترادف ہوتی ہے۔ اس صورت میں پھر عدلِ مطلق کے عملی نفاذ والا فریضہ کبھی ادا نہیں ہو پائے گا۔ پھر یَملأ الاَرْضَ قِسطًا

وَعَدْلًا کس طرح تحقق پذیر ہوگا کہ رہبر تو خود ظلم کرے اور دوسروں کو عدل و انصاف فراہم کرے؟

پس امام مہدی موعودؑ کے لیے صد دَر صد معصوم ہونا ضروری ہے کہ وہ گناہوں، خطاؤں، بشری انحرافات، جاہ طلبی، ریاست طلبی، پیرویٔ نفس، الغرض ہر قسم کی خطاؤں اور صفاتِ رذیلہ سے منزہ ہوں، تاکہ وہ عدالتِ مطلقہ کو عملاً نافذ کرسکیں۔

خطا سے اس لیے معصوم ہونا چاہیے چونکہ ظلم وستم، بلیان وغیرہ کی صورت میں کبھی عدالتِ مطلقہ نفوذ پذیر نہیں ہوسکتی۔ پس جس امامؑ کا وجودِ مبارک عدل وعدالت کے لیے نشاتِ ثانیہ قرار دیا گیا ہو وہ خود عصمتِ مطلقہ کی مسند پر فائز نظر آنا چاہیے (یہ دلیل تمام ائمہ اطہار علیہم السلام کو بھی شامل ہے۔ چونکہ عدل کے نفاذ میں باقی ائمہ اطہار علیہم السلام بھی امامِ زمانہؑ کے شریک اور مددگار ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ وہ کامیاب نہیں ہوسکے اور امام مہدیؑ کامیاب ہوجائیں گے)۔ جبکہ اس فریضے کی انجام دہی (عالمی سطح پر عدلِ مطلق کا عملی نفاذ) کے لیے ایک طویل انتظار اور غیبت کا سامنا کرنا پڑے گا جو بڑا تھکا دینے والا عمل ہے۔

امامِ زمانہؑ کا قیام اور غیبت

امامِ زمانہؑ کے قیام سے قبل طویل غیبت کیوں رکھی گئی ہے؟ اس سوال کے جواب میں یہ عرض کیا جاسکتا ہے کہ غیبت امامؑ کے چند پہلو ہیں جن پر بحث کی جاسکتی ہے:

① غیبت کا اتنا طویل ہونا اور پھر قیام والے دن کا بھی علم نہیں ہے۔

② اس طویل مدت کے دوران وجودِ امامؑ۔

③ لوگوں کے درمیان امامؑ کی عدم شناخت۔

سب سے طویل مدت اگرچہ یہ دکھوں، دردوں اور سخت محنت پر محیط ہے، لیکن یہ ایک ایسا امر ہے جو ضروری ہے اور اس سے اجتناب (بچنا) ناممکن ہے۔ چونکہ انسانوں اور مسلمانوں کو نسل در نسل آزمائش کی گھڑیوں سے گزرنا پڑے گا۔ وہ زمانے کے نشیب وفراز کے لحاظ سے مختلف قسم کے ذہنی، فکری اور تجربوں سے گزرے ہیں تاکہ وہ صحیح اور مکمل طور پر حق اور باطل کو ایک دوسرے سے جدا کرسکیں۔ راستے اور کنویں میں فرق کرسکیں۔ اس کے سبب بیدار اذہان

والے اور ہوش مند مست افراد نے تواضع و انکساری کا عملی مظاہرہ کیا ہے، تا کہ انسان کے لیے جس قدر ممکن ہو وہ میدان میں اُترے۔ مگر اُسے میدان سے شکست کھا کر ہی نکلنا پڑا ہے۔ چونکہ یہ انسان مادی وسائل کے ذریعے سعادت حاصل کرنے کا طلب گار ہے اس لیے اُسے شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر جونہی یہ انسان ایک الٰہی نجات دہندہ کو قبول کرنے کے لیے آمادہ ہوگا وہ کامیاب ٹھہرے گا۔ چونکہ اس قسم کے درخت سے شیریں میوہ جات چکھنے کے لیے صبر و شکیبائی کا نہ ختم ہونے والے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔

معاشرے میں تب ہی کوئی انقلاب یا تحریک کامیاب ہوتی ہے جب انقلاب لانے والی قوم یا اس تحریک کے افراد مکمل طور پر تیار نہ ہو، یہ بات اپنے مقام پر بالکل ٹھیک ہے کہ غیبت کی طوالت اور امامؑ کے ظہور میں تاخیر کا تربیتی اور آزمائشی اثر بہرحال ضرور ہے، چاہے آپ شیعہ عقائد و نظریات کی روشنی میں دیکھیں جن کے مطابق آپؑ اپنے امامؑ کو موجود مگر نظروں سے غائب پائیں گے یا غیر شیعہ عقائد و نظریات کی نظر سے دیکھیں۔ بے شک وہ امام مہدی علیہ السلام کی شخصیت کے قائل ہیں۔ مگر یہ اُنھیں غائب تسلیم نہیں کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اُنھوں نے ابھی دنیا میں قدم رنجہ فرمانا ہے۔ دونوں صورتوں میں معاشرے کی تیاری ضروری ہے کہ لوگ عمل و ایمان کے لحاظ سے اس کڑے امتحان کے لیے تیار رہنا چاہیے یا ظہور کا زمانہ نزدیک ہو یا دُور۔ بہرحال یہ بات قابلِ تحقیق ہے کہ چاہے امامؑ موجود ہو یا بعد میں موجود ہوں گے۔ ایک چیز مسلّم ہے کہ خطِ اسلام مشخص بھی ہے اور اِبلاغ شدہ بھی۔

بنابرایں یہ سوال کہ امامؑ جب موجود ہیں اور معاشرے کی رہنمائی کی مکمل ذمہ داری بھی اُن کے کندھوں پر ہے اور وہ آخری ذخیرۂ الٰہی ہیں تو پھر وہ قیام کیوں نہیں فرما رہے ہیں؟ اس کی علت کیا ہے؟ ہم بھی منتظر ہیں اور امامؑ بھی منتظر ہیں۔ ہم منتظر امامؑ ہیں تو امامؑ کس کے منتظر ہیں؟ کیا وہ فرمانِ الٰہی کے منتظر ہیں؟ خدا اُنھیں حکم کیوں نہیں دے رہے ہیں؟ حکمِ خدا کس کا منتظر ہے؟

اس کے جواب سے ہم بخوبی متوجہ ہوتے ہیں کہ ہم امام مہدی علیہ السلام کے منتظر ہیں اور وہ بھی ہمارے منتظر ہیں۔ کیا یہ دور ہے؟ نہیں یہ دور نہیں ہے۔ چونکہ وہ ہماری ذات اور شخصیت

کے منتظر نہیں ہیں بلکہ وہ ہماری تیاری کے منتظر ہیں جب کہ ہم ابھی تیار نہیں ہوئے ہیں۔ نہ ظاہری تیاری ہوئی ہے اور نہ حقیقی اور معنوی تیاری۔

امابعد، دوم۔ یعنی بقیۃ اللّٰہ کا وجودِ مقدس: جو مدت طویل سے لوگوں کے درمیان ہے مگر لوگ اس سے ناآشنا ہیں۔ اس طولانی مدت میں آپؑ کی طویل عمر کو تسلیم کرنا پڑتا ہے (مکتب اہلِ بیتؑ اس پر عقیدہ رکھتا ہے)۔ اس کے چند خصوصی امتیازات بھی ہیں جو آپؑ کے وجودِ فعلی اور شخصی سے پھوٹتے ہیں۔ ان کا منشا وجودِ نوعی اور مفہوم کُلی مہدی موعود نہیں ہے۔ نہ ہی آپ کا وجودِ شخصی آئندہ آنے والے وقت میں جیسا کہ دوسرے حضرات اس پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ اس ترتیب کے ساتھ:

الف: تربیتی اور نفسیاتی اثر

جب امام مہدی علیہ السلام پر ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ آپؑ ہمارے بالفعل رہبر و رہنما ہیں، حاضر ہو یا غائب۔ اور ہم یہ عقیدہ بھی رکھتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام ایسے رہنما ہیں تو ہمارے کردار اور اعمال سے آگاہ ہیں۔ تو پھر ہمیں اُن کے سامنے احساسِ ذمہ داری بھی ہوگا جس کا خصوصی اثر ہوگا۔

ہماری تربیت اور نفسیات پر اگرچہ ہم ذاتِ خدا پر عقیدہ و ایمان رکھتے ہیں اور قائل ہیں کہ وہ ذاتِ کریم ہمارے کردار، اعمال اور افعال کی عینی شاہد ہے۔ پھر بھی ہمیں یہی اثرات حاصل ہوتے ہیں مگر یہ انسانی طبیعت اور سرشت ہے جو انسان ہونے کے ناطے اپنے امامؑ، رہبر اور رہنما کی مافوق شخصیت کے سامنے زیادہ احساسِ مسئولیت کرتا ہے۔ اس لیے انبیائے علیہم السلام کو ہمیشہ ملت وقوم پر حاکم بنا کر مبعوث کیا گیا ہے۔ چونکہ الٰہی حکومت ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔

خلاصہ

امام مہدی موعود علیہ السلام پر ایمان اگرچہ یہ عقیدہ موعود الظہور پر ہی مبنی کیوں نہ ہو اس سے ہمیں حاکمِ فعلی کے وجود کا احساس ہوتا ہے۔ چونکہ اسلامی احکام کی تطبیق آپؑ کے وجودِ

مقدس کے ذریعے ضروری ہے۔ جب اس قسم کا ایمان انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے تو اُسے سنگین ذمہ داری اور اہم وظیفے کا احساس ہوتا ہے۔ اس کا مکمل اِدراک تو تب ہوتا ہے۔ آپ دو عقیدوں، اُن کے ہونے اور نہ ہونے والے عقیدے پر یقین رکھ کر دیکھیں، مثلاً ایک ایسے ملک کے لوگوں کے حالاتِ زندگی پر نظر کریں جہاں حکومت عارضی اور چند روزہ ہو تو وہاں افراتفری، شور وغوغا اور اُودھم مچا ہوا آپ کو محسوس ہوگا۔ اگرچہ لوگ تسلیم کرتے ہیں کہ مملکت کے قوانین موجود ہیں، جن کی خلاف ورزی جرم ہے اور قابلِ سزا جرم ہے اور جب اسی ملک کا سربراہ مقرر ہو جاتا ہے اور وہ لوگوں کے اعمال پر نظر کرتا ہے تو سب کچھ کنٹرول ہوتا چلا جاتا ہے۔

ہاں! احساسِ مسئولیت کے علاوہ رہبر اور اُس کے پیروکاروں کے درمیان خاص قسم کی محبت وعقیدت والا رشتہ بھی قائم ہو جاتا ہے۔ اس لحاظ سے ہم دیکھتے ہیں کہ شیعیانِ جہاں کا اپنے امام مہدی موعودؑ غائب سے بڑا گہرا اور جذباتی ومحبت بھرا رابطہ موجود ہے، بالخصوص جب شیعیانِ جہاں مصائب ومشکلات میں گھر تے ہیں تو پھر یہ رابطہ بڑا گہرا اور مضبوط صورت میں نظر آتا ہے۔[1] یہ اس مذہب کی خاصیت اور شیعیانِ جہاں کے عقائد میں سے ایک عقیدہ ہے۔ اس سے شیعیانِ جہاں ایک قلبی سکون سا محسوس کرتے ہیں۔ جب کہ دوسرے حضرات اس لذت بے بیان سے محروم ہیں۔ چونکہ یہ اپنے مقام پر ذکرِ خدا کا ایک شعبہ ہے جس کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے: اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

---

[1] آج بروز جمعہ ۶ رجب ۱۴۰۲ بمطابق ۱۰ فروری ۱۹۸۲ء جب یہ سطور تحریر کی جارہی ہیں آج ہمارے جنگجوؤں کے جنوبی بارڈر پر خرم شہر اور اُس کے اطراف میں عراقی افواج نے حملہ کر دیا ہے۔ مگر ہماری بہادر فوج نے اُنھیں نکال باہر کیا ہے۔ اب تک کی ریڈیو کی اطلاع کے مطابق: پاسداران اور سربازانِ علیؑ ابن ابی طالبؑ کے مقدس نام کے ذریعے امام مہدیؑ بقیۃ اللہ سے توسّل کر رہے ہیں۔ وہ امام زمانہؑ سے اپنا رابطہ مضبوط کر رہے ہیں اور خود کو اُن کا غلام قرار دے رہے ہیں اور امام خمینیؒ کو آپؑ کا نائب سمجھ رہے ہیں۔ اس عقیدہ اور ایمان کے ذریعے وہ مصروفِ جہاد ہیں۔ اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر رہے ہیں۔ راہِ شہادت میں ایک دوسرے پر سبقت لے رہے ہیں۔ یہ سب کچھ عقیدۂ امام مہدیؑ پر ایمان کی وجہ سے ہے۔ اگر امام موجود نہ ہوتے تو اس دیدہ دلیری سے دشمن کا مقابلہ نہ ہو پاتا۔ سلام اُن مجاہدوں پر جو عظمتِ اسلام کے لیے مصروفِ جہاد ہیں۔ سلام اے مجاہدین امام زمانہؑ!!

اس اضافے کے ساتھ کہ لوگ آپؑ کے دیدار کی طرف مائل ہوں۔ ان ملاقاتوں میں مشکلات کا حل اور عقدہ کشائی کا وسیلہ موجود ہے۔ اس سے انسان کو توانائی میسر آتی ہے۔ اگرچہ لوگ ذاتی نوعیت کی مشکلات کا شکار ہوتے ہیں، مگر آپؑ کے وجودِ مقدس سے خوب مستفید ہوتے ہیں۔

ہم ذرا ایک قدم بڑھا کر بات کرتے ہیں۔ قیامِ امام مہدیؑ کے اندر جو طاقت اور قوت ہے وہ آپؑ کے وجود کے اندر موجود ہے چونکہ امام مہدیؑ کا وجود اور قیام تب ممکن ہے اگرچہ اس کے لیے طویل مدت کی ضرورت ہے۔ مذہب شیعہ امام مہدی موعودؑ پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ اگرچہ آپؑ ہی موعود الظہور ہیں جبکہ دوسرے حضرات کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ موعود الظہور والوجود ہیں۔

ب: تکوینی اثر

آپؑ کے وجودِ مقدس کے اس جہان کو اور اس میں بسنے والوں پر تکوینی اثرات بھی موجود ہیں۔ البتہ ان سے مستفید ہونے کے لیے تجربہ اور تاریخ باطل حکومتوں کی طرف سے منڈلاتے خطرات موجود ہیں، جو غیبت کی اس طویل مدت میں ہمارے سامنے ہیں۔ مگر ان سب حالات کے باوجود ہمیں محکم دلائل کی ضرورت ہے۔ چونکہ خدائی رہنماؤں کو تجربے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ توفیضِ رحمانی سے مستفید ہوتے ہیں۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ اتنی طویل مدت کے دوران خدا کی عبادت کے سبب آپؑ کو مزید ارفع و اعلیٰ مقام اور قربِ الٰہی کی اعلیٰ منازل پر فائز کر دیا گیا ہوگا۔

جہاں تک یہ سوال ہے کہ انسانی معاشرہ اور یہ ساری انسانیت آپؑ کے مقدس وجود سے اس طویل غیبت کے دوران مستفید ہو رہی ہے۔ اس کو ہم ایک قطعی اور مسلّم اَمر کے طور پر لیتے ہیں۔ اس لحاظ سے بھی کہ امام کا وجود نظامِ تکوینی کے لیے متمم (مکمل کرنے والے) کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب ہم آپؑ کے وجود کے قائل ہوجاتے ہیں تو پھر ہدایت تکوینی کو ہدایت تشریعی درجہ کمال تک پہنچا دیتی ہے، ورنہ نظامِ تکوینی ناقص ہوجائے گا جیسے فیضِ کامل جو ذاتِ اقدس کی طرف سے ہوتا ہے۔ ہر وقت، ہر جگہ اور ہر زمانے میں اُس کا سلسلہ جاری و ساری رہتا ہے اور یہ سلسلۂ فیض تب تک جاری رہے گا جب مبدائے فیض میں کوئی نقص لازم نہیں آجاتا۔

بے شک انسان اس سے استفادہ کرنے کے لیے تیار نہ بھی ہو، اسی لیے روایات میں منقول ہے:

لَو بَقِيَتِ الْاَرْضُ بِغَيْرِ إِمَامٍ لَسَاخَت ①

''اگر زمین امامؑ کے وجودِ مقدس کے بغیر ہو تو تباہ ہوجائے''۔ (اصولِ کافی: ج ۱، ص ۱۷۹، حدیث ۱۰)

اس مضمون سے ملتی جلتی دوسری احادیث بھی ہیں۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر امامؑ نہیں ہوں گے تو نظامِ تکوینی میں خلل اور نقص واقع ہوجائے گا۔ نقص فنا و بربادی کا سبب بنتا ہے۔ بارہ اماموں میں سے آخری امامؑ۔ حضرت بقیۃ اللہ الاعظم ہیں۔ آپؑ کا وجود غیبت کے طویل مدت ہونے میں ضروری ہے، چونکہ نظامِ تکوینی کو بھی تو بچانا ہے۔

ج: اثر تشریعی

امامِ غائبؑ کا ایک فائدہ تشریعی اثر ہے، یعنی آپؑ کے ذریعے حریم شریعت کا دفاع ہوتا ہے جو انتہائی ضروری ہے۔ آپؑ کے علاوہ کوئی دوسرا یہ کام نہیں کرسکتا۔ چونکہ آپؑ اسلام اور مسلمانوں کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔ جب بھی ضرورت پڑتی ہے آپؑ عام اور عادی طریقوں سے یا پھر زیادہ ضرورت ہو تو غیر عادی (معجزہ وغیرہ) طریقوں سے حریمِ اسلام کا دفاع فرماتے ہیں۔ اگرچہ لوگ آپؑ کو پہچانتے نہیں ہوتے ہیں مگر آپؑ اسلام اور مسلمانوں کو نجات عطا فرماتے ہیں۔

جنبہ سوم

غیبت (نہ پہچانا ہوا کہ آشنائی نہیں ہے) اس طویل مدت کے دوران یہ سوال لبوں پر آتا ہے کہ جب امامؑ موجود ہیں تو اپنا تعارف کیوں نہیں کراتے ہیں کہ لوگ آپؑ سے زیادہ استفادہ کریں؟

---

① بَاب اَنَّ الْاَرْضَ لَا تَخْلُو مِن حجۃٍ عَن اَبِي حَمْزَۃ قَالَ قُلْتُ لِاَبِي عَبدالله اَتَبْقَى الْاَرْضُ بِغَيْرِ إِمَامٍ؟ قَالَ لَو بَقِيَتِ الْاَرْضُ بِغَيْرِ إِمَامٍ لَسَاخَت

جواب: بہت ساری احادیث میں مذکور ہے کہ قتل و غارت گری کے خوف سے امامؑ پردۂ غیبت میں ہیں۔ چونکہ ایک ایسے رہبر و رہنما کا وجود جو طاغوتی حکومتوں کو سرنگوں کر دے گا، ظالموں اور قاتلوں کے ہاتھ جڑ سے کاٹ کر رکھ دے گا، کو برداشت کرنا طاغوتِ جہاں کے لیے ممکن نہیں ہے۔ وہ فوراً آپؑ کے قتل کے لیے اقدامات کرنے لگیں گے۔ لہٰذا صرف ایک راستہ ہے کہ آپؑ لوگوں کی نظروں سے اُوجھل رہیں۔ جیسا کہ مشہور واقعہ ہے کہ جب فرعون نے نجومیوں سے سنا کہ اس کی حکومت کا خاتمہ حضرت موسیٰؑ بن عمران کے ذریعے ہوگا۔ اس نے ماؤں کے شکم چاک کروا کر بچوں کو ذبح کر ڈالا۔ کئی ہزار پھول اپنی مسکراہٹ سے قبل ہی مرجھا گئے۔

ہزاروں ماؤں کی گودیاں اُجڑ گئیں۔ کیا وہ طاغوت، فخرِ موسیٰؑ حضرت امام مہدیؑ کو آزاد چھوڑ دیں گے؟ آپؑ کے متعلق تو سابقہ انبیاءؑ اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی مسلسل خبریں دی تھیں۔ آپؑ کے وجود کی حفاظت معجزہ وغیرہ سے نہیں ہونی چاہیے۔ چونکہ معجزہ اس جگہ ہوتا ہے جہاں معجزہ کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ ہو۔ اگرچہ اتنی طویل عمر جب طبیعت کی آخری حدوں کو چھونے لگتی ہے تو پھر مجبوراً معجزے کا سہارا لینا پڑتا ہے۔ اگرچہ اس کی طبیعی توجیہہ بھی کی گئی ہے۔ ہمیں اپنے محبوب کے دیدار کی سرتوڑ کوشش کرنی چاہیے۔ ان شاء اللہ ایک دن دیدار ضرور نصیب ہوگا۔

اَللّٰھُمَّ عَجِّل فَرَجَهُ وَسَهِّل مَخْرَجَهُ وَاجْعَلْنَا مِنْ اَنْصَارِهٖ
وَاَعْوَانِهٖ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

حکومتِ الٰہی، انسانی خوش بختی کا سرچشمہ

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (سورۂ زمر: آیت ۶۹)

"زمین اپنے رب کے نُور سے چمک اُٹھے گی"۔

ملل واقوام کی سعادت کا تعلق تین چیزوں سے ہوتا ہے:

① ایک عالمی حکومت کی تشکیل سے

② ایک قانون سے (جو الٰہی ہو)

③ اللہ واحد کی حکمرانی سے

تمام پریشانیوں، مشکلات، دُکھ، مصائب کی جڑ، بارڈر، قانون میں تضاد اور متعدد حکمرانوں کا وجود ہے

انسان نے جب سے اس کرۂ ارض پر قدم رکھا ہے اسے پریشانیوں، گرفتاریوں، دُکھوں، مصائب اور مشکلات کا سامنا ہے وہ ناساعد حالات کو برداشت کر رہا ہے۔ بے انصافی، بھوک، پیاس، بدبختیوں کو جھیل رہا ہے۔ یہ مسائل آج بھی جوں کے توں ہیں اور رہیں گے۔ اگر بالفرض کوئی مخصوص طبقہ سُکھ اور چین کی زندگی بسر کر رہا ہے تو ہزاروں طبقات مشکلات اور پریشانیوں کا شکار ہو کر رہ گئے ہیں۔ ان دُکھوں اور دردوں کا سرچشمہ کیا ہے؟ انسان ایسے ہی زندگی بسر کر رہا ہے مگر کب تک؟

وہ ان مشکلات سے کس طرح نجات پائے گا؟ کس حکومت میں اور کس قانون کے تحت؟ کیا کبھی دُکھوں کا یہ سلسلہ تھم جائے گا؟ ان تمام بدبختیوں اور مشکلات کی علت و منشا معلوم کرنا ضروری ہے۔ معاشرے کے اندر ہی اس کی جستجو کرنی چاہیے۔ ان کا سرچشمہ وہ حدود ہیں جنھیں خود انسانوں نے مختلف عناوین بنا رکھے ہیں۔ جس کے نتیجے میں وہ خود کو خالق اور

مخلوق سے علیحدہ کر چکا ہے۔ مثلاً خود پرستی وخودنمائی، نژاد و قومیت، مذہب وملت، خاک ومیھن کی حدود و قیود اور اس قسم کی دوسری رکاوٹیں جو انسانوں کے درمیان فاصلے بڑھا رہی ہیں۔ یہ ایسے مورچے ہیں جن میں چھپ کر انسان آپس میں جنگ لڑ رہے ہیں، تا کہ جس چیز میں انھیں اپنا فائدہ نظر آئے وہ حاصل کرلیں اور جب چاہیں دوسروں پر ظلم کریں۔ انھی حالات نے حکام، ظالموں، لٹیروں، طاغوت، فرعونوں، چنگیزوں اور اس طرح کے دوسرے افراد کو جنم دیا ہے، جس کے نتیجے میں استعمار گر، ظلم دوست، جابر اور ڈکٹیٹر قسم کی حکومتیں جنم لیتی ہیں جو اقوام کے اندر ضعف و ناتوانی بڑھاتی چلی جاتی ہیں۔ وہ لوگوں کو بھوکا پیاسا، قیدی اور زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھنا چاہتی ہیں (اپنے لیے تو وہ محلات تعمیر کر رہے ہوتے ہیں مگر ساتھ ہی کمزوروں کا مال و دولت بھی لوٹ رہے ہوتے ہیں)۔

انھی حالات سے طبقاتی تفاوت اور طاقت کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ قارونی افراد ظلم وستم بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔ ناچار اور مجبور لوگ طاقتوروں، سرمایہ داروں اور دولت مندوں کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے ہیں۔ یہ سب کچھ حدود کا کیا دھرا ہے۔ چونکہ یہ حد بندیاں غلط طریقے سے کی گئی ہیں جس سے ملل اور اقوام ایک دوسرے سے کٹ کر رہ گئی ہیں۔ ہر طرف جنگی صورتِ حال نافذ ہے۔ ہر شخص اپنے لیے ایک قانونی حد بندی کا قائل ہے۔ ان تمام مشکلات اور پریشانیوں کا صرف ایک حل یہ ہے کہ ان سرحدوں اور حدود کو ختم کر دیا جائے جس کے بعد سارے جہان میں ایک حکومت قائم کی جائے جو الٰہی اور خدائی حکومت ہو۔ سارے جہاں میں ایک قانون نافذ ہو، اس لیے جب تک انسان داخلی اور خارجی سرحدوں کی حدود و قیود کو نہیں توڑے گا تو اُسے اپنی ذات کے علاوہ کسی دوسرے کا اِدراک نہیں ہوگا۔ جب تک وہ مخلوق کی حکومت سے آزادی نہیں حاصل کرے گا وہ خالق کی حکومت کو قبول ہی نہیں کرسکتا۔ نہ ہی مخلوقِ خدا کے فائدے کے بارے میں سوچ سکتا ہے۔ مصلح جہان، رہبر و رہنما، متفکرین وفلاسفہ اور اُن سے قبل انبیاءؑ نے انسانوں کو اس کی اپنی اور دوسروں کی بھلائی کی طرف دعوت دی تھی، تا کہ سب مل کر آسودہ زندگی بسر کرسکیں۔

رسول اکرم ﷺ نے بھی اپنے پیغام کو اِن الفاظ قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا

سے شروع کیا تھا (کہہ دو خدا ایک ہے تم کامیاب ہو)۔ آپؐ معاشرے کو ایک خدائی اکائی کے تحت قرار دینا چاہتے تھے جس کا نام توحید ویکتائی ہے۔ ایک خدا سچ ہے، باقی سب جھوٹ ہیں۔ اس کے باوجود علیحدہ علیحدہ حدود رموز متعین کردی گئی ہیں۔ ہر بارڈر لائن کو کسی نہ کسی قبیلے کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ اس حد اور قید کو محو کردو، صرف ایک خدا کی عبادت کرو۔ سب یک زبان ہوکر اقرار کرو، تا کہ تم کامیاب ہوجاؤ۔

جی ہاں! انسان کی یہ آرزو ہے کہ ایک افلاطونی قسم کا شہر وجود میں آجائے گا جس میں لوگ خوش وخرم اور آسودہ خاطر زندگی بسر کریں۔ مگر افلاطون کے تصورات (فلاسفہ یا قانون دانوں کی حکومت) عملی شکل نہیں اختیار کرسکے ہیں تبھی تو کمیونسٹ حضرات مادیت کی اساس پر ہنوز کوئی شہر نہیں بسا سکے ہیں، جس میں طبقاتی تفاوت نہ ہو اور خدا کا انکار کیا جائے۔ مجہول الصوت قسم کا کوئی مکتب اب تک کامرانی وکامیابی سے ہمکنار نہیں ہوا ہے۔

انسان سعادت کی جستجو میں

سارے انسان ایک روزِ سعید کے منتظر اور اس کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ اس کی فکر میں غوطہ زن ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمانوں کا اندازِ فکر اپنا ہے اور دوسرے گروہوں کا اندازِ فکر اپنا۔ ہاں البتہ ایک قدر مشترک موجود ہے کہ سب سعادت کے متمنی ہیں۔ مگر اس سعادت کو پانے کے لیے انسان اپنی اپنی راہ پر چلتے ہیں۔

کمیونسٹ حضرات نے اپنے آپ کو گویا اجازت دے رکھی ہے کہ اپنے مطلوبہ کمال کو صرف ایسے معاشرے میں تلاش کریں جس میں طبقاتی تفاوت موجود نہ ہو۔ وہ یوں نصیحت کرتے ہیں کہ انسان تاریخ کے جبر سے ایک ایسا معاشرہ قائم کرے گا جہاں لوگ ایک سطح پر زندگی بسر کریں گے۔ اسی میں ان کی آسودگی کا راز پنہاں ہوگا۔

اس مکتب پر جتنے اشکالات کیے گئے ہیں ان میں سے اہم ترین اشکال یہ ہے کہ اس کی اساس تو خدا کے انکار اور مادیت پرستی پر قائم ہے۔ ایسا مکتب کبھی سعادت بخش اور حقیقی عدالت نافذ نہیں کرسکتا۔ چونکہ انسان تو خود پسند ہے۔ وہ خوشی خوشی خود کو قانون کی گرفت میں نہیں دے گا۔ ہاں! قانون نافذ کرنے والے ادارے اُسے قانونی گرفت میں لے سکتے ہیں۔

خدا پر ایمان سے بڑھ کر کوئی طاقت نہیں جو قانون کے نفاذ کی ضمانت دے سکے۔ تبھی تو ہم دیکھتے ہیں کہ کمیونسٹ مذہب کے پیروکار اس جہان میں کس طرح تتر بتر ہوئے ہیں اور اُنھوں نے کتنی بڑی بڑی ظالم حکومتوں کو وجود بخشا بلکہ یہ تو اُقوام و ملل پر قبضہ کرتی چلی گئیں۔

طبقاتی تفاوت کے خاتمے کا نعرہ لگا کر اُقوام و ملل کو کمزور کیا گیا تا کہ اُن کی حکومت کے لیے راہ ہموار ہو سکے۔

اسلام کا انسان سے قطعی وعدہ

ہم گذشتہ اَبحاث میں اشارہ کر چکے ہیں کہ تمام اُقوام ظلم سے شدید نالاں اور عدل و عدالت کی متمنی ہیں۔ چونکہ عدل و عدالت سے عشق ایک فطری امر ہے۔ اس کے وجود ملل و اُقوام کے منکرین کو حد سے تجاوز نہیں کرنا چاہیے۔ صرف اسلام ہے جس نے اس آرزو کو عملی جامہ پہنایا ہے اور اس کے تحقق ہونے کی قطعی نوید سنائی ہے۔ قرآنِ مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا (سورۂ نور: آیت ۵۵)

"اللہ نے تم میں سے صاحبانِ ایمان اور عملِ صالح کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ انھیں روئے زمین میں اس طرح اپنا خلیفہ بنائے گا جس طرح پہلے والوں کو بنایا اور ان کے لیے اس دین کو غالب بنائے گا جسے ان کے لیے پسندیدہ قرار دیا ہے اور ان کے خوف کو امن سے تبدیل کر دے گا۔ وہ سب صرف میری عبادت کریں گے اور کسی طرح شرک نہ کریں گے"۔

آیت کے نکات

اس آیتِ کریمہ سے ہم چند ایسے مطالب کا استفادہ کرتے ہیں جو ہماری گذشتہ ابحاث

کا عنوان تھے:

① انسانی معاشرے کے اندر بدامنی، خوف و اضطراب اور پریشانی کا ہونا ہی سبب بنتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر ظلم کریں اور پھر وہ شرک کا اِرتکاب کر بیٹھتے ہیں جو اپنی قوم پر ظلم عظیم ہے۔

② خداوند کریم کا قطعی اور حتمی وعدہ ہے کہ بدامنی کی جگہ امن و آشتی اور ظلم و ستم کی جگہ عدالت لے گی۔

③ دینِ اسلام کی ترقی و ارتقا کا مکمل وعدہ کیا گیا کہ اُسے تمام اَدیان پر غلبہ دیا جائے گا۔

④ اسلامی حکومت کا وعدہ۔

⑤ اس عمل اور وعدے کی شرط یہ ہے کہ لوگوں کے اندر ایمان اور عملِ صالح پیدا ہو جائے۔

آیتِ کریمہ کا لبِ لباب ایک ایسی آرزو ہے جس کی تمنا سب انسان کرتے ہیں اور ہر انسان کے قلب میں یہ حسرت اور آرزو موجود ہے۔ ہر کسی کو صرف اس دن کا انتظار ہے جبکہ اسلام نے اُن کے ساتھ قطعی و یقینی وعدہ کیا ہے کہ ایک دن ضرور آئے گا یہ صرف قلبی تمنا ہے بلکہ یہ تو عملاً واقع ہونے والا ہے مگر اس کا راستہ صرف عملِ صالح اور ایمان ہے۔

مستقبل پر نظر اور راہِ سعادت

آیندہ کی اُمید رکھنا، تحرک، جوش اور گرمیِ قلب کا سبب بنتا ہے۔ قومیں اس دولتِ اُمید سے مالا مال ہیں۔ ہر حکومت کی یہ کوشش رہی ہے کہ وہ اپنی قوم و ملت کے اندر اُمید کا چراغ روشن کر سکے تا کہ وہ کمال تک رسائی حاصل کر سکے۔ اس سلسلے میں اسے جتنی مشکلات برداشت کرنا پڑیں وہ برداشت کرے گی۔ البتہ ایک بحث اپنے مقام پر موجود ہے کہ مستقبل میں سب کے لیے سعادت کس طرح ممکن ہوگی؟

سرمایہ دار حضرات کی سوچ یہ ہے کہ بہترین مستقبل اور سعادت کے حصول کے لیے دولت کی فراوانی اور ذخیرہ اندوزی بہت ضروری ہے۔ کمیونسٹ مذہب کی سوچ ہے کہ طبقاتی تفاوت کے خاتمے کی صورت میں ہی حسین مستقبل کا سپنا دیکھا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ہی انسان مطلوبہ کمال تک پہنچ پائے گا۔ اس کے لیے برابری کی سطح پر ہونا ضروری ہے۔ یہ

اقتصادی محور کو بنیاد بناتے ہیں۔ بہر حال ان دو مکاتب نے انسانی خوش بختی اور سعادت کی اساس مادیت اور اقتصاد کو قرار دیا ہے (چاہے مثبت انداز ہو یا منفی)۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں مکاتب نے معاشرے پر ظلم وستم کی راہیں کھول دی ہیں۔ یہ فکری آزادی کے خلاف کام کرتے ہیں جبکہ ان کے برعکس انسان مطلوبہ کمال تک رسائی کے لیے دو چیزوں کو ضروری سمجھتا ہے۔ جن کا تذکرہ مذکورہ آیت کریمہ میں بھی ہوا ہے۔ وہ دو چیزیں ایمان اور عملِ صالح ہے یعنی خدا پر عقیدہ رکھنا اور نیک کردار۔ ایک کا تعلق اندرونی تعمیر سے ہے اور دوسری کا بیرونی تعمیر سے۔ اس کا بتلایا ہوا راستہ (نفی و اثبات) دونوں لحاظ سے مادیت سے بہت دُور ہے۔ چونکہ واضح ہے کہ جب تک انسان اپنی ذات کی تعمیر نہیں کر لیتا خود کو حدود و قیود سے نہیں بچا پائے گا۔ وہ خود خواہی اور خود طلبی جیسی لعنتوں سے چھٹکارا نہیں پالیتا اُسے دوسرا کوئی نظر ہی نہیں آتا۔

معاشرہ تو افراد کے مجموعے کا نام ہے۔ معاشرے کے افراد کی اصلاح کا تعلق اس معاشرے کے افراد کی اصلاح کے ساتھ ہے۔

خدا کا وعدہ اور لوگوں کے راستے

اس مقام پر اس طرح بھی سوال کیا جاسکتا ہے اگر اقوام وملل کی سعادت کا تعلق اُس کے افراد کے ایمان اور عملِ صالح سے ہے تو پھر یہ وعدۂ الٰہی کبھی پورا نہیں ہوگا۔ چونکہ یہ جہان تو ظلم وستم کی جانب بڑھ رہا ہے۔ خونریزی، لُوٹ مار، مستضعفین جہان پر ہونے والے مظالم اور اُس کے نتیجے میں وجود پانے والے، استثمار، استعمار، استحمار اور استبداد مختلف شکلوں میں موجود ہیں جنھیں اس جہان میں مشاہدہ و ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ کیا کوئی ایسی شام اُترتی ہے جس کے ماتھے پر مظلوموں کے خون کے دھبے موجود نہ ہوں؟ کیا کوئی دن ایسی جنگ وجدال سے خالی گزرتا ہے جس میں گھروں کو تباہ کرنے اور سہاگ نہ اُجڑتے ہوں؟ یہ سلسلہ تھمنے کے بجائے دن بہ دن بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ انسان تو وعدۂ الٰہی کے اُلٹ راستے پر چل رہا ہے۔

اس صورت میں یاس و ناامیدی کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔ اُمید کو کمزوری اور سستی مرجھا کر رکھ دیتی ہے، لہٰذا خدا کا وعدہ کب، کہاں اور کیسے عملی شکل اختیار کرکے وفا کی

مسند پر براجمان ہوگا؟ چونکہ اس کے محقق والی شرائط رُو بہ زوال ہیں؟

اے انسان! لوٹ آ، خدا کا وعدہ قانونِ کُلی ہے

ہم اس سوال کا جواب اس طرح دینا چاہیں گے:

اوّلاً: یہ انسان خود وعدۂ الٰہی کے وفا ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ ایک دن ایسا آئے گا جب یہ ظلم و ستم گری سے خستہ حال ہو جائے گا اور وہ تمام مکاتب جس سے اُسے دلچسپی تھی ان سب کو آزما چکا ہوگا۔ ان کی بیہودگی اور فضولیات کا اُسے کما حقہ اِدراک ہو جائے گا۔ جب اس قسم کی آمادگی اور پختگی اس کے اندر آئے گی وہ حکومتِ خدا، نظامِ توحید اور رہبر الٰہی کا مطیع و پیروکار بن جائے گا۔ چونکہ یہ مخلوق سے تو مایوس ہو چکا ہوگا اس لیے وہ اپنے خالق سے لَو لگا بیٹھے گا۔ اس ذات سے ہنوز اسے یاس و نا اُمیدی کا سامنا نہیں کرنا پڑا اور نہ ہی ایسا ہوگا۔ عکس العمل اور فساد کا پھیلنا یہ وہ عامل ہے جو انسان کے اندر بیداری پیدا کرے گا، جس کے سبب وہ حکومت الٰہی کو قبول کرنے کے لیے تیار ہو جائے گا اور اس طرح اس کا سفر اپنے معبودِ حقیقی کی طرف شروع ہو جائے گا۔

وعدہ الٰہی ایک قانونِ کُلی ہے

ثانیاً: قرآنِ مجید کی آیت کریمہ نے حکومت الٰہی کو خاص قسم کی آمادگی کے ساتھ مشروط قرار دیا ہے نہ کہ کل کے ساتھ اور اس کے لیے لفظ مِنکم کا استعمال کیا گیا ہے۔ خلاصہ یہ ہے:

> آیت مجیدہ کا مفاد یہ ہوگا: ''اگر تم میں سے ایک گروہ عقیدہ و عمل کے لحاظ سے مکمل آمادگی پیدا کرے تو وہ حکومتِ الٰہی تشکیل دے سکتا ہے''۔

جی ہاں! مخلوق کی ناموس اسی میں ہے اور اس جہاں میں ہمیشہ سے گروہ اور افراد قیام کرتے آئے ہیں۔ حکومتیں بھی تشکیل دیتے رہے ہیں۔ اس لیے کرۂ ارض پر اس قسم کے تحولات اور تبدیلیاں رُونما ہوتی رہی ہیں، جنھوں نے اغیار کی توجہات جلب کی تھیں۔ ان تبدیلیوں کے اہداف و مقاصد کا علم نہیں ہے؟ لیکن ایک بات طے ہے کہ قانونِ طبیعت ہی ہے اور حکومت الٰہی بھی اس قانون سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

ہم انجام میں اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ معاشرے کی تحریکوں کے قانون اور خدا کے وعدہ کی ایک دوسرے پر تطبیق کریں گے۔ اس طرح کا اگر ایک گروہ مصمم ارادے کے ساتھ قیام کرتا ہے اور انھیں لائق اور موثر قیادت بھی میسر ہو تو یقیناً وہ حکومت حاصل کر لیں گے۔ اب اگر دین دار اور متقی مسلمان دوسری اقوام اور ملل کے مانند نظم وضبط اور تشکیلات کرتے ہیں اور اپنے ایمان کی اساس پر اور قطعی عمل انجام بھی دیتے ہیں تو اُن کے لیے کامیابی حتمی اور یقینی ہے۔ وہ طاغوتی حکومت کی جگہ خدائی حکومت قائم کرتے ہیں۔

آیتِ کریمہ میں دو جملوں کے ذریعے اس مطلب کی طرف اشارہ کیا گیا ہے: ایک لفظ مِنکُم سے استفادہ کیا گیا ہے کہ حکومت الٰہی کے تحقق کے لیے لوگوں کا ایک گروہ تیار ہو جو یقینی عقائد وفکر کے ساتھ قیام کرے۔ دوسرا اس آیت میں لفظ وعد استعمال کیا گیا ہے جس کا مطلب ہے کہ گذشتہ ملل و اقوام بڑی قاطعیت اور مصمم ارادے کے ساتھ عمل کرتی رہی ہیں۔ حکومت الٰہی کو اگرچہ نسبی قرار دیا گیا ہے جیسے:

كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ

خداوند بچ جانے والوں کو حکومت الٰہی عطا کریں گے۔ جو سُستی اور ناتوانی کے سبب ختم ہوگئی تھی مگر ناموسِ طبیعت یہ تھی اور ہے کہ جب تک کامل ترین قیام نہ ہو، جہانی اور عالمی انداز کا پیمانہ موجود نہ ہو مسئلہ جوں کا توں ہی رہے گا۔

مسلمانوں کے قیام کی ضرورت

اس لحاظ سے کہ یہ نسبی اُمور ہیں اور وعدۂ الٰہی ہر زمانے میں تحقق پذیر ہے۔ مسلمانوں کا یہ وظیفہ بنتا ہے کہ ہمیشہ اسلامی حکومت کی تشکیل کے لیے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور ہر قسم کے یاس وناامیدی کو پاس نہ بھٹکنے دیں۔ چونکہ ان شاء اللہ یہ ہوکر رہے گا اور خداوند نے بھی یہ وعدہ فرمایا ہے کہ کامیابی حتمی اور یقینی ہے۔

امام مہدیؑ کا انتظار اور حکومت اسلامی کے لیے کوششیں

مسلمان امام مہدی علیہ السلام کے انتظار میں سرگرداں ہوں گے۔ اس انتظار کا سرچشمہ بھی تو

رسولِ اکرم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ ممکن ہے کوئی مسلمان یہ سوچے کہ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے قبل اسلامی حکومت کا قیام ممکن ہی نہیں ہے۔ لہٰذا ظہور سے قبل مسلمانوں کی تمام کوششیں رائیگاں جائیں گی۔

عرض ہے کہ اس قسم کا تصور، فکر اور نظریہ باطل ہے۔ اس لیے کہ امام مہدی علیہ السلام جو اسلامی حکومت تشکیل دیں گے وہ عالمی اور جہانی ہوگی، جو اس کرۂ ارض سے ظلم وستم کا وجود مٹا کر رکھ دے گی۔

لہٰذا اس عالمی حکومت کا انتظار اور اپنی کوششوں سے اسلامی حکومت تشکیل دینے میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ مسلمان ممالک کے باشندے اگر شرق وغرب کے آہنی شکنجوں سے نجات حاصل کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو انھیں استقلال یا آزادی حتماً نصیب ہوگی۔ قرآنِ مجید کے حکم کے مطابق انقلابی معاشروں کے اندر خدا کے وعدے کا قطعی وحتمی ہونے سے مسلمانوں کو اپنی سرنوشت تحریر کرنے کا موقع نصیب ہوگا۔ وہ اسلامی ممالک سے اغیار اور استعمار کے تسلط کو ختم کرنے میں ضرور کامیاب ہوجائیں گے۔

جس طرح سرزمینِ ایران پر ایک شکوہ مند اسلامی انقلاب کامیاب ہوا ہے جس کے نتیجے میں اسلامی حکومت تشکیل پائی ہے۔ یہ ایک ایسا الٰہی وظیفہ ہے کہ جس پر تمام مسلمان ملل کو عمل کرنا چاہیے۔ چونکہ وعدۂ الٰہی ایک امر نسبی ہے جو کسی بھی زمانے میں تحقق پذیر ہوسکتا ہے۔ جبکہ آیت کریمہ بنی اسرائیل کے زمانے میں جب حضرت موسیٰؑ نے خدائی رہبر بن کر قیام کیا۔ فرعون کے خلاف تو کامیابی آپؑ کا مقدر ٹھہری۔ نیز یہی قانونِ حکومت رسولِ پاکؐ اور دوسرے انبیاءؑ کی حکومتوں پر بھی منطبق ہورہا ہے اس لیے وہ حکومتِ الٰہی کو نسبی شمار کررہے ہیں۔

علاوہ ازیں آیت کریمہ مسلمانوں کو قیام کرنے کی دعوت دے رہی ہے۔ بے شک چند افراد قطعی ارادے کے ساتھ تحریک کا آغاز کردیں وہ خدا کے وعدے کی تطبیق کے مرحلے کی طرف سفر کریں گے، اگرچہ امام مہدیؑ کے قیام کا نتیجہ عالمی سطح پر نمودار ہوگا۔ ابتدا میں آپؑ کے حامی چند افراد ہی ہوں گے۔ احادیث میں ان کی کُل تعداد ۳۱۳ تحریر کی گئی ہے۔ یہ دیندار اور متقی افراد عددی قلت کے باوجود خوف وہراس سے بے نیاز قیام کریں گے۔ ابتداء

میں کم ہوں گے، مگر لوگ اُن کے ساتھ ملتے جائیں گے، جس سے ان کی تعداد بڑھتی چلی جائے گی۔

انتظار

امام مہدی علیہ السلام کی عالمی اور جہانی حکومت نہ صرف مسلمانوں کے قیام کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنے گی بلکہ ایک فعال اور محرک کا کردار ادا کرے گی۔ اس طرح امام علیہ السلام کی حکومت کا کردار بڑی اساسی نوعیت کا ہوجائے گا۔ چونکہ حکومتِ اسلامی کی تشکیل کے ساتھ ہی اسلامی فرہنگ اور تہذیب کو فروغ ملے گا جس سے لوگ امام، رہبر اور اسلامی قیادت سے آشنائی حاصل کریں گے۔

مسلمانوں کا وظیفہ آمادگی پیدا کرنا اور آمادہ ہونا ہے، تاکہ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کا زمینہ ہموار ہوسکے۔

جی ہاں! مسلمانوں کو جان لینا چاہیے کہ قرآن مجید جیسا دستور اور اسلام جیسے آئین کی موجودگی میں اور رسولؐ پاک اور امام مہدیؑ جیسے امام و رہبر کے ہوتے ہوئے انسان تمام مشکلات کو حل کرسکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی حکومتیں بھی قائم کی جاسکتی ہیں۔

إِنَّ هَٰذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ (سورۂ بنی اسرائیل: آیت ۹)

"یہ قرآن وہی ہے جو اس سے تمسک کرتا ہے، یہ اُس کی ہدایت کرتا ہے اور مومنین کو بشارت دیتا ہے"۔

ایک تہذیب یافتہ، ترقی پذیر انسان جو علم اور صنعتی ترقی سے بھی مالا مال ہے وہ ان مشکلات سے نجات حاصل نہیں کرپاتا۔ اگر وہ علم اور صنعتی ترقی کے ذریعے مشکلات حل کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے تو دوسری مشکلات اور مصیبتیں دامن گیر ہوجاتی ہیں۔ بھوکے، پیاسے، ننگے اَخلاقی لحاظ سے تباہی و بربادی کا شکار مسلمان بے سروسامانی کی کیفیت میں زمین کے چپے چپے پر موجود ہیں بلکہ ہر قوم، قبیلے اور ملت میں موجود ہیں جنھیں آنکھیں دیکھ سکتی ہیں۔ اُن کی فریاد آسمانوں سے ٹکراتی ہے؟ تو بتاؤ یہ نقص کہاں ہے؟ دشمن تو آج بھی اسلام اور قرآن کے

خلاف مورچہ زن ہے۔ اُسے اِدراک نہیں ہے کہ وہ تو اپنی سعادت، خوش بختی کے ساتھ جنگ کر رہا ہے۔

يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِئُوْا نُوْرَ اللهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ○ (سورۂ صف: آیت ۸)

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نُورِ خدا کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں، اور اللہ اپنے نُور کو مکمل کرنے والا ہے۔ یہ بات کفار کو کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

ایک دن نُورِ خدا سے کرۂ ارض منور ہو جائے گا جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے:

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (سورۂ زمر: آیت ۶۹)

"اور زمین اپنے رب کے نُور سے جگمگا اُٹھے گی"۔

کیا اس سے مراد نُورِ مہدیؑ ہے؟

حضرت امام مہدیؑ کی ولادت باسعادت

حضرت امام مہدی علیہ السلام کا میلاد یا اُمیدوں، آرزوؤں، تمناؤں، خوش بختوں اور نُورِ خدا کا میلاد؟ تعجب انگیز سوال یہ ہے کہ امام مہدیؑ کون ہیں؟ کب، کہاں اور کیسے دنیا میں تشریف لائے؟ کس طرح زندگی بسر کر رہے ہیں؟ عمر مبارک کتنی ہے؟ کب، کہاں اور کس وقت ظہور فرمائیں گے؟ آپؑ کا ظہور طوالت کا شکار کیوں ہے؟

ہم تحریر کر چکے ہیں کہ انسان سعادت کی اُمید رکھے ہوئے ہیں، اُنھیں مدینہ فاضلہ، آسائشوں اور محبتوں بھری زندگی کی تمنا ہے جس کا اس سے وعدہ کیا گیا ہے کہ یہ کس جگہ اور کس وقت میسر ہوگی؟

جب امامِ زمانہ علیہ السلام کے ہاتھوں عالمی سطح پر عالمی معیار کی الٰہی حکومت تشکیل پائے گی تب یہ وعدۂ الٰہی اپنے ایفا کو پہنچے گا۔

رہبر اسلام رسولؐ خدا نے یوں ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ بَشِیْرًا لَوْلَمْ یَبْقَ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا یَوْمٌ وَاحِدٌ لَطَوَّلَ اللهُ ذٰلِكَ الْيَوْمَ حَتّٰى يَخْرُجَ فِيْهِ وَلَدِی الْمَهْدِیْ فَيَنْزِلُ رُوْحُ

اللهِ عِیْسٰی ابنِ مَریَم فَیُصَلِّ خَلفَهُ وَتَشرِقُ الاَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا ، وَیَبلُغُ سُلطَانَهُ المَشرِقَ وَالمَغرِبَ (اکمال الدین: ص ۱۶۳)

"قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے نبیؐ اور بشیر بنا کر برحق مبعوث فرمایا ہے، اگر اس جہان کی عمر کا ایک دن بھی بچ گیا تو اُس ایک دن کو خداوند اتنا طولانی کرے گا کہ اُس دن میرے فرزند مہدیؑ خروج کریں گے۔ ان کے بعد روح اللہ عیسیٰؑ ابن مریمؑ نازل ہو کر شامل ہوں گے اور امامؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ زمین کے خزانے اور پنہاں چیزیں منور ہو جائیں گی۔ مہدیؑ کی حکومت شرق سے غرب تک قائم ہوگی"۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا یہ وعدہ بالکل قطعی وحتمی ہے۔ اگر اس جہان کی عمر کا ایک دن بھی بچ گیا تو معجزانہ طور پر اُس دن کو اتنا طویل کر دیا جائے گا کہ اس میں امام مہدیؑ کا ظہور بھی ہو جائے گا اور اسلامی حکومت بھی قائم ہو جائے گی۔

مہدیؑ موعود اہلِ تشیع کی نظر میں

اہلِ تشیع اسی عقیدے کے قائل ہیں جس کا تعارف رسولِ اکرم ﷺ اور ائمہ اطہارؑ نے کرایا تھا۔ ایک کلی عنوان کے تحت ایک طاقتور انقلابی مرد ہوگا جو جبر وستم کو ختم کرے گا۔ آپؑ حالات کی پیداوار نہیں بلکہ ایک معین ومشخص ہستی کے مالک ہوں گے جن کا باقاعدہ تعارف کرایا جا چکا ہے۔

امام مہدی علیہ السلام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہوں گے۔ دس واسطوں سے رسولِ اکرمؐ تک جا ملیں گے۔ آپؑ مسلمانوں کے بارھویں امام سرکارِ ختمی مرتبتؐ کے بارھویں خلیفہ ہوں گے۔ آپؑ کی ولادت ۲۵۵ ھ ق شہر سامرہ میں ہوئی۔ اس وقت آپؑ کی عمر مبارک ۱۱۴۵ سال کے قریب ہوگی۔ آپؑ خفیہ انداز میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ مخفیانہ طرزِ زندگی تا حکمِ خدا جاری رہے گا۔ جس کے بعد آپؑ ظہور فرمائیں گے۔ آپؑ کی ولادت کو بھی مخفی رکھا گیا۔ آپؑ اپنے بابا کی شہادت کے بعد اپنی حیات کی پانچ بہاریں دیکھنے کے بعد عہدۂ امامت پر فائز ہوئے۔

جب امام مہدی موعودؑ کا تعارف اس انداز میں کرایا جائے گا تو پھر چند سوالات سامنے آتے ہیں جن کی طرف ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں۔

امام مہدی موعودؑ ایک استثنائی شخصیت ہیں

ہم نے ان سوالات کے جوابات میں عرض کیا تھا کہ امام مہدی علیہ السلام ایک استثنائی اور معجزاتی شخصیت کے مالک ہیں۔ انھیں معمولی اور عادی مقیاس سے نہیں پہچانا جاسکتا۔ امام مہدی علیہ السلام کی شخصیت کی معرفت کے لیے خدا اور رسولؐ کی معرفت شرط ہے۔ ان دو مراحل کے بعد پھر کوئی مقامِ تعجب باقی نہیں رہتا۔ چونکہ امامت کا مرتبہ توحید اور نبوت کے بعد ہے۔ امامت کو قبول کرنا تب مفید ثابت ہوسکتا ہے جب انسان پہلے توحید اور نبوت کو قبول کرلے پھر اس مسلّمہ اُصول کو بعد میں زیرِ بحث نہیں لایا جائے گا۔

ہم امام مہدی علیہ السلام کی مخفی ولادت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخفی ولادت کے ساتھ ملا کر دیکھ سکتے ہیں۔ فرعون اپنی ساری فرعونیت، طاقت و توانائی اور بھرپور وسائل کے ساتھ اس کوشش میں تھا کہ کسی طریقے سے آپؑ کی ولادت کا سراغ پایا جائے۔

جب ہم حضرت امام مہدی علیہ السلام کی پانچ سال کی عمر میں مسندِ امامت پر فائز ہونے کی تشبیہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دے سکتے ہیں جنھوں نے گہوارے میں اپنے پاکیزہ لب کھول کر اعلان فرمایا:

جَعَلَنِیْ نَبِیًّا (سورۂ مریم: آیت ۳۰)

"مجھے نبیؐ بنایا گیا ہے"۔

اور آپؑ کی طویل عمر کو حضرت نوح علیہ السلام سے تشبیہ دی جاسکتی ہے۔ قرآن کریم میں آپؑ کی عمر ۹۵۰ سال تحریر کی گئی۔ ان قیاسات کے بعد پھر کوئی مشکل باقی نہیں رہتی۔

چونکہ ان تین مقامات کا تذکرہ قرآن اور اسلام نے بڑی صراحت کے ساتھ فرمایا ہے۔ اس کے بعد تردید اور شکوک وشبہات کا مقام باقی نہیں رہتا؟

البتہ یہ مسئلہ کہ ظہور میں تاخیر کیوں ہورہی ہے؟ جبکہ انسان دُکھوں، پریشانیوں، مشکلات اور مصائب میں گھرے ہوئے ہیں؟ ہم جواب میں اتنا عرض کریں گے؟ تجربہ نشاندہی کر رہا ہے

اس جہان کے مصلح اس کرۂ ارض کے محدود مقامات پر اپنے اپنے وسائل کے مطابق جدوجہد کرتے رہتے ہیں مگر اُنھیں مکمل کامیابی نصیب نہیں ہوتی۔ اگرچہ یہ تیاری نسبی لحاظ سے متحقق نہیں ہو پارہی۔ مگر یہ کامیابی عمومی سطح پر نصیب نہیں ہو رہی۔ علم، صنعت وغیرہ سے دلچسپی ضرورت سے زیادہ ہے مگر دوسروں کو اس سے حصّہ نہیں مل رہا۔ چونکہ دریائے شہوت میں غوطہ زن اور عیش وعشرت کے دلدادہ افراد ابھی انسانوں کی صفوں میں موجود ہیں۔ لیکن ایک دن لوگوں کو یقین ہوجائے گا کہ انسانی سعادت صرف اور صرف ایمان اور امام مہدی علیہ السلام پر عقیدہ رکھنے میں مضمر ہے۔ اس حالت میں مادی طاقتیں جدید اسلحہ وغیرہ سب ناکارہ ہوجائیں گے۔ وہ اسلحہ کی جگہ ایمان اور فضائل کی نشان دہی کریں گے۔ مستضعفین جہان خالی ہاتھ قیام کریں گے۔ نہیں صرف اپنے رب پر بھروسہ ہوگا۔ وہ اسلحے میں غرق طاغوتوں کو زمین میں دفن کردیں گے۔ اُس وقت طاغوت اور طاغوتیوں کا دفاع کرنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ چونکہ لوگ اُن کے ظلم وستم سے تنگ آچکے ہوں گے۔ وہ پرچم عدل کے گرد پروانہ وار جمع ہو رہے ہوں گے جس کے بعد زمین عدل وانصاف سے بھر جائے گی۔ ظلم وستم کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ ظلم کی جگہ عدل وانصاف لے گا اور اس جہان کا نقشہ ہی بدل جائے گا۔

امامِ زمانہؑ کی حکومت (عصرِ غیبت میں اندازِ حکمرانی)

اب ضروری ہوگیا ہے کہ ہم امامِ غائب کی حکومت اور عصرِ غیبت کے متعلق مکتبی اور تحقیقی انداز میں بحث کریں۔ چونکہ یہ امامت کی شاخوں میں سے ایک شاخ ہے۔ اس کلاس میں ضروری ہے کہ ہم اصلِ توحید، اصلِ نبوت اور اصلِ امامت کے بارے میں بحث کرنے کے بجائے اُنھیں مسلّمہ اصولوں کی مانند قبول کریں تاکہ اس بحث کی نوبت آئے۔ حالِ غیبت میں امام مہدی علیہ السلام کس طرح حکومت کرتے ہیں؟ اس حکومت کی نوعیت کیسی ہوگی؟ چونکہ بظاہر تو ایسی کوئی چیز نظر نہیں آرہی ہوتی۔ کیا ہوسکتا ہے کہ ایک انسان جس کا تعلق امام زمانہؑ سے نہ ہو وہ آپؑ کی طرف سے حکومت کرسکتا ہے؟ وہ کس طرح حکم دے سکتا ہے؟ وہ کشور کشائی کے لیے کس طرح کام کرسکتا ہے اور سب سے بڑی بات آپؑ کی حکومت کی حد کہاں تک ہے؟

کیا یہ سوالات بجا ہیں یا بے جا؟ ان سوالات کے جوابات کس زبان میں دیے جائیں

گے؟ ان کے جوابات کن کانوں سے سنیں جائیں گے؟

شیعہ نقطۂ نظر سے امامؑ کا تعارف

مکتبِ تشیع کے پیروکار امام علیہ السلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ امام علیہ السلام کا وجود ایک استثنائی وجود ہے۔ آپؑ فوق العادہ شخصیت کے مالک ہیں۔ اجتماعی رہبری و حکومت اور ظاہری حکمرانی کے علاوہ باطنی اور معنوی لحاظ سے بھی دلوں پر حکومت کریں گے جس طرح ذاتِ خداوند دلوں پر حکومت کرتی ہے۔ تبلیغات کے ذریعے مِلل واَقوام کو اپنی طرف جذب بھی فرماتا ہے، تاکہ دلوں پر حکومت قائم کی جاسکے۔

حکومتِ الٰہی سے مراد یہی ہے، اسی لیے ہم اسے بہترین حکومت شمار کرتے ہیں۔ یہ نظریہ قطعی تجربے کے ذریعے بھی ثابت ہے کہ جو شخص بھی اس طرح کی حکومت کرے گا وہ نیک اور بہترین قسم کا رہبر شمار ہوگا۔ البتہ آپؑ امامِ زمانہ کی بے مثال حکومت کو تب تسلیم کریں گے جب آپ کو امامؑ کی مکمل معرفت حاصل ہوگی۔

امامؑ کی حکومت یا عنوانِ ولایت

شیعہ نکتہ نظر یہ ہے کہ امامؑ خلیفۃ اللہ اور ولایتِ تکوینی و تشریعی کا مالک ہوتا ہے۔ خلیفۃ اللہ اس جہت سے کہ امامؑ خدا کی صفات کا مظہر اور احکامِ خدا کا مبلّغ ہوتا ہے جو انسانیت کو کمال کی طرف دعوت دیتا ہے۔ البتہ ولایتِ تکوینی اس لحاظ سے کہ اس جہانِ خدا میں امامؑ کا تصرف جس طرح بھی ہو وہ مؤثر ہوتا ہے۔ اسی ولایت کی اساس پر امامؑ غائب کا وجود نفع بخش اور دوسروں کے لیے مفید ہوتا ہے۔ تبھی تو آپؑ کے ہاتھوں مسلمانوں کی نہ حل ہونے والی مشکلات بھی حل ہوجاتی ہیں۔ یہ سب کچھ ولایتِ تکوینی کی اساس پر ہے۔

شیعہ حضرات اپنے امامؑ سے توسّل کو اپنے عقیدے اور شعار کی اساس سمجھتے ہیں یعنی ان کا نعرہ ہے کہ ہم اپنے امامؑ سے توسّل کرتے ہیں۔ چونکہ ہمارے امامؑ ولایتِ تکوینی کے منصب پر فائز ہیں یعنی امامؑ کے پاس طاقت اور قدرت ہے۔ یہ سب کچھ ذاتِ امامؑ کے لیے ممکن ہے البتہ یہ سب کچھ خدا کے اذن سے ممکن ہے۔ جب لوگ کوئی کام انجام نہیں دے سکتے

ہیں تو پھر خدا ان کو انجام دیتا ہے جیسا کہ قرآن کے صریح اور واضح حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو زندہ کرتے تھے۔ مادرزاد اندھوں کو بینائی دیتے تھے۔ یہ تمام کام وہ اذنِ خدا سے انجام دیتے تھے۔ شیعیانِ جہان قرآن سے الہام لیتے ہوئے اپنے امامؑ سے راز و نیاز کرتے ہیں اور دستِ توسّل اپنے امامؑ کی طرف دراز کرتے ہیں۔ چونکہ وہ خدا کی قدرت سے اپنے امامؑ کو طاقت ور اور خدائی شخصیت تسلیم کرتے ہیں، اسی لیے وہ اپنی حاجات ان سے طلب کرتے ہیں چونکہ خداوند کریم نے ہی ان کو مذکورہ صفات اور معنوی مقامات عطا کر رکھے ہیں۔ حضرت بقیہ اللہ الاعظم مقامِ ولایتِ تکوینی پر فائز ہیں۔ وہ اپنے حُب داروں کے نالہ و فریاد کی صدا کو دُور اور نزدیک سے سن لیتے ہیں۔ اگر ریڈیو کی اُمواج کے ذریعے دُور کی آواز سنی جاسکتی ہے اور ٹیلی ویژن کے ذریعے ہزاروں میل دُور بیٹھے شخص کو دیکھا جاسکتا ہے تو پھر یہ دونوں طبعی عوامل ایک حد تک مخفی اُمواج نا قابلِ سماعت کو سماعت میں اور نا قابلِ شناخت کو شناخت میں تبدیل کر سکتے ہیں۔

امامؑ اگر ولایتِ تکوینی کے ذریعے ایسا کرتے ہیں تو کوئی مانع نہیں ہے۔ وہ وسائل جو مافوق الطبیعہ ہیں اور انسانوں سے مخفی ہیں، کے ذریعے اِستفادہ کر سکتے ہیں۔ اسی عمل کو انجام دیتے ہوئے آواز کو دُور و نزدیک سے سُن لیتے ہیں۔ توسّل کرنے والے کو بھی دیکھ سکتے ہیں؟ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام مُردوں کو عام اور عادی وسائل سے زندہ کرتے تھے۔

ہم اتنا عرض کریں گے حضرت امام مہدی علیہ السلام جو غائب ہیں وہ فیضِ الٰہی سے اپنے حُب داروں کو مشکلات سے نجات دلاتے ہیں۔ یہ نکتہ نا قابلِ فراموش رہنا چاہیے کہ یہ فیض مخصوص راستوں اور خاص رابطوں کے ذریعے ولایت کے عنوان سے جاری ہوتا ہے۔ جس طرح بجلی کے مرکز سے روشنی اور نشریاتی مرکز سے تصویر وغیرہ لی جاتی ہے۔ ان کے درمیان تاروں والا رابطہ بھی نہیں ہوتا۔ سینکڑوں کلومیٹر دُور ریڈیو چلتا ہے۔

جبکہ امام علیہ السلام کی ولایتِ تشریعی، جس کو قانون تبدیل کرنے پر تسلط حاصل ہوتا ہے۔ یہ تسلط ملّت اور قومیت پر بھی حاصل ہوتا ہے۔ حکومت اسلامی کا مرکز اور تین قوتوں (مقننہ، قضائیہ اور اِجرائیہ) کے درمیان ہم آہنگی صرف وجودِ امامؑ کے ذریعے ممکن ہوتی ہے۔

امامؑ کے پردۂ غیبت میں ہونے سے اس میں کسی قسم کا خلل ایجاد نہیں ہوتا۔ چونکہ پردۂ غیبت میں رہ کر بھی امام علیہ السلام ولایت کے مقام پر تشریف فرما ہیں۔ جس طرح کوئی سلطان یا بادشاہ دُور رہ کر اپنے وزرا کے ذریعے حکومت کرتا ہے۔

حکومتِ امامؑ اور ولایتِ فقیہ

اس مقام پر یہ سوال اُٹھتا ہے کہ امامؑ حالتِ غیبت میں بھی مسندِ ولایت پر تشریف فرما ہیں کہ اگر ہم قبول کرلیں تو اس کا تعلق عقائد سے ہوگا نہ کہ عمل سے؟

جواب: امام علیہ السلام کی حکومت کی ولی فقیہ کے اُمور میں مستقیم (براہِ راست) مداخلت نہیں ہوتی بلکہ ولی فقیہ نائبِ امامؑ بن کر معاملات اور اُمور کو چلاتا ہے۔ اب یہاں امامؑ پر ہے کہ وہ ولایت کو نیابت کے عنوان سے اس انداز میں پیش کریں کہ اصلی ولایت امامؑ کے پاس رہے۔ یہ طریقہ خود پیغمبر اکرمؐ، حضرت علی علیہ السلام کے مقدس اَدوار میں بھی رائج تھا۔ آپؐ دوسرے افراد کو اپنا نمایندہ اور نائب مقرر فرماتے تھے۔ عصرِ غیبت میں امامؑ کی طرف سے یہ طریقہ ولی فقیہ کے عنوان سے اختیار کیا گیا ہے۔ ولایتِ فقیہ دراصل حکومتِ امامؑ کا استمرار اور دوام کا نام ہے تبھی تو ہم قائل ہیں کہ ولی فقیہ کی حکومت امامؑ کی حکومت ہوتی ہے۔

اس نیابت کا قابلِ توجہ اثر یہ ہے کہ حکومتِ امامؑ میں جن اعمال و صفات کی شرط رکھی گئی ہے وہ ولی فقیہ کی حکومت میں بھی لازمی ہوتی ہیں جیسے شیعہ عقائد میں سے امامت کے لیے علم اور عصمت ضروری ہیں۔ ہم اتنا عرض کریں گے کہ علم، عصمت، عدالت کے لیے بالاصل ضروری ہیں، وہی شرائط اور اَوصاف ولی فقیہ کے لیے بالفرع ثابت ہوں گی۔ اس کے ذریعے ہی اللہ، رسولؐ اور اُولی الامر کی حکومتوں میں ہم آہنگی نظر آئے گی۔ چونکہ خدا کی حکومت تو عدل کی اساس پر قائم ہوتی ہے۔ عدل کے بغیر حکومتِ خدا صحیح نہیں ہوگی۔

بنابرایں اُولی الامر وہ ہوسکتے ہیں جو اس نظامِ کُلی کے ماتحت اسلامی حکومت (علم و عدالت) کو برقرار رکھیں۔ پس جاہل، ظالم اور گنوار قسم کے افراد مسند اُولی الامر پر کبھی فائز نہیں ہوسکتے۔ چونکہ قرآن نے بڑے واشگاف انداز میں بیان فرمایا ہے۔

لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۂ بقرہ: آیت ۱۲۴)

"میرا عہدہ ظالموں کے لیے نہیں ہے"۔

نتیجہ

میری بحث کا ماحصل یہ ہے کہ فقیہہ حاکم کو اصل کا نمونہ اور مثال بننا چاہیے۔ حیاتِ امامؑ اگرچہ پردے میں ہی کیوں نہ ہو۔ وہ لوگوں کے نفوس، ایمان پر خاطر خواہ اثرانداز ہوتی ہیں۔ چونکہ زندہ امامؑ اسلامی حکومت کا اصلی مرکز و محور ہوتا ہے اور نائب امامؑ اُس کا مظہر ہوتا ہے۔ اسلامی حکومت کی اساس ایسی معرفت کو قرار دینا ہے کہ امامؑ اصل ہیں اور اس کی فرع بھی ہے۔ یہ سارا اہتمام صرف اس حکومت کی پاکیزگی اور عمق بیان کرنے کے لیے ہے۔ پس رسولؐ پاک کی رسالت، ائمہ اطہار علیہم السلام کی امامت، اُن کی عصمت، ولایت کُلی الٰہی کے لیے اصل واصیل ہیں۔ جن کا سرچشمہ ذاتِ اقدس پروردگار ہے۔ قوسِ نزولی میں یہ رسولؐ، امامؑ تک بالاصل پھر اس کی فروعات بھی وجود میں آتی ہیں۔ اس کا اپنے مقام پر ایمان بالغیب سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ اسی کے ذریعے خدا پر ایمان اور غیبِ مطلق پر ایمان لانا ممکن ہوتا ہے۔ اس کو قرآنِ مجید متقی اور پرہیزگار لوگوں کی صفات میں شمار کرتا ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ○ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ
(سورۂ بقرہ: آیت ۲-۳)

"یہ وہ کتاب ہے جو ریب و شک سے منزہ ہے۔ یہ متقیوں کے لیے ہدایت ہے، جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں"۔

پس فقیہہ کی حکومت، امامؑ کی حکومت کی فرع اور پرتو ہوتی ہے جس کی اساس ایمان بالغیب اور پرہیزگاری کو قرار دیا گیا ہے۔ چونکہ اس نے انسانوں کو ایمان اور عملِ صالح کی طرف دعوت دینی ہوتی ہے تبھی تو اس کے ماورا میں دنیا و جہاں کی سعادت قرار دی گئی ہے۔ اس کے علاوہ انسان کی حقیقی سعادت کا کوئی راستہ نہیں ہے۔

جیسا کہ ہم بحث کے آغاز میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ امامؑ غائب کے متعلق ابحاث کے چند نکات تھے۔ جبکہ اس بارے میں مطالب کا پورا دریا بہہ رہا ہے۔ ہماری مجال نہیں ہے جو اس مختصر رسالے میں ان سب کو ذکر کرنے کا تصور بھی کریں۔

ہم اختتام پر اپنے کریم رب کے حضور معذرت خواہ ہیں کہ ہمیں تو ذاتِ کریم کے فضائل کا قطرہ بھی پیش کرنے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی۔ ہم اپنی عاجز نگاہوں سے اس نُور کی ایک کرن کو بھی نہ دیکھ پائے۔ صرف اتنا عرض ہے:

کتابِ فضل ترا آبِ بحر کافی نیست
کہ تر کنم سر انگشت و صفحہ بشمارم

امامِ غائبؑ یا بہارِ خورشید

پروردگار دشمنانِ اسلام کے بارے میں ارشاد فرما رہا ہے:

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَیَاْبَى اللّٰهُ اِلَّاۤ اَنْ یُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○ هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (سورۂ توبہ: آیت ۳۲-۳۳)

"یہ لوگ چاہتے ہیں کہ نُورِ خدا کو اپنے منہ سے پھونک مار کر بجھا دیں حالانکہ خدا اس کے علاوہ کچھ ماننے کے لیے تیار نہیں ہے کہ وہ اپنے نُور کو تمام کردے، چاہے کافروں کو یہ کتنا ہی برا کیوں نہ لگے۔ وہ خدا ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اپنے دین کو تمام اَدیان پر غالب کردے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

نُور و ظلمت

نُور ظلم و تاریکی کی ضد ہے جو اُسے نابود کر دیتا ہے۔ نُور ظاہری اس جہان کو منور کرتا ہے جبکہ معنوی نُور دلوں اور اَفکار کو منور کرتا ہے۔ نُورِ خدا ولایت تکوینی و تشریعی کی طرف ہدایت کرتا ہے۔ کفر کی ظلمت و تاریکی کو نابود کرتا ہے۔ جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سورۂ نور: آیت ۳۵)

"خداوند متعال ہی زمینوں اور آسمانوں کا نُور ہے"۔

نُور کون؟

مذکورہ بالا آیتِ مجیدہ میں نُور سے مراد خدا کی ہدایت کا نُور ہے۔ جو اسلام کی اعلیٰ قیادت اور قرآنِ مجید کی صورت میں جلوہ گر ہے۔ یہ ایسا نُور ہے جو حیات اور حرکت کا سرچشمہ، سعادت وخوش بختی کے تمام راستوں کا منشا ومحور ہوتا ہے۔ اسلام ایک زندہ اور متحرک آئین ہے جو انسانی معاشرے کو تکامل کے راستے پر چلنے کا فن سکھاتا ہے۔ اور ہر سعادت و اچھائی کے لیے بنیاد بنتا ہے۔

اسلام کے دشمن یا نُور کے مخالف

انسانی سعادت اور خوش بختی کے دشمن جو اسلام کے مخالف ہیں یہ چاہتے ہیں کہ یہ جہان تاریکی میں ڈوبا رہے، تاکہ اُنھیں اپنے گھٹیا مقاصد کو پانے کا موقع مل سکے۔ چونکہ وہ تاریکی اور اندھیرے میں ڈوبی انسانیت (جو صحیح فکر و دانش سے محروم ہے) سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں۔ ان کی ساری کوششیں نُورِ خدا کو خاموش کرنے پر لگی ہوئی ہیں۔ گویا وہ اپنی پھونکوں سے نُور کے عظیم آفتاب اور نُورِ عظیم کو بجھانا چاہتے ہیں۔ اُنھیں شاید اپنے احمقانہ عمل کے فضول ہونے کا اندازہ نہیں؟

دشمنانِ اسلام کی یقینی شکست

کسی معدوم چیز کو مجسم کرنے اور دشمنوں کی گھٹیا کوشش کو قرآنِ مجید نے بڑی خوبصورت ترین تعبیر سے بیان کیا ہے۔ قرآن کریم میں اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ (سورۂ توبہ: آیت ۳۲)

"وہ چاہتے ہیں کہ نُورِ خدا کو وہ اپنی پھونکوں سے بجھا دیں"۔

یہ ایک کمزور و ناتواں مخلوق کی کوشش ہے جو خدا کے لامحدود ارادے اور بے پایاں طاقت کے مقابلے میں ہے (یہ نُورِ خورشید کے انبوہ کے مقابلے میں ایک پھونک ہے) البتہ ان کوردل دشمنوں کے مقدر میں یقینی شکست لکھ دی گئی ہے۔ خداوند عزیز اس کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں:

وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ (سورۂ توبہ: آیت ۳۲)

"خداوند کریم کا حتمی اور قطعی ارادہ ہے کہ وہ اپنے نُور کو مکمل طور پر روشن فرمائے گا۔ بے شک مشرکوں پر یہ بات گراں گزرے"۔

چونکہ مومنین کے دلوں کے اندر اس وعدہ خدا کے ذریعے اُمید و رجا کا چراغ جلنے لگتا ہے۔ دینِ مقدسِ اسلام ایک دن عالمی طرز کا دین بن جائے گا اور اس کے پیروکار حقیقی اور سچے مسلمان ہوں گے"۔

عالمی اسلامی حکومت

انسانی معاشرے کو بڑی شدت سے ایک ایسی حکومت کا انتظار ہے جو زندگی کے تمام شعبوں میں معاشرتی ضرورتوں کے مطابق تبدیلی لائے۔ انسان کی انفرادی اور اجتماعی ضرورتوں کا خیال رکھے، ہم سب منتظر ہیں کہ یہ کام صرف دینِ اسلام ہی کرسکتا ہے۔ چونکہ اسلامی حکومت کی اساس روشن دلائل، آشکار براہین اور مکمل نظام پر اُستوار ہے۔ ہم اسلام کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ انسان مرورِ زمانہ کے ساتھ تلخ اور سخت تجربات سے گزرا ہے، جہاں اس نے دھوکے اور فریب کھائے ہیں جس کے بعد اُسے اسلام کی حقانیت کا یقین ہوا ہے۔ اس کے ساتھ دشمن بھی نبرد آزما ہے، مگر حق کے ساتھ طبع آزمائی کا نتیجہ رُسوائی اور نابودی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ خداوند کریم اپنی کتاب میں بڑے واضح الفاظ میں وعدہ فرما رہے ہیں کہ اسلام ایک عالمی سطح کا دین بن کر رہے گا۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (سورۂ توبہ: آیت ۳۲-۳۳)

"وہ خدا ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اپنے دین کو تمام اَدیان پر غالب کردے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو"۔

ہدایت سے مراد واضح ادلّہ اور روشن براہین ہیں جو صرف دینِ اسلام کا خاصا ہیں جو عام لوگوں کی دسترس میں ہیں۔ (دین حق) سے مراد آئین الٰہی اور اللہ کا خاص پروگرام ہے

جس کے اصول وفروع مبنی برحق واضح دلائل کے ساتھ اور حقائق پر مبنی ہیں۔ جس کا اعتراف کرنے پر دوست اور دشمن سب مجبور ہیں۔ ایسا مذہب اور آئین تمام اَدیان ومِلل پر غلبہ حاصل کرے گا۔ ایک دن یہی انسان علمی ترقی کرے گا۔ اس کے اندر آگاہی پیدا ہوگی۔ تعصب اور بُغض سے چھٹکارا پائے گا تب حقیقت اور نُور عیاں ہوکر سامنے آئے گا۔ انسانیت کی نظروں کے سامنے سے مسموم پردے ہٹ جائیں گے۔ دشمنانِ اسلام نے سرعام جن وعدوں اور عہدوپیمان کو توڑا تھا اب اُن کی تمام کوششیں بے نتیجہ ثابت ہوں گی۔ دینِ حق ہرسُو پھیل جائے گا۔ چونکہ حکومتِ حق کے مقابل میں جوحکومت قائم ہوگی اسے زوال پذیر ہونا پڑے گا۔

طاقت اور منطق کی حکومت

کیا اسلام جو دوسرے اَدیان پر غلبہ حاصل کرے گا وہ منطق واستدلال کے ذریعے حاصل کرے گا یا پھر طاقت وقدرت کے ذریعے؟ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ سے مراد یہ ہے کہ اسلام صرف منطق واستدلال کے لحاظ سے غلبہ حاصل کرے گا۔ ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ بات تحقیق یافتہ ہے کہ منطق واستدلال کے لحاظ سے کوئی مذہب اسلام کا ہم پلہ نہیں۔ اسلام ان سب پر حاوی اور غالب ہے۔ لیکن جب قرآنِ مجید کی آیاتِ کریمہ پر دقت کی جائے تو ہمیں لفظ یُظْهِرَهٗ سے یہ مطلب سمجھ آتا ہے کہ اس غلبہ اور فتح سے مراد صرف استدلال اور منطق کا غلبہ یہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد ظاہری غلبہ (فتح) ہے جس کو اس لفظ کا مفہوم شامل ہے۔

اس کے علاوہ محرک اور طاقت بخش چیز جس کے سبب اسلامی معاشرے کے اندر تحرک اور اُمید کی کرن پھوٹتی ہے، کے سبب مسلمان اپنے مکتب کا دفاع کرنے کے لیے آمادہ نظر آتے ہیں۔ وہ ظاہری اور خارجی کامیابی ہے۔ چونکہ آیتِ کریمہ کا ظاہر مسلمانوں کے اندر تشویق پیدا کررہا ہے کہ وہ اللہ اور اُس کے رسولؐ کے ساتھ تمسک کریں، تاکہ ان کو دشمنون کے مقابلے میں طاقت وتوانائی عطا کی جائے۔ لہٰذا کہا جاسکتا ہے کہ آیتِ مجیدہ خارجی فتح پر بہترین دلیل بن سکتی ہے۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ دشمن علمی طاقت کے بل بوتے پر اسلام کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہوا۔ چونکہ وہ اپنی محکم ترین دلیل سے بھی اسلام پر کوئی اعتراض کرنے میں ناکام رہا ہے۔ تبھی تو اُنھوں نے عہد شکنی، تخریب کاری اور جنگ و قتال کے ذریعے اسلام پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اگر وہ محکم اُدلہ کے ذریعے اسلام پر حملہ کرنے کی استعداد رکھتے ہوتے تو تخریب کاری اور جنگوں کی نوبت ہرگز نہ آتی۔ تبھی تو کہا جاتا ہے کہ وہ نُورِ خدا کو خاموش کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اسلام کو مغلوب کرنے کے لیے بھرپور طاقت کا مظاہرہ کریں گے۔ خداوند کریم نے دشمن کے ان گھٹیا اور ناپاک ارادوں کو بیان فرمایا ہے کہ یہ لوگ نُورِ اسلام کو خاموش کرنا چاہتے ہیں، مگر اُنھیں معلوم نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں کو ہی کامیابی نصیب ہوگی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کامیابی سے مراد صرف علمی و منطقی فتح مراد نہیں بلکہ طاقت و توانائی کی فتح مراد ہے۔

اسلامی حکومت کون تشکیل دے گا؟

اس سے ہٹ کر کے ہم قرآنی وعدے کو ہی اسلام کی عالمی سطح پر کامیابی کا سبب شمار کرتے ہیں کہ اس کامیابی کا تعلق منطق اور کسی مخصوص منطقے سے نہیں ہے۔ چونکہ اس سے مراد عالمی اور جہانی سطح کی حکومت ہے اور اس سے مراد ظاہری فتح و نصرت ہے جبکہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی کوئی چیز اب تک اسلام اور مسلمانوں کے لیے عملاً وقوع پذیر نہیں ہوئی ہے۔ چونکہ اب تک جتنی فتوحات نصیب ہوئی ہیں ان کا تعلق منطق اور منطقے سے تھا۔ لہٰذا مجبوراً ہمیں ایک عالمی سطح کی حکومت کا انتظار کرنا پڑے گا اور اس کے تحقق کے لیے عملی قدم بھی اُٹھانا پڑے گا۔

مگر اصل بحث اس مقام پر ہے کہ اس حکومت (انقلاب) کا علم بردار کون ہوگا؟ کیا ہم اس کی معرفت حاصل کرسکتے ہیں؟ کیا اسلام نے اس کا تعارف کرایا ہے؟ جبکہ قرآن نے تین مقامات پر بڑے واضح انداز میں اسلام کے عالمی سطح کے دین اور فتح کا وعدہ فرمایا ہے۔

(ایک زیر بحث آیت کریمہ اور دوسرے مقام سورۂ صف، آیت ۹، سورۂ فتح آیت ۲۸)

اب ہمیں دینِ اسلام کے عالمی سطح کے مذہب بننے اور اس کی عالمی حکومت کا انتظار کرنا پڑے گا۔ اگرچہ دنیا میں اسلام بڑی تیزی سے پھیل رہا ہے اور اُسے دنیا کے مختلف ممالک اور

معاشروں کے اندر باقاعدہ رسمی طور پر پذیرائی مل رہی ہے۔ بالخصوص یورپ کے بیشتر ممالک میں لوگ اسلام سے دن بہ دن آشنا ہو رہے ہیں۔ دنیا بھر کے دانشوروں کی بڑی تعداد اسلام کا مطالعہ کرنے کے بعد اسے قبول کر کے مسلمان ہو رہے ہیں مگر یہ سب کچھ وہ نہیں جس کا وعدہ قرآن نے فرمایا ہے۔ ہم تو اس کرۂ ارض پر اسلام کی ہمہ گیریت اور غلبہ پا جانے کے منتظر ہیں۔ اس عالمی اور جہانی قسم کی حکومت کو تشکیل کون دے گا؟ اس کا علم بردار کون ہوگا؟ کیا کوئی عام انسان ہوگا جو عام مسلمانوں میں سے ہوگا اور ایسی حکومت کا مؤسس بنے گا؟ یا پھر ایسی حکومت ایک انتہائی طاقتور اور عام انسانوں سے ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ایک ہستی کے ہاتھوں انجام پائے گی؟ وہ الٰہی مرد کہلوائے گا اور ایسی حکومت کی تاسیس کرے گا؟

مہدی موعودؑ

مذکورہ بالا سوالات کے جوابات کے لیے ہمیں ائمہ معصومین علیہم السلام کے اقوال و ارشادات کا سہارا لینا پڑے گا۔ چونکہ ایسی بے نظیر حکومت کے بانی و مؤسس کو دو طریقوں میں سے ایک طریقے کے ذریعے پہچاننا ممکن ہوگا؟ ایک تو باقاعدہ زیارت اور دیدار کا شرف حاصل کر کے جبکہ اس کا ابھی وقت نہیں پہنچا۔ دوسرا ایسے افراد کے ذریعے تعارف حاصل کیا جائے جو افراد خود موردِ اطمینان ہوں۔ چونکہ ہم اب تک (امام مہدیؑ کی عالمی حکومت) کے وقوع پذیر ہونے والی منزل تک پہنچے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ ہم پہلے معرفت حاصل کریں۔ چونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام نے ہمیں باقاعدہ تعارف کرایا ہے۔

① حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

> اِنَّ ذٰلِكَ یَكُوْنُ عِنْدَ خُرُوْجِ الْمَهْدِیِّ فَلَا یَبْقٰی اَحَدٌ اِلَّا اَقَرَّ بِمُحَمَّدٍ
>
> "یہ سب تب ممکن ہوگا جب مہدیؑ خروج کریں گے تب صرف محمد مصطفیٰ ہی موجود ہوں گے"۔ (مجمع البیان: ج ۶، ص ۲۵)

اس آیت کریمہ میں جو وعدہ کیا گیا ہے وہ آلِ محمدؐ کے مہدیؑ کے ظہور کے وقت پورا ہوگا۔ اس دن کرۂ ارض پر موجود ہر شے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقانیت کا اقرار کرے گی۔

۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے:

لَا یَبْقیٰ عَلیٰ ظَهرِ الْاَرْضِ بَیْتُ مَدَرٍ وَلَا وَبرٍ الا أدخلهُ اللهُ كَلِمَةَ الْاِسْلَامِ (مجمع البیان: ج ۶، ص ۲۶)

''اس کرۂ ارض پر کوئی گھر ایسا نہیں ہوگا جس میں خدا کا نام اور اسلام داخل نہ ہوں وہ گھر اینٹوں کا بنا ہو یا پتھروں کا خیمہ ہو یا کوئی غار''۔

۳) حضرت امام جعفر صادق (مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں) ارشاد فرماتے ہیں:

وَاللهِ مَا نَزَلَ تَاْوِیْلُهَا بَعدَ وَلَا یَنزِل تَاْوِیلُهَا حَتّٰی یَخْرجَ الْقَائِمُ فَاِذَا خَرَجَ الْقَائِمِ لَم یَبقِ كَافِرٌ بِاللهِ الْعَظِیْمِ

''خدا کی قسم! ہنوز اس آیت کے مطالب تحقق پذیر نہیں ہوئے ہیں۔ یہ تب تحقق پذیر ہوں گے جب وہ قائمؑ خروج کریں گے اور جب ان کا خروج ہوگا اس وقت کوئی ایسا شخص موجود نہیں ہوگا جو وجودِ خدا کا انکار کرے گا''۔ (اکمال الدین صدوق، بہ نقل از نور الثقلین، ج ۲، ص ۲۱۱)

عالمی حکومت، عالمی عدل کے ساتھ

اس دنیا میں بڑے بڑے سورماؤں نے حکومت کی ہے۔ ان میں سے بعض اسکندر کی طرح کے افراد بھی تھے، جنھوں نے اپنی طاقت کے جھنڈے گاڑے ہیں مگر کسی بھی شخص نے اپنی طاقت کے حساب سے عدل نہیں کیا۔ ان کی اکثریت ظالم تھی یا کم از کم ان کے ہاتھ ظلم سے پاک نہیں تھے جب کہ موعودِ اسلام (امام مہدیؑ) کی عالمی حکومت سارے جہان میں عدل وعدالت قائم کرے گی۔ قرآن کریم نے اس عالمی سطح کی حکومت کی طرف اشارہ فرمایا ہے:

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ

''دینِ اسلام تمام اَدیان پر غلبہ پائے گا''۔

یہ غلبہ پانا ہی عمومی حکومت کہلوائے گا۔ چونکہ ان کے دین کی اساس حق مطلق کی ہدایت ہوگی۔ ان کی حکومت عدالتِ مطلقہ کے برابر ہوگی۔ اس عالمی سطح کی عادلانہ حکومت کے متعلق رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واضح انداز میں فرمایا ہے۔ ان احادیث کو علمائے اہلِ سنت

نے اپنی کتب میں بھی ذکر کیا ہے۔آپ ملاحظہ کریں:

عَن عَلِی ابنِ اَبِی طَالِب ، قَالَ النَّبِی لَولَم یَبقِ مِنَ الدُّنیَا اِلَّا یَوم لَبَعَثَ اللہُ رَجُلاً مِنَّا یَملَأهَا کَمَا مُلِئَت جَورًا

"مسند احمد میں ابوالطفیل سے اور اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر دنیا کی عمر کا ایک دن بھی باقی بچ گیا پھر بھی خداوند کریم میرے خاندان سے ایک مرد کو اُٹھائیں گے جو زمین کو عدل سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہوگی"۔ (مسند احمد: ج ۱، ص ۹۹، طبع مصر بہ نقل از احقاق الحق)

عَن اَبِی سَعِیدِ الخُدرِی ، قَالَ قَالَ رَسُولُ اللہ: المَهدِی مِنِّی أجلِی الجَبهۃ اَقنَی الاَنفُ یَملَأ الاَرضَ قِسطًا وَعَدلًا کَمَا مُلِئَت جَورًا وَظُلمًا وَیَملِکُ سَبعَ سِنِینَ (سنن ابی داود، ج ۴، ص ۱۶۲، طبع مصر، بہ نقل از احقاق الحق)

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہدیؑ مجھ سے ہے جو کھلی پیشانی اور ستواں ناک کے مالک ہوں گے۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی۔ ان کی حکومت کا دورانیہ سات برسوں پر محیط ہوگا"۔

عَن جَابِر بن عَبدِاللہ الانصَارِی ، قَالَ قَالَ رَسُولَ اللہ: اَلمَهدِی مِن وُلدِی اِسمُہُ اِسمِی وَکُنیَتُہُ کُنیَتِی أشبَہُ النَّاسَ بِی خَلقًا وَخُلقًا یَکُونُ لَہُ غَیبَۃٌ وَحیرَۃَ یَضِل فِیهَا الاُمم یَقبَل کَالشِّهَابِ الثَّاقِبِ یَملَأهَا عَدلًا وَقِسطًا کَمَا مُلِئَت جَورًا وَظُلمًا (فرائد السمطین، بہ نقل از احقاق الحق: ج ۱۳، ص ۱۵۴)

"رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا: مہدیؑ میرے بیٹوں میں سے ہے۔ اس کا نام میرے نام پر، اس کی کنیت میری کنیت پر عام لوگوں میں وہ سیرت و

صورت کے لحاظ سے میری مکمل شبیہ ہوگا۔ اس کے لیے غیبت اور سرگردانی ہے۔ اس دوران ملل و اقوام گمراہ ہوجائیں گی۔ وہ اچانک شہاب ثاقب کی مانند طلوع کر کے زمین کو عدل سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی"۔

قیامِ امام مہدیؑ پر مسلمانوں کا اتفاق ہے

تمام مسلمانوں کا اتفاق (اجماع) ہے کہ امام مہدی موعودؑ عدلِ جہان کے پرچم دار (علَم بردار) ہیں۔ اہلِ تشیع وتسنن کے علمائے اَعلام نے اس موضوع پر متعدد کتب تالیف فرمائی ہیں۔ بعض حضرات نے اپنی تالیفات وتصنیفات کا ایک حصّہ اس بحث کے لیے مخصوص کیا ہے کہ اس جہان میں عدل و انصاف صرف آپؑ کے وجودِ مبارک سے عمل میں آئے گا۔

سب سے دلچسپ اَمر یہ ہے کہ اہلِ حجاز کے ایک گروہ جس میں افراط کا شکار (وہابی حضرات) نے رابطہ العالم الاسلامی کی طرف سے نشر ہونے والے ایک رسالے میں ایک سوال (امامِ مہدیؑ ظہور فرمائیں گے؟) کا جواب دیتے ہوئے بڑے واشگاف انداز میں تسلیم کیا کہ اس جہان میں ایک مصلح تشریف لائے گا۔ اہلِ سنّت کی کتب میں جس کا نام (مہدی موعودؑ) ذکر کیا گیا ہے۔ [1]

مزید عرض یہ ہے: مذکورہ رسالہ کی نسبت حجاز (سعودی عرب) کے مشہور پانچ علماء کی طرف دی گئی ہے جس میں نقل کرتے ہیں۔ اس رسالے میں امام مہدیؑ کا اسمِ گرامی ان کے مقامِ ظہورِ مکہ کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"جب آپؑ کا ظہور ہوگا اس وقت یہ عالم کفروستم اور قتل و غارت گری

---

① ۱۳۹۷ھ ق ۱۳۵۶ھ ش میں ابومحمد نامی ایک شخص نے کینیا سے سوال کیا کہ کیا امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا؟ رابطہ العالم الاسلامی جو وہابیوں کے زیرِتسلط ایک ادارہ ہے، کے ڈائریکٹر جنرل (محمد صالح القزاز) نے اسے جواب دیا۔ ابن تیمیہ جو وہابی مذہب کا مؤسس ہے، نے امام مہدیؑ کے متعلق احادیث کو قبول کیا ہے جنھیں وہابیوں کے پانچ مشہور علماء نے ان کی حیات میں جمع کیا تھا اور پھر انھیں ابنِ تیمیہ کے پاس بھیجا تھا۔ (یہ نقل از تفسیر نمونہ، ج ۷، ص ۳۷۵، قم حوزہ علمیہ، رسالہ فوق الذکر)

سے پُر ہو چکا ہوگا۔ خداوند کریم امام مہدیؑ کے ذریعے اس جہان کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح دنیا ظلم و ستم اور کفر و نفاق سے بھر چکی ہوگی۔ آپؑ پیغمبر اکرمؐ کے بارہ خلفائے راشدین میں سے آخری خلیفہ ہوں گے جن کا تذکرہ صحاح ستہ میں بھی کیا گیا ہے"۔

امام مہدی علیہ السلام سے متعلق احادیث، پیغمبر اکرمؐ کے مختلف صحابہ کرام سے نقل کی گئی ہیں جن میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت علیؑ ابنِ ابی طالبؑ، حضرت طلحہ بن عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت قرأة بن اساس مزنی، حضرت عبداللہ بن حارث، حضرت ابوہریرہ، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت جابر ابنِ عبداللہ، حضرت ابو مامہ، حضرت جابر بن ماجد، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس بن مالک، حضرت عمران بن حصین اور حضرت اُمِ سلمہؓ شامل ہیں۔ یہ وہ ۲۰ / افراد ہیں جنھوں نے امام مہدیؑ سے متعلق احادیث نقل کی ہیں۔ البتہ ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرامؓ بھی موجود ہیں۔

اس کے علاوہ بھی صحابہ کرامؓ سے متعدد اَقوال اور فرامین بیان کیے گئے ہیں، جن میں امام مہدیؑ کے ظہور کا تذکرہ موجود ہے۔ ان کو بھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول روایات کے ردیف میں قرار دیا جاسکتا ہے۔ چونکہ اس مسئلہ کا تعلق ان مسائل سے نہیں ہے جن کے متعلق اجتہاد کر کے کوئی نظریہ قائم کیا جاسکے (اس لیے یقیناً اُنھوں نے اس سلسلے میں جو کچھ نقل کیا ہے، وہ پیغمبر اکرمؐ سے سنا ہوگا)۔

وہ پھر مزید اضافہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ہم نے مذکورہ بالا جو احادیث پیغمبرؐ سے نقل کی ہیں وہ شاہد ہیں اور گواہی دے رہی ہیں کہ یہ اَقوال اور فرامین بھی حدیث کا حکم رکھتے ہیں۔ مشہور اسلامی کتب اور متون میں اعم اَز (سنن، معاجم اور مسانید) میں ان کا تذکرہ موجود ہے جیسے سنن ابوداؤد، سنن ترمذی، ابنِ ماجہ، ابنِ عمر والدانی، مسند احمد، ابنِ یعلی و بزار، صحیح حاکم، معاجم صبرانی، (کبیر و متوسط) رویانی، دارقطنی، ابونعیم اور اخبار مہدیؑ میں خطیب نے تاریخ بغداد میں، ابنِ عساکر نے تاریخ دمشق میں اور ان کے علاوہ بھی۔

مزید اضافہ کرتے ہیں: بعض اسلامی دانشوروں نے اس بارے میں متعدد خصوصی

کتب تحریر کی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

ابونعیم نے اخبار المہدی، ابنِ حجر ہیثمی نے اَلْقَوْلُ الْمُخْتَصَرُ فِي عَلَامَاتِ الْمَهْدِي الْمُنْتَظَر، شوکانی نے اَلتَّوْضِيحُ فِي تَوَاتُرِ مَاجَاءَ فِي الْمُنْتَظَرِ وَالدَّجَالِ وَالْمَسِيحِ، ادریس عراقی مغربی نے المہدی، ابوالعباس بن عبدالمؤمن المغربی نے الوهم المكنون فِي اَلرَّدُّ عَلَى ابنِ خُلدُون۔

آخری فرد جس نے اس موضوع پر بڑی وضاحت سے بحث کی ہے وہ مدینہ منورہ کی اسلامی یونی ورسٹی کے مدیر ہیں۔ اُنھوں نے اپنی یونیورسٹی کی طرف سے نکلنے والے متعدد مجلات میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔

مزید تحریر کرتے ہیں: بعض قدیم موجود بزرگان اور دانشوروں نے اپنی اپنی تحریروں میں اس موضوع پر بڑے واضح انداز میں بحث کی ہے۔ امام مہدی علیہ السلام کے متعلق روایات و احادیث کا سلسلہ حدِ تواتر سے بھی اُوپر ہے جن کا انکار کسی بھی طریقے سے ممکن نہیں ہے۔

السخاوی نے کتاب فتح المغیث میں، محمد بن احمد سفاوینی نے شرح العقیدہ میں، ابوالحسن الابری نے کتاب الشافعی میں، ابنِ تیمیہ نے اپنے فتاوٰی پر مشتمل کتاب میں، سیوطی نے الحاوی میں، ادریس عراقی نے اپنی تصنیف میں امام مہدیؑ کے بارے میں تحریر کی گئی ہے اور شوکانی نے اَلتَّوْضِيحُ فِي تَوَاتُرِ مَاجَاءَ فِي الْمُنْتَظَر، محمد جعفر کتانی نے نَظْمُ التَّنَاثُر میں، ابوالعباس ابنِ عبدالمؤمن نے اَلْوَهْمُ الْمَكْنُونُ فِي الرَّدِّ عَلَى ابنِ خُلْدُونَ۔

وہ بحث کے اختتام پر تحریر کرتے ہیں: صرف ابنِ خلدون ایسا شخص ہے جس کا ارادہ یہ تھا کہ وہ امام مہدیؑ کے بارے میں نقل ہونے والی احادیث کو بے بنیاد اور جعلی و مَن گھڑت قرار دے۔ اس کا کہنا تھا کہ لَا مَهْدِي إِلَّا عِيسٰى "مہدیؑ وہی حضرت عیسیٰؑ ہی تو ہیں"۔ جب اس عقیدے پر اعتراضات کی بوچھاڑ کردی گئی۔ بزرگ اسلامی دانشوروں نے اس کے نظریے کو کلی طور پر رد کردیا، بالخصوص ابنِ عبدالمؤمن، جس نے اپنی کتاب میں اسی موضوع پر تحریر کی ہے جو (بوقتِ تحریر) آج سے ۳۳ سال قبل شرق و مغرب میں بیک وقت چھپی ہے۔ احادیث کے حفاظ اور بزرگانِ دین نے بڑی صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے: "امام مہدیؑ کے

بارے میں منقول احادیث حسن اور صحیح ہیں۔ مجموعی طور پر متواتر بھی ہیں"۔

بنابرایں امام مہدی علیہ السلام پر عقیدہ رکھنا ہر مسلمان پر واجب ہے۔ یہ اہل سنت کے عقائد کا بھی حصّہ ہے۔ صرف چند نادان، بدعتی اور بے خبر افراد ہی اس کا انکار کرتے رہے ہیں۔ ہم نے اس مقام پر ایک کوشش کی ہے کہ اس رسالے کے اصل متن کو یہاں ذکر کردیں تاکہ دنیا پر واضح ہوجائے کہ عقیدۂ مہدویت صرف شیعوں کا مسئلہ یا عقیدہ نہیں ہے بلکہ تمام مسلمان حتیٰ کہ وہابی حضرات بھی آپؑ پر مکمل عقیدہ رکھتے ہیں جبکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ آپؑ اہل بیتؑ میں سے ہیں اور بارھویں امامؑ ہیں اور پردۂ غیبت میں ہیں۔

بادلوں کی اُوٹ میں چھپا خورشید یا امامِ غائب

ہم قرآن، پیغمبر اکرمؐ کی زبان اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے فرمان سے الہام لیتے ہوئے امام مہدی علیہ السلام کے متعلق بقیۃ اللہ، حجۃ اللہ، خلفِ صالح، قائم، منتظر، مہدی، ماہ نعین جیسے عناوین پر بحث کا شرف حاصل کریں گے جس کے نتیجے میں ہم روح افزا اور حوصلہ مند عناوین سے آشنا ہو پائیں گے۔ انھی عناوین میں سے ایک عنوان امامِ غائب ہے۔ ہم جس پر بحث کرنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں، امامِ غائب بھی تو آپؑ کی برجستہ صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اس جانب روایات میں بھی اشارہ کیا گیا ہے۔ آپؑ چونکہ بارھویں امام اور جانشینِ رسولؐ ہیں تبھی تو رسولِ اکرمؐ نے بڑے اہتمام کے ساتھ آپؑ کا تعارف کرایا ہے۔ آپؑ کی حیاتِ طیبہ کا حصّہ پردۂ غیبت سے مربوط ہے۔ اس سے امامِ غائب کو عنوانِ بحث قرار دیا گیا ہے۔

چونکہ یہ جہان اور جہان والے آپؑ کے وجودِ ذیشان سے پس پردہ ہوتے ہوئے بھی استفادہ کر رہے ہیں۔ آپؑ کو حدیثِ رسولؐ میں بادلوں میں چھپے ہوئے سورج سے تشبیہ دی گئی ہے۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کہتے ہیں: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا:

فَهَل يَقَعُ لِشِيعَتِهِ الْاِنْتِفَاعُ بِهِ فِي غَيْبَتِهِ ؟ فَقَالَ اَيْ وَالَّذِي بَعَثَنِي بِالنُّبُوَّةِ اِنَّهُمْ لَيَسْتَضِيئُونَ بِنُورِهِ وَيَنتَفِعُونَ بِوِلَايَتِهِ فِي غَيْبَتِهِ

كَانتِفَاعِ النَّاسِ بِالشَّمْسِ اَنْ سَتَرَهَا سَحَاب

''کیا زمانۂ غیبت میں شیعوں کو کوئی فائدہ پہنچے گا؟ آپؐ نے فرمایا: اس خدا کی قسم جس نے مجھے مبعوث بہ نبوت فرمایا ہے (شیعیان) آپؑ کے نور سے کسبِ ضیا کریں گے۔ آپؑ کی ولایت سے عصرِ غیبت میں بھی برابر استفادہ کرتے رہیں گے، جس طرح لوگ بادلوں میں چھپے ہوئے سورج سے کسبِ نُور کرتے ہیں''۔ (منتخب الاثر: ص ۱۰۱، حدیث ۴)

اسی مضمون سے ملتی جلتی حدیث حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی نقل کی گئی ہے۔ آپؑ نے بھی امامِ غائب کو بادلوں میں چھپے سورج سے تشبیہ دی ہے۔ (منتخب الاثر: ص ۲۷۱، حدیث ۳)

آپؑ کی اپنی توقیع مبارک میں بھی ذکر ہے۔ جب آپؑ سے سوال کیا گیا کہ لوگ امامِ غائب سے پردۂ غیبت کے دوران کس طرح استفادہ کریں گے تو آپؑ نے فرمایا:

وَاَمَّا وَجهُ الْاِنتِفَاعِ بِي فِي غَيْبَتِي كَالشَّمسِ اِذَا غَيَّبَهَا عَنِ الْاَبصَارِ السَّحَابِ (منتخب الاثر: ص ۲۷۲، حدیث ۴)

''میرے وجود سے عصرِ غیبت میں اس طرح استفادہ کیا جائے گا جس طرح بادلوں میں چھپے سورج سے لوگ استفادہ کرتے ہیں''۔

یہاں دو سوال زیرِ بحث آتے ہیں:

① امامؑ کیوں غائب ہوئے؟

② حالتِ غیبت میں پنہاں امامؑ سے لوگوں کو کیا فائدہ ہوگا؟

پہلے سوال کے جواب کے متعلق عرض ہے:

① غیبت (کنارہ گیری) الٰہی نمایندوں کا تاریخ میں باقاعدہ ذکر موجود ہے۔ انبیائے کرام علیہم السلام کی غیبت کی جو توجیہ کی جائے گی ہم وہی توجیہ امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں پیش کریں گے۔ گو ہم فرض کریں گے کہ غیبت ایک طرح کا نقص ہے۔ چونکہ لوگوں کی ضروریات اور معاشرتی ضروریات تو غیبت میں رہتے ہوئے پوری نہیں ہو سکتی ہیں۔ عرض ہے کہ کیا آپؑ

کی موجودگی سے مشکلات حل ہو جائیں گی؟

مثلاً رسول اکرم ﷺ نے چند سال شعب ابی طالبؑ میں پناہ لے کر لوگوں سے کنارہ کشی کی۔ آپؐ کے عم محترم حضرت ابوطالبؑ نے آپؐ کو قریش کے شر سے بچانے کے لیے بھرپور اقدامات فرمائے اور ایسے اقدامات کی تائید بھی فرمائی۔ اس کے علاوہ غارِ حرا میں بھی آپ ایک مدت کے لیے پنہاں رہے، تاکہ مشرکین کی تکالیف سے امان پا سکے۔

حضرت ادریس علیہ السلام جو خدا کے نبی تھے، نے بیس سال تک اپنی اُمت سے دُوری اختیار کی، تاکہ اپنے مخالفین اور دشمنوں کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے دُوری اختیار فرمائی اور اس سلسلے میں ارشاد بھی فرمایا:

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِي رَبِّي حُكْمًا وَّجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ○ (سورۂ شعراء: آیت ۲۱)

"میں نے جب تم سے خوف محسوس کیا تو تم سے دُور چلا گیا۔ تب میرے رب نے مجھے حکم دیا اور اپنے انبیاءؑ میں شمار فرمایا"۔

اس کے علاوہ دوسرے انبیائے کرام علیہم السلام بھی موجود ہیں جنھوں نے اس طریقۂ کار کو اختیار فرمایا۔

② اس کنارہ کشی کی علت دو چیزیں بن سکتی ہیں:

① خوف، ② اپنی ملت سے ناامید ہونا۔ جب تک یہ علت موجود ہے آپؑ کی موجودگی یا حاضر ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ انبیاءؑ اور خدا کے منتخب کردہ رہنما انسانیت کی ہدایت کے لیے تشریف لائے ہیں نہ کہ اُن کے درمیان موجود ہونے کے لیے۔ لہٰذا ہم دیکھتے ہیں انبیائے علیہم السلام کی کنارہ کشی کا سبب اُن کی اُمت اور پیروکاروں کی نافرمانی اور اُمت کا گناہوں سے آلودہ ہونا ہے، اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ اس کنارہ کشی کے ذمہ دار خدائی نمائندے ہرگز نہیں ہیں۔

ائمہ اطہار علیہم السلام کی تاریخ اس مدعا پر بہترین دلیل ہے۔ چونکہ ظالم بادشاہوں کے ہاتھوں ان ذواتِ مقدسہ کو متعدد تکالیف سہنے کے ساتھ ساتھ قید و بند کی صعوبتوں کو بھی تحمل کرنا

پڑا۔ اگر قید و بند سے بچے ہیں تو پھر آپؑ کو شدید قسم کی نظر بندی کا سامنا کرنا پڑا ہے، جس کی وجہ سے لوگ آپؑ کے وجودِ مبارک سے مستفید نہیں ہو سکے ہیں، لہٰذا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ پردہ لوگوں کی طرف سے کھینچا گیا ہے، نہ کہ امام علیہ السلام کی طرف سے۔

یہاں دوسرے سوالات بھی اُٹھائے گئے ہیں، جو امامِ زمانہؑ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہیں: الف: ہم امامِ زمانہؑ کے متعلق جانتے ہیں کہ خداوند کریم نے آپؑ کو مستثنیٰ قرار دے کر خصوصی مدد فرمائی ہے، تاکہ آپؑ کو سارے جہان پر تسلط حاصل ہو سکے۔

یہ بات امامِ زمانہؑ کے بارے میں منقول روایات میں بڑی آسانی سے واضح ہو جاتی ہے۔ (کتاب منتخب الاثر کے مختلف ابواب میں ایسے متعدد سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ چونکہ یہ عمل بہت جلد انجام پانے والا نہیں ہے، اس لیے خداوند کریم اپنی قدرتِ استثنائی کو بھی تب تک عمل کا حصّہ نہیں بنائے گا؟

جواب: ان دونوں سوالوں کے جوابات ائمہ اطہار علیہم السلام سے منقول روایات کے متن میں بھی موجود ہے [1] کہ امام علیہ السلام کے ظہور میں تاخیر کا سبب لوگوں کا آمادہ نہ ہونا ہے۔ جب تک لوگوں کو امتحان سے نہیں گزارا جاتا اور وہ ہر دروازے سے نا اُمید نہیں ہو جاتے، ہر مکتب و آئیڈیل سے دل برداشتہ نہیں ہو جاتے تب تک امامؑ کے ظہور میں مصلحت نہیں پائی جائے گی۔ چونکہ اگر لوگ تیار نہ ہوں اور خوف و ہراس کے سبب امامؑ کو قبول نہ کریں تو یہ الٰہی مکتب کے رہنماؤں کے شایانِ شان نہیں ہے۔ چونکہ اس مکتب کی اساس معنوی عقائد اور حقیقی ایمان کو قرار دیا گیا ہے۔ اس کا تعلق انسان کی مکمل تیاری سے ہے۔ چونکہ امام مہدیؑ کی حکومت عالمی سطح کی حکومت ہوگی، یہ کوئی علاقائی یا چند ممالک پر قائم حکومت نہیں ہوگی۔ اس سلسلے میں انتہائی اعلیٰ درجے کی طاقت سے استفادہ کرنے کی ضرورت پڑے گی مگر اس وقت نہ کہ ہر وقت۔

ب: دوسرا سوال یہ ہے کہ خداوند امامِ غائبؑ کو شدید خوف و ہراس کے سبب اتنے گہرے پردے میں کیوں چھپائے ہوئے ہے کہ پردہ میں رہتے ہوئے وہ خدا کی امان میں بھی رہیں گے اور اپنے چاہنے والوں کے اختیار میں بھی؟

---

[1] منتخب الاثر، ص ۳۱۴، حسن حدیث ۲۴ میں ظہور سے پہلے مومنین کے امتحان کو بیان کیا گیا ہے۔

جواب: اگرچہ خداوند اس عمل پر قادر ہے مگر یہ طریقہ کار مسئلہ اختیار کے ساتھ شدید قسم کا تضاد رکھتا ہے۔ چونکہ انسانی ہدایت کی اساس اختیار پر رکھی گئی ہے۔ اس کی اساس جبرواکراہ پر ہرگز نہیں ہے، ورنہ یہ طریقہ کار گذشتہ انبیاء علیہم السلام بھی ضرور اختیار کرتے۔ خداوند نے اُنھیں اپنی قدرتِ کاملہ کے محیط میں قرار دیا ہے۔

معجزات اور خارقِ عادت طریقوں سے اُن کی حفاظت فرمائی۔ مگر اس روش کو عملی شکل نہیں دی گئی؟ اس کے جواب میں ہم صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ انسانی ہدایت کی بنیاد اختیار ہے نہ کہ جبر و اِکراہ۔

یہی جواب امامِ عصرؑ کے بارے میں دیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ گزارش ہے کہ ہمیں کیسے اطمینان حاصل ہوگا کہ آپؑ کے طرفدار اور حامی پیدا ہوچکے ہیں۔ چونکہ شہوت اور خود خواہی ابھی تک انسان کے دامن گیر ہے؟ ابھی انسان کی نفسانی خواہشات عقل کے تابع نہیں ہوئی ہیں؟ اب تک صرف اِحساسات کا طوفان برپا ہے۔ یہ امکان اپنے مقام پر موجود ہے کہ کہیں لوگ آپؑ کو تنہا نہ چھوڑ دیں اور آپؑ کے فرمان سے سرتابی کرنے لگیں۔ جیسا کہ حضرت موسیٰؑ نے اُنھیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ (سورۂ مائدہ: آیت ۲۴)

''آپ اپنے رب کے ساتھ جا کر جنگ کیجیے، ہم یہاں بیٹھے ہوئے ہیں''۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر راہِ ہدایت پر چلنے کے لیے انسانی اعمال کی طاقت کافی اور ضروری ہے تو پھر انبیاءؑ کے مبعوث ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر تو جبر، ایمان اور عقیدے کے ذریعے انسانی نفوس تک رسائی حاصل کی جاسکتی ہے۔

جواب: جواب کی صورت میں ایک دوسرا سوال پیش کیا جاسکتا ہے کہ لوگوں یا حکومتوں اور امامِ وقتؑ کے درمیان تضاد کی صورت سامنے آئی ہے چونکہ طاقت و اِقتدار پر تسلط حاصل کرتا ہے۔ اگر ہم یہ بات تسلیم کریں کہ امام صرف ارشادات اور فرامین کے ذریعے لوگوں کی ہدایت فرمائیں گے اور لوگ امامؑ سے معنوی رہنمائی حاصل کریں گے تو پھر تضاد ختم ہوجائے گا۔ کیا یہ احتمال ٹھیک نہیں ہے کہ یہ طریقہ غیبت سے بہتر ہے؟ چونکہ اس طرح لوگوں

کی اکثریت وجودِ امامؑ سے محروم نہیں ہوگی۔

اگر امامِ زمانہؑ اپنے آباؤ اجداد کے حالات پر نظر کریں اور اُن کے ساتھ لوگوں کے رویے پر نظر کریں اور اس کے باوجود آپؑ کو قتل کی دھمکیاں ملتی ہیں؟

جواب: جو لوگ طاقت اور اقتدار کے نشے میں چور چور ہیں وہ خدائی رہنماؤں کے وجود اور حقیقی عدل و عدالت کو کسی بھی سطح پر قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اگرچہ یہ رہنما اور رہبر صرف ارشاد و وعظ و نصیحت والا فریضہ ہی کیوں نہ انجام دیں۔ پھر بھی قابلِ قبول نہیں ہے۔ اگر ائمہ اطہارؑ نے بظاہر کنارہ گیری اختیار فرمائی اور مسلمانوں کے مصالح کے پیش نظر صرف وعظ و نصیحت اور ارشادات و بیانات پر اکتفا فرمایا۔ وہ بھی محدود پیمانے پر، مگر اس کے باوجود بنی اُمیہ اور بنی عباس کی ظالم حکومتوں نے اس حد تک بھی آپؑ کے وجود کو برداشت نہیں کیا، اس لیے اُنھیں قید و بند اور دوسری تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کسی بھی امام معصومؑ کو اپنی طبعی موت نصیب نہیں ہوئی۔ ہر امامؑ کو زہر یا تلوار کے ذریعے درجۂ شہادت پر فائز ہونا پڑا۔

ایک صورت تھی جس میں ائمہ معصومین علیہم السلام کو تحفظ فراہم ہوسکتا تھا۔ وہ صورت یہ تھی کہ امامؑ اپنے وقت کے ظالموں اور طاغوتوں کے غیر شرعی اَفعال (کاموں) پر امضاء فرماتے۔ مگر ایسا کرنا مکتب الٰہی کے پیروکاروں اور رہنماؤں کے لیے ممکن نہیں ہے۔ ان ہستیوں نے کبھی الٰہی مکتب کو اپنی ذات پر قربان نہیں کیا بلکہ اُن کی تو سنت یہ رہی ہے کہ وہ ہمیشہ اس مکتبِ خدا پر اپنی مقدس جانیں نثار کرتے رہے ہیں۔ بنابرایں یہ فرض امام مہدیؑ کے لیے بھی عملاً ممکن نہیں ہے۔

سوال: ہم اب تک جتنے اقوال اور نظریات پیش کرچکے ہیں اگر چشم پوشی اختیار کرلیں تو یہ سوال اُٹھتا ہے کہ امام پردۂ غیبت میں کیوں ہیں؟ اپنے حُب داروں کو اپنا تعارف کیوں نہیں کراتے ہیں؟ تاکہ آپؑ کے پیروکار مستفید ہوسکیں اور اپنی مشکلات کو حل کرسکیں؟

یہ جواب انتہائی دقیق ہے کہ دوست اور حُب دار کون ہیں؟ پریشانی اور مشکل کون سی ہے؟ کب اور کہاں اپنا تعارف کرائیں؟ کب کہاں یہ ممکن ہے؟ اس عقدۂ کشائی کے لیے ہم

کہہ سکتے ہیں کہ امام عزیز انتہائی دل سوز اور اپنے پیروکاروں سے محبت کرنے والے ہیں۔ وہ کبھی انھیں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

معرفت وشناسائی رکھتے ہوئے یا عدم شناسائی پر ہر دو صورتوں میں وہ اپنے حُب داروں کو کسی بھی طرح محروم نہیں رکھیں گے۔ اس بارے میں متعدد کتب بھی منشائے شہود پر آچکی ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے وقت نہیں ہے۔ صرف اتنی مقدار میں ایمان رکھنا کافی ہے کہ آپ مستضعفین اور مظلوموں کے حامی و مددگار ہیں۔ آپؑ بے سہارا اور بے یارومددگار افراد کے دلوں کی ڈھارس اور ان تک پہنچنے والے ظاہری اور باطنی فیض کے لیے واسطۂ فیض اور ذریعہ ہیں۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا لِقَائَهٗ وَيَسِّرْ لَنَا رَضَائَهٗ وَاجْعَلْنَا مِنْ أَعْوَانِهٖ وَأَنْصَارِهٖ

"اے پروردگار! ہمیں ان کی زیارت نصیب فرما اور اُن کی خوشنودی حاصل کرنے کا موقع نصیب فرما اور ہمیں اُن کے حامیوں اور مددگاروں میں شمار فرما"۔

دوسرا اساسی ترین سوال ہم نے یہ پیش کیا تھا کہ لوگ امامؑ غائب کے وجود سے کیا فائدہ حاصل کرسکتے ہیں؟ یہ کوئی نیا سوال نہیں ہے۔ اس سوال کی تاریخ اتنی طویل ہے جتنی طویل تاریخ امامؑ غائب کی قیادت، امامت اور رہبری کی ہے جس کے بارے میں حدیثِ رسولؐ بھی موجود ہے۔

هَلْ يَقَعُ لِشِيْعَتِهٖ الْاِنْتِفَاعُ فِيْ غَيْبَتِهٖ

"کیا شیعہ حضرات اپنے امامؑ غائب کے عصرِ غیبت میں استفادہ کرسکیں گے؟"

پیغمبر گرامی قدر ﷺ نے اس سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"ہاں! آپ کا نورِ ولایت بڑی عمومیت سے چمکے گا، اگرچہ لوگوں کی نگاہیں آپؑ کے دیدار سے محروم ہوں گی مگر لوگ اس طرح مستفید ہوں گے جس طرح بادلوں میں ڈھکے ہوئے سورج سے مستفید ہوتے ہیں"۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے جواب میں ایک تمثیل کے ذریعے ارشاد فرمایا ہے جس سے آسان اور جلد سمجھ آنے والی کوئی مثال نہیں ہوسکتی۔ اگرچہ پڑھنے اور لکھنے والے حضرات جتنی

بھی کوشش کریں اس سے آسان اور جامع مثال نہیں پیش کر پائیں گے۔ چونکہ یہ مثال امامؑ غائب کی حیاتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں کو نمایاں کر رہی ہے۔

بُعدِ اوّل: نُور کے فیض میں امامؑ کا کردار

وجودِ امامؑ، نُورِ علم، نُورِ ہدایتِ تکوینی و تشریعی، دنیا و آخرت کی نُورِ سعادت، مادی اور معنوی ہر لحاظ سے معاشرے کو پردے میں رہ کر اس طرح فیض یاب کرتا ہے جس طرح بادلوں میں چھپا سورج دنیا کو مستفید کرتا ہے۔ چونکہ جو اُدلہ بحثِ امامت کے باب میں موجود ہیں بیان کرتی ہیں کہ امامِ معصومؑ کا وجود خدا کے فیوض و برکات اور مخلوق کے درمیان واسطۂ فیض اور وسیلہ ہوتا ہے۔ (اکمال الدین: ص ۲۰۱) ①

ایسی قرآنی آیات بھی موجود ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ معاشرے کے لیے امامؑ اور

---

① اَلعِلَّةُ الَّتِي مِن أَهْلِهَا يَحتَاجُ إِلَى الإِمَامِ ''کہ اسی علت کے سبب امامؑ کے لوگ محتاج ہوتے ہیں''۔ اس بارے میں بہت زیادہ احادیث وارد ہوئی ہیں جو امام اور ماموین کے درمیان رابطے کو بیان کر رہی ہیں۔ عَن أَبِي عَبدِاللهِ، قَالَ قُلتُ لَهُ أَتَبقَى الأَرضُ بِغَيرِ إِمَامٍ؟ قَالَ: لَو بَقِيَتِ الأَرضُ بِغَيرِ إِمَامٍ لَسَاخَت (حدیث ۱، ص ۲۰۱) ''حضرت ابا عبداللہ سے روایت ہے میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: کیا زمین وجودِ امامؑ کے بغیر باقی رہ سکتی ہے؟ آپؑ نے فرمایا: اگر زمین بغیر وجودِ امامؑ کے ہو تو جل جائے''۔ عَن أَبِي جَعفَرٍ قَالَ، لَو أَنَّ الإِمَامَ رُفِعَ مِنَ الأَرضِ سَاعَةً لَمَاجَت بِأَهلِهَا كَمَا يَمُوجُ البَحرُ بِأَهلِهِ (حدیث ۳، ص ۲۰۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ اگر زمین پر سے وجودِ مبارک امامؑ اُٹھالیا جائے تو یہ زمین اپنے اُوپر بسنے والوں کے ساتھ اس طرح بہہ جائے جس طرح دریا کا سیلاب اپنے اہل کو بہالے جاتا ہے''۔

حضرت علی علیہ السلام نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس طرح حدیث نقل فرمائی ہے: قَالَ الأَئِمَّةُ مِن وُلدِكَ بِهِم تُسقَى أُمَّتِي الغَيثَ وَبِهِم يُستَجَابُ دُعَاؤُهُم وَبِهِم يَصرِفُ اللهُ عَنهُمُ البَلَا وَبِهِم يُنزِلُ الرَّحمَةَ مِنَ السَّمَاءِ وَهٰذَا أَوَّلُهُم وَأَومَا بِيَدِهِ إِلَى الحَسَنِ ثُمَّ أَومَا بِيَدِهِ إِلَى الحُسَينِ ثُمَّ قَالَ الأَئِمَّةُ مِن وُلدِهِ (حدیث ۲۱، ص ۲۰۶)

مجموعی طور پر ۲۳ احادیث بنتی ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ وجودِ امامؑ کی معاشرے کو اشد ضرورت ہے اور لوگ لحہ بہ لحہ وجودِ امامؑ کے محتاج ہیں۔ یہ سب روایات جمع کردی گئی ہیں۔ ان کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

نبی کی ضرورت کو ثابت کرتی ہیں۔ البتہ یہ ضرورت ارشادات و بیانات کے علاوہ ہوتی ہے۔ ان میں من جملہ وہ آیات ہیں جن میں خداوند اپنے انبیاءؑ کو حکم دے رہا ہے۔ کافروں کے عذاب کا کہ ائمہؑ وانبیاءؑ کو لوگوں کے درمیان سے علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ جب تک یہ لوگوں کے درمیان موجود رہیں گے تب تک عذاب نازل نہیں ہوگا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی داستان میں ارشاد ہو رہا ہے:

حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَ مَنْ اٰمَنَ وَ مَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ○ (سورۂ ہود: آیت ۴۰)

"یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور (سے پانی) اُبلنے لگا تو ہم نے کہا: (اے نوحؑ) ہر جوڑے میں سے دو دو کشتی پر سوار کرو اور اپنے گھر والوں کو بھی سوائے اُن کے جن کی بات پہلے ہو چکی ہے اور ان کے جن کی بات پہلے ہو چکی ہے اور ان کو بھی (سوار کرو) جو ایمان لا چکے ہیں، اگرچہ ان کے ساتھ ایمان لانے والے بہت کم تھے"۔

خداوند متعال حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دے رہے ہیں کہ اپنے آپ کو اور اپنے پیروکاروں کو کشتیٔ نجات میں سوار کرلو۔ چونکہ تمھاری قوم کی ہلاکت یقینی ہے۔ ارشاد ہو رہا ہے:

وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (سورۂ ہود: آیت ۳۷)

"کشتی تیار کرو اور ظالموں کے بارے میں مجھ سے بات نہ کرو کہ یہ سب غرق ہو جانے والے ہیں"۔

ان تمام ارشادات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ عذاب نازل ہونے میں جو جز رکاوٹ بن رہی ہے وہ حضرت نوح علیہ السلام کا وجودِ مبارک ہے۔ یہ حکم اور نظریہ ہم (امامؑ غائب) کے بارے میں جاری کریں گے کیونکہ آپؑ کے وجودِ مبارک کے سبب معاشرے میں عذاب نازل نہیں ہو رہا۔

پھر حضرت لوط علیہ السلام کے بارے میں قرآنِ مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَ لَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ اِنَّهٗ مُصِيْبُهَا مَاۤ اَصَابَهُمْ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ اَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيْبٍ (سورۂ ہود: آیت ۸۱)

"آپؑ اپنے گھر والوں کو لے کر رات کے کسی حصّے میں چلے جایئے اور کوئی شخص کسی کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھے سوائے آپؑ کی زوجہ کے، اس تک وہی عذاب آنے والا ہے۔ جو قوم تک آنے والے عذاب کا ہے اور ان کا وقت مقرر پیغامِ صبح ہے اور کیا صبح قریب نہیں ہے"۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق قرآنِ مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ اَعْتَزِلُكُمْ وَ مَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ اَدْعُوْا رَبِّيْ عَسٰۤى اَلَّاۤ اَكُوْنَ بِدُعَآءِ رَبِّيْ شَقِيًّا ۝ فَلَمَّا اعْتَزَلَهُمْ وَ مَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

"اور آپ کو آپ کے معبودوں سمیت چھوڑ کر الگ ہو جاؤں گا اور اپنے رب کو آواز دوں گا کہ اس طرح میں اپنے پروردگار کی عبادت سے محروم نہ رہوں گا"۔ (سورۂ مریم: آیت ۴۸-۴۹)

چنانچہ ارشاد ہو رہا ہے:

وَ نَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ (سورۂ انبیاء: آیت ۷۱)

"اور ابراہیمؑ اور لوطؑ کو نجات دلا کر اس سرزمین کی طرف لے آئے جس میں عالمین کے لیے برکت کا سامان موجود ہے"۔

پھر ایک مقام پر سردارِ انبیاءؐ کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ ۝ (سورۂ انفال: آیت ۳۳)

"حالانکہ اللہ ان پر اُس وقت تک عذاب نہ کرے گا جب تک آپؐ اُن میں ہیں"۔

خلاصہ امامؑ غائب کی معاشرے میں موجودگی خدا کی فیوض و برکات کے لیے منشا بن جاتی ہے۔ بے شک وجودِ امامؑ سے لوگ آشنائی و آگاہی نہ بھی رکھتے ہوں جس طرح بادلوں میں ڈھکا ہوا سورج لوگوں تک روشنی پہنچا سکتا ہے۔ اسی طرح پردے میں پنہاں امامؑ لوگوں تک خدا کے فیوض و برکات پہنچانے کے لیے وسیلہ بن سکتا ہے۔ گو امامؑ کا وجود پیکرِ انسان میں قلب کی حیثیت رکھتا ہے جو سارے بدن میں خون پہنچانے کا فریضہ انجام دیتا ہے۔ تبھی تو قلب انسانی زندگی کا ضامن قرار پاتا ہے۔

ہشام بن الحکم نے عمر بن عبید (اہلِ سنت کے عالم) کے ساتھ ہونے والی بحث کے دوران میں معاشرے میں موجود وجودِ امامؑ کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: امامؑ کی مثال انسانی جسم میں موجود قلب کی سی ہے۔ امامؑ کے وجود سے ہی معاشرے کے وجود کو دوام نصیب ہوتا ہے۔ (اکمال الدین: ص ۲۰۷ اور ۲۰۸)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ہشام کے اس استدلال کی تحسین فرمائی ہے۔

بُعدِ دوم: انتظار

چونکہ مسلمان آپؑ کے ظہور کا انتظار کر رہے ہیں جس طرح لوگ بادلوں میں ڈھکے سورج کے منتظر ہوتے ہیں، مگر یہ انتظار فیض کے حصول میں مانع نہیں ہوتا، بلکہ یہ انتظار تو تربیت کا سبب بنتا ہے اور حوصلہ عطا کرتا ہے۔ جس طرح زمین پر بسنے والی مخلوق سورج کے نُور سے استفادہ کرتی ہے۔

بُعد سوم: انکار لغو اور فضول ہے

اگر کوئی شخص امامِ غائب کے وجود کا انکار کرتا ہے تو گویا وہ اس سورج کے نُور کا انکار کر رہا ہے، جو بادلوں کی اُوٹ میں پنہاں ہوتا ہے۔ چونکہ یہ انکارِ لغو اور خلافِ حقیقت ہوتا ہے۔ تھوڑی سی تحقیق اور غور و فکر سے حقیقت آشکار ہو جاتی ہے۔

بُعد چہارم: غیبت میں مصلحت

جس طرح بادلوں کی اُوٹ میں چھپے سورج کے اندر مخلوق کے لیے مصلحت اور بہتری

موجود ہوتی ہے۔ چونکہ انسان اور دوسرے موجودات طبعی طور پر نُور (روشنی) سے مانوس ہوتے ہیں۔ اب اگر سورج پر بادلوں نے سایہ کر رکھا ہے تو یہ ایک طرح کا اعلان ہوتا ہے کہ تمھاری بہتری اور مصلحت اسی میں ہے۔

انسانیت کی نجات اس میں ہے کہ وہ مصلحانِ خدا کو قبول کرے اور ان کے نُور سے ہدایت حاصل کرے، تا کہ مرورِ زمانہ کے ساتھ بتدریج اس کا دل و دماغ بہترین پھل دے سکیں۔ ایک لائق اور عظیم رہبر سے دُوری اگرچہ تلخ ہوتی ہے مگر انسان کی تربیت پر بہترین اثرات مترتب کرتی ہے۔ جب کسی نعمت کے کھو جانے کا اندیشہ ہو انسان اُس سے بہترین استفادہ کرتا ہے۔

بُعدِ پنجم: نُور کے مخالف کام نہ کیے جائیں

ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طاقتور انسان بھی مستقیم سورج کی روشنی کی طرف دیکھنے کی تاب نہیں رکھتا۔ بالفرض اگر کوئی جان بوجھ کر یہ کام کرتا ہے تو وہ اپنی بینائی سے محروم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کمزور آنکھوں والے اور معرفت سے تہی دامن افرادِ معاشرے میں موجود مقامِ امامت کا مشاہدہ نہیں کر پاتے ہیں۔ ان کی نگاہوں کی کمزوری کے سبب یہ خطرہ موجود رہتا ہے کہ کہیں یہ انسان نُورِ امامت کی تاب نہ لا کر عکس العمل کا اظہار نہ کر دے۔ جب تک انسان تزکیہ نفس کے مرحلے سے گزر کر درجۂ کمال تک نہیں پہنچ جاتا وہ اپنے بارے میں عدالت نہیں کر سکتا۔ اگرچہ یہ دوسروں کے بارے میں یہ چاہتا ہے اس لیے یہ امکان موجود رہتا ہے کہ وہ کسی لمحے امامؑ کی مخالفت کا ارتکاب نہ کر بیٹھے بالخصوص جب امامؑ عدالتِ مطلقہ کے اجرا کا ارادہ رکھتے ہوں۔ بسا اوقات تو ایسا انسان اصلِ امامت کا انکار کر بیٹھتا ہے یا اس سے بھی بڑی کوئی حرکت کر بیٹھتا ہے۔ چونکہ جب انسان ایک قوی ترین نُور کا سامنا کرتا ہے تو اُس کو اپنے اندر پنہاں تمام عیوب ظاہر ہوتے محسوس ہوتے ہیں۔ اس رُسوائی کو برداشت کرنا آسان کام نہیں ہوتا۔ مجبوراً یا تو وہ نُور سے دُور ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ دو کام کرتا ہے: ① اپنے عیوب پر پردہ ڈالتا ہے۔ ② اُس نُور کو خاموش کرنے کی تگ و دو کرنے لگتا ہے۔

اگر ہم تاریخ پر نظر کریں اور لوگوں کے مذاہب سے تجربہ حاصل کریں تو معلوم ہوگا کہ

خدائی رہبروں اور رہنماؤں کے مقابلے میں یہی چیز سامنے آتی ہے کہ لوگ حقیقی رہبروں کے مدمقابل آجاتے ہیں اور خود حق قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے ہیں۔ جس کے نتیجے میں محاذ آرائی کی کیفیت سامنے آتی ہے۔ جو منفی عکس العمل کے ظہور کا سبب بنتی ہے۔ وہ ایک مقصد و ارادے سے جس قدر آگے بڑھتے ہیں اُسی لحاظ سے بصیرت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ نتیجتاً باطل پر عمل کرنا شروع کردیتے ہیں۔

اس کی جو بھی تفسیر یا تشریح کی جائے ایک بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ یہ لوگ نُورِ عدالت الٰہی کا سامنا کرنے کے لائق ہی نہیں ہوتے ہیں؟ ایسے افراد کی مثال اس کے علاوہ بھی ہوسکتی ہے؟ لوگ سورج کی طرف منہ کر کے دیکھنے کے لیے آنکھیں کھولتے ہیں، مگر فوراً آنکھیں بند کرلیتے ہیں اور اِدھر اُدھر دیکھنا شروع کردیتے ہیں۔ گویا ضعفِ بصارت کی ابتدا ہوجاتی ہے۔ پھر نتیجہ اندھے پن کی صورت میں نکلتا ہے۔ کیا ایسے افراد کے بارے میں قاعدہ لطف جاری نہیں ہوسکتا۔ جبکہ درمیان میں بادلوں کا پردہ موجود ہے تاکہ کہیں شدتِ نُور کے سبب آنکھیں چندھیا نہ جائیں؟

وہ انسان جو وجودِ امامؑ کے فیض کو درک نہیں کرسکتا اور عدلِ امامؑ کے تحمل کی تاب نہیں رکھتا وہ امامؑ کی موجودگی میں منفی عکس العمل کی نشان دہی کرتا ہے۔ قاعدہ لطف الٰہی بھی ان کے بارے میں جاری نہیں ہوتا۔ کیا خورشید امامت اور اس کے درمیان پردۂ حائل ہوگا؟ کیا اس مفروضے کی موجودگی میں غیبت امامؑ ضروری نہیں؟ کیا وہ حجاب جو دیدارِ امامؑ کے لیے مانع ہوتا ہے وہ ہمارے عیوب پر بھی ہے؟

بُعدِ ششم: لطفِ خاص

بادلوں کی اُوٹ میں پنہاں خورشید خود کو نمایاں کرنے کے بعد پھر پردوں میں چھپ جاتا ہے۔ اسی طرح جو فرد امامؑ غائب کے حُسن و جمال کا فریفتہ ہے وہ اپنے گم گشتہ درِ شہوار کو ہرممکن پانے کی سعی کرتا ہے۔ بعض اوقات خورشید امامت انھیں اپنے دیدار کا شرف عطا کرتا ہے اور پھر دوبارہ پردۂ غیبت میں چلا جاتا ہے۔

بُعد ہفتم: فیضِ مطلق

خورشید جو فیضِ مطلق ہے ہر ممکن سعی کرتا ہے کہ اپنے نُور کی نشاندہی کرے۔ ہر دروازے، کھڑکی، کمرے، چھت، در و دیوار، ہر جگہ سے اندھیرے ختم کر کے روشنی پہنچا دے۔ ہر وسیلے سے تمام موجودات پر اپنا اثر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ خدائی نعمت اور لازوال طاقت عام لوگوں کے اختیار میں دے دی گئی ہے تاکہ مخلوق اپنی ضرورت کے مطابق استفادہ کر سکے۔ یہ ہم ہیں جو نُورِ امامت کی روشنی سے خود کو محروم رکھنے کے لیے اپنے ہاتھوں سے دروازے بند کر دیتے ہیں یا پھر اپنے اور سورج کی شعاعوں کے درمیان اپنے ہاتھوں سے دیوار کھڑی کر دیتے ہیں۔ نتیجتاً ہم تاریکی میں سر دھنتے رہتے ہیں جو انسان اپنے دلوں پر پردے ڈالتے ہیں وہ خود کو نُورِ ہدایت (امامت) سے محروم رکھتے ہیں۔ چونکہ اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ خود کو تاریکیوں میں گم کر کے محرومیت کے راستے کا مسافر بن جائے۔

جی ہاں! کیا شہوت اور خود خواہی سے بڑھ کر بھی کوئی حجاب ہے؟

حجاب کا تعلق جسم و مادیت سے ہوتا ہے۔ جو حجاب مقام کے طلب گار ہیں، ریاست طلب ہیں؟ یہ تمام پردے اور دیواریں خود انسانوں کے ساختہ ہیں۔ جب تک یہ پردے ہٹ نہیں جاتے خانۂ قلب نُورِ امامت کو قبول کرنے کی تاب نہیں لا سکتا۔ ان کی از خود کبھی نُور تک رسائی نہیں ہوتی جب تک نُورِ امامت سے پردے نہیں ہٹائے جاتے وہ کبھی نُورِ امامت تک نہیں پہنچ سکتے۔ جس حد تک نُورِ امامؑ سے پردہ ہٹے گا اُسی انداز سے استفادہ نصیب ہوگا اور جس حد تک دل پر پردہ پڑا رہے گا اُسی حساب سے اس کا دل فیض سے محروم رہے گا۔ سورج کے سامنے جس قدر بادلوں کی تہ گہری ہوتی جائے گی زمین سورج کی شعاعوں سے اسی حد تک محروم ہوتی چلی جائے گی۔ تمام برادرانِ اسلامی کو بالخصوص اہلِ تشیع اور اہلِ تسنن برادران جو اہلِ بیتؑ رسولؐ کے پیروکار ہیں کو توجہ دینی چاہیے کہ نُورِ ولایت اور نعمتِ مطلقہ الٰہیہ امام مہدیؑ کے وسیلے سے حاصل ہوں گی۔ یہی انسان کی سعادت اور خوش بختی ہے۔ یہ خدا کی طرف سے ایک طرح کی غیبی مدد ہے جو امامؑ کے وسیلے سے حاصل ہو رہی ہے۔ چونکہ امامؑ کی حکومت خدا کی حکومت ہے۔ آپؑ کا قانون خدا کی شریعت اور اس کا ہدف لقاء اللہ ہے۔ یہ کیسا قانون ہے؟

کیسی حکومت ہے؟ سب سے بڑھ کر کتنا حسین ہدف ہے۔ جو افراد ولایت واہلِ بیتؑ کی نعمت سے مالا مال ہیں وہ اس نعمت کی قدرو قیمت سے بھی آگاہ ہیں۔ وہ کسی قیمت پر بھی خود کو اس نعمت سے محروم نہیں رکھیں گے اور جن افراد نے خود کو دُور سے جدا رکھا وہ اس نعمت کے فیض سے دُور ہوجاتے ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دینِ خدا کی تکمیل اور نعمتِ خدا کے اتمام سے خود کو محروم نہ رکھیں۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ، واقول الحمد لله على اكمال الدين واتمام النعمة بولاية على ابن ابى طالب اميرالمومنين والائمة المعصومين وأسئله تعالى خيرالدنيا والاخرة وحسن العاقبة

فصلِ دوم

سامرا شہر

سامرا شہر کے احوال

امام علی نقی علیہ السلام کی مدینہ سے سامرا آمد، متوکل خلیفہ عباسی کا کردار

(۲۱۹ھ ق) خلیفہ ہارون الرشید کے فرزند معتصم خلیفہ عباسی کے حکم پر سامرا شہر تعمیر کیا گیا، جس کے بعد حکومت بنی عباس کا دارالخلافہ بغداد سے سامرا منتقل کیا گیا۔ چونکہ ترک سپاہ اور اُن کے افسران جن کو خلیفہ وقت کے خواص میں شمار کیا جاتا تھا اور وہ فوج کا حصّہ بھی تھے، بڑے خودسر اور باغیانہ طبیعت کے مالک تھے۔ اُن کے آئے دن بغداد کے لوگوں سے لڑائی جھگڑے ہوتے رہتے تھے۔ وہ بغداد شہر کے باسیوں کی بھیڑ کو بازار کے گلی کوچوں میں اپنے گھوڑوں کے سُموں تلے روندتے ہوئے گزر جاتے۔ جس کے بعد اہلِ بغداد موت کو گلے لگالیتے یا پھر زخمی ہوکر اپنا علاج معالجہ شروع کرادیتے۔ نتیجتاً شدید عوامی ردِعمل سامنے آتا، جس کی وجہ سے کئی ترک سورماؤں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑتا۔

بغداد شہر میں امن وامان کا مسئلہ شدید بحران کی شکل اختیار کرگیا تھا۔ جس کی وجہ سے معتصم دارالخلافہ کو بغداد سے سامرا شہر منتقل کرنے پر مجبور ہوگیا تھا۔ وہ اپنی افواج کو بغداد شہر سے دُور رکھنے پر مجبور ہوگیا تھا تاکہ لوگوں کو آرام اور سکون میسر آسکے۔ سامرا شہر میں پانی میٹھا اور آب وہوا بہت حسین تھی۔ تبھی تو اس جگہ کا انتخاب کیا گیا۔ یہاں باقاعدہ ایک شہر بسایا گیا۔ بڑے بڑے جدید طرز کے خوب صورت محلات اور وسیع وعریض اور جدید سہولتوں سے آراستہ بازار تعمیر کیے گئے، جس کے بعد سامرا شہر کی آبادی دن بہ دن بڑھنے لگی۔ یہ جگہ (عسکر) یعنی فوج کے لیے مخصوص کردی گئی تھی۔ یہ شہر بنوعباس کی حکومت کا مرکز (دارالخلافہ) قرار پایا۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام، حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے مقدس مدفن اور ولادت باسعادت امام زمانہ علیہ السلام اسی شہر میں ہوئی۔ دس عباسی خلفاء نے سامرا شہر میں حکومت کی۔ پہلا خلیفہ معتصم تھا جس نے یہ شہر تعمیر کرایا تھا اور دسواں خلیفہ المعتمد باللہ تھا جس کے بارے میں ہم بحث کریں گے۔

حیاتِ طیبہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام پر ایک نگاہ

① آپؑ کی ولادت باسعادت ۱۵ ذی الحج ۲۱۲ ھ ق میں ہوئی۔

② مقامِ ولادت اطرافِ مدینہ میں (صریا)

③ آپؑ کی والدہ ماجدہ حضرت سمانہ خاتون تھیں۔ آپ متقی اور بافضیلت خاتون تھیں۔ (طبرسی: اعلام الوریٰ، ص ۳۰۰، طباعت ۳، دارالکتب، لاہور)

④ آپؑ کے القاب "نقی" اور "ہادی" تھے۔ کنیت "ابوالحسن الثالث"[1] (شیخ مفید الارشاد، طبع قم، مکتبہ بصیرتی، ص ۳۲۷)

⑤ آپؑ کے والد بزرگوار حضرت امام تقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ آٹھ سال کی عمر میں (۲۲۰ ھ ق میں) مسند امامت پر فائز ہوئے۔

⑥ مدتِ امامت ۳۳ سال۔

⑦ عمر مبارک ۴۱ سال۔

⑧ متوکل عباسی کے ذریعے مدینہ منورہ سے سامرا شہر میں بائیس سال (۲۳۴ ھ ق) کی عمر میں تشریف لائے۔

⑨ سامرا شہر میں تقریباً ۲۰ سال قیام فرمایا۔

⑩ آپؑ کے عصرِ مبارک میں عباسی خلفاء:

① معتصم جو مامون کا بھائی تھا (۲۱۷ھ تا ۲۲۳ھ) مدت: چھے سال

② واثق بن معتصم (۲۲۳ھ تا ۲۳۲ھ) مدت: ۹ سال

③ متوکل برادرِ واثق (۲۳۲ھ تا ۲۴۸ھ) مدت: ۱۶ سال

④ منتصر بن متوکل، مدت ۶ ماہ

---

[1] شیعہ راویوں کی اصطلاح میں ابوالحسن اوّل سے مراد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور ابوالحسن دوم سے مراد حضرت امام علی رضا علیہ السلام ہیں۔

⑤ مستعین جو منتصر کا چچازاد بھائی تھا (۲۴۸ھ تا ۲۵۲ھ) مدت چار سال

⑥ معتز بن متوکل (۲۵۲ھ تا ۲۵۵ھ) مدت ۳ سال

⑪ آپؑ کی شہادت ۲۵۴ھ ق میں ہوئی۔

⑫ آپؑ کی شہادت کا سبب زہر ہے۔ آپؑ نے معتز کے آخری دور ۲۵۴ھ ق میں شہادت پائی۔

⑬ آپؑ کی زوجہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدہ ماجدہ تھیں۔

⑭ آپؑ کی اولاد میں پانچ بیٹے اور بیٹیاں ذکر کیے گئے ہیں:

① ابومحمد الحسن العسکریؑ ② حسین ③ محمد ④ جعفر کذاب ⑤ علیہ۔

⑮ آپؑ کے شاگردان: شیخ طوسیؒ نے تحریر کیا ہے کہ ۱۸۵ شاگردوں نے اسلامی علوم کے مختلف مضامین پڑھنے کے لیے آپؑ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا ہے۔ ان شاگردوں میں چند چہرے علمی اور معنوی لحاظ سے بڑے برجستہ اور درخشاں مقام پر فائز تھے۔ (رجال طوسی، طبع نجف، ص ۴۰۹ تا ۴۲۹)

① فضل بن شاذان ② حسین بن سعید اہوازی

③ ایوب بن نوح ④ ابوعلی (حسن بن راشد)

⑤ حسین بن علی ناصر کبیر ⑥ عثمان بن سعید اہوازی

⑦ عبدالعظیم حسنی (جو رے شہر میں دفن ہیں)

ان سب کے تفصیلی حالات کتب رجال میں موجود ہیں۔ ان کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔

⑯ متوکل کی طرف سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام پر کیے جانے والے مظالم اور سختیوں کی تفصیل یہ ہے:

① آپؑ کو مدینہ منورہ سے سامرا شہر منتقل کیا گیا۔

② آپؑ نے کافی عرصہ تک قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

③ علویوں کے ایک گروہ کو قیدی بنایا گیا۔

④ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی قبر اطہر کو (۲۳۴ھ ق) میں ویران کیا گیا۔ یہ کام ایک

یہودی الاصل شخص (دیزج) کے ذریعے کرایا گیا۔

⑤ آپؑ پر اور دوسرے زائرین پر زیارتِ سیدالشہداء کی پابندی لگائی گئی۔

⑥ بزرگ شیعہ رہنماؤں کو محبت اہلِ بیتؑ کے جرم میں شہید کیا گیا۔

⑦ مداحانِ اہلِ بیتؑ پر شکنجے کسے گئے۔

⑧ حکومتی عہدوں سے شیعوں کا اخراج کیا گیا۔

⑨ شیعوں پر اقتصادی پابندیاں عائد کی گئیں۔

⑩ شیعوں کو ان کے علاقوں میں نظر بند کر دیا گیا۔ (بہ نقل از کتاب سیرہ پیشوایان، ص ۵۸۷-۵۹۰، تحریر: آقای مہدی پیشوائی)

فصلِ سوم

حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور سیاسی حالات

خلافت عباسیہ دور کی چند خصوصیات جو اسے دوسرے اَدوار سے علیحدہ اور ممتاز کرتی ہیں۔ ہم ذیل میں اُن کی طرف اشارہ کیے دیتے ہیں:

خلافت کی عظمت و ہیبت کو زوال

چاہے اُموی دور ہو یا عباسی، خلافت کا بہرحال ایک جاہ و جلال اور ہیبت تھی۔ مگر جس دور میں اِقتدار ترکوں اور ڈاکوؤں کی دسترس میں آ گیا تو پھر اپنی عظمت و جلالت سے بھی ہاتھ دھونے لگا۔ خلافت پر ایسے افراد قابض ہوئے جو خلافت کو جدھر چاہے گھما دیتے۔ خلیفہ تو بس ایک اعزازی عہدہ ہو کر رہ گیا۔ البتہ جب مخالفین کی طرف سے کسی قسم کے خطرے کا احساس ہوتا تو خلفیہ کے حامی، طرفدار اور کارکن سب مل کر ایک نظریے پر اتفاق کر لیتے۔

درباریوں کی خواہشات پرستی

اس عرصے میں جتنے بھی عباسی خلفاء، مسند خلافت پر براجمان ہوئے سب نے اپنی راتیں رنگین بنائی، خواہشاتِ نفسانیہ کے ہاتھوں مجبور ہو کر شراب و شباب سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ جس کے سبب مسند خلافت گناہوں اور برائیوں کی آماج گاہ بن گئی۔ تاریخ میں ان کی سیاہ راتوں کے تذکرے اپنی تمام رعنائیوں اور رنگینیوں کے ساتھ محفوظ ہیں۔

ظلم عام ہو گیا

ظلم و بربریت اور بیت المال لوٹنے کا سلسلہ اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گیا۔ عیاشیوں کے سبب لوگوں کی جانوں کو خطرات لاحق ہو گئے۔

علوی تحریک میں وسعت

تاریخ کے اس دور میں عباسی خلفاء نے اپنی طرف سے سرتوڑ کوشش کی کہ معاشرے

میں علویوں کے بارے میں خوب نفرت پھیلائی جائے۔ جہاں کہیں علویوں کی شجاعت کا عام سا واقعہ بھی سامنے آتا تو فوراً اُس کی سرکوبی کی جاتی۔ ان کے ساتھ بڑا بہیمانہ سلوک کیا جاتا۔ اس شدید عمل کی وجہ یہ ہے کہ حکومتی مشنری خود کو غیر محفوظ اور متزلزل سمجھتی تھی۔ اس قسم کی تحریکوں کو دردناک حالات سے گزرنا پڑتا تھا۔

اس سارے عرصے میں علویوں کا طریقۂ کار یہ رہا ہے کہ وہ نام لیے بغیر لوگوں کو آلِ محمدؐ کے برگزیدہ شخصیت کی طرف دعوت دیتے۔ چونکہ اس تحریک کے سرکردہ رہنماؤں کا نظریہ تھا کہ امامِ معصومؑ فوجی ہیڈ کوارٹر (سامرا) میں نظر بند ہیں۔ اگر ان کا نام لے کر لوگوں کو دعوت دی جائے تو شاید یہ عمل امامؑ کی حیاتِ طیبہ کے لیے خطرناک ثابت ہوجائے۔ دوسرا ان تحریکوں اور انقلابیوں کے اندر اتنی طاقت نہیں ہوتی کہ وہ اسلامی معاشرے میں اس قدر ظلم و تشدد برداشت کرسکیں۔ تبھی وہ حالات کا مقابلہ کرنے سے کتراتے رہے ہیں۔ اس کا ایک نمونہ یہ ہے کہ منتصر کی حکومت ایک حد تک خاندانِ نبوت سے عقیدت رکھتی تھی اور اسے امامت سے بھی ایک حد تک لگاؤ تھا جب تک اس کی حکومت رہی، خاندانِ علوی کے افراد اور اُن کے شیعوں پر کوئی ستم نہیں کیا گیا نہ ہی کوئی قیام عمل میں آیا۔

تواریخ میں ۲۱۹ھ ق سے لے کر ۲۷۰ھ ق تک تقریباً ۱۸ قیاموں کا تذکرہ موجود ہے۔ یہ تمام قیام شکست سے دوچار ہوئے۔ عباسی حکومت نے اُن کی سرکوبی کی۔

قیاموں کی شکست کے اسباب

ان تحریکوں اور قیاموں کی شکست کے اسباب پر جب نظر کی جائے تو ایک اساسی ترین عامل جو سامنے آتا ہے وہ رہبری و قیادت کا فقدان اور کمزوری ہے۔ ان کی شکست کا دوسرا عامل صحیح اور مکمل پروگرام کا فقدان ہے۔ ان کے عمل میں سقم موجود تھا۔ سب سے بڑھ کر ان تحریکوں پر سو فیصد اسلامی رنگ نہیں چڑھا ہوا تھا جس کے سبب اُنھیں ائمہ اطہار علیہم السلام کی مکمل تائید وحمایت بھی حاصل نہیں ہوتی تھی۔ اگرچہ ان تحریکوں اور قیاموں میں بعض حقیقی اور مخلص شیعہ بھی شامل ہوتے تھے، جو مرتے دم تک اپنے اعلیٰ و ارفع اسلامی مقاصد کے لیے لڑتے رہے ہیں، لیکن ان کی تعداد کم تھی جب کہ قیام کرنے والوں کی اکثریت ایسے افراد پر مشتمل تھی

جو اسلامی تعلیمات کی روشنی سے محروم تھے جو اپنے اُوپر ہونے والے مظالم سے نالاں ہو جاتے حالانکہ ان کا قیام حالات تبدیل کرنے کے لیے ہوتا تھا۔ بالآخر موت کے خوف اور شکست کے احساس سے اپنے رہنماؤں کو تنہا چھوڑ دیتے اور اِدھر اُدھر بھاگ کر اپنی جان بچاتے تھے۔

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں ان انقلابیوں کی اکثریت ائمہ معصومین علیہم السلام کی تائید سے محروم تھی، یہ دلیل ہے کہ یہ انقلابات سو فی صد اسلامی نہیں تھے۔ ان کے اہداف اور ان کے رہنماؤں کے درمیان فاصلہ مشاہدہ کیا جاسکتا ہے یا پھر اپنا پروگرام اس انداز میں پیش کرتے کہ اُنھیں اپنی شکست واضح نظر آنے لگتی۔ اب اگر امامِ وقت مکمل کر ان کی تائید فرماتے تو قیام کے شکست کی صورت میں امامت، تشیع اور اُن کی اصل طاقت کو اَن گنت خطرات کا سامنا کرنا پڑتا۔

امامؑ کا اپنے پیروکاروں سے مخفی رابطہ اور متوکل کا کردار

جس طرح خلفائے عباسیہ کی حکومت کا جدول ہمیں بتلاتا ہے ان تمام خلفاء میں متوکل کو حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی ہم عصری کا شرف نصیب ہوا ہے۔ ہم امامؑ کے مقابلے میں اس کے اقدامات کو ذیل میں پیش کر رہے ہیں۔ متوکل کو بنی ہاشم سے سخت نفرت تھی۔ وہ اُن کے ساتھ ہمیشہ بُرا سلوک کرتا تھا۔ وہ ان سے سخت بدگمان تھا۔ ان پر برابر تہمتیں لگاتا رہتا تھا۔ اُس کا ایک وزیر عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان تھا جس کا تعلق بنی ہاشم سے تھا۔ اس نے اپنے طور پر بڑی کوشش کی کہ وہ متوکل کو بنی ہاشم کے ساتھ بُرا سلوک کرنے سے باز رکھے اور اُسے اُن کے ساتھ حسنِ سلوک اختیار کرنے کی تشویق دلائے، مگر تمام کوششیں بے سود ثابت ہوئیں۔ متوکل کے اندر عباسی خلفاء میں سب سے زیادہ بنی ہاشم سے دشمنی اور بُغض تھا۔ اُسے اس بابت پہلا نمبر حاصل تھا۔ [1]

متوکل کو حضرت علی علیہ السلام اور اُن کے خاندان کے ساتھ عجیب و غریب قسم کی دشمنی تھی، اگر اُسے پتا چلتا کہ فلاں شخص محبِ علیؑ ہے تو وہ اس کے مال کو ضبط کرا کے اُسے درجۂ شہادت تک پہنچا دیتا۔ (ابنِ اثیر، الکامل فی التواریخ، ج ۷، ص ۵۵، بیروت دار صادر)

---

[1] ابوالفرج اصفہانی، مقاتل الطالبین، منشورات، المکتبہ الحیدریہ، ۱۳۸۵ھ، ص ۳۹۵۔ امام ہادیؑ سازمان تبلیغاتِ اسلامی، شعبہ ترجمہ وتدوین، ۱۳۶۸ھ ق، ص ۶۷

انھی خطرات کا احساس کرتے ہوئے متوکل کے دور میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے اپنی سرگرمیاں خفیہ رکھیں۔ اپنے اور اپنے شیعوں کے درمیان تعلقات کو بالکل خفیہ رکھا۔ اس کی بہترین تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جسے مؤرخین نے تحریر کیا ہے۔

محمد بن شرف روایت کرتا ہے: میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی معیت میں مدینہ شہر میں جارہا تھا کہ آپؑ نے فرمایا: تم شرف کے بیٹے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ تب میں نے آپؑ سے اس کی تفصیل جاننے کی خواہش کی تو آپؑ نے فرمایا: "ہم ایسی حالت میں ہیں اور اس گلی سے گزر رہے ہیں کہ یہ جگہ اس سوال کے لیے مناسب نہیں ہے"۔ ①

یہ واقعہ بادشاہِ وقت کی طرف سے کی جانے والی سختیوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ امام کے مجبوراً خفیہ طریقہ اختیار کرنے کا میزان بھی ہمیں بتلاتا ہے۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے اپنے شیعوں کے ساتھ خفیہ روابط موجود تھے جو دُور و نزدیک کے تمام شہروں میں آباد تھے۔ اُن کی طرف سے تحائف، نذورات اور مختلف اشیاء جو بھیجی جاتی اُنھیں بھی مخفی انداز میں ہی قبول فرماتے تھے۔

ہم ایک واقعہ نقل کر رہے ہیں جو کتبِ تاریخ اور رجال میں ذکر ہے۔ محمد بن داوٗد قمی اور محمد طلحی نقل کرتے ہیں: قم اور اس کے گردونواح سے خمس، نذورات اور تحائف و جواہرات پر مشتمل مال بھیجا گیا۔ ہم وہ مال لے کر خدمتِ امامؑ میں پہنچے۔ جب ہم دروازے پر پہنچے تو ہمیں بتلایا گیا تو ہم واپس پلٹ آئے چونکہ خدمتِ امامؑ میں مال پہنچانے کے لیے یہ مناسب وقت نہیں تھا۔ کچھ عرصے بعد امام علیہ السلام نے فرمایا: جن اُونٹوں پر سامان لدا ہوا ہے اُنھیں بغیر ساربان (مہاری) کے چھوڑ دو۔ ہم نے ان پر مال لاد کر بھیج دیا۔ ایک عرصہ بعد جب ہم خدمتِ امامؑ میں شرف یاب ہوئے تو آپؑ نے فرمایا: جو مال تم نے بھیجا ہے اُسے تلاش کرو۔ ہم نے دیکھا کہ وہ مال آپؑ کے ہاں بالکل محفوظ ہے۔ (مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۰، ص ۱۸۵)

اگرچہ یہ واضح نہیں ہوا کہ یہ واقعہ مدینہ منورہ کا ہے یا سامرا شہر کا ہے۔ (چونکہ سامرا

---

① مجلسی، بحارالانوار، الطبعۃ الثانیۃ، تہران۔ المکتبۃ الاسلامیۃ: ج ۵، ص ۱۷۶، اربلی علی ابن عیسٰی، کشف الغمہ، تبریز، مکتبۃ بنی ہاشمی، س ۱۳۸۱ ھ ق، ص ۱۷۶

شہر میں بڑی سخت کی جارہی تھی)۔ بہرحال مقصد یہ بتاتا ہے کہ امام علیہ السلام کے اپنے حُب داروں اور پیروکاروں سے خفیہ روابط تھے، جو دربارِ خلافت کے جاسوسوں کی نظروں سے اُوجھل تھے۔

وکلا سے رابطہ

عباسیوں کے دور میں امام علیہ السلام کو جس بحرانی کیفیت اور اُس کی شرائط کا سامنا تھا، کے سبب آپؑ نے اپنے روابط کو مخفی رکھا، تاوقتیکہ ایک نئی صورت اور اپنے پیروکاروں سے روابط کے لیے ایک نیا طریقہ ایجاد نہیں فرمالیا۔ یہ نیا طریقہ مختلف ممالک اور علاقوں میں اپنی طرف سے وکلا اور نمایندگان کا تقرر تھا۔ اس تنظیم کا مقصد خمس، زکوٰۃ، نذورات اور تحائف وغیرہ کی جمع آوری تھی۔ یہ کام سارے ملک میں وکلا اور نمایندوں کے ذریعے پھیلا دیا گیا۔ نیز امام علیہ السلام نے اپنے محبوں اور پیروکاروں کی فقہی، نظریاتی اور سیاسی مشکلات کا حل ان کے سوالات کے جوابات، اپنے وکلا کے ذریعے فرماتے تھے۔ اس تنظیم اور مکتب کے ذریعے امامت اپنے مقاصد کو بڑی خوش اسلوبی سے حاصل کر رہی تھی۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام سامرا شہر میں سخت نظر بندی کا شکار تھے۔ آپؑ نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے طریقۂ کار، نمایندوں اور وکلا والے نظام کو جاری رکھا اور اپنی طرف سے نمایندے اور وکلا مختلف شہروں اور علاقوں کے لیے مقرر فرمائے۔ اس وقت رابطے کا یہ اکلوتا اور بہترین ذریعہ تھا۔ اس کے ذریعے شیعیانِ جہاں کے اندر ایک ہم آہنگی کی فضا پیدا ہوگئی تھی۔

امامؑ وقت اپنے پیروکاروں سے مستقیم رابطہ نہیں فرماتے تھے۔ آپؑ کے وکلا اور نمایندوں میں سیاسی وکلا اور نمایندے بھی موجود تھے جن کے سبب امامؑ کے وکلا اور مسئولین کے درمیان گہرے سے گہرے روابط اُستوار ہوئے۔

آپؑ کے وکلا نے آپؑ کے پیروکاروں سے روابط کی بابت بڑے خوب صورت تجربات بھی حاصل کیے۔ علاقے کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے شیعوں اور پیروکاروں کو چار گروہوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔

پہلے گروہ میں بغداد، مدائن، عراق (کوفہ) کے پیروکار شامل تھے۔ دوسرے گروہ میں

بصرہ، اُھواز کے لوگ شامل تھے۔ تیسرا گروہ قُم اور ھمدان والوں پر مشتمل تھا۔ چوتھے گروہ میں حجاز، یمن اور مصر والے تھے۔ ہر علاقے کے لیے ایک وکیل مقرر تھا، جس کے ماتحت وہاں کے تشیّع میں منظم طریقے سے فعالیات کا سلسلہ جاری تھا اور اس نے بھی علاقائی ضروریات کے تحت اپنی طرف سے لوگوں کو مقرر کر رکھا تھا۔ اس انجمن وکلا اور اُس کے دستور العمل کو حضرت امام ہادی علیہ السلام کی سربراہی میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (بہ نقل از کتاب سیرہ پیشوایان، ص ۵۷۴)

امام علیہ السلام کی مدینہ منورہ سے سامرہ آمد

متوکل نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے طریقہ کار (نیٹ ورک) سے آگاہی کے لیے اپنے مکروہ قسم کے بظاہر نیک افراد سے استفادہ کیا۔ اس کی کوشش تھی کہ وہ جیسے بھی ممکن ہو آپؑ کی طرف سے سکون و اطمینان حاصل کرے۔ امامؑ کی فعالیات کو کنٹرول کرنے والے حکومتی اراکین کے طریقۂ کار میں ہم دیکھتے ہیں کہ اُنھوں نے جو ذریعہ امام جواد علیہ السلام کے لیے استعمال کیا وہی ذریعہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے لیے بھی استعمال کیا۔ ان کی خواہش تھی کہ وہ امامؑ کے گھر کے حالات سے بخوبی مطلع رہیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب حضرت امام علی نقی علیہ السلام آپؑ کے جانشین مقرر ہوئے تو خلیفۂ وقت آپؑ کے متعلق مکمل آگاہی حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اگر امامؑ مدینہ منورہ میں قیام پذیر رہتے تو پھر یقیناً خلیفۂ وقت کی دسترس سے دُور رہتے۔ یہ چیز اس ظالم حکومت کے لیے بہت بڑے خطرے کی گھنٹی تھی۔

اس صورتِ حال میں معمولی سی رپورٹ بھی امامؑ کے لیے شدید خطرات پیدا کرسکتی تھی، جیسے والیٔ مدینہ کے ایک خط نے خلیفہ کو شدید پریشان کر دیا۔ جس کے بعد آپؑ کو مدینہ منورہ سے سامرہ کا سفر اختیار کرنا پڑا۔

والیٔ مدینہ کا متوکل کو خط لکھنا

والیٔ مدینہ عبداللہ بن محمد ہاشمی نے خلیفہ کو ایک خط تحریر کیا جس میں امام علیہ السلام کی سیاسی

فعالیت کا تذکرہ تھا۔ امام علیہ السلام نے ایک باقاعدہ چھاؤنی بنالی ہے۔ ① مگر آپؑ نے متوکل کو لکھے گئے خط کے مندرجات کی صحت سے انکار فرمانے کے ساتھ اس کی متوکل کو شکایت بھی کی۔

خلیفۂ وقت کا امامِ وقتؑ کو خط اور سامرہ آنے کی دعوت

متوکل نے عالمی سطح کے سیاست دانوں کی مانند ایسا کام کیا جس کے دو پہلو تھے۔ اس نے جہاں عبداللہ بن محمد کو برطرف کیا وہاں پر اپنے کاتب کو حکم دیا کہ امامؑ کی خدمت میں دعوت نامہ بھیجے۔ جس میں متوکل اور امامؑ کے درمیان موجود تعلق کا تذکرہ بھی کرے اور بڑے ادب واحترام سے آپؑ کو سامرہ تشریف لانے کی دعوت بھی دو۔

ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تمام احترامات و آداب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اُس نے مستقبل میں آپؑ پر ظلم وستم کی حد کردی۔ اس خط کا مضمون یہ ہے:

> بنامِ خدا تمام تعریفیں اُس خدا کے لیے ہیں۔ امیرالمومنین آپؑ کی مکمل معرفت رکھتے ہیں۔ آپؑ کی شخصیت حسب ونسب اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رشتہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔ خلیفۂ وقت کا مقصد صرف اور صرف آپؑ کی اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنا ہے تبھی اُنھوں نے حکم صادر کیا ہے کہ آپؑ کی خواہش کے مطابق جنگ کے سپہ سالار اور مدینہ منورہ کے سپہ سالار جو آپؑ کی اہانت کا مرتکب ہوا ہے کو معزول کیا جائے اور اُس کی جگہ محمد بن فضل کو منصوب کیا جارہا ہے۔ گویا اس طرح انھوں نے اپنے حکم میں آپؑ کی اطاعت وفرمانبرداری کی ہے۔ آپؑ کی عزت وتکریم کی حد درجہ کوشش کی گئی ہے تاکہ اُسے وسیلہ قرار دے کر خدا اور رسولؐ کا قرب حاصل کیا جائے۔ امیرالمومنین آپؑ کے دیدار کے مشتاق ہیں۔ یوں

---

① عبداللہ بن محمد کے علاوہ جیسا کہ مسعودی نے نقل کیا ہے کہ بریحہ عباسی جو حرمین (مکہ ومدینہ) میں نماز کا مسئول تھا، نے بھی متعدد بار متوکل کو خط لکھے کہ اگر تجھے حرمین کی ضرورت ہے تو پھر یہاں سے علیؑ بن محمدؑ کو باہر لے جاؤ۔ چونکہ وہ لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتے ہیں۔ لوگ جوق در جوق اُن کے گرد جمع ہوجاتے ہیں۔ (اثبات الوصیہ، الطبعۃ الرابعۃ، نجف المطبعۃ الحیدریہ، ۱۳۷۴ھ، ص ۲۲۵)

زیارت کے ساتھ تجدید عہد بھی ہو جائے گا۔ اگر آپؑ کو بھی خلیفہ وقت کی زیارت کا شوق ہے تو آپؑ اپنے خاندان، دوستوں، عقیدت مندوں اور پیروکاروں کے ہمراہ تشریف لے آئیں۔ سفر کا پروگرام آپؑ کے اپنے ہاتھ میں ہے۔ جہاں چاہیں قیام فرمائیں اور جب چاہیں سفر کریں۔ البتہ خلیفہ کی طرف سے آپؑ کی مزید خدمت کے لیے یحییٰ بن ہرثمہ آپؑ کے ہمراہ ہوگا جو آپؑ کی خدمت کر کے فخر محسوس کرے گا۔ چونکہ آپؑ ہمارے نزدیک محترم و مکرم شخصیت کے مالک ہیں، ہم آپؑ سے شدید محبت رکھتے ہیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ!""①

اس میں کوئی شک نہیں کہ امامؑ، متوکل کی نیت اور ارادوں میں چھپی خباثت سے بخوبی آگاہ تھے۔ مگر سامرہ جانے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ اگر آپؑ ایسا نہ کرتے تو پھر عملی جدوجہد والی شکایت کو درست مان لیا جاتا، جس سے متوکل کے اضطراب میں یقیناً اضافہ ہوتا جس سے اُسے مزید بہانے ملتے، جن کے ذریعے وہ آپؑ پر مزید سختیاں اور مظالم کرتا۔ چونکہ آپؑ اس کے برے ارادوں سے آگاہ تھے لہٰذا آپؑ کو مجبوراً سفر اختیار کرنا پڑا۔ آپؑ نے سامرہ پہنچ کر یہ ارشاد بھی فرمایا: "مجھے زبردستی مدینہ سے سامرہ لایا گیا"۔ (علامہ مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۰، ص ۱۲۹)

بہرحال امام علیہ السلام نے دعوت نامہ وصول کیا اور مجبوراً یحییٰ بن ہرثمہ کے ساتھ سامرہ کے لیے روانہ ہوئے۔②

---

① مجلسی نے بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۲۰۰، کلینی نے اُصول کافی جو مکتبہ الصدر تہران ۱۳۸۱ھ ق کی چھاپ ہے، ج ۱، ص ۵۰۱۔ شیخ مفیدؒ نے الارشاد، قم مکتبہ بصیرتی، ص ۳۳۳۔ اربلی، علی بن عیسیٰ نے کشف الغمہ، تبریز مکتبہ بنی ہاشمی ۱۳۸۱ھ ق، ج ۳، ص ۱۷۲۔

② ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالبؑ میں امام علیہ السلام کے ساتھ سامرہ تشریف لانے کا واقعہ ۲۳۴ھ ق میں تحریر کیا ہے۔ چونکہ موصوف کہتے ہیں کہ آپؑ نے سامرہ میں ۲۰ برس قیام فرمایا۔ اس نے آپؑ کی شہادت ۲۵۴ھ ق میں تحریر کی ہے، جب کہ طبعی طور پر آپؑ کے سامرہ تشریف لانے کا سال ۲۳۴ھ ق بنتا ہے۔ مرحوم شیخ مفیدؒ نے ارشاد کے ص ۳۳۳ پر تحریر فرمایا: متوکل نے ۲۴۳ھ ق میں خط لکھا ←

یحییٰ بن ہرثمہ کے ہمراہ سامرہ روانگی

یحییٰ بن ہرثمہ کی ذمہ داری تھی کہ وہ آپؑ کو مدینہ منورہ سے سامرہ لائے۔ وہ خود بیان کرتا ہے کہ میں جب مدینہ منورہ پہنچا تو میں نے لوگوں سے حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی رہائش گاہ کے بارے میں دریافت کیا۔ جب میں آپؑ کی رہائش گاہ تک پہنچا، اہلِ مدینہ کو میری آمد اور امام علیہ السلام سے ملاقات کا مقصد معلوم ہوا تو لوگوں کے اندر شدید قسم کا خوف و ہراس اور عجیب و غریب قسم کے غصے کے اثرات دیکھنے کو ملے۔ لوگوں نے شور و غوغا اور نالہ و فریاد بلند کی۔ میں نے اُس سے قبل اس طرح کا ردِ عمل نہیں دیکھا تھا۔

میں نے ابتدا میں قسم وغیرہ کھا کر اُنھیں مطمئن کرنے کی کوشش کی اور یقین دلایا کہ ہمارے ارادوں میں ذرہ برابر کھوٹ نہیں ہے۔ میرا کام آپؑ کو تکلیف پہنچانا ہرگز نہیں۔ اس کے بعد میں آپؑ سے ملاقات کے لیے دوبارہ اندر چلا گیا۔ میں نے آپؑ کا خصوصی کمرہ بھی دیکھا، جس میں قرآنِ کریم کے چند نسخے اور دُعاؤں کی کتب کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ میں نے آپؑ کے خادموں کو چھٹی دے دی۔ آپؑ کے گھر (مدینہ منورہ) سے سامرہ تک میں خود آپؑ کی خدمت کی سعادت حاصل کرتا رہا۔ جب ہم بغداد پہنچے تو سب سے پہلے ہماری ملاقات اسحاق بن ابراہیم طاہری بغداد شہر کے کمانڈر سے ہوئی۔ اس نے مجھ سے کہا: یہ فرزند محمد مصطفیٰؐ ہیں۔ یاد رکھنا! اگر تم نے متوکل کو ان کے قتل پر ذرہ برابر بھی آمادہ کرنے کی کوشش کی تو کل بروزِ قیامت پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمھارے خون کے طلب گار ہوں گے۔

میں نے اُسے جواب دیا: خدا کی قسم! میں نے اب تک آپؑ کے اندر نیکی و اچھائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا ہے۔ لہٰذا میں اس کام میں کبھی ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔ اس کے بعد ہم سامرہ

← جبکہ جناب کلینیؒ کی روایت یہ بتلاتی ہے کہ ایک شیعہ نے یحییٰ بن ہرثمہ سے دعوت نامہ لیا، جس میں دعوت کا سال ۲۴۳ھ تحریر ہے (کافی، ج ۱، ص ۵۰۱)۔ بہرحال یہ ایک دعوت کی تاریخ ہے نہ کہ آپؑ کی دارالحکومت پہنچنے کی۔ سیاسی لحاظ سے دیکھا جائے تو ابن شہر آشوب کا نظریہ سب سے زیادہ مناسب اور ٹھیک ہے، چونکہ متوکل کی خلافت کا آغاز ۲۳۲ھ ق میں ہوا۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ پندرہ سال خاموش رہ کر آپؑ کی سیاسی فعالیت سے چشم پوشی کرتا رہا ہو۔

کی طرف روانہ ہوئے۔ سامرہ پہنچ کر میں نے سارا ماجرا وصیف ترکی کو سنایا (وصیف متوکل کے دور میں دربار میں بڑا خصوصی اثر ونفوذ رکھتا تھا)۔ اس نے بھی مجھ سے کہا: اگر امام علی نقیؑ کے سر کا ایک بال بھی کم ہوا تو اس کے ذمہ دار تم ہو گے۔ مجھے اسحاق بن ابراہیم اور وصیف ترکی دونوں کی گفتگو سن کر بڑا تعجب ہوا۔ جب میں دوبارہ میں پہنچا اور متوکل سے ملاقات ہوئی اور اُس کے سامنے سفرنامہ پیش کیا تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ خود متوکل بھی آپؑ کے احترام کا قائل نظر آرہا ہے۔ (1)

امام علیہ السلام کی سامرہ تشریف آوری

امام علیہ السلام جس دن سامرہ شہر میں داخل ہوئے متوکل کے حکم کے مطابق یہ بہانہ بنایا گیا کہ امام علیہ السلام کی رہائش گاہ ہنوز تیار نہیں ہوئی۔ آپؑ کو محلّ پستی جو مدخان الصعالیک، جو ایک طرح کی کاروان سرائے تھی، جہاں گداگر اور غریب غربا رہتے تھے، ٹھہرایا گیا۔ آپؑ نے وہ دن وہاں گزارا۔ چونکہ ان کا مقصد آپؑ کی اہانت کرنا تھی۔ یہ ایک سیاسی چال تھی۔ (2) ایک دن کے بعد آپؑ کی رہائش کے لیے ایک گھر مخصوص کردیا گیا۔ آپؑ نے وہاں سکونت اختیار کی۔ (شیخ مفید، الارشاد، مکتبہ بصیرتی، قم ۳۳۴)

آپؑ اس شہر میں ظاہری طور پر حقیقت میں ایک قیدی سے بھی بدتر زندگی بسر کر رہے تھے۔ چونکہ آپؑ کا گھر ایسی جگہ پر واقع تھا کہ آپؑ ہمیشہ نظروں کے سامنے رہتے تھے۔ ہر قسم کی رفت و آمد، ملاقاتی افراد ہر چیز کو متوکل اپنے کنٹرول میں کیے ہوئے تھا۔ یزداد ایک مسیحی

---

(1) سبط ابن جوزی، تذکرۃ الخواص مطبوعہ المطبعۃ الحیدریہ، نجف ۱۳۸۳ھ ق، ص ۳۵۹ اور ص ۳۶۰ پر یحییٰ بن ہرثمہ کی گفتگو نقل کرتے ہیں کہ مدینہ پہنچنے کے بعد امامؑ کی رہائش گاہ مرکزی حیثیت کی حامل تھی، سے مکمل آگاہی نصیب ہوئی۔ اس کے بعد اسحاق بن ابراہیم اور وصیف کی گفتگو سے پتہ چلا کہ امام علیہ السلام لوگوں میں کس قدر محبوب تھے اور لوگ آپؑ سے کس طرح محبت کرتے تھے۔

(2) یہ بات کھلی آنکھیں رکھنے والے صالح بن سعید جیسے افراد سے پوشیدہ نہیں تھی۔ وہ کہتا ہے: جب امامؑ سامرہ پہنچے میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: یہ لوگ آپؑ کے نُور کو خاموش کرنے کے بہانے تلاش کر رہے ہیں۔ اسی لیے آپؑ کو گھٹیا جگہ پر ٹھہرایا جا رہا ہے۔ (شیخ مفید، الارشاد، ص ۳۳۴، علی بن عیسیٰ الاربلی، کشف الغمہ، ج ۳، ص ۱۷۳)

طبیب ہیں جو مشہورِ زمانہ مسیحی طبیب بختیشوع کا شاگرد تھا۔ امام علیہ السلام کو جبراً مدینہ سے سامرہ منتقل کرنے کی بابت تحریر کرتا ہے کہ اگر کوئی شخص علمِ غیب جانتا ہے تو وہ صرف امام علی نقی علیہ السلام تھے۔ انھیں سامرہ اس لیے منتقل کیا گیا تاکہ آپؑ کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل رکھا جائے۔ چونکہ لوگ آپؑ کے گرویدہ اور نثار ہو چلے تھے جسے حکومتِ وقت اپنے لیے بہت بڑا خطرہ سمجھتی تھی۔ (علامہ مجلسی، بحار الانوار: ج۵۰،ص۱۶۱)

متوکل امام علیہ السلام کے معنوی اثر و نفوذ سے بہت زیادہ خائف تھا۔ وہ آپؑ کی رہائش گاہ پر لوگوں کی رفت و آمد سے بخوبی اندازہ لگا چکا تھا۔ اتنے سخت انتظامات کے باوجود بھی آپؑ سے متوکل حکومت خطرہ محسوس کر رہی تھی۔ حکومت، لوگوں اور امامؑ کے درمیان اُستوار ہونے والے خفیہ روابط سے بدحواس تھی کہ کہیں امامؑ قیام اور شورش نہ برپا کریں۔ اس طرح ممکن تھا کہ اندرونِ خانہ خوب تیاری کی جاتی۔ اسلحہ، پیسہ اور افراد کو جمع کیا جاتا۔ یہ سب کچھ ممکن تھا۔

خلیفہ کے طرفدار بھی اُسے گاہے بہ گاہے امامؑ اور ان کے حامیوں سے ڈراتے رہتے تھے۔ تبھی متوکل امامؑ کے گھر کی نگرانی اور تلاشی کا حکم دیتا رہتا تھا۔ جبکہ ہر بار سپاہیوں کو خالی ہاتھ لوٹنا پڑتا۔ اس کے باوجود متوکل کا خوف کم ہونے کا نام نہیں لے رہا تھا۔ اس کی بے چینی بڑھتی ہی جا رہی تھی۔

امام علیہ السلام متوکل کے قید خانے میں

متوکل کے دل میں امام علیہ السلام کے بارے میں عجیب و غریب قسم کی نفرت اور بغض گھر کر چکا تھا۔ وہ ہمیشہ آپؑ کو اذیت دینے کی تاک میں رہتا۔ اگرچہ امامؑ سامرہ میں ایک قیدی والی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس کے باوجود جب آپؑ مدینہ سے سامرہ پہنچے تو کچھ عرصے کے لیے قید خانے میں ڈال دیے گئے۔

''صقر بن ابی دلف'' بیان کرتا ہے کہ جب آپؑ کو سامرہ لایا گیا تو میں آپؑ کی خیریت دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوا تو متوکل کے دربان ذراقی نے مجھے دیکھ کر حکم دیا کہ اندر چلے جاؤ اور مجھ سے پوچھا: کس کام کے لیے آئے ہو؟ میں نے کہا: ہر طرح کی خیریت ہے۔ اس نے مجھ سے کہا: بیٹھو۔ میں بیٹھ تو گیا مگر سخت وحشت سی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے اپنے

آپ سے کہا کہ غلطی ہوگئی ہے (مجھے اتنے خطرات میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیے تھا)۔

ذرافی جب لوگوں کے اُمور سے فارغ ہوا تو اُس نے مجھ سے تنہائی میں کہا: کیا کام ہے اور کیوں آئے ہو؟

میں نے کہا: فقط خیر کے ارادے سے آیا ہوں۔

اس نے کہا: تم اپنے مولا کے حالات دریافت کرنے آئے ہو؟

میں نے کہا: میرا مولا کون ہے؟ میرا مولا تو خلیفہ ہے۔

اس نے کہا: خاموش ہوجاؤ۔ تمھارے مولا امامؑ برحق ہیں ۔ ڈرومت، میں بھی تمھارا ہم عقیدہ ہوں۔ حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو ہی اپنا امامؑ سمجھتا ہوں۔

میں خدا کا شکر بجالایا۔ اُس نے پوچھا: کیا اپنے مولاؑ کی زیارت کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: ہاں۔

اس نے کہا: تھوڑی دیر بیٹھو، اس ڈاکیے کو جالینے دو۔

جیسے ہی ڈاکیہ باہر گیا، اُس نے میری جانب اشارہ کرکے اپنے غلام کو حکم دیا کہ اسے امامؑ کے کمرے تک لے جاؤ (جہاں آپؑ قید تھے)۔ اُسے وہاں چھوڑ کر واپس آجاؤ۔

میں جب خدمتِ امامؑ میں شرف یاب ہوا تو دیکھا کہ آپؑ ایک چٹائی پر تشریف فرما ہیں۔ آپؑ کے سامنے ایک قبر کھدی ہوئی موجود تھی۔ میں نے سلام کیا تو آپؑ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور پھر استفسار فرمایا: کیوں آئے ہو؟

میں نے عرض کیا: صرف آپؑ کی خیریت دریافت کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں۔ میں نے اس دوران قبر دیکھی تو میرے آنسو نکل آئے۔ آپؑ نے فرمایا: رونا بند کرو۔ اس قید کے دوران مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ میں نے پھر خدا کا شکر ادا کیا۔ اس دوران میں نے ایک حدیث کا مطلب پوچھا۔ امامؑ نے جواب ارشاد فرمایا اور ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ مجھے تنہا چھوڑ دو اور چلے جاؤ۔ چونکہ تمھارے لیے امان نہیں ہے۔ مجھے ڈر ہے تمھیں کوئی گزند نہ پہنچے۔

(علامہ مجلسی، بحارالانوار، ج ۵، ص ۱۹۴، مطبوعہ المکتبۃ الاسلامیہ، تہران۔ امام علی نقیؑ، موسسہ درراہِ حق، ص ۱۶)

اس واقعے سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ متوکل کو امامؑ پر کتنا شدید غصہ تھا۔ دوسری طرف وہ افراد جو شکایات لگانے پر مامور (جاسوس) تھے وہ تو امامؑ کے اثر و رسوخ کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے۔

متوکل نے اپنی عمر کے آخری دنوں میں اپنے مصاحب و خاص سعید بن حاجب کو حکم دیا کہ امامؑ کو شہید کر دو۔ مگر امام علیہ السلام نے فرمایا تھا: دو دن گزرنے سے قبل متوکل قتل کر دیا جائے گا اور ویسے ہی ہوا۔ (علی بن عیسیٰ الاربلی، کشف الغمہ، مکتبہ بنی ہاشمی تبریز، ۱۳۸۱ھ ق، ج ۳، ص ۱۸۴)

متوکل عباسی، بیت المال، حسین و جمیل محلات اور پُر رونق محافل

اس سارے عرصے میں جہاں شیعیانِ اہلِ بیتؑ پر عرصۂ حیات تنگ سے تنگ ہو رہا تھا وہیں متوکل نے بیت المال لوٹنے اور اُسے خالی کرنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی تھی۔ اس نے پُرشکوہ محلات کی تعمیر اور دوسرے تکلفاتی اُمور پر بے دریغ دولت لٹائی۔

اس نے کئی محلات تعمیر کرائے جن پر بے دردی سے پیسہ خرچ کیا۔ ان محلات میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں: شاہ، عروس، شبداز، بدیع، غریب، برج اسد، صرف آخری محل پر ایک ملین ستر ہزار دینار لاگت آئی تھی۔ (ابنِ واضح، تاریخ یعقوبی، مکتبہ الحیدریہ، نجف ۱۳۸۴ھ ق، ج ۳، ص ۲۲۳)

اس نے ایک ایسا محل بھی تعمیر کیا جس نے برکواہ کے نام سے شہرت پائی۔ یہ اس کا سب سے مہنگا اور بڑا محل تھا۔ اس پر بیس ملین درہم لاگت آئی تھی۔ (فقیہی علی اصغر آلِ بویہ انتشارات صبا، ۱۳۶۵ ھش، ص ۳۱۵)

اس کے علاوہ بھی محلات موجود تھے جن کے اسماء جعفری، ملیح، غرور، مختار اور حیر تھے۔ ان سب کی تعمیر کا مقصد لذت افزائی اور خواہشات کی تکمیل تھی جن پر ہزاروں ملین خرچ ہوئے۔ ان کا ذکر مؤرخین نے بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (شریفی القرشی، باقر، حیاۃ الامام الصادقؑ، الطبعۃ الاولیٰ، بیروت، دارالاضواء، ص ۳۰۹، ۳۱۵)

متوکل نے اپنے فرزند عبداللہ معتز کے ختنے کا پروگرام بنایا تو محل کو بڑے تزک و

احتشام سے سجایا گیا۔ دل کھول کر دولت لٹائی گئی۔ مؤرخین نے اس رسم کی رُوداد بڑی تفصیل سے ذکر کی ہے۔ ہم صرف اشارہ کر کے گزر رہے ہیں۔ ایک غلیچہ بچھایا گیا جس کی لمبائی ایک سو ہاتھ اور عرض پچاس ہاتھ تھی۔ محل کے مرکزی ہال کو بھی بڑی خوب صورتی سے سجایا گیا۔ مہمانوں کے بیٹھنے کے لیے چار ہزار کرسیاں لگائی گئیں جو سونے اور جواہرات سے مرصّع تھیں۔ ان کے ذریعے ہال کو بھی سجایا گیا۔

متوکل کے حکم پر بیس ملین درہم صرف قربان کرنے (ویلے دینے کے لیے) کے لیے لایا گیا جو خواتین، خدام اور حاشیہ نشینوں کے سروں پر نچھاور کیا گیا۔ ایک ملین درہم ایسا بھی نثار کیا گیا جس پر مراسمِ ختنہ کے الفاظ کندہ تھے۔ یہ صرف ان افراد کے سروں پر نثار ہوئے جو ختنہ کرنے پر مامور تھے۔

اس دن ختنہ کرنے والے سے پوچھا گیا کہ کھانا کھانے تک کتنی دولت تم پر لٹائی گئی؟ اس نے جواب دیا کہ کوئی اسّی ہزار دینار، البتہ قریب سونے چاندی، جواہرات کے زیور اور انگوٹھیاں اس کے علاوہ تھیں۔

جب متوکل کے سامنے جشنِ ختنہ کے اخراجات کی تفصیل رکھی گئی تو وہ ۸۶ ملین درہم تھی۔ ①

یہ اُن عیاشیوں اور فضول خرچیوں کی ایک جھلک تھی جن کا بوجھ بیت المال کو اُٹھانا پڑا۔ ایسی محافل کی تفصیل بیان کرنا یہاں ممکن نہیں۔ ہم اس مقام پر جنابِ سیوطی کا قول نقل کر رہے ہیں۔ متوکل کے پاس محل میں چار ہزار کنیزیں تھیں جن سے وہ مستفید ہوتا تھا۔ (سیوطی، تاریخ الخلفاء، الطبعۃ الثالثۃ، ۱۳۸۳ھ ق، بغداد، ص ۳۵۰، مطبوعہ مکتبہ المثنیٰ)

مشہور مورخ جناب مسعودی تحریر کرتے ہیں: کسی بھی وقت کسی بھی زمانے میں متوکل کی حکومت سے زیادہ پیسہ خرچ نہیں ہوا۔ (مروج الذہب، دارالاندلس، بیروت، ج ۴، ص ۴۰)

---

① قلقشی، وہی کتاب، ص ۳۱۷، دکتر منجد، صلاح الدین بین الخلفاء والخلعاء، الطبعۃ الثالثۃ دار الکتاب الحدیث، ۱۹۸۰ء، ص ۳۳-۳۵، ختنے کی تقریب (قلقشندی) نے بھی تھوڑے سے فرق کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ کتاب ماٰثر الاناقۃ فی معالم الخلافۃ، مطبوعہ حکومت الکویت، چاپ دوم، ج ۳، ص ۲۶۷۔

متوکل کا قتل اور مستنصر کی حکومت

متوکل کی زندگی کا جام اس وقت چھلک گیا جب حکومتی ایوان میں محفل شراب جاری تھی۔ جاموں پر جام چل رہے تھے کہ مستنصر نے اپنے ترک حواریوں کے ساتھ مل کر متوکل اور اُس کے وزیر فتح بن خاقان کو قتل کر ڈالا۔ ۲۴۷ھ جس کے بعد مستنصر کو حکومت مل گئی۔

متوکل کے قتل کی داستان یہ ہے کہ اس کا ایک دوست تھا۔ عبادۃ مخنث اس نے متوکل کی محفل میں اپنے شکم پر تکیہ باندھ کر اس پر ریشمی لباس پہن لیا۔ پھر اپنے بال کھول کر بکھیر ڈالے اور ان میں سے اپنا منہ نکال کر محفل میں رقص کرنا شروع کر دیا۔ گلوکار مرد و زن ہم آواز ہو کر یہ مصرعہ گنگنانے لگے: ''یہ بڑھے ہوئے شکم والا شخص آیا ہے، تاکہ مسلمانوں کا خلیفہ بن سکے''۔

اس مصرعہ سے اُن کی مراد حضرت علی علیہ السلام کی ذات تھی۔ متوکل جام پر جام چڑھائے جا رہا تھا اور ساتھ ساتھ مستانہ وار قہقہے لگا رہا تھا۔ ایک دن عبادہ بن مخنث نے اپنا یہی مذاق دُہرایا تو اس محفل میں مستنصر بھی موجود تھا۔ وہ یہ منظر دیکھ کر ناراض ہوگیا۔ اُس نے عبادہ کو اشارہ کر کے روکا۔ عبادہ یہ صورت حال دیکھ کر سہم گیا۔ متوکل نے پوچھا: کیا ہوا؟

عبادہ نے اصل صورتِ حال سے متوکل کو آگاہ کیا۔ اس دوران مستنصر اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے امیرالمومنین! جس کا مذاق اُڑا کر اہلِ محفل کو خوش کیا جا رہا ہے۔ وہ آپ کے چچازاد بھائی ہیں۔ آپ کے خاندان کے بزرگ ہمارے لیے سرمایۂ افتخار ہیں۔ اگر تم ان کا گوشت کھانا چاہتے ہو تو کھاؤ مگر ان کتوں کو اس کی ہرگز اجازت نہ دو۔

متوکل نے گانے والوں کو حکم دیا کہ گاؤ۔ اُنھوں نے دوبارہ یہ شعر پڑھا:

غَارَ الفَتٰی لِابنِ عَمِّہٖ
رَأسُ الفَتٰی فِی حَرَامِہٖ

''اس جوان کی غیرت نے جوش مارا، اس کے چچازاد بھائی کی وجہ سے اس جوان کا سر اس کی ماں کی آغوش میں رہے''۔ (ابنِ اثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت، ج ۷، ص ۵-۶، دار صادر، امام ہادیؑ سازمان تبلیغاتِ اسلامی، شعبہ ترجمہ وتدوین، ۱۳۶۸ھ، ص ۹۳)

اس واقعہ کے بعد مستنصر نے اپنے ترک دوستوں کو ساتھ ملا کر اپنے باپ کے قتل کے ارادے کو عملی جامہ پہنایا۔ مستنصر نے اپنے باپ کے برعکس حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد سے اپنی محبت کا اعلان کر دیا۔ لوگوں کو حکم دیا کہ وہ سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لیے جائیں اور وہ علوی جو اس کے والد کے دور میں مشکلات اور خوف و ہراس کا شکار تھے کو امن فراہم کیا۔ (قلقشندی: ج ۳، ص ۲۳۸)

اس کے علاوہ اُس نے تین اہم کام کیے:

① فدک علویوں (اولادِ علیؑ) کو واپس کیا۔

② ان کی وقف شدہ املاک واپس لوٹائیں۔

③ اور والیٔ مدینہ (صالح بن علی) کو جس نے بنی ہاشم کے ساتھ بدسلوکی کی تھی برطرف کر دیا۔ اس کی جگہ علی ابن الحسین کو والیٔ مدینہ مقرر کر کے وصیت کی کہ بنی ہاشم کے ساتھ نیکی اور حُسنِ سلوک کرنا۔ اس میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کی جائے گی۔ (ابنِ اثیر، الکامل فی التاریخ: ج ۳، ص ۱۱۶۔ مسعودی، مروج الذہب: ج ۴، ص ۵۱۔ شریف القرشی، عماں کتاب، ص ۲۷۵)

مگر افسوس کہ مستنصر کی مدتِ حکومت بہت مختصر تھی جس کے بعد حالات اپنی پرانی ڈگر پر آ گئے۔

امامؑ کی سامرہ شہر میں شہادت

حضرت امام علی نقی علیہ السلام سامرہ شہر میں نظربندی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ سارے دُکھوں اور مصائب کے باوجود آپؑ نے لمحے بھر کے لیے بھی ظالموں کی ہمنوائی نہیں فرمائی۔ چونکہ یہ سب پر عیاں تھا کہ امامؑ ایک الٰہی شخصیت کے مالک تھے۔ آپؑ کی اجتماعی حیثیت اپنے مقام پر محفوظ تھی۔ آپؑ کا خلفائے وقت اور حکومتی مشنری کی حمایت نہ کرنا ان ظالموں کے لیے ناقابلِ برداشت تھا۔ جس کی بابت آپؑ کو کئی صدمات سہنے پڑے۔ بالآخر اُن ظالموں نے نُورِ خدا کو خاموش کرنے کا ارادہ کر لیا۔ یوں قتلِ امامؑ کا منصوبہ تیار کیا گیا، جس کی وجہ سے آپؑ کو بھی دوسرے ائمہ اطہارؑ کی طرح طبیعی موت نصیب نہیں ہوئی۔ آپؑ کو معتز کے دور میں زہر دیا

گیا۔(شبلنجی، نورالابصار، مکتبہ الشہید الحسینی، قاہرہ، ص ۱۶۶)

آپؑ ماہ رجب ۲۵۴ھ کو درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اور سامرہ میں آپؑ کے گھر ہی آپؑ کا مدفن ہے۔(شیخ مفیدؒ، الارشاد، مکتبہ بصیرتی قم، بہ نقل از سیرہ پیشوایان، ص ۳۳۴)

حیاتِ امام حسن عسکری علیہ السلام پر اجمالی نظر

① آپؑ کی ولادت ۲۳۲ھ ق ۸ ربیع الثانی میں ہوئی۔

② مقامِ ولادت مدینہ منورہ ہے۔

③ آپؑ کی والدہ ماجدہ (حدیث یا سلیل) تھیں جو متقی اور بافضیلت خاتون تھیں۔

④ آپؑ کا اسمِ گرامی حسنؑ ہے۔

⑤ کنیت ابو محمد، ابن الرضا، زکی اور عسکری ہے۔

⑥ آپؑ نے چار سال کی عمر میں اپنے والد بزرگوار کے ہمراہ مدینہ سے سامرہ تک کا سفر کیا۔ (سیرۃ پیشوایان، ص ۵۸۰)

⑦ آپؑ کا سنِ مبارک ۲۸ برس ہے۔

⑧ آپؑ کی مدتِ امامت ۶ سال ہے۔

⑨ آپؑ نے سامرہ میں ۲۲ برس قیام کیا۔

⑩ آپؑ کی شہادت ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ ق میں واقع ہوئی۔

⑪ سببِ شہادت حکومتِ وقت کی طرف سے زہر دیا گیا تب خلیفہ معتمد عباسی تھا۔ (منتہی الآمال: ج ۲، ص ۶۳۲، انتشارات پیام)

⑫ آپؑ کی اولاد صرف قائم آلِ محمدؐ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ (اعیان الشیعہ: ج ۲، ص ۴۰)

⑬ آپؑ کے عصرِ مبارک میں تین عباسی خلفاء گزرے ہیں:

① المعتز باللہ (۲۵۲ھ-۲۵۵ھ) مدت ۳ سال۔

② المہدی باللہ (۲۵۵ھ تا ۲۵۶ھ) مدت ایک سال

③ المعتمد باللہ (۲۵۶ھ-۲۷۹ھ) تقریباً ۲۳ سال

⑭ آپؑ کی شہادت ۲۶۰ھ ق میں ہوئی جبکہ معتمد کی خلافت ۲۷۹ھ ق تک تھی۔ آپؑ کی شہادت کے بعد ۹ تا ۱۹ سال تک معتمد خلیفہ رہا۔

تالیفاتِ امامؑ

آپؑ کی تالیفات میں قرآنِ مجید کی ایک شاہکار تفسیر بھی شامل ہے، جو آپؑ کے اسمِ گرامی سے منسوب اور سب سے زیادہ مشہور ہے۔ علمائے شیعہ نے اس کی تائید بھی فرمائی ہے اور اسے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام یا امام محمد باقر علیہ السلام کے ساتھ منسوب بھی کیا گیا ہے، جو زیادہ مستند ہے۔ اس کے علاوہ آپؑ کی تالیفات میں ایک تاریخی اہمیت کا حامل خط ہے جو آپؑ نے اسحاق بن اسماعیل نیشاپوری کو تحریر کیا۔ اس کے علاوہ فیصلہ جات کا ایک مجموعہ حکم، اور آپؑ کے کلماتِ قصار بھی مشہور ہیں جو کتبِ تاریخ وحدیث میں محفوظ ہیں۔ ان کے علاوہ آپؑ کی طرف ایک رسالہ المنقبۃ بھی منسوب ہے جو حلال وحرام احکام پر مشتمل ہے۔ اس کا تذکرہ ابنِ شہر آشوب نے اپنی مناقب میں بھی کیا ہے۔ اسی کتاب میں خیبری سے منقول ہے کہ (مکاتبات الرجال) احکامِ دین کا ایک حصہ ہے جو امام علی نقی یا امام حسن عسکری علیہما السلام کی طرف منسوب اور منقول ہے۔

آپؑ کے ہم عصر خلفاء

آپؑ کی مختصری مدتِ امامت میں تین عباسی خلفاء (المعتز باللہ: ۲۵۲ھ تا ۲۵۵ھ، المہتدی باللہ: ۲۵۵ تا ۲۵۶ھ، المعتمد باللہ: ۲۵۶ھ تا ۲۷۹) گزرے ہیں۔ تینوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ظالم تھے۔

عباسی خلفاء جنھوں نے آلِ محمدؐ کی حمایت کا پرچم بلند کیا اور بنی اُمیہ سے اُن کا انتقام لینے کا نعرہ لگایا تھا اور لوگوں سے وعدہ بھی کیا تھا مگر اقتدار پالینے کے بعد یہ حضرات خلفاء بنی اُمیہ سے بھی بدتر ثابت ہوئے۔ اُنھوں نے نت نئے مظالم کا آغاز کیا۔

ہم یہاں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہم عصر خلفاء کا تذکرہ کر رہے ہیں اور اُن کے سیاہ کارناموں کو سپردِ قلم کر رہے ہیں جس میں ہم ان کا اندازِ حکمرانی اور مدتِ حکمرانی میں پیش آنے والے اہم واقعات کا تذکرہ بھی شامل ہوگا۔

① معتز

معتز متوکل عباسی کا بیٹا تھا۔ اُس نے ۲۵۲ھ میں متعین کیے جانے کے بعد زمامِ اقتدار سنبھالی اور اپنے بزرگوں کے راستے پر چل پڑا۔ متوکل کے قتل کے بعد ترکوں نے ملکی اُمور پر تسلط حاصل کر لیا تھا۔ خلیفہ کے تابع فرمان ہونے کے بجائے وہ اُس پر حکم چلاتے تھے۔ اگر خلیفہ اُن کے حکم کی سرتابی کرتا تو نوبت قتل و خون ریزی تک جا پہنچتی۔ اس دعوے پر بہترین دلیل ذیل والی داستان ہے۔

ایک دن معتز اپنے ہم فکر اور محرم راز دوستوں میں گھرا بیٹھا تھا کہ ایک ستارہ شناس کو بلایا گیا کہ وہ آ کر مدتِ خلافت کی تعیین و تشخیص کرے۔ وہاں مجلس میں بیٹھے ایک ظریف شخص نے کہا کہ ماہرہ نجوم کے آنے سے قبل ہی مدتِ خلافت اور خلیفہ کی عمر سے آگاہ ہوں۔ اس نے اپنا نظریہ اس طرح بیان کیا کہ جب تک ترک حضرات خلیفہ ہیں اور وہ حکومت کا دوام چاہتے ہیں خلیفہ مسند خلافت پر براجمان رہیں گے اور جس دن اُنھیں غصہ آ گیا اور اُن کی محبت ختم ہوگئی اس دن جنابِ خلیفہ کی حکومت بھی اپنے اختتام کو پہنچ جائے گی۔ (ابنِ طقطقا الفخری، دار صادر، بیروت ۱۳۸۶ھ ق، ص ۲۴۳)

معتز کا قتل

دربارِ خلافت میں ترکوں کے بڑھے ہوئے اثر و نفوذ نے دربارِ خلافت کا نقشہ پلٹ کر رکھ دیا۔ خلیفہ تو ایک اعزازی عہدہ بن کر رہ گیا۔ دربار کے تمام اُمور ترکوں کے ہاتھوں میں تھے۔ ایک دن ترکوں کا ایک گروہ محل میں داخل ہوا۔ معتز کو کھینچ کر ایک کمرے میں لایا۔ وہاں ڈنڈوں، گھونسوں اور مکوں سے اس کی خوب تواضع کی، اُس کا لباس اُتار کر جلا دیا۔ اسے ننگا کر کے محل کے صحن میں سورج کی دھوپ میں کھڑا کر دیا۔ اس دن اتنی گرمی تھی، زمین تنور کی مانند گرم تھی۔ کوئی شخص برہنہ پاؤں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ خلیفہ بھی اپنے پاؤں پر پاؤں رکھے کھڑا تھا۔ تب ترکوں نے اسے مقامِ خلافت سے معزول کیا اور اسے ایک ایسے شخص کے حوالے کیا جس کی ذمہ داری تھی کہ وہ بھوک، پیاس اور دوسرے شکنجوں کے ذریعے اُس کی زندگی کا خاتمہ کرے۔ جب خلیفہ نیم مردہ حالت میں تھا اُسے ایک ایسے تہہ خانے میں ڈال دیا

گیا جہاں اینٹیں اور گارا وغیرہ تھا۔ اس جگہ معتز کو قید کی حالت میں موت نصیب ہوئی۔ ①

② مہتدی

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں یہ دوسرا خلیفہ تھا۔ ویسے عباسی خلفاء میں چودھویں نمبر پر تھا۔ یہ اپنے بھائی معتز کے قتل (۲۵۵ھ) کے بعد مسندِ خلافت پر براجمان ہوا۔ مہتدی بھی اپنے بھائی کے مانند اپنے اُمور میں مستقل مزاج اور صاحب الرائے شخص نہیں تھا۔ یہ بھی دربارِ عباسی کے ترک غاصبوں کے ہاتھوں میں ایک کھلونا تھا۔ البتہ اگر اس کی شخصیت کا باقی عباسی خلفاء سے مقابلہ کیا جائے تو یہ ایک معتدل شخصیت کا مالک تھا۔ یہ اپنے اخلاق و رفتار میں عمر بن عبدالعزیز (خلیفہ بنواُمیہ) کی تصویر تھا۔ وہ اکثر اپنی محافل میں کہا کرتا تھا:

اُموی خلفاء میں کم از کم ایک نیک سیرت خلیفہ (عمر بن عبدالعزیز) تھا۔ مگر ہمارے لیے بڑی شرم کی بات ہے کہ ہم عباسی خلفاء میں کوئی اس جیسا نہیں ہے۔ وہ عمر بن عبدالعزیز کی مانند لوگوں کی شکایات بھی سنتا تھا۔ لباس اور کھانے کے معاملے میں بھی میانہ روی اختیار کرتا تھا۔ مسندِ خلافت پر بیٹھ کر اُس نے دربار سے اشرافیہ گیری اور اعزازی قسم کی تمام رسومات کا خاتمہ کرتے ہوئے شراب کی محافل پر پابندی لگا دی تھی۔ مورخین نے اس وجہ سے اُسے خوب داد بھی دی تھی۔ (ڈاکٹر ابراہیم حسن، تاریخ سیاسی اسلام: ترجمہ ابوالقاسم، طبع چہارم، انتشارات، تہران، مسعودی، مروج الذہب: ج ۴، ص ۹۶، ۱۰۳، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ: دار صادر، ج ۷، ص ۲۳۳-۲۳۴، سیوطی: تاریخ الخلفاء: ص ۳۶۲)

یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ مہتدی کی اس حرکت کا انگیزہ اجتماعی اور سیاسی حالات ہیں۔ اُسے معلوم تھا کہ اسلامی معاشرے میں اس سے زیادہ عالم اور باصلاحیت موجود ہیں۔ اُس نے مسلمانوں کے سیاسی اُمور ان اہم شخصیات کے سپرد کرائے تھے اور خود سیاسی معاملات سے دُور ہوگیا۔ اس نے ان حضرات سے درخواست کی کہ لوگوں کا ایک مرکز بنایا جائے۔ چونکہ بعض

---

① ابن طقطقا، الفخری: ص ۲۴۳، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ: دار صادر، بیروت، ج ۷، ص ۱۹۵-۱۹۶۔ اس کے قتل کی داستان مختلف الفاظ میں نقل کی گئی ہے۔ سیوطی، تاریخ الخلفاء: طبع ثالث، مکتبہ المثنی، بغداد، ۱۳۸۳ھ ق، ص ۳۶۰، مسعودی، مروج الذہب: دار الاندلس، بیروت، ج ۴، ص ۹۷

مؤرخین کے بقول ان دنوں وہ دن کو روزہ رکھتے تھے، شام کو روٹی، سرکہ اور نمک سے افطار کرتے تھے۔ بڑی جدوجہد کے بعد وہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کو زیر کرنے میں کامیاب ہوا۔ وہ کہا کرتا تھا انسان کو اپنی عادت ایسی بنانی چاہیے کہ خلافت سے کچھ نہ کھائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی عمر کے آخری لمحے تک اپنے بھائی معتز کی طرح مسندِ خلافت پر قائم رہا۔ تاریخ نے اگرچہ ایسے کئی حکمرانوں کا تذکرہ کیا ہے۔ ایسے افراد کی نظر میں تقربِ خدا نہیں ہوتا تھا۔ مہتدی کی دنیا طلبی اور ظالم ہونے کی سب سے بڑی دلیل حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی اسیری ہے۔ اُس نے اپنے دورِ اقتدار میں امامؑ کو ایک رات کے لیے بھی آزاد نہیں چھوڑا، بلکہ وہ تو آپؑ کے قتل کا ارادہ کیے ہوئے تھا۔ (مجلسی، بحار الانوار: طبعہ ثانیہ، تہران، ۱۳۵۹ھ، ج ۵۰، ص ۳۱۳۔ مسعودی، اثبات الوصیہ: طبع چہارم، المطبعۃ الحیدریہ نجف، ۱۳۷۴ھ، ص ۲۴۵)

۴ معتمد

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا ہم عصر تیسرا عباسی خلیفہ معتمد عباسی تھا۔ اس نے امامؑ کی امامت کے چار برسوں تک حکومت کی۔ معتمد ۲۲۹ھ میں پیدا ہوا اور ۲۵۶ھ میں ترکوں کے ذریعے مسندِ خلافت تک پہنچا اور ۲۷۹ھ میں اس کی موت واقع ہوئی۔

اگرچہ مؤرخین نے مہتدی (جو معتمد کا چچازاد بھائی تھا) کے بارے میں خوب ملمع سازی سے کام لے کر اس کی بڑی حد تک مدح سرائی کرنے کی کوشش کی ہے، لیکن وہی مؤرخین معتمد کے بُرے اَخلاق اور بدکرداری پر بھی متفق نظر آتے ہیں۔ چونکہ موصوف حُسن پرست اور خوشی کے لمحات کا دلدادہ تھا۔ اُسے صرف لوگوں کی مشکلات اور پریشانیوں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ یہی وجہ ہے لوگ بھی اس سے دُور ہوتے چلے گئے۔ لوگوں کی چشمِ اُمید کا مرکز اُس کا بھائی موفق (طلحہ) تھا۔ چونکہ موصوف تو شہوات رانی میں اس قدر غرق ہو چکا تھا کہ اسے ہوش ہی نہیں رہتا تھا۔ [1]

اس دوران اس کے بھائی موفق نے اقتدار پر قبضہ جمالیا۔ مؤرخین موفق کی حکومت

[1] سیوطی، تاریخ الخلفاء: طبع ثالث، مکتبۃ المثنی بغداد، ص ۳۶۶-۳۶۷۔ مسعودی، مروج الذہب، دارالاندلس، بیروت، ج ۴، ص ۱۲۳ اور ص ۱۳۱۔

کے بارے میں لکھتے ہیں: اگرچہ بظاہر زمامِ اقتدار معتمد کے پاس تھی، مگر حقیقت میں خلافت "موفق" کے پاس تھی۔ معتمد کا صرف نام تھا۔ (۱)

امام حسن عسکریؑ اور سیاسی حالات

جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ عباسی خلفاء نے ائمہ اطہار علیہم السلام پر ہر قسم کے مظالم اور پابندیوں کو روا رکھا۔ مظالم کا یہ سلسلہ امام جواد (تقی) علیہ السلام اور امام ہادی (نقی) علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے مقدس اُدوار میں اپنے نقطۂ عروج پر تھا۔ یہ فشار اس قدر شدید تھا کہ شیعوں کے تینوں عظیم اماموںؑ کو سامرہ شہر میں قید رکھا گیا۔ ان مقدس ہستیوں کو عالمِ شباب میں زہر پینے پڑے جیسے امام محمد تقی علیہ السلام کو پچیس سال، امام علی نقی علیہ السلام کو ۴۱ سال اور امام حسن عسکری علیہ السلام نے ۲۸ سال کی مقدس حیات میں جامِ شہادت نوش کیا۔ مجموعی طور پر ۹۴ سال کے عرصے میں تین اماموںؑ کو اپنے رب سے ملاقات کرنا پڑی۔ یہ سب کچھ ان شدید صدمات اور مظالم کا نتیجہ تھا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے دور میں ظلم وستم کا یہ سلسلہ اپنے عروج پر تھا۔ سابقہ دو بزرگوں کی نسبت ان پر زیادہ ظلم کیے گئے۔ اس کی دو وجوہات تھیں:

۱. حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے عصر مبارک میں شیعہ عراق میں جمع ہو کر ایک طاقت کی صورت اختیار کر چکے تھے۔ سب جانتے تھے کہ یہ خلفاء کے ساتھ کسی بھی وقت اُلجھ سکتے ہیں۔ چونکہ شیعہ حضرات عباسیوں کی کسی بھی حرکت کو شرعی نہیں سمجھتے تھے، بلکہ ان کا عقیدہ تھا کہ امامت اولادِ علیؑ میں باقی ہے اور اس وقت خاندانِ رسالت کی عظیم و برگزیدہ شخصیت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔ شیعوں کی طاقت و قدرت کا اعتراف معتمد کے وزیر عبیداللہ نے بھی کیا تھا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپؑ کا بھائی جعفر (کذاب) عبیداللہ کے پاس آیا اور کہا: میرے بھائی کا منصب میرے حوالے کیا جائے۔ میں اس کے عوض تمھیں ۲۰ ہزار سالانہ دیا کروں گا۔ وزیر نے اُس کے ساتھ تند لہجے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا: احمق! جو لوگ تیرے

(۱) ابن طقطقا، الفخری، دار صادر، بیروت ۱۳۸۶ھ ق، ص ۲۵۰۔ ڈاکٹر ابراہیم حسن، تاریخ سیاسی، ترجمہ ابوالقاسم پاینده، ج ۲۔ انتشارات جاویدان، ۱۳۶۰ھ، ج ۲، ص ۲۷۸۔

بھائی اور والد گرامی کو امام جانتے تھے خلیفہ نے تلوار سونت کر انھیں اس عقیدے سے روکنا چاہا مگر اُسے کامیابی نصیب نہیں ہوئی۔ خلیفہ کی ساری کوششیں دھری کی دھری رہ گئیں۔ اگر تم شیعوں کی نظر میں امامؑ ہو تو پھر تمھیں کسی خلیفہ وغیرہ کی مدد کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہی کوئی ڈر ہونا چاہیے اور اگر امام نہیں ہو تو پھر ہماری کوئی بھی کوشش تمھارے لیے فائدہ مند ثابت نہیں ہوگی۔

② عباسی خاندان اور اُس کے پیروکاروں کے متعلق جیسا کہ متواتر روایات اور اخبارات بیان کرتی ہیں، سب یہ جانتے تھے کہ مہدی موعود آ کر اُن کی بلکہ تمام حکومتوں کا نظام تہس نہس کر دیں گے۔ ①

یہ بھی جانتے تھے کہ امام مہدی علیہ السلام کا تعلق حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے ہوگا، تبھی تو یہ حضرات آپؑ کی حیات کی بابت سخت پریشان تھے۔ اُن کی یہ کوشش تھی کہ آپؑ کے فرزند (امام مہدیؑ) کو تلاش کر کے قتل کر دیا جائے۔ (یہ فرعونیوں کی اس فضول کوشش کی مانند تھی جو اُنھوں نے حضرت موسیٰؑ کے بارے میں کی تھیں)۔ ② امامؑ کی شہادت کے حالات اس بارے میں بہترین دلیل ہیں، ہم نے اب تک جن دلائل کا تذکرہ کیا ہے اس کی روشنی میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر سب سے زیادہ دباؤ تھا۔ ہر طرف سے آپؑ کو کنٹرول کرنے کی کوششیں کی جارہی تھیں۔ عباسی حکومت امامؑ کی اجتماعی زندگی اور مقامِ امامت سے اس قدر خوف زدہ تھی کہ اُنھوں نے امامؑ کو مجبور کیا کہ آپؑ ہفتے میں دو بار سوموار اور جمعرات کو باقاعدہ

---

① علی بن عیسیٰ الاربلی، کشف الغمہ: تبریز ۱۳۸۱ھ، مکتبہ بنی ہاشمی، ج ۳، ص ۱۹۷۔ ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالبؑ: کتاب فروشی مصطفوی، قم، ج ۴، ص ۴۲۲۔ اصول کافی: مکتبہ الصدوق تہران، ۱۳۸۱ھ، ج ۱، ص ۵۰۳۔ شیخ مفید، الارشاد: مکتبہ بصیرتی قم۔ طبری، اعلام الوریٰ: دار الکتب الاسلامیہ، طبع دوم، ص ۳۷۶۔ فتال نیشاپوری، روضۃ الواعظین، موسسہ الاعلمی للمطبوعات، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ص ۲۷۳۔ سید محسن امین، اعیان الشیعہ: دار التعارف للمطبوعات، ۱۴۰۳ھ، ج ۲، ص ۴۳۔

② ابن شہر آشوب، مناقب آل ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۴۳۳، مطبوعہ کتاب فروشی مصطفوی قم۔ محمد بن جریر طبری: دلائل الامامۃ قم، طبع دوم، منشورات الرضی، ص ۲۲۶۔ مجلسی، بحار الانوار: مکتبہ اسلامیہ تہران، طبع دوم، ۱۳۵۰ق، ج ۵۰، ص ۲۵۱۔

دربار میں حاضری دیں۔ ①

عباسی دربار پر طاری خوف و وحشت پر اکتفا نہیں کیا بلکہ معتز نے امامؑ کو قید کر دیا۔ (مجلسی: بحارالانوار، ج ۵۰، ص ۳۱۱) اور (سعید حاجب) کو حکم دیا کہ امامؑ کو کوفہ لے جاؤ۔ راستے میں اُنھیں قتل کر دو مگر تین دن کے اندر ترکوں نے خود اُسے قتل کر دیا۔ (مجلسی: بحارالانوار: ج ۵۰، ص ۳۱۳)

اس کے بعد مہتدی نے بھی امام علیہ السلام کے ساتھ وہی سلوک جاری رکھا اور اُنھیں قید کر دیا۔ البتہ اس پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اُس نے امام علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر لیا تھا مگر خدا نے اُسے مہلت ہی نہ دی۔ اس کے خلاف بھی ترکوں نے شورش برپا کی اور اُسے قتل کر دیا۔ (شیخ طوسی، کتاب الغیبۃ: مکتبہ نبوی الحدیثیہ، ص ۱۳۴)

عباسی حکومت کے مقابلے میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے سات اقدامات

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے تمام تر حکومتی مظالم اور نظر بندی کے باوجود عباسی حکومت کے مقابلے میں اپنے سات نکات پیش کیے، تاکہ اسلام کے حقیقی پیروکاروں کو ایک

① البتہ خلیفہ کی مکروہ نیت یہ تھی کہ امام علیہ السلام کی رفت و آمد جب دربار میں رہے گی تو راستے میں ہزاروں مشتاقانِ ولایت آپؑ کے دیدار کے لیے راستے میں کھڑے ہوں گے، جس سے راستے میں ہجوم اکٹھا ہو جایا کرے گا جس کے سبب راستے بند ہو جائیں گے۔ مگر اس کے برعکس جب امام تشریف لاتے تو لوگوں پر سکوت طاری ہو جاتا۔ راستے خود بخود بن جاتے، امامؑ بالکل نارمل حالات میں چلتے ہوئے جاتے اور واپس چلے جاتے (تین ماخذ میں اس کا تذکرہ ہے)۔ ہو سکتا ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال اُٹھے کہ حکومتی مشنری کی اتنی کمزوری کے باوجود جب ترک مالی اُمور پر مکمل مسلط تھے اُمورِ مملکت تو بس دھکے سے چل رہے تھے۔ اس کے باوجود امام علیہ السلام پر اتنی سختی کیوں تھی؟ جواب یہ ہے کہ اگر امام کی نگرانی معنوی لحاظ سے حکومت کر رہی تھی تو یہ اس کی بھول تھی۔ چونکہ امامؑ متعدد راستوں اور طریقوں سے اپنی فعالیات کا سلسلہ جاری رکھ سکتے تھے جبکہ یہ خوف اور نگرانی صرف ایک سیاسی شعبدہ بازی تھی۔ خود خلیفہ بھی اس کا شکار تھا۔ یہ مسئلہ تو حکومت کے حامیوں اور اس سے نفع پانے والے تمام افراد کے لیے تھا۔ اس لحاظ سے مخالفت یا امامؑ کے متعلق سختیاں وغیرہ حاکمِ وقت کا اصلی ہدف تھا۔ چونکہ ایک خلیفہ کی جگہ دوسرا خلیفہ لیتا تھا مگر سب وجودِ امامِ معصومؑ سے خائف رہتے تھے۔

محفوظ پلیٹ فارم مہیا کیا جا سکے۔ ان سات نکات کو بطور خلاصہ ہم ذیل میں بیان کرتے ہیں:

۱ علمی کوشش

آپؑ نے اس علمی کوشش کے ذریعے اسلام کا دفاع کرتے ہوئے مخالفین کے اشکالات اور شبہات کو بڑے منطقی اور وحی والے انداز میں رد کیا جس سے صحیح اسلامی فکر پروان چڑھی۔

۲ رابطے کے لیے ایک چینل ایجاد کیا

آپؑ نے مختلف علاقوں میں بسنے والے شیعوں کو منظم و متجسم کرنے کے لیے اپنے نمایندے، وکلا اور مخصوص افراد مقرر فرمائے تاکہ لوگوں تک آپؑ کے پیغامات، احکامات، فرامین اور نت نئے حالات پہنچ سکیں۔

۳ خفیہ سیاسی روابط

آپؑ نے تمام تر پابندیوں اور نظر بندیوں کے باوجود اپنی سیاسی سرگرمیاں باقاعدہ جاری رکھیں۔

۴ اقتصادی حمایت

آپؑ اپنے پیروکاروں کی مالی مدد مسلسل اور احسن طریقے سے فرماتے رہے۔

۵ سیاسی قوت اور توجیہ

امامؑ مشکلات میں گھرے ہوئے شیعوں کی سیاسی انداز میں مدد فرماتے اور اُن کی مسلسل حوصلہ افزائی کرتے رہے۔

۶ غیبی علم سے استفادہ کرتے تھے

امام عالی مقام منکروں کی حوصلہ شکنی اور شیعوں کی حوصلہ افزائی کی خاطر علمِ غیب سے خصوصی مدد لیتے تھے۔

۷ آپؑ اپنے شیعوں کو اپنے فرزند کی غیبت کے لیے آمادہ کرتے رہے۔

جہانِ تشیع میں اتحاد اور روابط

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے عصر مبارک میں تشیع بڑی تیزی کے ساتھ ملک کے مختلف علاقوں میں پھل پھول رہی تھی۔ مختلف شہروں میں تشیع کی کثیر آبادیاں موجود تھیں، جیسے کوفہ، بغداد، نیشاپور، قم، آبہ (آوہ)، مدائن، خراسان، یمن، رَے، آذربائیجان، سامرہ، جرجان اور بصرہ وغیرہ۔ یہ تو شیعیت کے مراکز اور چھاؤنیاں شمار ہوتے تھے۔ ان علاقوں میں دلائلی سامرہ، کوفہ، بغداد، قم، نیشاپور انتہائی اہمیت کے حامل شہر تھے۔

تشیع کے اِن مراکز کے درمیان ایک سازمان اور نظم کی فضا قائم کرتے ہوئے اتحاد و وحدت کی دولت سے مالا مال فرمایا، بلکہ یہ تعبیر بے جا نہ ہوگی کہ پورے عالمِ اسلام میں بکھرے ہوئے تشیع کے نگینوں کو وحدت کی لڑی میں پرو دیا۔ اس طرح مذہبی اور سیاسی ہر دو لحاظ سے ان کی رہبری اور رہنمائی آسان ہوگئی تھی۔ حالات کی سنگینی کا احساس امامِ نہم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے عصرِ مبارک سے کیا جا رہا تھا۔ ہم حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی سیرت میں بھی اس طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ امام علیہ السلام نے وکلا اور نمایندے مقرر فرمائے تاکہ تعصب، ظلم و ستم اور وحشت کے شکار مومنین کو حوصلہ دیا جائے۔ اس لیے کہ اُن کے درمیان اُخوت و بھائی چارے والا رشتہ قائم ہو سکے تاکہ ایک ایسا نظام معرضِ وجود میں آسکے جو تشیع کی صحیح سمت کی طرف رہنمائی کر سکے۔ ان کے اندر حالات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا ہو سکے۔

یہ پروگرام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے دور میں نہ صرف جاری رہا بلکہ بڑے احسن انداز میں اپنی منزلِ ارتقاء کی طرف رواں دواں رہا۔ تاریخی شواہد اور مستند گواہوں کے بیانات سے پتا چلتا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس سلسلے کو آگے بڑھاتے ہوئے ہر علاقے کے مشہور و معروف شخصیات اور درخشاں چہروں کو اپنا نمایندہ، وکیل یا مختارِ خاص مقرر کر کے وہاں کے تشیع کے اندر تحفظ کا احساس اُجاگر کیا۔ جن کے ساتھ آپ کا مسلسل رابطہ تھا۔ اس رابطے کے سبب گویا ساری تشیع اپنے امامؑ و ہادیؑ سے فیض یاب ہو رہی تھی جیسے نیشاپور کے لیے آپؑ نے ابراہیم بن عبدہ کو اپنا نمایندہ مقرر کیا۔ آپؑ نے اسحاق بن اسماعیل اور نیشاپور کے شیعوں کے نام ایک تفصیلی خط تحریر کیا جس میں اُمت کی ہدایت، امامت کا کردار، امامِ وقتؑ

کی پیروی اور اُس کی مخالفت پر سیر حاصل بحث فرمائی۔ آپؑ تحریر کرتے ہیں:

"اے اسحاق! تیرے پاس میرا بھیجا ہوا شخص ابراہیم بن عبدہ ہے۔ میں نے جو خط موسیٰ نیشاپور کے ذریعے ارسال فرمایا ہے اس پر عمل کرو۔ تم اور تمھارے شہر میں بسنے والے تمام افراد (اہلِ تشیع) کا وظیفہ یہ ہے کہ وہ اس خط پر عمل کریں۔

ابراہیم بن عبدہ یہ خط سب کے سامنے پڑھے گا، تاکہ کسی کے لیے سوال اور ابہام کی گنجائش باقی نہ رہے۔ خداوند کریم کا درود و سلام ہو ابراہیم بن عبدہ تم پر اور ہمارے تمام پیروکاروں پر۔ جو شخص بھی ہمارا پیروکار ہے وہ اس شہر کا باسی ہے وہ میرا خط پڑھ سکتا ہے۔ جو شخص راہِ حق پر قائم ہے اُس پر واجب ہے کہ مالی حقوق جن کا تعلق ہم سے ہے وہ ابراہیم بن عبدہ کے حوالے کر دے۔ (1) وہ اُسے رازی یا پھر جس کی معرفی وہ کرے کے حوالے کیا جائے۔ یہ میرا حکم ہے"۔ (طوسی اختیار معرفۃ الرجال (جو رجال کشی کے نام سے مشہور ہے) دانش گاہ مشہد، ص ۵۷۵، ۵۸۰، حدیث ۱۰۸۸)

یہ خط اموال کی جمع آوری کے لیے ہے کہ شیعوں سے وجوہاتِ شرعیہ کو اکٹھا کرنا ہے۔ اس کا مقصد شیعوں کے اقتصادی حالات بہتر بنانا ہے۔ دوسرا اس خط سے یہ پتا چلتا ہے کہ امام علیہ السلام کے نمایندوں میں مراتب کا سلسلہ موجود تھا۔ ان کی فعالیت کا دائرہ کار مشخص و معین تھا۔ تبھی تو آپؑ چاہتے تھے کہ یہ اموال اصلی وکیل کے ہاتھ پہنچ جائیں۔ امام علیہ السلام کے دوسرے نمایندے احمد بن اسحاق بن عبداللہ قمی اشعری تھے، جو آپؑ کے خاص دوستوں اور حامیوں میں سے تھے۔ آپ کا تعلق قم سے تھا۔

علمِ رجال کے بعض متخصصین نے امامؑ اور اہلِ قم کے درمیان رابطہ کے عنوان سے اس

(1) بظاہر اس سے مراد احمد بن اسحاق رازی ہے جو اہلِ رَے کے شیعوں کے بزرگان میں سے ایک ہے اور وہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے نمائندگان میں سے ہے۔ (شیخ محمد جواد طبسی، ص ۳۳۲)

کا تذکرہ فرمایا ہے اور آپؑ کے اصحابِ خاص میں شمار کیا ہے۔ جبکہ دوسرے دانشوروں نے اُسے صرف امامؑ کا نمائندہ اور وکیل تحریر کیا ہے۔ بحارالانوار کی روایت سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ آپؑ امام کے قم میں نمائندے تھے۔ (بحارالانوار ج ۵۰، ص ۳۲۳)

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ کے استاد اور امام ابو محمد عسکری علیہ السلام کے نمائندے تھے۔ آپؑ کی شہادت کے بعد آپ امام مہدی علیہ السلام کے وکیل مقرر ہوئے۔ آپ کے نام امام مہدی علیہ السلام کی طرف سے باقاعدہ خط بھی صادر ہوا ہے کہ قم اور اُس کے اطراف کے شیعوں سے مالی وجوہات جمع کرنا ان کی ذمہ داری تھی وہ جمع کرنے کے بعد اس مال کو وہ خدمتِ امامؑ تک پہنچائیں گے۔ (دلائل الامۃ، طبع ثالث، منشورات انی قم، ص ۲۷۲، ۱۳۶۳ھ ش)

احمد بن اسحاق نے ایک سو ساٹھ تھیلیاں شیعیانِ قم سے جمع کیں، جو سونے اور چاندی سے بھری ہوئی تھیں۔ سب کچھ امام علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ یہ مال جمع آوری کی ایک مثال ہے۔ (طبری، الاحتجاج، المطبوعۃ المرتضویہ ۱۳۵۰ھ، نجف، ص ۲۵۱)

امام علیہ السلام کا ایک وکیل ابراہیم بن مھزیار اَہوازی تھا۔ اُس کے پاس بھی بیت المال کا مال اکٹھا کیا جاتا تھا لیکن وہ اُس مال کو خدمتِ امام حسن عسکری علیہ السلام تک نہیں پہنچا سکا تھا۔ امام علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب ابراہیم بیمار پڑ گیا تو اُس نے اپنے بیٹے محمد کو وصیت کی کہ یہ مال امامِ زمانہؑ کی خدمت میں پہنچایا جائے۔ اس کے بعد محمد اپنے والد کی جگہ امامؑ کے نمائندہ مقرر ہوئے۔

امام علیہ السلام کے وکلا اور نمائندوں میں سرفہرست محمد بن عثمان عمری تھے۔ لوگ آپ کے ذریعے اپنے امامؑ سے رابطہ کرتے تھے۔ آپ جمع شدہ اموال کو اپنی تحویل میں لیتے تھے پھر اُسے امامؑ کی بارگاہِ ملکوتی میں پہنچاتے تھے۔ (طوسی، اختیار معرفۃ الرجال: ص ۵۳۲، حدیث ۱۰۱۵۔ تستری، ناموس الرجال: ج ۱، ص ۳۱۶۔ کلینی، اصول کافی: ج ۱، ص ۵۱۸)

مخفی سیاسی سرگرمیاں

اگرچہ حکومتِ وقت کی طرف سے نظر بندی اور طرح طرح کے مصائب و مشکلات عروج پر تھیں۔ اس کے باوجود امام علیہ السلام نے اپنی سیاسی سرگرمیاں بڑے رازدارانہ انداز میں

جاری رکھیں، جو دربارِ عباسیہ کی نگاہوں سے بہر حال اوجھل تھیں۔ اس کے کئی نمونے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں۔

عثمان بن سعید عمری، جو امام علیہ السلام کے خواص اور نزدیکی ترین افراد میں شامل تھے۔ غیبتِ صغریٰ میں اُنھیں نائب امام مہدیؑ بننے کا شرف بھی حاصل تھا۔ بظاہر وہ تیل بیچنے کا کاروبار کرتے تھے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پیروکار اپنے امام علیہ السلام تک جو بھی وجوہاتِ شرعیہ پہنچانا چاہتے تھے وہ اُن تک پہنچا دیتے۔ وہ ان اَموال، تحائف و ہدایا کو، تیل والے مشکیزوں اور برتنوں میں ڈال کر امام علیہ السلام تک پہنچاتے تھے۔ (شیخ طوسی الغیبۃ، مکتبہ نینوی الحدیثیہ، ص ۲۱۴، حاج شیخ عباس قمی، سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۱۵۸)

شیعوں کی مالی مدد اور حمایت

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اقدامات میں سے ایک کام شیعوں کی مالی امداد اور اُن کی حمایت کرنا تھا۔ بالخصوص وہ حضرات جو امامؑ کے دوستوں اور حُب داروں میں شامل تھے۔ جب امامؑ کی سیرت پر نگاہ دوڑائی جائے تو بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ امامؑ کے بعض حُب داروں نے بارگاہِ امامؑ میں اپنی مالی پریشانیوں کا ذکر کیا تو آپؑ نے اُن کی مالی پریشانیاں دُور فرمائیں قبل اس کے کہ کوئی شکایت کرتا یا اپنا سوال کرتا آپؑ اس کی مشکل کشائی فرما دیتے۔

امام علیہ السلام نے یہ اقدامات اس لیے فرمائے تھے چونکہ بعض افراد عباسی حکومت کی طرف سے مسلسل شدید مشکلات اور محرومیت کا شکار تھے۔

شیعوں کی سیاسی و اجتماعی پشت پناہی

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے اہم اور خوب صورت ترین اقدامات ہیں۔ اہم ترین شیعہ شخصیات کی سیاسی و اجتماعی پشت پناہی اور اُن کی نصرت فرمانا شامل ہے تاکہ یہ افراد سیاسی میدان میں حکومتِ وقت کے خلاف ڈٹ کر مقابلہ کرسکیں۔ ان افراد کی نصرت صرف تشیع کی سربلندی کی خاطر تھی۔ جہاں تک اہم شیعہ شخصیات پر ہونے والے مظالم کا تعلق ہے تو اتنا عرض ہے کہ امام علیہ السلام نے ہر مناسب موقع پر اُن کی رہنمائی اور خصوصی نصرت بھی فرمائی۔

تا کہ ان کے اندر مصائب و مشکلات برداشت کرنے کا حوصلہ پیدا ہو سکے۔ اور یہ افراد مالی تنگدستی اور فقر و فاقہ سے نجات پا سکیں۔ ان افراد نے بہر حال ایک اہم سیاسی اور اجتماعی ذمہ داری نبھائی ہوتی تھی جس کے لیے ان کی مضبوط پشت پناہی کی ضرورت تھی۔

محمد بن حسن بن میمون بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں ایک خط تحریر کیا جس میں اپنی مالی تنگ دستی اور غربت کا تذکرہ کیا مگر پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ کیا امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا تھا: "ہمارے پاس جو غربت ہے وہ ہمارے دشمنوں کے پاس موجود تونگری سے کہیں بہتر ہے۔ ہمارے ساتھ قتل ہونا ہمارے دشمنوں کے ساتھ زندہ رہنے سے زیادہ بہتر ہے"۔

امام علیہ السلام نے جواب میں تحریر فرمایا:

> "جب ہمارے حُب داروں کے گناہ بڑھتے ہیں تو خداوند اُنھیں مالی فقر و فاقہ کا شکار کر دیتا ہے۔ بسا اوقات اُن کے بہت سارے گناہ معاف بھی کر دیے جاتے ہیں جیسا کہ تم نے خود تسلیم کیا ہے کہ ہمارے ساتھ جو فقر و فاقہ ہے وہ دوسروں (ہمارے دشمنوں) کے پاس موجود تونگری سے بہتر ہے۔ پس جن افراد نے ہم سے پناہ طلب کی ہے ہم اُن کے لیے پناہ گاہ ہیں اور جو ہم سے ہدایت کے طلب گار ہیں ہم اُنھیں نُورِ ہدایت سے مستفید کرتے ہیں۔ ہم ہر اُس شخص کے نگہبان ہیں (جو گمراہی سے نکل کر نجات کے لیے) ہم سے توسّل کرتا ہے۔ پس جو شخص ہم سے دوستی رکھتا ہے وہ مرتبے (قربِ خدا) میں ہمارے ساتھ ہے اور جو شخص ہمارا پیروکار نہیں ہے وہ آتش کے راستے کا مسافر بن جائے گا"۔ (ابنِ شہرآشوب، مناقب آلِ ابی طالبؑ: کتاب فروشی مصطفوی قم ج ۴، ص ۴۳۵۔ علی بن عیسیٰ الاربلی، کشف الغمہ، مکتبہ بنی ہاشمی تبریز، ۱۳۸۱ھ ق، ج ۳، ص ۲۱۱)

دوسرا نمونہ یہ ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی بارگاہِ ملکوتی میں ایک خط قم المقدسہ

شہر کے عظیم شیعہ فقیہ جناب علی ابنِ حسین بابویہ قمی نے تحریر کیا۔ امام علیہ السلام نے اُس خط کے جواب میں وصیتوں اور ضروری رہنمائی کے بعد تحریر فرمایا:

''صبر کرو، انتظارِ فرج کرو، کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میری اُمت کے بہترین اعمال میں انتظارِ فرج ہے۔ ہم سے پیوستہ شیعہ غم و اندوہ کا ضرور شکار ہوں گے۔ یہ سلسلہ میرے فرزند (بارہویں امامؑ) کے ظہور تک جاری رہے گا۔ جس کے متعلق پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔

اے عظیم مرد اور ہمارے قابلِ اعتماد فقیہ! صبر کرو اور ہمارے شیعوں کو بھی صبر کی وصیت کرو۔ یہ زمین ملکیتِ خدا ہے۔ وہ ربِ کریم اپنے بندوں میں سے جسے چاہے گا وارث (حاکم) قرار دے گا نیکی کا راستہ صرف پرہیزگاری میں مضمر ہے۔ خدا کی رحمتیں اور برکتیں تمھارے اور تمام شیعوں کے شاملِ حال ہوں''۔ [1] (ابن شہر آشوب، مناقب آلِ ابی طالبؑ: ج ۴، ص ۴۲۵، حاج شیخ عباس قمی، الانوار .... ص ۱۶۱۔ تتمہ المنتہیٰ، ص ۲۹۹، کتاب فروشی مرکزی، طبع دوم، ۱۳۳۳ ھ ق)

نصرتِ غیبی اور اپنے اہداف میں وسعت

ہم جانتے ہیں کہ ائمہ اطہار علیہم السلام کا جو اپنے پروردگار سے خصوصی رابطہ تھا، کے سبب وہ غیبی آگاہی (علمِ غیب) بھی رکھتے تھے۔ جب بھی اسلام کی اساس ارفع و اعلیٰ مصالح (جسے

---

[1] توجہ رہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت ۲۶۰ ھ میں اور علی بن حسین بابویہ قمی کی تاریخ وفات ۳۲۹ ھ میں ہوئی۔ یہ واقعہ آپ کی شہادت کے ۶۹ سال قبل کا ہے۔ بعض حضرات نے لکھا ہے کہ امام تب ۲۰ سال کے جوان تھے۔ ان سے بعید ہے کہ وہ ایک بزرگ فقیہ کے بارے میں یہ جملے تحریر کریں کہ اے ہمارے قابلِ اعتماد فقیہ وغیرہ۔ مگر عرض ہے کہ ۲۰ سال کی عمر میں بھی آپؑ امام تھے اور اس ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز تھے لہٰذا اس گفتگو کا تحریر کرنا آپؑ کے شایانِ شان ہے۔ (تاریخ الغیبۃ الصغریٰ، محمد صدر، ص ۱۹۶، مطبوعہ دار التعارف للمطبوعات، ۱۳۹۲ ھ ق)

آپؑ حضرات کی امامت و ولایت) کو خطرہ محسوس ہوتا اس آگاہی (علمِ غیب) کو بطورِ ہتھیار استعمال کرتے ہوئے خوب استفادہ کرتے تھے۔ اس کے ذریعے طالبینِ حق کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ جب ہم امام حسن عسکری علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ آپ دوسرے ائمہؑ کی نسبت علمِ غیب والی صفت کو زیادہ نمایاں کرتے رہے ہیں۔

ہمارے ایک ہم عصر کی تحقیق کے مطابق: جناب قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج میں چالیس مقامات ذکر کیے ہیں جہاں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے کراماتِ علمِ غیب اور معجزے کے ذریعے نورِ ہدایت کا فیض عام کیا ہے جبکہ سید بحرانی نے مدینۃ المعاجز میں ایسے ایک سو چونتیس مقامات کا ذکر کیا ہے۔ علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار میں ایسے ۸۱ مقامات ذکر کیے ہیں۔ (طبسی شیخ محمد جواد، حیات الامام العسکریؑ، ص ۱۲۱)

یہ تمام وہ مقامات ہیں جہاں کرامات اور علمِ غیب کے ذریعے نورِ ہدایت کے سلسلے کو جاری رکھا گیا ہے، یہ سب کچھ آپؑ کی طرف سے تھا۔

شیعوں کو غیبتِ امامؑ کے لیے تیار کرنا

کسی بھی قوم یا ملت کے امام اور ہادی کا غائب ہو جانا ایک غیر طبعی اور نامانوس عمل ہے۔ جس کا تحمل کرنا بنی نوع انسان اور بالخصوص اُن کے ماننے والوں پر بڑا گراں گزرتا ہے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے بتدریج لوگوں کو اس سلسلے سے آگاہ فرمایا ہے اور لوگوں کے اندر ان افکار کو قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کرتے رہے ہیں۔ چونکہ امام ہادی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کا عصرِ مبارک زمانۂ غیبت کے نزدیک تھا۔ گویا ایک محسوس تصویر نظر آرہی تھی۔ ہم امام ہادی نقی علیہ السلام کی سیرتِ طیبہ پر دیکھتے ہیں کہ اس قسم کے اقدامات اپنے نمائندوں اور وکلا کے ذریعے لوگوں تک اس پیغام کو پہنچایا ہے۔ اگرچہ امامؑ نے بذاتِ خود یہ کام انجام نہیں دیا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی مقدس حیات میں اس کا جلوہ بڑے واضح انداز میں ملاحظہ کیا جاسکتا ہے کہ امام علیہ السلام نے ایک طرف تو اپنے فرزند سعید حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت کی خبر چند مخصوص اور گنے چنے شیعوں تک پہنچائی۔ دوسری طرف اپنے شیعوں

سے براہِ راست رابطے کو مختصر کرتے چلے گئے۔ حتیٰ کہ اگر سامرہ شہر کے شیعوں کو بھی امامؑ سے رابطہ کرنا ہوتا تو وہ بھی اپنے مسائل اور دیگر ضروریات کے لیے خط لکھا کرتے۔ اس طرح آپؑ اپنے شیعوں کو تمرین کرا رہے تھے کہ عصرِ غیبت میں اُنھوں نے کس طرح حالات کا مقابلہ کرنا ہے۔ بالکل یہی طریقہ امام مہدی علیہ السلام نے غیبتِ صغریٰ کے دوران اپنایا۔ آپؑ یوں بتدریج اپنے شیعوں کو غیبت کبریٰ کے لیے آمادہ فرما رہے تھے۔

جیسا کہ ہم اشارہ کر چکے ہیں بعض خاص شیعوں کو اپنے امام علیہ السلام کے دیدار کی سعادت بھی نصیب ہوئی ہے۔ ہم یہاں اپنے امام علیہ السلام کے دیدار کا ایک نمونہ پیش کر رہے ہیں:

غیبتِ امام مہدیؑ کی پیشگوئی

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ایک خاص حُب دار اور دوست احمد بن اسحاق تھے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں شرف یاب ہوا تو میں نے بارگاہِ امامت میں سوال کیا کہ آپؑ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟

آپؑ نے میرے سوال سے قبل ہی جواب دیا۔ اے احمد بن اسحاق! جب خداوند عالم نے آدمؑ کو خلق فرمایا تب سے لے کر قیامت تک کے لیے ایک لمحے کے لیے بھی زمین کو حجتِ خدا سے خالی نہیں رکھا اور نہ ہی رکھے گا۔ خداوند متعال زمین پر موجود اپنی حجت کے وسیلے سے زمین کی بلاؤں اور مصیبتوں کو دُور فرماتا ہے، بارشیں نازل فرماتا ہے، رحمتوں اور برکات کو زمین کے دل پر آشکارا فرماتا ہے۔

میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے بعد ہمارا امامؑ کون ہوگا؟

آپؑ فوراً اپنی جگہ سے اُٹھ کر دوسرے کمرے میں تشریف لے گئے اور پھر فوراً ہی واپس تشریف لے آئے، اس طرح کہ آپؑ نے تین سال کا ایک بچہ اُٹھا رکھا تھا جس کے رُخسار چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔

”آپؑ نے فرمایا: اے احمد بن اسحاق! اگر تم خدا اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے نزدیک خصوصی مقام نہ رکھتے ہوتے تو میں کبھی تمھیں اپنے فرزند کی زیارت سے مستفید نہ کرتا۔ یہ میرا فرزند پیغمبر اکرمؐ کا ہم نام اور ہم کنیت ہے۔ یہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا

جس طرح وہ ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔ اس اُمت میں اس کی طویل غیبت خضرؑ اور ذوالقرنینؑ کی غیبت جیسی ہوگی۔ اس کی طویل غیبت کی وجہ سے لوگ شکوک وشبہات کا شکار ہو جائیں گے۔ صرف وہ افراد بچ پائیں گے جنھیں خداوند متعال نے عقیدۂ امامت پر قائم رہنے کی توفیق عطا کر رکھی ہوگی۔ خداوند متعال کچھ افراد کو دعائے تعجیلِ ظہور کی توفیق عطا کرے گا۔ ایسے افراد کو گمراہی سے نجات عطا فرمائے گا"۔ (صدوق، اکمال الدین، موسسہ نشر اسلامی، ج ۲، ص ۳۸۴، باب ۳۸)

شہادتِ امام حسن عسکریؑ اور معتمد عباسی کی بے سود کوششیں

معتمد عباسی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے معنوی مقام اور معاشرے میں آپؑ کے اثر و نفوذ سے سخت پریشان تھا۔ آپؑ کی طرف لوگوں کی توجہ دن بہ دن بڑھتی جا رہی تھی، جس کے نتیجے میں خلیفہ کی طرف سے نظر بندی اور دوسرے مظالم بڑھتے چلے گئے۔ بالآخر آپؑ کو وہی گھٹیا طریقہ اختیار کر کے بڑے مخفی انداز میں زہر دیا گیا۔

ملت تشیع کے عظیم دانش ور جناب طبرسیؒ تحریر کرتے ہیں: ہمارے بہت سارے علماء نے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو زہر کے ذریعے شہید کیا گیا ہے کہ جس طرح آپؑ کے آباؤ اجداد کو شہید کیا گیا تھا۔ (اعلام الوریٰ، ص ۳۶۷، دار الکتب الاسلامیہ، طبع سوم)

چوتھی صدی کے مشہور شیعہ عالم جناب محمد بن جریر بن رستم کا نظریہ ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام زہر کی وجہ سے شہید ہوئے ہیں۔ (دلائل الامامۃ: ص ۲۲۳)

جناب کفعمی مشہور شیعہ عالم اُن کا بھی نظریہ ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو معتمد نے زہر دیا تھا۔ عباسی دربار میں امام علیہ السلام کی شہادت کی ایک نشانی اور گواہی یہ ہے کہ جس دن امامؑ زہر کی وجہ سے درجۂ شہادت پر فائز ہوئے اُس دن دربار میں معتمد نے ضرورت سے زیادہ کوشش کر کے لوگوں کو یہ یقین کرانا چاہا کہ امامؑ کی موت زہر کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ طبعی ہے۔

ابن صباغ مالکی اہلِ سنت کے مشہور عالم نے عبیداللہ بن خاقان کا قول نقل کیا ہے۔ موصوف کا شمار عباسی دربار کے خواص میں ہوتا تھا۔ اس نے امامؑ کا ذکر بڑے احترام سے کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

جب ابو محمد حسن بن علی عسکریؑ کی شہادت ہوئی معتمد عباسی نے ایک خاص قسم کے حالات پیدا کیے۔ ہم حیران رہ گئے۔ ہم سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ جو شخص (خلیفہ ہے، طاقت وقدرت کا مرکز ہے) اُس کی یہ حالت ہو جائے گی۔ جب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر رنج و الم کی کیفیت طاری ہوئی تو پانچ خصوصی افراد جو سب کے سب درباری فقہاء تھے آپؑ کے بیت شرف پر حاضر ہوئے۔ انھیں معتمد نے حکم دیا کہ ابو محمدؑ کے گھر جاؤ۔ وہاں جو کچھ دیکھو اُس کی رپورٹ دو۔ بعض افراد کو عیادت اور اَحوال پُرسی کے لیے بھی بھیجا تاکہ وہ آپؑ کی خدمت کر سکیں۔ جیسے قاضی ابن بختیار نے حکم دیا کہ دس قابلِ اعتماد افراد کا انتخاب کرو جو حضرت امام حسن عسکریؑ کے گھر جائیں اور مسلسل وہاں رہیں اور حالات پر نظر رکھیں۔ دو یا تین دن بعد خلیفہ کو خبر دی گئی کہ امامؑ کی طبیعت سخت خراب ہوگئی ہے۔ ان کا تندرست ہونا ناممکن ہے۔ خلیفہ نے دوبارہ حکم دیا کہ جاؤ وہیں رہو اور ان کی خدمت کرو۔ جب آپؑ چند دن بعد شہید ہو گئے اور آپؑ کی شہادت کی خبر نشر ہوگئی تو سامرہ کے اندر ہلچل مچ گئی۔ لوگ نالہ وفریاد کرنے لگے۔ بازار اور دکانیں بند ہوگئیں۔ بنی ہاشم، امرائے لشکر، شہر کے قاضی، شعراء، شہود اور گواہ نے آپؑ کے مراسم تشییع میں شرکت کی۔ گویا اس دن سامرہ شہر کے اندر قیامت برپا ہوگئی تھی۔

جب آپؑ کے جسد اَطہر کو تدفین کے لیے آمادہ کیا گیا تو خلیفہ نے اپنے بھائی (عیسیٰ بن متوکل) کو بھیجا کہ وہ جا کر نمازِ جنازہ پڑھے۔ جب آپؑ کا جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو عیسیٰ بن متوکل نزدیک آیا۔ اُس نے آپؑ کے چہرۂ اقدس کو کفن سے باہر نکال کر علویوں، عباسیوں، قاضیوں، اہلِ قلم اور اہلِ شہود کو دکھلاتے ہوئے کہا: یہ امام حسن عسکریؑ ہیں، جو طبیعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں۔ خلیفہ کے فلاں فلاں لوگ اس کے گواہ ہیں۔ اس کے بعد اس نے امامؑ کے چہرۂ اقدس کو دوبارہ ڈھانپ دیا اور نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ اس کے بعد تدفین کا حکم دیا گیا۔[1] البتہ یہ نمازِ جنازہ ایک نشر یاتی اور اعزازی نوعیت کا تھا۔ ظالم حکمران آپؑ کی

---

[1] الفصول المہمہ، قدیمی چاپ، ص ۳۰۷-۳۰۸۔ اس واقعہ کو شیخ مفیدؒ نے اپنی کتاب الارشاد میں اور فتال نیشاپوری نے روضۃ الواعظین میں، طبرسی نے اعلام الوریٰ میں علی ابن عیسیٰ الدربلی نے عبید اللہ ابن خاقان کے فرزند احمد سے نقل کیا ہے۔ یہ رپورٹ بتلا رہی ہے کہ امامؑ کا معاشرے میں کیا مقام تھا←

شہادت کا اصل ماجرا چھپانا چاہتے تھے جیسا کہ شیعہ علماء کے درمیان مشہور ہے۔ امام مہدیؑ نے بڑے اہتمام کے ساتھ اپنے والد بزرگوار حضرت امام حسن عسکریؑ کا جنازہ پڑھایا۔ ①

جعفر کذاب کی غیر منطقی کوشش

ابوالادیان روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا خادم تھا۔ آپؑ کے خطوط مختلف شہروں میں پہنچایا کرتا تھا۔ جن دنوں آپؑ کی شہادت ہوئی میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے خط لکھا اور فرمایا: جاؤ یہ مدائن پہنچا دو۔ تمھیں پندرہ دن لگیں گے جب پندرھویں دن تم سامرہ شہر میں داخل ہو گے تو دیکھو گے کہ میرے گھر سے نالہ وفریاد کی آواز بلند ہو رہی ہوگی اور میرے جسد اطہر کو غسل دیا جا رہا ہوگا۔

میں نے عرض کیا: اے میرے سرور وسردار! اگر ایسا ہو گیا تو آپؑ کے بعد ہمارا امامؑ کون ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جو میرا جنازہ پڑھائے گا وہی میرے بعد تمھارا امامؑ ہوگا اور وہی قائمؑ ہوگا۔ میں نے عرض کیا: کوئی دوسری نشانی؟

آپؑ نے فرمایا: یہ ہمیان (کمربند) تجھے بتلائے گا وہی میرے بعد امامؑ ہوگا۔ امامؑ کی ہیبت اور عظمت مانع تھی کہ میں مزید سوال نہ کر سکا۔ ہمیان (کمربند) سے مراد کیا ہے؟

میں نے آپؑ کا خط مدائن پہنچایا۔ اس کا جواب لیا اور پندرھویں دن سامرہ پہنچا۔ میں نے وہی منظر دیکھا جو آپؑ نے بیان فرمایا تھا۔ آپؑ کے بیتِ شرف سے نالہ وفریاد کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ آپؑ کا بھائی جعفر کذاب آپؑ کے گھر کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ اس کے گرد شیعوں کا ایک گروہ جمع ہے جو تعزیت پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اسے اس کی امامت کی مبارک باد دے رہا ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے اپنے آپ سے کہا: اگر جعفر کذاب امام بن گیا

← اور عباسی حکمران کیوں پریشان تھے۔ نیز واضح ہو جاتا ہے کہ آپؑ زہر والے واقعے سے خلیفہ اور اس کے درباری کس قدر پریشان تھے تبھی تو اُنھوں نے قبل از وقت یہ کوششیں شروع کر دیں کہ امامؑ کی موت کو طبیعی ثابت کیا جائے۔

① صدوق، اکمال الدین، باب ۴۳، ص ۴۷۵۔ علامہ مجلسی، بحار الانوار: ج ۵۰، ص ۳۳۲-۳۳۳

تو امامت کے تو حالات ہی بدل جائیں گے۔ چونکہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ جعفر شراب پیتا تھا، قمار بازی کرتا تھا۔ اس کا تعلق اہلِ تار و تنبور سے بھی تھا۔ میں بھی آگے بڑھا اور جعفر کو امامؑ کی تعزیت پیش کی۔ اس کی امامت کی مبارک باد بھی پیش کی، مگر اس نے مجھ سے کوئی سوال نہیں کیا۔

اس دوران عقید امامؑ کے گھر کا خادم آیا اور اس نے جعفر سے کہا تمھارے بھائی کو کفن پہنا دیا گیا ہے، لہٰذا آؤ اور نمازِ جنازہ پڑھو۔ جب جعفر گھر کے اندر داخل ہوا تو وہ شیعہ بھی اس کے ہمراہ تھے۔ ان سب سے آگے سمان ① حسن بن علی جو "سلمہ" کے نام سے مشہور تھے وہ آگے آگے تھے۔ جب گھر کے صحن میں پہنچے تو دیکھا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کو کفن پہنا کر آپؑ کا تابوت تیار رکھا تھا۔ جعفر آگے بڑھا تاکہ جنازہ پڑھائے، جیسے ہی وہ تکبیر ادا کرنے لگا اچانک ایک سیاہ زلفوں، حسین دانتوں اور ملیح رنگ والا بچہ سامنے آیا جس نے جعفر کا لباس پکڑ کر ایک طرف کیا اور حکم دیا: اے چچا! ایک طرف ہو جاؤ۔ میں اپنے بابا کی نمازِ جنازہ خود پڑھاؤں گا۔

جعفر اس بچے کا قیافہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اس بچے نے امامؑ کا جنازہ پڑھایا اور پھر اپنے دادا حضرت علی نقی علیہ السلام کے پہلو میں اپنے گھر کے اندر ہی دفن کیا۔ پھر اس بچے نے میری طرف منہ کر کے فرمایا: اے بصری مرد! تمھارے پاس جو خط کا جواب ہے وہ دے دو۔ میں نے خط کا جواب دے دیا اور میں نے اپنے آپ سے کہا: وہ دو نشانیاں (نمازِ جنازہ اور خط کا جواب طلب کرنا) بتلا رہی ہیں اب صرف ہمیان (کمر بند) باقی بچ گیا تھا۔ میں جعفر کے پاس آیا جس کے شور و غوغا کی آواز بلند تھی۔ جو لوگ حاضر تھے اُنھوں نے جعفر سے کہا: وہ بچہ کون تھا؟ وہ کیا چاہتا ہے؟ اس سوال کے ذریعے جعفر مگوم ہو گئے تھے۔

جعفر نے کہا: خدا کی قسم! میں نے اس بچے کو پہلے دیکھا ہے نہ ہی پہچانتا ہوں۔ ہم وہیں بیٹھے ہوئے تھے کہ اہلِ قم کا ایک گروہ آ گیا۔ اُنھوں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا۔ چونکہ وہ امامؑ کی شہادت کے بارے میں آگاہ ہو چکے تھے؟ لہٰذا اُنھوں

① مراد عثمان بن سعید عمری ہیں جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے خاص اصحاب میں سے تھے۔ ان کے پیشے (تیل بیچنے) کی وجہ سے سمان کہا جاتا ہے۔ اسی نام سے مشہور تھے۔

نے سوال کیا کہ امامؑ کا جانشین کون ہوگا؟

حاضرین نے جعفر کی نشاندہی کی۔ اُنھوں نے جعفر کو سلام کیا اور ساتھ ہی تسلیت اور تہنیت پیش کی اور کہا کہ ہم خط اور پیسے لائے ہیں یہ قبول کیجیے مگر یہ بتائیں یہ خطوط کن لوگوں نے لکھے ہیں اور یہ پیسے کتنے ہیں؟

یہ سوالات سن کر جعفر پریشان ہوگیا۔ اپنی جگہ سے اُٹھا اور اپنے کپڑے جھاڑ کر کہا: یہ لوگ مجھ سے علمِ غیب کی توقع رکھتے ہیں؟ اس دوران گھر سے ایک خادم باہر آیا اور کہا: فلاں فلاں کے خطوط ہیں اور یہ پیسے ایک ہزار دینار ہیں۔ ان میں دس آبِ طلا (سونے کا پانی) ہیں۔ قم کے نمایندگان نے خطوط اور رقم پیش کی اور خادم سے کہا: جس نے تجھے بھیجا ہے یقیناً وہ امامؑ ہے۔ (صدوق، اکمال الدین، ص ۴۷۵)

معتمد عباسی کی سعی لاحاصل

معتمد عباسی کا خیال تھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد اب خطرہ ٹل گیا ہے، لہٰذا اب میری حکومت کے لیے کسی قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے مگر اس کی اس وقت نیند اُڑ گئی جب اُسے معلوم ہوا کہ آپؑ کا جانشین آپؑ کا فرزند ہے جو امامؑ ہے۔ اُس نے کئی افراد کو مامور کیا کہ امامؑ کے گھر داخل ہوجاؤ۔ آپؑ کے فرزند امامؑ کے بارے میں مکمل تحقیق کرو اور بعض افراد کی یہ ڈیوٹی لگائی کہ آپؑ کے گھر داخل ہوکر سارے سامان کی تلاشی لی جائے۔ اس میں سے مہر وغیرہ برآمد کی جائے۔

اس نے یہ بھی سن رکھا تھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا ایک فرزند بھی موجود ہے لہٰذا اُسے بھی تلاش کیا جائے۔ اس نے مزید یہ حکم صادر کیا کہ آپؑ کے حرم میں خواتین بھیجی جائیں، جو آپؑ کی اَزواج اور کنیزوں کا معائنہ کریں۔ اگر کسی میں حمل کے آثار پائیں تو اُسے حکومتی نگرانی میں رکھا جائے۔ خلیفہ کا ایک نمک خوار تھا تحریر، جو چند مخصوص قماش کی عورتوں کو لے کر امامؑ کے حرم میں پہنچا اور خواتین کے متعلق چھان بین شروع کی۔ اُنھیں ایک ایسی کنیز ملی جس میں حمل کے آثار موجود تھے۔ اُسے دو سال تک حکومتی قید میں رکھا گیا مگر وضعِ حمل والے آثار نمودار نہیں ہوئے جس کے نتیجے میں جھوٹی رپورٹوں کا پول کھل گیا۔ (کلینی، اصولِ کافی:

مکتبہ الصدوق، تہران ۱۳۸۱ھ، ج ۱، ص ۵۰۵۔ مجلسی، بحار الانوار: طبع دوم، مکتبہ اسلامیہ تہران، ۱۳۹۵ھ ق، ج ۵۰، ص ۳۲۹)

مگر اس دوران معتمد کی یہ کوشش رہی ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا کوئی فرزند دنیا میں باقی نہ بچے اور شیعیانِ جہان آیندہ امامت سے محروم ہو جائیں۔ اس نے حکم دیا کہ آپؑ کی میراث آپؑ کی والدہ اور بھائی جعفر کے درمیان تقسیم کر دی جائے۔ (علی بن عیسیٰ الاربلی، کشف الغمہ: ج ۳، ص ۱۹۹۔ فتال نیشاپوری، روضۃ الواعظین: ص ۳۷۶)

جبکہ تشیع کا عقیدہ ہے کہ امام علیہ السلام کا ایک فرزند موجود ہے اور عہدۂ امامت پر فائز ہے۔ (مجلسی، بحار الانوار: ج ۵۰، ص ۳۳۱۔ محمد بن جریر بن رسم طبری، ص ۲۲۴۔ اکمال الدین، صدوق، ص ۴۷۵)

چونکہ امام مہدی علیہ السلام کی عالمِ طفولیت میں متعدد اصحاب نے زیارت کی سعادت حاصل کی تھی۔ پابندیوں، ظلموں اور نظربندیوں کے باوجود آپؑ کے خاندان کو آپؑ کا وارث، جہانِ تشیع کو بارھواں امام اور اس عالم کو آخری مصلح نصیب ہو گیا۔ اس کے بعد خراسان میں یعقوب بن لیث صفاری نے قیام کیا۔ عبیداللہ بن یحییٰ بن خاقان اچانک دنیا سے چل بسا۔ صاحب الزنج کی طرف سے بصرہ میں فتنہ کھڑا ہو گیا جس کو دبانے کے لیے عباسی حکومت کو بڑی سخت کوشش کرنا پڑی۔ ساری کوشش ان تحریکوں کی سرکوبی کے لیے ہونے لگیں جس کے نتیجے میں حضرت امام مہدی علیہ السلام اور اُن کے خاندان کو قدرے آرام نصیب ہوا۔ [1]

---

[1] ہم نے اب تک جتنی کتب سے استفادہ کیا ہے اور ان کے حوالہ جات پیش کیے ہیں ان کے مصنفین اور ناشر حضرات کا خصوصی شکریہ ادا کرتے ہیں اور اُن کے لیے دعا گو بھی ہیں بالخصوص موسسہ در راہِ حق، قم کا جنھوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام پر ایک مکمل اور خوب صورت کتاب تحریر کی۔ اس کے علاوہ ہم آیت اللہ جعفر سبحانی کو پیشوایانِ اسلام اور حجۃ الاسلام سید علی اکبر قرشی کو خاندانِ وحی لکھنے پر بھی مبارک باد دیتے ہیں۔

فصلِ چہارم

بقیۃ اللہ مہدی موعودؑ پر ایک نظر

① بارھویں امامؑ

② آپؑ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ق بنابر مشہور روایت کے متولد ہوئے۔ ایک روایت کے مطابق ۲۵۶ھ ق کو۔

③ آپؑ کی سامرہ شہر میں ولادت ہوئی۔

④ آپؑ کی ولادت انتہائی مخفی اور پنہاں رکھی گئی۔

⑤ آپؑ پیغمبر اکرمؐ کے ہم نام (م ح م د) صراحت سے یہ نام لینے پر پابندی ہے۔

⑥ آپؑ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

⑦ آپؑ کے القاب: حجت، قائم، خلف، صالح، صاحب الزمان، بقیۃ اللہ اُن سب میں مشہور ترین مہدیؑ ہے۔

⑧ آپؑ کے والد گرامی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔

⑨ آپؑ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی نرجس، نرگس، ریحانہ، سوسن اور صیقل ہیں۔

⑩ آپؑ کی امامت کا آغاز پانچ برس کی عمر سے تب ہوا جب آپؑ کے والد گرامی حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت ہوئی۔ ۲۶۰ھ ق، یہ مدتِ امامت تا ظہور جاری و ساری ہے۔

⑪ آپؑ نے پانچ سال مخفی انداز میں زندگی بسر کی۔ اس دوران اپنے والد گرامی کے ذریعے مخصوص افراد سے ملاقات فرمائی۔

⑫ غیبتِ صغریٰ کا آغاز آپؑ کے والد گرامی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت سے ہوا۔ ۲۶۰ھ ق میں یہ سلسلہ ۳۲۹ھ ق تک علی بن محمد سمری چوتھے نائب کی وفات تک جاری رہا۔

⑬ آپؑ کے چار خاص نائب تھے جو مندرجہ ذیل ہیں:

① عثمان بن سعید عمری، ابوعمر (۲۶۰ھ تا ۲۶۷ھ) تاریخ وفات صحیح طور پر معلوم نہیں ہے۔ (اعیان الشیعہ: ج ۲، ص ۴۷)

② محمد بن عثمان بن سعید عمری (۲۶۷ھ سے ۳۰۴ھ) تقریباً یہ چالیس سال تک نائب رہے۔

③ جناب حسین بن روح، ابوالقاسم (۳۰۴ھ تا ۳۲۶ھ) ان کی مدت نیابت ۲۱ سال ہے۔

④ علی بن محمد سمری ابوالحسن (۳۲۶ھ تا ۳۲۹ھ) مدت نیابت تین سال ہے۔

⑭ غیبت کبریٰ کا آغاز چوتھے نائب کی وفات سے ۳۲۹ ھ ق میں ہوا، جو ظہور تک جاری رہے گا۔

⑮ نواب عام: (عمومی نمایندگان) اس سے جامع الشرائط فقہاء مراد ہیں۔

⑯ زمانہ غیبت میں آپؑ کی حکومت دلوں پر ہوگی اور غائبانہ ہوگی جسے الٰہی نظریاتی اور عقیدت و احترام والی حکومت کا نام دیا جاسکتا ہے۔ حکومت ولایت بہترین حکومت ہے۔

⑰ غیبت طولانی یعنی طویل عمر (۲۶۰ھ سے لے کر تادم تحریر)

⑱ عصر غیبت میں مادی حکومتوں کی طرف سے مزاحمت۔

⑲ ان مزاحمتوں کی وجہ سے تدریجاً فساد اور برائی عام ہورہی ہے۔

⑳ لوگ فحاشی، عریانی، ظلم و جور، برائی اور منکرات کا شکار ہوجائیں گے۔

㉑ ظہور سے قبل ایک خونی جنگ ہوگی جیسے سفیانی وغیرہ کا خروج۔ [1]

㉒ ظہور کی علامات میں غیر متوقع، آسمانی اور زمینی حادثات شامل ہیں جیسے: آسمانی بجلی کا گرنا، چاند گرہن، سورج گرہن اور زمین پر شدید قسم کے زلزلوں کا آنا وغیرہ۔

---

① اعیان الشیعہ: ج ۲، ص ۶۹ اور ۸۱ پر۔ ظہور کی علامات میں ایک بہت بڑے حادثے کا تذکرہ بھی ہے جس کا ایک حصہ خونی جنگ، دوسرا حصہ حادثات اور تیسرا حصہ آسمانی، تکوینی اور زمینی پیشگوئیوں پر مشتمل ہے۔

۲۳ آپؑ کا ظہور مکہ مکرمہ میں ہوگا۔

۲۴ آپؑ کے ہاتھوں میں حکومتِ عدل رہے گی۔ اس کی مدت سات سال سے ۱۰ سال تک بیان کی گئی ہے۔

۲۵ آپؑ کی شہادت کے بعد حکومتِ عدل ائمہ اطہار علیہم السلام کے ذریعے جاری رہے گی، یعنی رجعت کے دور کا آغاز ہوگا۔ پھر یہ حکومت اولیاء اور صالحین کے ذریعے بھی تب تک جاری رہے گی جب تک انسانیت کا اختتام نہیں ہو جاتا۔

اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○ (سورۂ قصص: آیت ۵)

"اور ہم یہ ارادہ رکھتے ہیں کہ جنھیں زمین میں بے بس کر دیا گیا ہے ہم ان پر احسان کریں گے اور ہم انھیں پیشوا بنائیں گے اور ہم انھی کو وارث بنائیں گے"۔

امام مہدیؑ کی زندگی کی ایک جھلک

بارہویں امام معصوم حضرت حجۃ ابن الحسن المہدی علیہ السلام کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ سامرہ شہر میں ہوئی۔ (1) آپؑ پیغمبر اکرمؐ کے ہم نام (م ح م د) تھے اور پیغمبر اکرمؐ کے ہم کنیت (ابوالقاسم) تھے۔ جبکہ ائمہ اطہار علیہم السلام نے آپؑ کا صراحت کے ساتھ نام لینے کی نہی فرمائی ہے۔ آپؑ کے القاب حجت، قائم، خلف، صالح، صاحب الزمان اور بقیۃ اللہ ہیں۔ ان میں مشہور ترین مہدیؑ ہے۔ آپؑ کے والد گرامی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور والدہ ماجدہ کا

---

(1) شیخ مفید نے الارشاد، ص ۳۴۶، فتال نیشاپوری نے روضۃ الواعظین، ص ۲۹۲ میں، کلینی نے کافی، ج ۱، ص ۵۱۴، طوسی نے الغیبۃ، ص ۱۳۱، طبرسی نے اعلام الوریٰ، ص ۴۱۸، ابن صباغ المالکی نے الفصول المہمہ، ص ۳۱۰ سے یہی تاریخ تحریر کی ہے جبکہ بعض ماخذ میں ۲۵۶ بھی تحریر کی گئی ہے جیسے صدوق نے اکمال الدین، ص ۴۳۲، طوسی نے الغیبۃ، ص ۱۳۹-۱۴۷، علی ابن عیسیٰ الاربلی، کشف الغمہ، ج ۳، ص ۲۲۷، ابن ابی الثلج بغدادی، تاریخ ائمہ، ص ۱۵۔

اسمِ گرامی نرجس خاتون تھا۔ ①

امام مہدیؑ کی ولادت کے بارے میں علمائے اہلِ سنت کا نظریہ

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں عقیدہ کا تعلق صرف شیعوں سے نہیں ہے بلکہ روایات کی کثیر تعداد جو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کی بنیاد پر علمائے اہلِ سنت نے بھی اس عقیدہ مہدویت کو قبول کیا ہے۔ اگرچہ بعض حضرات اہلِ سنت اس کے منکر ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے جس شخصیت کا تعارف کرایا ہے ہنوز اس کی ولادت نہیں ہوئی۔ (ابنِ ابی الحدید، شرح نہج البلاغہ: ج ۷، ص ۹۴۔ ج ۱۰، ص ۹۶)

مگر اس کے باوجود اہلِ سنت کے مورخین اور محدثین نے آپؑ کی ولادت کا تذکرہ اپنی کتب میں کیا ہے اور اسے ایک حقیقت شمار کیا ہے۔ بعض حضرات نے ایسے علماء کی تعداد سو سے زیادہ تحریر کی ہے۔ ②

دیدارِ امام مہدیؑ

جب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت ہوئی تو آپؑ کے فرزند (امام مہدیؑ) کی گرفتاری کے لیے آپؑ کے گھر کی سخت ترین نگرانی اور نظر بندی کی گئی۔ چونکہ آپؑ کی ولادت کو انتہائی مخفی رکھا گیا تھا اور آپؑ کو لوگوں (شیعوں) کی نظروں سے بھی اُوجھل رکھا گیا تھا۔

---

① شیخ مفید، الارشاد: ص ۳۴۲، صدوق اکمال الدین: ص ۴۳۲، طبری: ص ۴۱۸، مسعودی: ص ۲۴۸، فتال نیشاپوری، روضۃ الواعظین: ص ۲۸۳، طوسی، الغیبۃ: ص ۱۴۳، محمد بن جریر بن رستم طبری: ص ۲۶۸، ابن صباغ: ص ۳۱۰

② فقیہ ایمانی، مہدی منتظر، نہج البلاغہ: ص ۲۳، ۹۳۔ درج ذیل منابع میں باقاعدہ آپؑ کی ولادت کی تصریح کی گئی ہے۔ ابن حجر ہیثمی، الصواعق المحرقہ: مطبوعہ قاہرہ، ص ۲۰۸۔ شبراوی الاتحاف بحب الاشراف، مطبوعہ دوم، منشورات رضی قم، ص ۱۷۹، ۱۳۶۳ھ۔ محمد امین بغدادی سویدی، سبائک الذہب فی معرفۃ قبائل العرب، دار صعب، بیروت، مومن شبلنجی، نور الابصار، مکتبہ المشہد الحسنی: ص ۱۶۸۔ شیخ محمد صبان، اسعاف الراغبین (حاشیہ نور الابصار): ص ۱۴۱، ابن اثیر، الکامل فی التاریخ، بیروت: ج ۷، ص ۲۷۴، حمد اللہ حتوفی، تاریخ گزیدہ: ص ۲۰۷، الائمۃ الاثنا عشر، ص ۱۱۷، ابن صباغ مالکی، الفصول المہمہ: ص ۳۱۰، شیخ سلیمان قندوزی، ینابیع المودۃ: ج ۳، ص ۳۶، مہدی پیشوائی، سیرۃ پیشوایان: ص ۶۶۷۔

آپؑ کی ولادت کے بارے حضرت حکیمہ خاتون کا بیان

یہ بیان مستند ترین بیان ہے جو حضرت حکیمہ خاتون کی طرف سے دیا گیا ہے۔ آپؑ امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی تھیں اور اس ولادت باسعادت کی چشم دید گواہ تھیں مگر یاد رکھیں کہ خفیہ رکھنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ آپؑ کی حیاتِ مبارکہ کا آغاز پانچ یا چھے سال بعد ہوا ہے۔ چونکہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی زندگی میں کسی کو آپؑ کے دیدار کی توفیق نصیب نہیں ہوئی جبکہ ہم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی زندگی کا ایک واقعہ بطورِ مثال پیش کر چکے ہیں۔ مخصوص افراد کو مناسب مواقع پر آپؑ زیارت سے مشرف فرماتے رہے ہیں تاکہ زیارت کے بعد یہ حضرات یقین کی منزل پر فائز ہو جائیں اور دوسرے شیعوں کو بھی اس بارے میں مطلع کریں۔

چالیس اصحاب کا زیارت کرنا

ہمارے دانشوروں نے اس موضوع پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے چالیس اصحاب کو زیارت نصیب ہوئی ہے جس کی تفصیل کچھ یوں ہے:

جناب حسن بن ایوب بن نوح کہتے ہیں: (حضرت ایوب بن نوح، حضرت امام علی نقیؑ کے وکلا میں سے تھے) میں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے جب ان کے بعد والے امامؑ کی بابت سوال کیا تب آپؑ کی محفل میں چالیس افراد موجود تھے۔ اس دوران عثمان بن سعید عمری (جو امام مہدیؑ کے خاص نائبین میں تھے) نے کھڑے ہو کر عرض کیا: میں اس موضوع پر اس شخص سے سوال کروں گا جو سب سے بڑا عالم ہوگا۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: بیٹھ جاؤ۔ عثمان ناراض ہو کر جانے لگا تو آپؑ نے فرمایا: کوئی شخص محفل سے باہر نہ جائے۔ سب وہیں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد امام علیہ السلام نے عثمان کو آواز دی۔ وہ اُٹھا تو آپؑ نے فرمایا: میں بتاؤں تم یہاں کیوں آئے ہو؟ سب نے کہا: جی ہاں، بیان فرمائیں۔ آپؑ نے فرمایا: تم میرے بعد والے امامؑ اور حجت کے بارے میں سوال کرنا چاہتے ہو؟ سب نے عرض کیا: جی مولاؑ۔ اس دوران ایک بچہ جو چودھویں کے چاند کے مانند حسین تھا، نے داخل ہو کر محفل کو چار چاند لگا دیے۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے بعد یہ تمھارا امامؑ اور میرا جانشین ہے۔ اس کے حکم کی اطاعت کرنا۔ میرے بعد اختلاف نہ کرنا، ورنہ ہلاک ہوجاؤ گے اور تمھاری نظر ختم ہوجائے گی۔ (طوسی، الغیبۃ: ص ۲۰۶۔ صدوق، اکمال الدین: ص ۴۳۵۔ مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۱، ص ۳۴۶۔ شیخ سلمان قندوزی: ج ۳، ص ۱۲۳۔ آیت اللہ صافی، منتخب الاثر: ص ۳۵۵)

غیبت کے سیاسی اور اجتماعی اَسباب

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت پر مامور، پیشوا اور ہادی تب ہی کامیاب ٹھہرتے ہیں جب لوگ بھی ان سے ہدایت پانے کے لیے آمادہ ہوں۔ اگر لوگوں میں بے حسی پائی جائے تو وہ خدا کی طرف منسوب ہادی اور امام کا وجود بے فائدہ ہو کر رہ جائے گا۔

وہ سختیاں، مشکلات، نظربندیاں، جن کا آغاز حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کے عصرِ مبارک سے ہوا تھا وہ امام حسن عسکری علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام کے اَدوار تک جاری و ساری ہیں، جس کی وجہ سے ایک بات بڑی پُرواضح تھی کہ معاشرے کے اندر موجود انسانوں کو امامِؑ وقت سے ہدایت اور رہنمائی پانے کا موقع میسر نہیں ہے تبھی تو حکمت الٰہی نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ امام مہدیؑ پردۂ غیبت میں چلے جائیں۔ جب معاشرے کے اندر اُن سے ہدایت پانے کی آمادگی ظاہر ہوگی آپؑ خود کو ظاہر فرمادیں گے۔

اگرچہ غیبت کے تمام اَسرار و رموز ہم پر عیاں نہیں ہیں، لیکن جو علّت ہم نے بیان کی ہے وہ اساسی ترین سبب یا علّت ہے۔ ہماری روایات میں غیبت کے تین علل و اسباب ذکر ہوئے ہیں:

(الف): لوگوں کی آزمائش

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ خداوند کریم (قائم و دائم) کی سنت یہ ہے کہ خدا اپنے نیک، صالح اور برگزیدہ افراد کا امتحان لیتا ہے۔ یہ میدانِ زندگی ہے اور آزمائش کا میدان بھی یہی ہے تاکہ اس طرح خدا صبر، ایمان اور تسلیم کے پرتو میں اپنے بندوں کا امتحان لے سکے تاکہ

اسے درجۂ کمال تک پہنچائے۔ اس کے ذریعے انسان کے اندر نئی نئی استعداد کھل کر سامنے آسکے گی۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کے ذریعے لوگوں کی آزمائش کی جائے گی۔ وہ لوگ جو دولتِ ایمان سے تہی دامن ہیں اُن کا باطن ظاہر ہو جائے گا۔ وہ شک و تردّد کا شکار ہو جائیں گے اور جن افراد کے دلوں کے نہاں خانے میں دولتِ ایمان موجود ہے وہ امام مہدیؑ کے انتظار کی وجہ سے استقامت، ہمت اور حوصلے کا مظاہرہ کریں گے۔ ان کے اندر دن بہ دن سختی اور پختگی آتی چلی جائے گی۔ وہ اجر و ثواب پانے کے لحاظ سے بھی مختلف درجات پر فائز ہوں گے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: ''جب میرا پانچواں فرزند غیبت اختیار کرے گا تب تم اپنے دین کا خود خیال رکھنا، تاکہ کوئی تمھیں دین سے خارج نہ کردے۔ چونکہ اس کی غیبت حتمی اور قطعی ہے جس کے سبب مومنین کا ایک گروہ اپنے عقیدے سے پھر جائے گا تب خداوند غیبت کے ذریعے امتحان لے گا''۔ (شیخ طوسی، الغیبۃ: ص ۲۰۴۔ نعمانی، الغیبۃ، مکتبہ الصدوق تہران، ص ۱۵۴)

اس کے علاوہ اسلام کے پیشواؤں کے ارشادات سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ غیبتِ امام مہدیؑ کے ذریعے لوگوں کا سخت ترین امتحان ہوگا۔ (شیخ طوسیؒ، الغیبۃ: ص ۲۰۴۔ صافی، ص ۳۱۴-۳۱۵)

البتہ یہ آزمائش یا امتحان دو طریقوں سے ہوگا:

① اصل غیبت کی وجہ سے۔ چونکہ غیبت کا سلسلہ طویل ہوگا اس لیے لوگ شک و تردّد کا شکار ہو جائیں گے۔ بعض لوگ آپؑ کی ولادت میں اور بعض حضرات آپؑ کی طویل عمر میں شک کریں گے۔ صرف وہ افراد جو مخلص ہوں گے گہری معرفت کے مالک ہوں گے۔ وہی آپؑ کی امامت پر ایمان و عقیدہ رکھیں گے۔ رسول اکرمؐ نے ایک تفصیلی حدیث کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

''مہدیؑ شیعوں کی نگاہوں سے اوجھل رہیں گے۔ صرف وہ افراد جن کے دلوں کو ایمان کے لحاظ سے خداوند کریم شائستہ بنائیں گے وہی آپؑ کی امامت پر اپنا عقیدہ رکھیں

گے"۔ (صافی، ج ا، فصل ا، باب ۸، ص ۱۰۱)

② سختیوں اور مصیبتوں کے لحاظ سے آزمائش ہوگی۔ یہ سب کچھ صرف غیبت کے لحاظ سے ہوگی۔ لوگ عجیب ڈگر پر چل رہے ہوں گے۔اس طرح کہ دین کے اندر استقامت دکھانا اور اپنے ایمان کی حفاظت سخت ترین کاموں میں شمار ہوگی۔ البتہ لوگوں کے ایمان کو شدید قسم کے خطرات لاحق ہوں گے۔ (آیت اللہ لطف اللہ صافی، کتاب نوید امن و امان: ص ۱۷۷-۱۷۸، دار الکتب الاسلامیہ، تہران)

(ب): امامؑ کی جان کی حفاظت

خداوند متعال نے غیبت کے ذریعے امام مہدی علیہ السلام کی حیاتِ مقدسہ کی حفاظت فرمائی ہے۔ چونکہ اگر امام علیہ السلام اپنی زندگی کے آغاز میں خود کو لوگوں کے درمیان ظاہر کردیتے تو یقیناً شہید کردیے جاتے۔ جیسا کہ اس کی تفصیل تحریر کرچکے ہیں۔

اسی طرح اگر آپؑ مناسب وقت سے قبل ظہور فرماتے ہیں پھر بھی آپؑ کی جان کو خطرات لاحق ہونے کا امکان موجود ہے جس کے سبب ماموریت الٰہی اور اپنے اہداف تک رسائی ناممکن ہوجاتی، نصرت و کامرانی کے امکانات معدوم ہوکر رہ جاتے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک خاص صحابی حضرت زرارہؓ تھے، وہ روایت کرتے ہیں کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: "امامِ منتظرؑ اپنے قیام سے قبل ایک طویل مدت تک نگاہوں سے اوجھل رہیں گے۔ میں نے عرض کیا: مولا! کیوں؟ آپؑ نے فرمایا: چونکہ آپؑ کی جان کو خطرہ ہوگا"۔ (کلینی، اُصولِ کافی: ج ا، ص ۳۳۷۔ طوسی، الغیبۃ: ص ۲۰۲۔ صدوق، اکمال الدین، ص ۴۸۱، صافی، منتخب الاثر: فصل ۲، باب ۲۸، ص ۲۶۹)

طاغوت کی بیعت سے نجات

امامِ دوازدہم حضرت امام مہدی علیہ السلام اپنے دور کے کسی طاغوت، رژیم اور سلطان کو نہیں پہچانتے ہوں گے، حتیٰ کہ تقیہ کے سبب بھی ایسا نہیں ہوگا۔ آپؑ کسی حاکم اور سلطان سے کبھی تقیہ اختیار نہیں کریں گے، اور نہ ہی کسی ظالم حکومت کے ماتحت لمحہ بھر کے لیے رہیں گے۔

امامؑ اپنے وظیفے کے مطابق عمل کریں گے۔ دین خدا کا اجرا فرمائیں گے، بغیر کسی پردہ پوشی اور خطرے کا لحاظ کیے بغیر اس لیے کسی بھی شخص کے لیے بیعت سے سرتابی اور عہد و میثاق سے نافرمانی کی کوئی گنجائش نہیں ہوگی۔

حسن بن فضال روایت کرتے ہیں کہ امام ہشتم علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ نے ارشاد فرمایا:

میں اپنے شیعوں کو دیکھ رہا ہوں کہ جب میرے تیسرے فرزند (امام حسن عسکریؑ) کی شہادت ہوگی وہ اپنے امامؑ کی تلاش میں اُٹھ کھڑے ہوں گے۔ ہر سو تلاش کریں گے مگر کہیں نہیں پائیں گے۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! وہ کیوں غائب ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: اس لیے کہ جب وہ تلوار لے کر قیام کریں گے تو ان کے ذمے کسی کی بیعت نہ ہو۔ (صدوق، اکمال الدین: باب ۳۴، ص ۳۸۰۔ مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۱، ص ۱۵۲۔ صافی، منتخب الاثر: فصل ۲، باب ۲۵، ص ۲۶۸، حدیث ۳)

غیبتِ صغریٰ و کبریٰ

جیسا کہ ہم نے عرض کیا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی غیبت کو دو اَدوار میں تقسیم کیا گیا ہے: غیبتِ صغریٰ اور غیبتِ کبریٰ۔

غیبتِ صغریٰ [1]

غیبتِ صغریٰ کا آغاز ۲۶۰ھ میں حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت سے ہوا۔ یہ آخری نائبِ خاص کی وفات تک جاری رہا۔ اس کا کُل دورانیہ ۶۹ سال بنتا ہے۔ غیبتِ صغریٰ کے دوران آپؑ کا شیعوں سے رابطہ کُلی طور پر منقطع نہیں ہوا تھا۔ اگرچہ یہ روابط مخصوص اور محدود

---

[1] مرحوم شیخ مفیدؒ نے غیبتِ صغریٰ کا آغاز (۲۵۵ھ) سے کیا ہے۔ الارشاد، ص ۳۴۶، اس حساب سے غیبت کا دورانیہ ۷۵ سال ہے۔ چونکہ شیخ مفیدؒ کا نظریہ ہے کہ آپؑ اپنے والدگرامی کی حیات میں بھی تو غیبت میں تھے۔ لوگوں سے کسی بھی قسم کی معاشرت نہیں فرماتے تھے۔ اس تحقیق کی بنیاد پر بعض محققین طبری، محسن امین، آیت اللہ صدرالدین نے غیبتِ صغریٰ کا آغاز آپؑ کی ولادت سے کیا ہے۔ (اعلام الوریٰ: ص ۴۴۳، اعیان الشیعہ: ج ۲، ص ۴۶، المہدی دارالزہراء، بیروت، ص ۸۱)

پیمانے پر تھے۔

اس کی مزید توضیح یہ ہے کہ اس مدت کے دوران چند مشخص افراد (جن کا ہم ذکر کریں گے، ان شاء اللہ) ان کو نائبِ خاص کہا جاتا ہے۔ آپؑ کے ساتھ مسلسل رابطے میں تھے۔ شیعہ حضرات ان کے ذریعے اپنی مشکلات اور مسائل اپنے امامؑ کی بارگاہ تک پہنچاتے تھے۔ امامؑ انھی کے ذریعے اپنے شیعوں کو جواب بھی دیتے تھے، اگرچہ بعض افراد کو بسا اوقات دولت دیدار بھی نصیب ہوئی اور بعض دیدار سے محروم بھی رہ جاتے اس لیے آپ کہہ سکتے ہیں کہ امامؑ کبھی غائب اور کبھی ظاہر ہو جاتے تھے۔

اس ساری مدت میں شیعوں کو غیبتِ کبریٰ کے لیے تیار کیا جا رہا تھا۔ چونکہ اس غیبتِ کبریٰ کے دوران امامؑ کا رابطہ کلی طور پر منقطع ہو جاتا تھا جو سہولت سردست میسر تھی وہ ختم ہونے والی تھی۔ اس دوران مسلمانوں اور شیعوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ امامؑ کے عمومی نائبین سے اپنا رابطہ برقرار رکھیں، یعنی ان مجتہدین کی طرف رجوع کریں، جو جامع الشرائط بھی ہوں اور احکامِ اسلام سے مکمل آگاہی بھی رکھتے ہوں۔ اگر غیبتِ کبریٰ کا اچانک آغاز ہو جائے تو پھر لوگوں کا فکری طور پر منحرف ہونے کا اندیشہ ہے۔ اذہان اُسے قبول کرنے کے لیے تیار نہ ہوتے۔ اگرچہ ائمہ اطہارؑ بھی اپنے اپنے اَدوار میں زمینہ سازی اور لوگوں کے اندر تیاری کے لیے کوششیں کرتے رہے ہیں۔ مگر غیبتِ صغریٰ کے دوران اذہان کو بتدریج آمادہ کیا گیا، جس کے بعد غیبتِ کبریٰ کا مکمل طور پر آغاز کر دیا گیا۔ اگرچہ غیبتِ صغریٰ کے دوران امامؑ کا اپنے خاص نائبین اور بعض شیعوں کے ساتھ رابطہ برقرار تھا۔ اس کے ذریعے آپؑ کی حیات اور ولادت کا مسئلہ بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ (سیّد صدر الدین، المہدیؑ: ص ۱۸۳۔ پیشوا امام دوازہم، ص ۳۸، موسسہ در راہ حق قم)

غیبتِ صغریٰ کے بعد غیبتِ کبریٰ کا آغاز ہوا جو اَب تک جاری ہے اور تب تک جاری رہے گا جب تک اذنِ خدا نہیں ہو جاتا۔ جونہی حکم ہوگا آپؑ ظہور فرمائیں گے۔ امام علیہ السلام کی غیبتِ صغریٰ اور کبریٰ دونوں کی پیشگوئی ائمہ اطہارؑ کے ذریعے کی گئی۔ یہ پیشگوئیاں مختلف راویوں، محدثین اور حفاظ اور نقل کے ذریعے کتبِ حدیث میں ضبط کی گئی ہیں۔ ہم اس بارے

میں چند احادیث کو نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔

(۱) امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

ہمارے امامؑ کی دو غیبتیں ہوں گی۔ دوسری غیبت پہلی غیبت سے زیادہ طویل ہوگی۔ اس غیبت کے دوران صرف وہی شخص عقیدۂ امامت پر قائم رہے گا جو یقین اور معرفت کامل کی دولت سے مالا مال ہوگا۔ (شیخ سلیمان قندوزی، ینابیع المودۃ: ج ۳، باب ۷۱، ص ۸۲)

(۲) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

امامِ غائب قائمؑ کی دو غیبتیں ہیں: ان دو غیبتوں میں سے ایک کے غیبت کے دوران کہا جائے گا کہ آپؑ وفات پا چکے ہیں۔ (نعمانی، الغیبۃ: ص ۱۷۳)

(۳) حضرت ابوبصیرؓ روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا تو امام علیہ السلام نے فرمایا: قائم آلِ محمدؐ کی دو غیبتیں ہوں گی۔ دوسری غیبت پہلی غیبت سے زیادہ طویل ہوگی۔ (نعمانی: الغیبۃ: ص ۱۷۳)

(۴) حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

امامِ غائب کی دو غیبتیں ہوں گی: ایک تھوڑے عرصے کے لیے اور دوسری طویل مدت کے لیے۔ (نعمانی، الغیبۃ: ص ۱۷۰، منتخب الاثر: فصل ۲، باب ۲۶، ص ۲۵۱-۲۵۳)

نُوابِ خاص

اُن دنوں نائب کی جگہ لفظ نُواب زیادہ استعمال ہوتا تھا۔ جس طرح لفظ سفارت اور سفیر سے امام مہدیؑ کے خاص نائبین، آپؑ کے چار اصحاب مراد ہیں جنھیں سابقہ ائمہؑ کی صحبت کا شرف بھی حاصل رہا ہے۔ یہ بزرگ شیعہ علماء اور متقی ترین افراد میں سے تھے۔ اُنھیں نُوابِ اربعہ کہا جاتا ہے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) ابوعمرو عثمان بن سعید عمری
(۲) ابوجعفر محمد بن عثمان بن سعید عمری
(۳) ابوالقاسم حسین بن روح نوبختی
(۴) ابوالحسن علی بن محمد سمری

آپؑ کے مختلف علاقوں میں وکلا اور نمایندے موجود تھے جیسے بغداد، کوفہ، اَہواز، ہمدان، قُم، رَے، آذربائیجان، نیشاپور وغیرہ میں۔ یہ لوگوں کے وسائل اور مشکلات کو بارگاہِ امام

تک پہنچانا اور امامؑ سے اُن کے جوابات اور توقیع لے کر لوگوں تک پہنچانا ان نُوابِ اَربعہ کی بالترتیب ذمہ داری تھی۔ ①

بعض محققین نے تحریر کیا ہے کہ ان چار افراد کی وکالت عمومی اور مطلق تھی۔ جبکہ باقی حضرات مخصوص موارد میں نیابت رکھتے تھے جیسے محمد بن جعفر اسدی، احمد بن اسحاق اشعری قمی، ابراہیم بن محمد ہمدانی، احمد بن حمزہ بن الیسع، محمد بن ابراہیم بہ مھزیار، حاجز بن یزید، محمد بن صالح، ابوہاشم داؤد بن قاسم جعفری، محمد بن علی بن بلال، عمر اَہوازی، ابومحمد وجنائی۔

نُوابِ اربعہ کی اساسی ذمہ داری

حضرت امام مہدی علیہ السلام کی طرف سے خاص نائبین اور وکلا کی اصل ذمہ داری حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے قائم کردہ رابطے والے چینل کو وسعت اور فعال کرنا تھا۔ اگرچہ اس چینل کو باقاعدہ طور پر حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام نے قائم کیا تھا اور استعمال بھی کیا تھا۔ یہ کام بارہویں آقا کے زمانے میں اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ ہم خاصِ نائبین (نُواب) کی فعالیت کے متعلق مختلف زاویہ نگاہ سے بحث کرتے ہیں۔

(الف): امامؑ کے نام اور جگہ کو پنہاں رکھنا

اگرچہ غیبت صغریٰ کے دوران فرزند زہراؑ کا دیدار، نُوابِ اربعہ اور مخصوص شیعوں کے لیے ممکن تھا۔ وہ اُن سے مستفید بھی ہوتے رہتے تھے۔ (طوسی، الغیبۃ، ص ۲۲۲-۲۴۶، صدوق، اکمال الدین، ص ۴۴، مطبوعہ جامعہ مدرسین، قم)

البتہ سیاسی مشکلات کی وجہ سے ہر نائب کی اپنے دور میں یہ ذمہ داری تھی کہ وہ اپنے مولا کا اسمِ گرامی اور رہائش گاہ کو پنہاں رکھیں، ورنہ امام کی جان کو خطرات لاحق ہوسکتے تھے۔ یہ پنہاں رکھنے کی سیاست اور اُس کے قواعد وضوابط، طریقۂ کار امامؑ کے حکم کی روشنی میں طے ہوتا تھا۔

ابتداء میں کسی سوال کے جواب میں آپؑ کی طرف سے جناب محمد بن عثمان (سفیر دوم)

---

① اس دور میں شیخ طوسیؒ کے بقول بغداد میں دس نمایندے محمد بن عثمان کی طرف سے مامور تھے۔ (الغیبۃ: ص ۲۲۵)

کے نام باقاعدہ توقیع مبارک اس مضمون کے ساتھ صادر ہو جاتی:

"اگر کوئی شخص میرا نام پوچھے تو جان لو اگر سکوت اختیار کرو گے تو جنت ہے۔ اگر کچھ بولو گے تو جہنم (انتظار کر رہی ہوگی)۔ ان لوگوں کا کہ اگر ان سے میرا نام پوچھا جائے تو وہ بتا دیں اور اگر میری سکونت کے متعلق استفسار کیا جائے تو وہ بتلا دیں"۔ (طوسی، الغیبۃ، ص ۲۲۲)

اسی طرح ایک دن عبداللہ بن جعفر حمیری اور احمد بن اسحاق اشعری دونوں شخصیات کا تعلق امامؑ کے اصحابِ خاص اور برجستہ شیعوں میں سے تھا، کی ملاقات امامؑ کے نائبِ اوّل عثمان بن سعید سے ہوئی اور اس سے پوچھا: کیا تم نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے جانشین کی زیارت کی ہے؟ اس نے مثبت جواب دیا۔ انھوں نے آپؑ کے اسمِ گرامی کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے سکوت اختیار کر لیا اور فرمایا:

اس بابت کوئی سوال کرنا تمھارے لیے حرام ہے۔ میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں کیونکہ حلال کو حرام اور حرام کو حلال کرنے کا اختیار میرے پاس نہیں ہے۔ یہ حکم بھی تو آپؑ کی طرف سے ہے۔ چونکہ عباسی حکومت یقین کیے بیٹھی ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے وقت کوئی اولاد نہیں تھی۔ تبھی تو آپؑ کی میراث ان میں تقسیم کی گئی جو وارث نہیں تھے (یعنی جعفر کذاب اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی والدہ ماجدہ)۔ اس موضوع کو صبر اور سکوت کے ساتھ امامؑ کے سامنے پیش کرنا۔ البتہ کسی میں یہ جرأت نہیں ہے کہ وہ آپؑ کے خاندان یا آپؑ کے ساتھ کسی قسم کا رابطہ کرے۔ اگر امامؑ کا اسمِ گرامی بتا دیا جائے تو اس کی بھی باقاعدہ سزا ہے۔ لہٰذا خدا کے واسطے ایسی ابحاث سے اجتناب کرو۔ (طوسی، الغیبۃ، ص ۲۱۹-۲۴۶)

جب ابوالقاسم حسین بن روح نائب تھے تب کسی نے مشہور شیعہ رہنما ابوسہل نوبختی سے سوال کیا کہ اس منصب کے لیے آپ کا انتخاب کیوں نہیں کیا گیا؟ انھوں نے جواب دیا: جنھوں نے انتخاب فرمایا ہے وہ سب سے زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ میرا کام دشمنوں کے ساتھ بحث اور مناظرہ کرنا ہے۔ میں بھی اگر حسین بن روح کی مانند آپؑ کے مقامِ سکونت سے آگاہ

ہوتا تو شاید مجھ پر بھی بہت زیادہ دباؤ ہوتا۔ ہوسکتا ہے میں ان کی رہائش گاہ سے آگاہ کردیتا، لیکن اگر امامؑ ابوالقاسم کی عبا کے نیچے بھی چھپے ہوئے ہوں اور اُسے ٹکڑے ٹکڑے کردیا جائے وہ کبھی اپنی عبا نہیں اُتارے گا۔ (طوسی، الغیبۃ: ص ۲۴۰۔ مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۱، ص ۳۵۹)

(ب): وکلا کے درمیان نظم وضبط برقرار رکھنا

جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں کہ عصرِ غیبت میں امامؑ کے وکلا اور نمایندے علاقائی سطح پر دیگر فعالیت کے علاوہ تشیع کے اتحاد و وحدت کے لیے اور ان کو ایک مرکز پر جمع ہونے کے لیے مسلسل تگ و دو کررہے تھے۔ اگرچہ یہ وکلا اور نمایندے امام دہم اور گیارھویں امامؑ کے اُدوار میں بھی موجود تھے۔ ماننے والے خود، وکلا یا نمایندوں کے ذریعے اپنے امامؑ سے رابطہ قائم رکھے ہوئے تھے۔ اپنے امامؑ سے رابطہ کرنا اُن کے لیے ممکن تھا مگر عصرِ غیبتِ صغریٰ میں رابطے کی یہ سہولت بالکل ختم ہوکر رہ گئی تھی۔ اس لیے جتنے وکلا اور نمایندے مختلف علاقوں میں فعالیت کررہے تھے وہ سب کے سب نائبِ خاص کی زیرِ سرپرستی اپنا کام جاری رکھے ہوئے تھے، اور اپنے اپنے وظیفے اور ذمہ داری پر عمل پیرا تھے۔ وہ اپنے سوالات، مشکلات اور وجوہاتِ شرعیہ نائبِ خاص کے ذریعے امام تک پہنچاتے تھے۔ صرف ابوجعفر محمد بن عثمانؒ عصرِ نیابت میں بغداد شہر میں دس افراد فعال تھے۔ (طوسی، الغیبۃ: ص ۲۲۵)

نُوابِ خاص جب مالی وجوہات وصول کرتے تو اُس کی رسید نہیں دیتے تھے جبکہ شیعہ حضرات جن دوسرے وکلا تک مالی وجوہات پہنچاتے تو پھر اُن سے رسید کا مطالبہ کرتے تھے۔ جیسا کہ محدثِ عظیم شیخ طوسیؒ نے نقل کیا ہے۔ محمد بن عثمانؒ کے آخری دور میں اس کے کہنے پر ایک شخص نے امام علیہ السلام سے مربوط مال جب حسین بن روحؒ کو دیا اور اُن سے رسید کا مطالبہ کیا پھر اس بابت حسین بن روح کا شکوہ محمد بن عثمانؒ سے کیا تو اُس نے حکم دیا کہ جناب حسین بن روح سے رسید کا مطالبہ نہ کیا جائے۔ یہی سمجھو کہ جو کچھ حسین بن روح کے ہاتھ پہنچا ہے وہ میرے ہاتھ میں پہنچ گیا ہے۔ (طوسی، الغیبۃ، ص ۲۲۵-۲۲۶)

(ج): مالِ امامؑ کی وصولی اور تقسیم

آپؑ کے نُوابِ خاص آپؑ سے متعلقہ اموال کو وصول کرتے جو شیعہ حضرات مختلف

علاقوں سے وکلا اور نمایندوں کے ذریعے اُن تک پہنچاتے تھے۔ پھر ان اموال کو امامؑ کی خدمت میں پہنچاتے یا پھر جن موارد میں امامؑ حکم دیتے، خرچ کر دیتے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت والے دن قُم اور ایران کے دوسرے شہروں سے چند شیعہ سامرہ شہر پہنچے۔ اُنھیں امام علیہ السلام کی شہادت کی خبر ملی۔ ان کے پاس اپنے اپنے علاقوں کے شیعوں کی مالی وجوہات تھیں۔ اُنھوں نے امام علیہ السلام کے جانشین کے متعلق سوال کیا تو بعض لوگوں نے نشاندہی کی کہ آپؑ کے بھائی جعفر کذاب امامِ وقت ہیں۔ اُنھوں نے معمول کے مطابق جعفر کذاب سے اس مال کی خصوصیات اور مقدار کے متعلق سوال کیا۔ اُن کا مقصد اندازہ لگانا تھا کہ موصوف کے پاس علمِ امامت ہے یا نہیں؟ جب جعفر مطلوبہ جواب نہ دے سکے تو ان حضرات نے اُنھیں مال نہ دیا۔ مجبوراً یہ حضرات اپنے وطن کا قصد کر کے سامرہ شہر سے کوچ کر گئے۔

سامرہ شہر سے باہر اُن کی کسی نے بڑی رازداری کے ساتھ حضرت امام مہدی علیہ السلام کی طرف رہنمائی کی۔ وہ خدمتِ امامؑ میں شرف یاب ہوئے۔ آپؑ نے اُموال کی خصوصیات بیان کیں تو اُنھوں نے سارا مال آپؑ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ تب امام علیہ السلام نے فرمایا:

> "اس کے بعد کوئی چیز سامرہ نہیں لانا۔ مَیں بغداد میں ایک شخص کو مقرر کروں گا۔ تم لوگ اس تک مال پہنچا دینا، اس کے ذریعے توقیع بھی صادر ہوا کرے گی۔ اس کے بعد ہی امامؑ نے عثمان بن سعیدؒ کو بطور نائبِ خاص مقرر فرمایا۔ اُنھوں نے بغداد میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنا شروع کر دیں"۔ (صدوق، اکمال الدین: ص ۴۷۶-۴۷۹)

د: عقائد اور فقہ سے متعلق سوالات کے جوابات

نُوابِ اربعہ کی فعالیت چند علاقوں تک محدود نہیں تھی۔ بظاہر ہم جن علاقوں کو شمار کر چکے ہیں بلکہ ان کی فعالیت کے دائرہ کار میں لوگوں کے فقہی اور شرعی سوالات کے جواب دینا اور لوگوں کے عقائد کے متعلق مشکلات کا حل کرنا بھی شامل تھا۔ وہ کئی مشکوک موضوعات پر مناظرے بھی کرتے تھے جس کے ذریعے وہ اپنے مخالفین کو پچھاڑ دیتے تھے۔ چونکہ مخالفین شیعیانِ امامؑ کو عقائد اور ذہنی فکری لحاظ سے پریشان کرتے تھے۔

نوابِ خاص امام علیہ السلام کی تعلیم کردہ علم و دانش کی بدولت ان مناظروں کو بڑے احسن انداز میں انجام دیتے تھے۔ جب ہم ان چاروں بزرگواروں کی فعالیت پر ایک نظر کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اُنھوں نے اس میدان میں بڑا زبردست کردار ادا کیا ہے اور اپنی کامیابیوں کے جھنڈے گاڑے ہیں۔

یہ حضرات ایک طرف وجودِ امامؑ کے متعلق اُٹھنے والے سوالات اور اعتراضات کے مدلل جواب دیتے تھے اور لوگوں کو راہِ ہدایت دکھاتے تھے وہاں پر امامؑ کے اُسرار و رُموز سے پردہ اُٹھاتے تھے۔ (صدوق، اکمال الدین: ص ۴۴۰-۴۴۱)

امام علیہ السلام بھی ایسے حساس مواقع پر توقیع مبارک صادر فرما کر اپنے ان وکلاء اور نمایندوں کی خصوصی مدد اور حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ (طوسی، الغیبۃ، ص ۱۷۶-۱۷۷)

دوسری طرف ان نائبین کی یہ ذمہ داری بھی تھی کہ وہ شیعیانِ جہان کے فقہی اور شرعی سوالات اور مشکلات کو بارگاہِ امامت میں پہنچا کر آپؑ سے اُن کے جوابات لے کر عامۃ الناس تک پہنچائیں۔ آپ نمونے کے طور پر ایک توقیع ملاحظہ کرسکتے ہیں جو حضرت محمد بن عثمانؒ کے نام پر صادر ہوئی، مگر اس میں اسحاق بن یعقوب کے سوالات کے جوابات دیے گئے ہیں۔ اسی طرح ایک تفصیلی توقیع بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے جو اہالیانِ قُم کے نمایندے (محمد بن عبداللہ بن جعفر حمیری) کے نام صادر ہوئی۔ (طوسی، الغیبۃ، ص ۲۲۹-۲۳۶)

اس کے علاوہ نوابِ خاص اپنے مخالفین کے ساتھ مناظرے کیا کرتے تھے اور ہمیشہ اُنھیں شکست سے دوچار کرتے تھے اور پھر یہ بات بڑے زور دے کر کہتے کہ ہم نے یہ جوابات اپنے امامؑ سے سیکھے ہیں جیسے ایک محفلِ مناظرہ میں جب حسین بن روحؒ نے شہادتِ امام حسین علیہ السلام پر اُٹھنے والے ایک سوال کا تفصیلی جواب دیا اور پھر دوسرے دن جب بعض شیعوں کی طرف سے یہ آواز اُٹھی کہ یہ تو اُس کی اپنی ذہنی اختراع پر مبنی جواب تھا تو اُنھیں مخاطب کرکے فرمایا:

"میں اگر آسمان سے گروں اور پرندوں کا لقمہ بن جاؤں یا پھر ہوا کے تند و تیز تھپیڑے میرے وجود کو ریزہ ریزہ کرکے کرۂ ارض پر بکھیر دیں تو

یہ میرے لیے اس سے کہیں بہتر ہے کہ میں دینِ خدا میں اپنی ذاتی رائے دوں۔ آپؑ نے جو کچھ بھی کل سنا تھا وہ میں نے حجتِ خدا سے سنا ہے"۔(طوسی، الغیبۃ: ص ۱۹۸-۱۹۹)

اسی طرح اس دور کے ایک ماہرِ علمِ کلام کے سوالات کے جوابات دیے جو اس نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی شہادت کے بارے میں کیے تھے کہ "ہر امامؑ تلوار سے شہید کیا گیا ہے یا زہر سے"۔ اور یہ سوال کیا کہ "حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو فضیلت اور برتری کیوں دی گئی ہے؟" (طوسی، الغیبۃ: ص ۲۳۸-۲۳۹)

اُنھوں نے ایسے جوابات دیے کہ آج کا دانشور بھی دادِ تحسین دینے پر مجبور ہے۔ اس موضوع پر مختصر اور مکمل جوابات میں نے آج تک نہیں سنے۔

نیابت کے جھوٹے دعویداروں سے مقابلہ

وہ لوگ جو جھوٹی وکالت اور نیابت کے دعویدار تھے یا جو عقائد کے لحاظ سے غالی تھے وہ نُوابِ اربعہ کی فعالیت کے خلاف تھے۔ جیسا کہ ہم سیرتِ امام ہادیؑ میں اس پر بحث کر چکے ہیں۔ بعض افراد جو منحرف، گمراہ اور جاہ طلب تھے، کی جانب سے چند بے اساس اور بے بنیاد قسم کے عقائد سامنے لائے گئے جیسے ائمہ اطہار علیہم السلام کی ربوبیت اور اُلوہیت کا عقیدہ وغیرہ۔ اسی طرح یہ حضرات اپنی ذات کے لیے منصبِ امامت ثابت کر کے خود کو امامؑ بنا کر پیش کرتے اور لوگوں سے خمس، زکوٰۃ اور دوسری وجوہاتِ شرعیہ وصول کرتے۔ اس قسم کے موضوعات تشیع کی بدنامی کا سبب بنتے اور اُن کے ذریعے ائمہ اطہار علیہم السلام کے لیے مشکلات ایجاد ہوتیں۔

عصرِ غیبتِ صغریٰ میں بھی مذکورہ افراد کے علاوہ ایسے گروہ بھی وجود میں آئے ہیں جو امام علیہ السلام کی جھوٹی سفارت اور نیابت کے دعویدار تھے۔ وہ امامؑ کے اموال میں بے جا تصرف کرتے تھے۔ وہ عقائد اور فقہی مسائل میں گمراہی پر مبنی گفتگو کرتے۔ ایسے مواقع پر امام علیہ السلام کی خصوصی رہنمائی حاصل کر کے نُوابِ اربعہ اُن کا مقابلہ کرتے۔ بعض اوقات ایسے افراد کی لعن طعن کے متعلق امامؑ سے توقیع بھی صادر ہوتی تھی۔

ابواحمد شریعی، محمد بن نصیر نمیری، احمد بن ہلال کرخی، ابوطاہر محمد بن علی بن بلال، حسین بن منصور حلاج، محمد بن علی شلمغانی وغیرہ کا تعلق ایسے ہی گروہ سے تھا۔ (طوسی، الغیبۃ: ص ۲۴۴)

شلمغانی کا شمار پہلے شیعہ فقہا میں ہوتا تھا۔ اُنھوں نے ایک کتاب "تکلیف" بھی تحریر کی مگر بعد میں غالی ہوکر منحرف ہوگئے اور کفر پر مبنی بیانات دینا شروع کر دیے۔ جیسے وہ نظریۂ حلول کی تاکید کرتے ہوئے کہا کرتے تھے کہ "پیغمبر اکرمؐ کی مقدس روح محمد بن عثمان (سفیر دوم) میں، حضرت علی علیہ السلام کی روح حسین بن روح میں اور حضرت فاطمہ زہراؑ کی روح محمد بن عثمان کی بیٹی اُم کلثوم کے اندر حلول کر آئی ہے"۔

جناب حسین بن روحؒ نے اس عقیدے کو کفر والحاد قرار دیا اور اُسے عیسائیوں کے عقائد میں شمار کیا اور اُن عقائد کو بڑی خوب صورتی سے رد فرمایا۔ ایسے باطل عقائد رکھنے کی وجہ سے اُسے اس کی قوم میں ذلیل ورُسوا کیا۔

ان تمام افکار وعقائد کو شلمغانی کی ذہنی تخریب کاری قرار دیا۔ ۳۱۲ھ ذی الحج میں حسین بن روحؒ کے ذریعے اس کے کفر پر توقیع مبارک صادر ہوئی جس مین اس کے بارے میں خصوصی لعن طعن کا ذکر فرمایا گیا۔ بالآخر ۳۲۳ھ میں یہ قتل ہوگیا۔ ①

غیبتِ کبریٰ اور فقہا کا کردار

جب حضرت امام مہدی علیہ السلام کے چوتھے نائب کی وفات حسرت آیات ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ساتھ غیبتِ کبریٰ کا آغاز ہوا۔ اس کے ساتھ جن علماء میں شرائط موجود تھیں وہ امامِ زمانہؑ کی طرف سے عمومی نائب قرار پائے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ نیابتِ خاصہ سے مراد یہ ہے کہ امامؑ کسی شخص کا اور اس کے والد کا نام لے کر باقاعدہ رسماً تعارف کرائیں اور اُسے اپنا نائب قرار دیں، جبکہ نیابتِ عامہ یہ ہے کہ امامؑ شرائط، کلیات، قواعد اور اُصول بیان کردیں کہ جس وقت بھی جس شخص کے اندر یہ شرائط پائی جائیں اسے نائبِ امامؑ کے عنوان سے تسلیم کرلیا جائے۔ یہی نائبِ امام دین ودنیا میں شیعیانِ جہان کا مرجع ہوتا ہے۔

---

① طوسی، الغیبۃ: ص ۲۴۸- ۲۵۴، ڈاکٹر حسین جاسم، تاریخ سیاسی امام دوازدہم، ص ۲۰۰-۲۰۵، مسعودی نے اس کے قتل کو ۳۲۲ھ میں تحریر کیا ہے۔

ائمہ اطہار علیہم السلام اور بالخصوص امام مہدی علیہ السلام نے متعدد روایات میں ان شرائط کو بڑی تفصیل سے بیان فرمایا: غیبتِ کبریٰ کے دوران مسلمانوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ جس شخص کے اندر مذکورہ شرائط پائی جائیں اُس کے حکم کے مطابق عمل کیا جائے۔ ہم ذیل میں ایسی چند روایات کو بطورِ نمونہ پیش کر رہے ہیں:

① عمر بن حنظلہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا کہ اگر دو شیعوں کے درمیان قرض یا ارث کی بابت جھگڑا ہو جائے۔ اگر وہ فیصلے کے لیے حکومتِ وقت کی طرف رجوع کرتے ہیں تو کیا یہ ان کا عمل جائز ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو شخص حق و باطل کے لیے ان کی طرف رجوع کرے گا وہ طاغوت [1] کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور ان سے جو حکم بھی اخذ کرے گا وہ مبنی بر حرام ہوگا۔ اگرچہ اُسے حق دار ثابت کیا جائے اور یہ حق پر بھی ہو۔

ارشادِ خداوند متعال ہو رہا ہے:

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ
(سورۂ نساء: آیت ۶۰)

"مگر یہ اپنے فیصلوں کے لیے طاغوت کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں حالانکہ اُنھیں طاغوت کا انکار کرنے کا حکم دیا گیا تھا اور شیطان اُنھیں گمراہ کر کے راہِ حق سے دُور لے جانا چاہتا ہے"۔

آپؑ نے فرمایا:

مَن كَانَ مِنكُمْ لِمَن رَوِىَ حَدِيثَنَا وَنَظَرَ فِي حَلَالِنَا وَحَرَامِنَا وَعَرَفَ أَحكَامَنَا فَارضُوا بِهِ حَكَمًا فَإِنِّي قَد جَعَلتُهُ عَلَيكُمْ حَاكِمًا فَإِذَا حَكَمَ بِحُكمِنَا فَلَم يَقبَل مِنهُ فَإِنَّمَا استَخَفَّ بِحُكمِ اللهِ وَعَلَينَا رَدٌّ

[1] طاغوت اُسے کہتے ہیں جو حکومتِ حق کے خلاف حکومت کرے اور اسلامی اصول و قواعد کے لحاظ سے اس منصب کا اہل نہ ہو وہ طاغوت ہے۔ اس کا صیغۂ مبالغہ طغیان ہے۔ طغیان یہ ہے جو حدِ تواتر سے اُوپر ہوتا ہے۔

وَالرَّادُّ عَلَيْنَا الرَّادُّ عَلَى اللهِ وَهُوَ عَلٰى حَدِّ الشِّرْكِ بِاللهِ (کلینی، اُصولِ کافی، مکتبہ الصدوق، تہران، ج ۱، ص ۶۷، شیخ حرعاملی، وسائل الشیعہ، دارالاحیاء التراث العربی، بیروت، ج ۱۸، باب ۱۱، ابواب صفات القاضی، ص ۹۹)

”آپؑ نے فرمایا: وہ دیکھیں کہ تم لوگوں میں ہماری روایات کون نقل کر رہا ہے اور کس کی نظر ہمارے حلال و حرام پر ہے اور کون ہے جو صاحبِ نظریہ بھی ہے اور ہمارے احکام و قوانین کی مکمل شناخت رکھتا ہے۔ اُسے اپنا حاکم تسلیم کرو اور اُس کی حکومت قبول کرو۔ گویا ہم نے اُسے تم لوگوں پر حاکم قرار دیا ہے۔ اگر وہ ہماری اساس کے مطابق حکم دیتا ہے اور پھر اگر کوئی شخص اُسے قبول نہیں کرتا ہے ایسے شخص نے گویا حکمِ خدا کو سبک شمار کیا ہے اور ایسے شخص نے ہمیں رد کیا ہے اور جو شخص ہمیں ٹھکرائے گا گویا کہ اس نے خدا کو ٹھکرایا ہے۔ یہ شرک کی منزل ہے“۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ فرمان عمومی ہے جو کلیات پر مبنی ہے۔ اس کا مفاد تمام واجد الشرائط فقہا کو شامل ہے۔ جس صورت میں امامؑ راضی نہ ہوں وہاں ایک جزئی مسئلے میں بھی طاغوتی حکومت کی طرف رجوع کرنے پر امامؑ راضی نہیں ہوتے ہیں۔ اگر امامؑ ایک جزوی مسئلے میں راضی نہیں ہیں تو پھر دوسرے تمام اُمور اور مسائل میں کس طرح راضی ہوجائیں گے۔ اس لیے تمام مسلمانوں کا ایک ادارہ ہونا چاہیے جو عادل شیعہ فقہا کی زیرِ نگرانی کام کرے۔

۲ اسحاق بن یعقوب روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد بن عثمانؒ (امامِ زمانہؑ کے دوسرے نائب) سے میں نے درخواست کی کہ میرا خط میرے مولاؑ و آقا کے محضر میں پہنچایا جائے جس میں مَیں نے اپنی مشکلات اور مسائل کو تحریر کیا ہے۔ امام علیہ السلام نے بذاتِ خود اس کا جواب تحریر فرمایا ہے۔

میرے سوالات میں ایک یہ تھا کہ آنے والے عصرِ غیبتِ کبریٰ میں ہم کس کی طرف

رجوع کریں؟ آپؑ نے اس کا جواب تحریر فرمایا:

وَاَمَّا الحَوَادِثُ الوَاقِعَةُ فَارجِعُوْا فِیْهَا اِلٰی رُوَاةِ حَدِیْثِنَا فَاِنَّهُمْ حُجَّتِی عَلَیْکُمْ وَاَنَا حُجَّةُ اللهِ

"آنے والے حالات و واقعات میں ہماری احادیث کے راویوں کی طرف رجوع کیا جائے وہ ہماری طرف سے تم پر حجت ہیں اور میں خدا کی طرف سے اُن پر حجت ہوں"۔ (طوسی، الغیبۃ: ص ۱۷۷۔ طبری: ص ۴۵۲۔ شیخ حر عاملی، وسائل: ج ۱۸، ص ۱۰۱۔ طبرسی، احتجاج: ج ۲، ص ۱۶۳)

اگرچہ اسحاق بن یعقوب نے اس خط کے اندر اپنے شرعی وظیفے کے متعلق سوال کیا تھا، مگر امام علیہ السلام نے عمومی اور کُلی جواب سے سرفراز فرمایا، تاکہ اس کے ذریعے تمام شیعوں کا شرعی وظیفہ مشخص ہوجائے۔

امام مہدیؑ اور کتب اہلِ سنت

جیسا کہ ہم پہلے بھی اشارہ کرچکے ہیں عقیدۂ مہدویت اور اُس سے متعلق تمام موضوعات، امام مہدیؑ کا وجود، آپؑ کا ظہور صرف مذہب شیعہ کے عقائد و نظریات کا حصّہ نہیں ہے بلکہ اہلِ سنت کے بزرگ محدثین نے بھی ان موضوعات سے متعلق احادیث نقل کی ہیں جو صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کے مختلف طرق سے نقل کی گئی ہیں۔ مذہب شیعہ اور اُس کی کتب و آثار سے ہٹ کر دوسرے اسلامی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت امام مہدی علیہ السلام اور ان کے ظہور کے متعلق روایات کی ایک کثیر تعداد نقل کی ہے۔

ہمارے اعداد و شمار کے مطابق اہلِ سنت کے بزرگ اور اکابر علماء نے اپنی کتب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۳۳ صحابہ کرام سے روایات نقل کی ہیں۔ (آیت اللہ لطف اللہ صافی، نوید امن وامان: ص ۹۱-۹۲)

جبکہ اہلِ سنت کے ۱۰۶ مشاہیر اور بزرگ علماء نے امامِ غائب کے ظہور کے متعلق اپنی کتب میں احادیث نقل کی ہیں۔ ان میں سے بتّیس علمائے کرام نے اس موضوع پر مستقل

کتب تحریر فرمائی ہیں۔ (آیت اللہ لطف اللہ صافی، نوید امن و امان: ص ۹۵-۹۶)

مسند احمد حنبل (متوفی ۲۴۱ھ) صحیح بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) کی کتب اہلِ سنت کی مشہور ترین کتب ہیں جو امامؑ کی ولادت سے قبل تحریر کی گئی ہیں۔ اُنھوں نے بھی امام مہدیؑ کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں۔ ①

من جملہ احمد بن حنبل سے منقول ہے کہ یہ حدیث پیغمبر اسلام ﷺ سے منقول ہے جس میں آپؐ نے ارشاد فرمایا:

لَوۡلَمۡ یَبۡقَ مِنَ الدُّنۡیَا اِلَّا یَوۡمٌ لَبَعَثَ اللهُ عَزَّوَجَلَّ رَجُلًا مِنَّا یَمۡلَأُهَا عَدۡلًا کَمَا مُلِئَتۡ جَوۡرًا (مسند احمد حنبل، ج ۱، ص ۹۹، دار الفکر، بیروت)

"اگر اس جہان کی عمر کا ایک دن بھی باقی بچ جائے پھر بھی خداوند کریم ہمارے خاندان سے ایک شخص کو اُٹھائے گا جو اس جہان کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جس طرح یہ جہان ظلم و جور سے بھرا ہوا ہوگا"۔

اہلِ سنت کی کتب میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق کثیر تعداد میں احادیث نبویہ ذکر کی گئی ہیں جن میں آپؑ کی علامات اور صفات کا باقاعدہ ذکر کیا گیا ہے۔ علمِ حدیث کے حفاظ اور اہلِ سنت کے عظیم حفاظ نے ان احادیث کو متواتر ② قرار دیا ہے۔

ایک اجمالی تحقیق کے مطابق اہلِ سنت کے ۱۷ بزرگ علماء نے اپنی کتب میں حضرت

---

① صحیح بخاری، طباعت اوّل، شرح و تحقیق شیخ قاسم شامی رفاعی، بیروت، ج ۴، ص ۹۳۳، ۹۳۵، نزول عیسیٰ بن مریم۔ مسند احمد: ج ۱، ص ۸۴، ۹۹، ۴۴۸، ج ۳، ص ۲۷-۳۰۔ سنن ابن ماجہ، تحقیق محمد فواد الباقی، دار احیاء التراث العربی، ج ۲، ص ۱۳۶۶، ۱۳۶۸، کتاب الفتن، باب ۳۴، باب خروج المہدی، حدیث ۴۰۸۲، ۴۰۸۸۔

② تواتر اور متواتر، علم حدیث کی اصطلاحات ہیں۔ متواتر حدیث سے مراد وہ حدیث ہوتی ہے جسے ایک ایسی جماعت نے نقل کیا ہو کہ (جوئی حد نفسہ کہ قرآن ملا کر) اس پر اتفاق کیا ہو، یہ اتفاق ایسی جماعت کا جو کذب پر اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ اس کا لازمہ یہ ہوتا ہے کہ روایت کے مضمون سے علم کا استفادہ ہوتا ہے۔ (رک بہ مدیر شانہ چی کاظم، علم الحدیث دفتر انتشارات اسلامی قم، وابستہ بہ جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، مطبوعہ سوم، ۱۳۶۲ھ، ص ۱۴۴)

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں منقول روایات کو تصریح قرار دیا ہے۔ ①

علامہ شوکانی نے ان روایات کا تواتر ثابت کرنے کے لیے باقاعدہ (التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر والدجال والمسیح) کے نام سے کتاب تالیف کی ہے۔ (صافی، نوید امن وامان، ص ۹۱)

لہٰذا مناسب یہی ہے کہ ہم بطورِ نمونہ اہلِ سنت کے چند مشہور علماء کے اقوال کو پیش کریں تاکہ ہمارے محترم قارئین مستفید ہوسکیں۔

علامہ شوکانی نے (التوضیح فی تواتر ماجاء فی المنتظر والدجال والمسیح) حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں احادیث نقل کرنے کے بعد کہا ہے:

وَجَمِیعُ مَا سُقْنَاهُ بَالِغٌ حَدَّ التَّوَاتُرِ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی مَنْ لَہٗ فَضْلُ اطّلاعٍ فَتَقَرَّرَ بِجَمِیعِ مَا سُقْنَاهُ اَنَّ الْاَحَادِیثَ الْوَارِدَةَ فِی الْمَهْدِیِّ الْمُنْتَظَرِ مُتَوَاتِرَة ..... وَهٰذَا یَکْفِی لِمَنْ کَانَ عِنْدَہٗ ذَرَّةٌ مِنْ اِیْمَانٍ وَقَلِیْلٌ مِنْ اِنْصَافٍ (نقل از غایۃ المرام المامول فی شرح التاج للاصول، تالیف شیخ منصور علی ناصف، درحاشیہ التاج، داراحیاء الکتب العربیہ، طبع دوم، ج ۵، ص ۳۲۷)

”ہم نے جتنی بھی احادیث ذکر کی ہیں وہ سب کی سب حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں جیسا کہ مطلع اور آگاہ لوگ بخوبی جانتے ہیں۔ پس ہم نے جو روایات نقل کی ہیں وہ مسلّم اور متواتر ہیں۔ پس جن افراد میں ذرّہ برابر بھی ایمان ہے ہم نے انصاف اُن پر چھوڑ دیا ہے“۔

→ اس لحاظ سے تواتر کا مطلب ثبوتِ قطعی بھی ہوتا ہے۔ حدیث تواتر کو حدیث ثابت اور قطعی بھی کہتے ہیں۔ اس سے مراد وہ حدیث بھی ہے جس کے راوی سب بیان شدہ ہوں اور وہ کتب میں بہت زیادہ نقل کی گئی ہو۔ مشائخ اور محدثین کے ذریعے سینہ بہ سینہ، ضبط بہ ضبط، نسل در نسل دوسروں تک پہنچی ہو۔ اس کا پیغمبر اکرمؐ یا ائمہ اطہارؑ سے صدور قطعی ہو (حکیمی، محمد رضا، خورشید مغرب، ناشر نشر فرہنگ اسلامی، ص ۹۹، ۱۳۱۰ھ ش)

حافظ ① ابوعبداللہ گنجی شافعی (متوفی ۶۵۸ھ ق) کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان، باب ۱۱ پر تحریر کرتے ہیں:

تَوَاتُرُ الْاَخْبَارِ وَاسْتِفَاضَت بِکَثْرَةِ رُوَاتِهَا عَنِ الْمُصْطَفٰی فِي اَمْرِ الْمَهْدِی (منتخب الاثر، ص ۵)

"امام مہدی علیہ السلام کے متعلق جتنی روایات نقل کی گئی ہیں وہ بہت ساری ادلہ کی روشنی میں حدِ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں"۔

مشہور و معروف حافظ ابنِ حجر عسقلانی شافعی (متوفی ۸۵۲ھ ق) کتاب فتح الباری جو صحیح بخاری کی شرح ہے، میں تحریر کرتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ بِاَنَّ الْمَهْدِی مِن هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَنَّ عِیْسٰی یَنزِلُ وَیُصَلِّي خَلْفَهُ (فتح الباری، بشرح صحیح البخاری، ناشر دار المعرفۃ، بیروت، ج ۶، ص ۴۹۳-۴۹۴)

"متواتر احادیث بھی موجود ہیں جو حکایت کر رہی ہیں کہ مہدی اسی اُمت سے ہوں گے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمانوں سے نازل ہو کر اور اُن کے پیچھے نماز ادا کریں گے"۔

مومن شبلنجی تحریر کرتے ہیں:

تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ عَنِ النَّبِيِ بِخُرُوْجِهٖ وَاَنَّهٗ مِنْ اَهْلِ بَیْتِهٖ وَاَنَّهٗ یَملأُ الْاَرْضَ عَدْلًا (نور الابصار، ص ۱۷۰، مکتبہ المشہد الحسینی، ص ۱۴۰)

"پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متواتر احادیث منقول ہیں کہ جو بیان کرتی ہیں کہ امام مہدیؑ کا تعلق اہلِ بیتِ رسولؐ سے ہوگا اور وہ زمین کو عدل و انصاف سے پُر کر دیں گے"۔

شیخ محمد صبان تحریر کرتے ہیں:

---

① حافظ اسے کہتے ہیں جو سنن رسولؐ پر احاطہ رکھتا ہو، ان کے اختلافی اور اتفاقی موارد سے آگاہ ہو، راویانِ حدیث کے حالات اور طبقات سے مکمل آگاہ ہو۔ (مدیر شانہ چی، ج ۲، ص ۲۲)

تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ عَنِ النَّبِیِ بِخُرُوْجِہٖ وَاَنَّہٗ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَاَنَّہٗ یَمْلَأُ الْاَرْضَ عَدْلًا (اسعاف الراغبین در حاشیہ نور الابصار، ص ۱۴۰)

"پیغمبر اکرم ﷺ سے متواتر احادیث نقل کی گئی ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ امام مہدیؑ قیام فرمائیں گے اور اُن کا تعلق خاندانِ رسولؐ سے ہوگا۔ وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے"۔

شیخ منصور علی ناصف (الازھر) کے بزرگ علماء میں شمار کیے جاتے ہیں اُنھوں نے ایک نفیس کتاب (التاریخ الجامع الاصول)[1] تالیف فرمائی ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں: گذشتہ اور آج کے علماء کے درمیان مشہور ہے کہ "آخری زمانے میں حتماً اور یقیناً پیغمبر اکرمؐ کی اہلِ بیتؑ میں سے ایک شخص بنام امام مہدیؑ قیام کرے گا۔ جو تمام اسلامی ممالک پر اپنی فتوحات کے جھنڈے گاڑے گا۔ سارے مسلمان اُس کے پیروکار بن جائیں گے۔ وہ اُن کے درمیان عدل و انصاف کو عام کریں گے، دین کو قوت حاصل ہوگی تب دجال بھی اُٹھے گا۔ اسی دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں سے نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے یا پھر دجال کے قتل میں امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ تعاون کریں گے"۔

امام مہدی کے متعلق پیغمبر اکرم ﷺ کی احادیث، فرامین اور اقوال کو آپؐ کے اصحاب نے نقل کیا ہے جیسے عظیم محدثین ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، طبرانی، ابویعلیٰ، بزار، امام احمد حنبل، حاکم، نیشاپوری وغیرہ نے اپنی کتب میں تحریر کیا ہے۔ (التاج الجامع للاصول، قاہرہ، داراحیاالکتب، العربیہ، طبع سوم، ج ۵، ص ۳۱۰)

اہلِ سنت کے عظیم محقق ابنِ ابی الحدید اس بارے میں نقل کرتے ہیں:

وَقَدْ وَقَعَ اِتِّفَاقُ الْفِرَقِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَجْمَعِیْنَ عَلٰی اَنَّ الدُّنْیَا وَالتَّکْلِیْفَ لَا یَنْقَضِیْ اِلَّا عَلَیْہِ

---

[1] اس کتاب کے مقدمے میں ذکر ہے اس مقصد کے لیے یہ کتاب تالیف کی گئی ہے تاکہ حدیث کے پانچ اصولوں کو جمع کر کے اطمینان کا ذریعہ قرار دیا جائے۔ یہ اصول اہلِ سنت کی مشہور کتب میں تحریر شدہ ہیں۔ یہ کتاب پانچ جلدوں پر مشتمل ہے۔ مولف نے ہی اس کی شرح بنام "غایۃ المامول" تحریر کی ہے۔ اس کی شرح میں تحریر ہے کہ یہ چھپ چکی ہے۔

"تمام اسلامی فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ یہ دنیا اپنے طبعی انجام تک پہنچے گی جب امام مہدیؑ کا ظہور ہوگا"۔ (شرح نہج البلاغہ، داراحیاء الکتب العربیہ، ۱۹۰۰، ج ۱۰، ص ۹۶)

امام مہدی علیہ السلام کے والدِ بزرگوار

جہاں تک اس موضوع کا تذکرہ ضروری ہے کہ اہلِ سنت کے بعض مدارک اور منابع میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے والد گرامی قدر کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ ان کا باقاعدہ تعارف عبداللہ کے نام سے کرایا گیا ہے، جبکہ شیعہ وسُنی فریقین کی نقل کردہ لاتعداد روایات دلالت کرتی ہیں کہ آپؑ کے والد گرامی قدر کا اسمِ گرامی حسن ہے۔ اس اختلاف کا سرچشمہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ایک جملہ ہے جس میں آپؐ کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔

يُوَاطِئُ اِسْمُهُ اِسْمِي وَاِسْمُ أَبِيهِ أَسْمُ أَبِي

"مہدیؑ میرا ہم نام ہوگا اس کا باپ میرے باپ کا ہم نام ہوگا"۔ (سنن ابن داؤد، دارالفکر، بیروت، ج ۴، ص ۱۰۶۔ کتاب الفتن والملاحم، کتاب المہدی: حدیث ۴۲۸۲، سیوطی، تاریخ الخلفاء: ص ۲۷۲، مکتبہ المثنی بغداد)

وہ قرائن جو ہمیں دستیاب ہیں بتاتے ہیں کہ آخری جملہ "اُن کا والد میرے والد کا ہم نام ہوگا"۔ یہ عمداً یا سہواً پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منسوب کردیا گیا ہے جبکہ آپؐ کا قول تھا "وہ میرا ہم نام ہوگا"۔

حافظ گنجی شافعی اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں: ترمذی نے اس جملے کو نقل کیا ہے، جبکہ آخری جملہ اس میں نہیں ہے۔ (محمد بن عیسٰی بن سودہ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ، صحاح ستہ میں ایک کے مصنف ہیں)۔ [1]

اس حدیث کو احمد بن حنبل نے نقل کیا ہے، جو نقلِ حدیث میں کافی تحقیق و دقیق ہیں۔

---

[1] حدیث کا اصل متن: قال رسول الله لا تذهب الدنيا حتى يملك العرب رجل من اهل بيتي يواطئ اسمه اسمي۔ سنن ترمذی، داراحیاء التراث، ج ۴، ص ۵۰۵، باب ۵۲، (ماجاء فی المهدی) حدیث ۲۲۳۰-۲۲۳۱)

اُنھوں نے (مسند) میں چند مقامات پر یہ حدیث نقل کی ہے مگر اس میں آخری جملہ نہیں ہے۔
جناب حافظ گنجی اضافہ کرتے ہیں کہ اکثر روایات جو حافظانِ حدیث اور قابلِ اعتماد اور موثق محدثین نے نقل کی ہیں، ان میں آخری جملہ نہیں ہے۔ صرف ایک حدیث میں یہ جملہ موجود ہے۔ اُسے "زائدہ" نے عاصم سے نقل کیا ہے۔

یہ جملہ یوں نگاہوں کے سامنے آتا ہے جسے زائدہ نے اس جملے کا حدیث میں اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے لہٰذا اس کا نقل کرنا معتبر نہیں ہے۔

اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ اس حدیث کا اصل راوی "عاصم" ہے اور حافظ ابونعیم نے کتاب "مناقب المہدی" میں اکتیس راویوں کے نام تحریر کیے ہیں۔ اُنھوں نے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ سب نے حدیث عاصم سے سنی ہے، مگر کسی نے بھی آخری جملہ نہیں سنا۔ صرف زائدہ نے جو حدیث نقل کی ہے اس میں آخری جملہ موجود ہے لیکن ان تمام روایات کے سامنے اس کی نقل کردہ روایت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ [1]

ابنِ خلدون اور احادیثِ مہدیؑ

عبدالرحمن بن محمد بن خلدون مغربی (۷۳۲ھ تا ۸۰۸ھ) جیسا کہ آپ نے ملاحظہ کیا ہے اہلِ سنت کے علما کی کثیر تعداد اِتفاق (اجماع) کے قریب ہے۔ انھوں نے امام مہدی علیہ السلام سے متعلق روایات اور احادیث کو صحیح اور موردِ قبول قرار دیا ہے۔ صرف چند افراد نے ان کا انکار کیا ہے یا ان میں شک کیا ہے۔ ان میں ایک شخصیت جناب ابنِ خلدون کی بھی ہے۔
موصوف تحریر کرتے ہیں:

> "تمام مسلمانوں میں ہر زمانے میں یہ بات مشہور رہی ہے کہ آخری زمانے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندان سے ایک مرد ظہور کرے گا جو دین کی تائید کرے گا اور عدل کو عام کرے گا۔ مسلمان اُس کی پیروی کریں گے، انھیں تمام اسلامی ممالک پر تسلط حاصل ہوگا۔ اس شخصیت کا

---

[1] منتخب الاثر میں صافی نے ص ۲۳۱-۲۳۵، موسوعہ امام المہدیؑ، ج ۱، ص ۱۳، ۱۲ اس بارے میں دوسرے احتمالات بھی ہیں مگر ہم اختصار کی وجہ سے انھیں نقل نہیں کر رہے۔

اسمِ گرامی مہدی ہوگا، اس کے ساتھ ہی دجال بھی اُٹھے گا اور اس سے مربوط حادثات ظاہر ہوں گے۔ یہ تمام چیزیں قیامت کے مسلمہ مقدمات میں سے ہیں۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے قیام کے ساتھ ہی دجال بھی قیام کرے گا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے، دجال کو قتل کرنے کے لیے یا پھر دجال کے قتل میں امام مہدی علیہ السلام کی مدد کریں گے اور پھر امام مہدی علیہ السلام کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے"۔

محدثین کے سرکردہ افراد جیسے ترمذی، ابوداؤد، بزار، ابنِ ماجہ، حاکم، طبرانی، ابویعلیٰ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق احادیث کو اپنی کتب میں نقل کیا ہے۔ صحابہ کرام کا ایک گروہ جیسے حضرت علیؑ، ابنِ عباسؓ، عبداللہ بن عمر، طلحہ، عبداللہ بن مسعود، ابوہریرہ، انس، ابوسعید خدری، اُمِ حبیبہؓ، اُمِ سلمہؓ، ثوبان، قرہ بن ایاس، علی ہلالی اور عبداللہ بن حارث سے نقل کی ہیں۔

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جو حضرات ان احادیث کے منکر ہیں اُنھوں نے ان کی اسناد میں بحث وتمحیص کرتے ہوئے شک وتردّد کا اظہار کیا ہو۔ اہلِ حدیث کے علماء کے درمیان مشہور ہے کہ جرح [1] ہمیشہ تعدیل [2] پر مقدم ہوتا ہے۔

بنابرایں اگر ہم ان احادیث کے بعض راویوں میں چند ضعیف نکات ملاحظہ کرتے ہیں جیسے غفلت، حافظہ کی کمزوری، صحیح عقیدے سے انحراف، تو پھر درجۂ اعتبار سے ساقط ہوجائیں گی۔ (مقدمہ، الطبعۃ الرابعہ، داراحیاء التراث العربی، ص ۳۱۱-۳۱۲)

اس نے ان روایات کے نقل کی وضعت اور اُن راویان کے متعلق تحقیق کو بھی پیش کیا

---

[1] جرح اور تعدیل علمِ حدیث شناسی کی دو اصطلاح ہیں۔ جرح سے مراد یہ ہے کہ حدیث یا احادیث کا راوی یا رواۃ۔ ہر حدیث شناس افراد کی طرف سے جاہل، جھوٹا، غالی وغیرہ جیسے الزامات لگیں۔ جس کے بعد اُس کی نقل کردہ حدیث معتبر نہیں رہتی۔

[2] تعدیل سے مراد یہ ہے کہ راوی پر عادل، موثق وغیرہ جیسے عناوین صادق آتے ہیں۔ اس راوی کی حدیث طبعاً قبول کرلی جائے گی۔ البتہ یہ جو ہم نے ذکر کیا ہے یہ جرح وعدل کا وہ معیار ہے جو اہلِ تشیع کے ہاں ہے۔ البتہ اہلِ سنت کے ہاں کئی معیارات اور تعریفیں کی گئی ہیں۔

ہے۔ اُس نے بعض راویوں کو غیر موثق قرار دیتے ہوئے اضافہ کیا ہے۔ یہ ان روایات اور احادیث کا مجموعہ ہے جو احادیث کے ائمہ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے قیام کے بارے میں نقل کی ہیں۔ آپ نے ملاحظہ کی ہیں ان کی ایک معمولی سی مقدار کے علاوہ باقی سب مخدوش ہیں۔ (مقدمہ ابنِ خلدون، ص ۳۲۲)

یہ تھا ابنِ خلدون کا نظریہ اور اُس کا خلاصہ جو اس نے امام مہدی علیہ السلام کے متعلق منقولہ روایات کے بارے میں دیا ہے۔ علمِ حدیث کے ماہرین نے (اعم از شیعہ و سُنی) بڑے روشن دلائل کے ساتھ ابنِ خلدون کے نظریات کو رد کرتے ہوئے اُنھیں بے بنیاد قرار دیا ہے۔
(دادگستر جہان، ص ۳۹-۴۰، مہدی انقلابی بزرگ، ص ۱۵۹-۱۶۵، منتخب الاثر، ص ۵)

ہم یہاں بطورِ نمونہ المدینہ یونیورسٹی کے سربراہ جناب شیخ عبدالمحسن عباد کے نظریے کو بطورِ نمونہ پیش کر رہے ہیں۔ اُنھوں نے عقیدہ اھل السنة والاثر فی المھدی المنتظر کے عنوان سے منعقد ہونے والی کانفرس میں کھلے عام ابنِ خلدون کے نظریے کو رد کرتے ہوئے کہا ہے:

الف: اگر امام مہدی علیہ السلام کے متعلق منقولہ روایات میں شک اور تردّد کسی علمِ حدیث کے ماہر کی طرف سے ہوتا تو اُسے ایک لغزش شمار کیا جاسکتا تھا، جب کہ ابنِ خلدون تو ایک مؤرخ تھے۔ علمِ حدیث کے ماہر نہیں تھے، تبھی تو اُن کے بارے میں شیخ احمد شاکر نے بڑا خوبصورت جملہ کہا ہے کہ ابنِ خلدون اس چیز کے تعاقب میں ہیں جس کے بارے میں آگاہی نہیں رکھتے۔ اس میدان میں اُترے ہیں جس کے وہ بندے ہی نہیں تھے۔ اُنھوں نے اپنے مقدمہ کی جس فصل کو امام مہدی علیہ السلام کے ساتھ مخصوص کیا ہے اُس میں اپنی عجیب و غریب پریشانی کا اظہار کیا ہے اور موصوف کئی اشتباہات اور خطاؤں کے بھی مرتکب ہوئے ہیں۔

اُصولاً وہ محدثین کے اس جملے (جرح، تعدیل پر مقدم ہوتی ہے) کا مقصد اور مفہوم نہیں سمجھ سکے ہیں۔

ب: اُنھوں نے امام مہدی علیہ السلام کے نام مختص فصل کے آغاز میں خود اعتراف کیا ہے کہ مسلمانوں کے ہاں طولِ تاریخ میں اور ہر دور میں یہ بات مشہور رہی ہے کہ آخری زمانے میں

ایک مرد خاندانِ پیغمبرؐ سے ظہور کرے گا۔ گویا اُنھوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ طولِ تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کے ہاں یہ بات مشہور بھی تھی اور قابلِ قبول بھی تو پھر کتنا ہی اچھا ہوتا اگر موصوف بھی دوسروں کی طرح اس عقیدے کو تسلیم کر لیتے؟ اتنا کچھ تسلیم کرنے کے بعد کیا باقی مسلمانوں سے اختلاف کرنا اور منفرد عقیدہ رکھنا ضروری تھا؟ کیا یہ ایک قسم کی کج روی اور تکروی نہیں ہے؟ کیا مسلمانوں سے غلطی سرزد ہوئی ہے اور صرف ابنِ خلدون ہی حقیقت کو سمجھ پائے ہیں؟

اگر اصولاً دیکھا جائے تو یہ کوئی اجتہادی موضوع نہیں ہے، بلکہ یہ تو نقلی اور غیبی موضوع ہے۔ اس موضوع (مسئلے) کو قرآن وسنت کے علاوہ کسی دوسری دلیل سے رد کرنا جائز نہیں ہے۔ چونکہ عام مسلمانوں کے عقیدے کو مذکورہ دلیل بڑی خوش اُسلوبی سے ثابت کر رہی ہے اور اس موضوعِ نقلی کی اپنی خصوصیات ہیں۔

ج: ابنِ خلدون نے ان احادیث پر بحث وتحقیق سے قبل ہی کہہ دیا ہے کہ (ہم یہاں ان احادیث کو نقل کر رہے ہیں، جو اس موضوع کے متعلق نقل کی گئی ہیں)۔ (مقدمہ ابنِ خلدون: ص ۳۱۱)

پھر ان احادیث کو نقل کرنے کے بعد تحریر کرتا ہے کہ (یہ ان احادیث کا مجموعہ ہے جو حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق تھیں اور ہم نے یہاں ذکر کی ہیں)۔ ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتا ہے [1] جبکہ موصوف نے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بہت ساری احادیث کے بارے میں یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ تو کہیں نقل ہی نہیں کی گئی ہیں۔ جبکہ یہ مقصد تب حل ہوتا ہے جب العرف الوردی فی اخبار المہدی کی طرف رجوع کیا جائے تو البتہ موصوف نے بھی ان احادیث کے بارے میں بھی زبردست غفلت کا ارتکاب کیا ہے جو ابنِ قیم نے المنار المنیف میں نقل کی ہیں۔

---

[1] یہ کچھ مؤرخین نے نقل کیا ہے۔ ہم نے بھی سب کچھ جو ہماری توان وطاقت میں تھا، نقل کر دیا ہے۔ مقدمہ ابنِ خلدون، ص ۳۲۷

ابنِ خلدون نے ان احادیث کی ایک خاطر خواہ تعداد ایسی نقل کی ہے کہ بعض راویوں نے جن کی سند پر اشکال کیا ہے، حالانکہ یہ وہ راوی ہیں جن سے بخاری، مسلم نے بھی اور حد نقل صحاح ستہ میں ان سے روایات کی گئی ہیں۔ کسی بھی دانشور نے ان کی سند پر اعتراض نہیں کیا ہے۔

ابنِ خلدون نے اعتراف کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں نقل شدہ احادیث کی معمولی مقدار ایسی ہے جن کی سند پر کوئی اشکال نہیں ہوتا ہے۔

بنابرایں یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ روایات قلیل تعداد میں ہیں جو قابلِ قبول ہیں جو ایک مدعا کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں اور بچ گئیں باقی احادیث تو وہ ان احادیث کی تائید کرتی ہیں۔ ①

امام مہدیؑ کا انکار اور عقیدہ مہدویت کے دعویدار

اگر ہم تاریخ اسلام پر ایک نظر کریں تو طولِ زمان میں جاہ و مقام اور فوائد حاصل کرنے والوں نے عقیدۂ مہدویت کا دعویٰ کیا ہے یا پھر لوگوں نے اس قسم کے فرد کو بطورِ امام مہدیؑ تسلیم کیا ہے۔ یہ تمام چیزیں بتاتی ہیں کہ امام مہدیؑ پر عقیدہ اس لیے رکھا جاتا ہے چونکہ وہ ایک غیبی نجات دہندہ ہے۔ یہ بات مسلمانوں کے ہاں ایک مسلّم امر ہے اور اسے قبول کرتے ہیں۔ چونکہ جتنے افراد نے امام مہدی علیہ السلام ہونے کا دعویٰ کیا ہے ان پر امامِ زمانہؑ کی بعض علامات اور نشانیاں منطبق ہوتی رہی ہیں۔ تبھی تو اُنھوں نے اس سے سوئے استفادہ کرتے ہوئے خود کو امام مہدیؑ ظاہر کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی شخص بذاتِ خود امام مہدیؑ ہونے کا دعویٰ نہ کرے لیکن نادان عوام اُسے امام مہدیؑ بنانے پر بضد ہوجائے۔

بعض اوقات ظالم اور بدبخت حکومتوں اور گروہوں نے بھی اس قسم کے کرشمے دکھلائے ہیں۔ ہاں البتہ اس کی دوسری علل و اسباب بھی ہوسکتے ہیں۔ جیسے امامِ زمانہؑ کی اصل علامات اور نشانیوں میں غور و فکر کیے بغیر ہی کسی فرد کو امامِ مہدیؑ تسلیم کرلینا۔ جیسے مسلمانوں کے ایک

---

① شیخ عبدالمحسن عبد کے نظریات الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ کے رسالے میں ماہ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ ق، شمارہ ۳، سالِ اول میں چھپ چکے ہیں۔ ان کو ہم نے موسوعۃ الامام المہدیؑ، ج ۱، میں نقل کی ہے۔

گروہ نے محمد بن حنفیہ کو امام مہدیؑ کا ہم نام اور ہم کنیت ہونے کی وجہ سے امام مہدیؑ ماننا شروع کردیا تھا۔ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ آپؑ غائب ہیں، فوت نہیں ہوئے اور بعد میں ظہور کریں گے اور دنیا پر اپنا تسلط قائم کریں گے۔ (نوبختی، فرق الشیعہ، المطبعۃ الحیدریہ، نجف ۱۳۵۵ھ، شہرستانی، الملل والنحل، منشورات رضی، ج۱، ص ۱۳۲)

محمد جو نفسِ ذکیہ کے نام سے مشہور تھے عبداللہ بن حسن کے فرزند تھے۔ منصور دوانقی عباسی کے دور میں اُس نے قیام کیا۔ اُس نے صرف اپنے اور اپنے باپ کے نام کی مشابہت کی وجہ سے دعویٰ کیا تھا کہ مَیں ہی مہدیؑ موعود ہوں۔ اس دعوے کے ساتھ ہی اُس کے گرد حامیوں اور جاںنثاروں کا اکٹھ ہونے لگا۔ (ابنِ طلقطقا، الفخری، طبع بیروت، ص ۱۶۵-۱۶۶)

نفسِ ذکیہ کے قیام کے دوران مدینہ منورہ کے محمد بن عجلان جو عابد، زاہد اور فقیہہ بھی تھے، نے نفسِ ذکیہ کی مدد کی لیکن جب اُسے شکست ہوگئی اور جعفر بن سلیمان حاکمِ مدینہ مقرر ہوا تو اُس نے ابنِ عجلان کو اپنے دربار میں طلب کیا اور پوچھا کہ تم نے اس جھوٹے کا ساتھ کیوں دیا ہے؟ اور ساتھ ہی حکم دیا ہے کہ اس کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں۔

مدینہ منورہ کے فقہاء اور اشراف نے جعفر بن سلیمان سے استدعا کی کہ ابنِ عجلان کو معاف کردیا جائے۔ سب نے عرض کیا: ابنِ عجلان مدینہ منورہ کا فقیہ، عابد اور زاہد شخص ہے۔ اس کے لیے صورتِ حال واضح نہیں تھی۔ اس نے یہ سمجھا کہ محمد بن عبداللہ وہی مہدی موعود ہے جس کا تذکرہ روایات میں موجود ہے۔ (ابوالفرج الاصفہانی، مقاتل الطالبین، مطبوعہ المکتبۃ الحیدریہ، نجف، ص ۱۹۳، ۱۳۲۵ھ)

بالکل ایسی صورت حال کا سامنا عبداللہ بن جعفر کو بھی تھا جو مدینہ منورہ کے عظیم محدث اور عالم تھے۔ اُنھوں نے بھی حاکمِ مدینہ کی خدمت میں یہی عذر پیش کیا کہ میں نے محمد بن عبداللہ کی مدد کی۔ چونکہ مجھے یقین ہوچلا تھا کہ یہ وہی مہدی موعود ہیں جن کا تذکرہ ہماری روایات میں موجود ہے۔ لہٰذا جب تک محمد بن عبداللہ زندہ رہا میں اپنے یقین پر قائم رہا لیکن جونہی وہ قتل ہوا میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ مہدی نہیں ہے۔ اس کے بعد اب میں کبھی دھوکہ نہیں کھاؤں گا۔ (ابوالفرج الاصفہانی، مقاتل الطالبین، ص ۱۹۵)

منصور جس کا نام عبداللہ تھا، اُس نے اپنے بیٹے کا نام محمد اور لقب مہدی رکھ کر دعویٰ کر دیا تھا کہ مہدی موعود یہی میرا فرزند ہے نہ کہ نفسِ ذکیہ۔ (ابوالفرج، مقاتل الطالبین، ص ۱۶۲)

ہم دیکھتے ہیں کہ بعض فرقوں نے اپنے پیشواؤں اور اماموں کے متعلق یہی عقیدہ رکھا کہ وہ امام مہدیؑ ہیں، جیسے فرقہ ناووسیہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو ہی امام مہدیؑ زندہ، غائب اور جانے کیا کچھ سمجھتے تھے۔ (شہرستانی، ملل ونحل، ج ۱، ص ۱۴۸)

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بارے میں فرقہ "واقفیہ" کا بھی یہی عقیدہ تھا۔ آپؑ کی وفات حسرتِ آیات نہیں ہوئی، آپؑ کو شرق وغرب پر ضرور تسلط حاصل ہوگا۔ آپؑ ہی ساری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم سے بھر چکی ہوگی۔ آپؑ ہی قائمؑ اور مہدیؑ ہیں۔ (نوبختی، فرق الشیعہ، ص ۸۰-۸۳)

اسی طرح حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد بھی ایک گروہ نے آپؑ کی شہادت کا انکار کیا اور کہنے لگے: آپؑ زندہ ہیں اور غائب ہیں۔ آپؑ ہی مہدیؑ اور قائمؑ ہیں۔ (نوبختی، فرق الشیعہ، ص ۹۶)

یہ تمام مثالیں اور شواہد بتاتے ہیں کہ نظریۂ مہدویت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک مسلّمہ موضوع ہے اور اُمت بڑے تسلسل کے ساتھ ایک ایسے شخص کی منتظر رہی ہے جو قیام کرے گا۔ لوگوں کو ظلم وستم سے نجات دلائے گا۔ اس کی حاکمیت کا عادلانہ پرچم ساری دنیا پر لہرائے گا۔

یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر بعض اَدوار میں چند مداری قسم کے افراد نے عقیدۂ و نظریۂ مہدویت سے سوئے استفادہ کرنے کی کوشش کی ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم اصل مسئلہ مہدویت کا انکار کر دیں۔ چونکہ طولِ تاریخ میں ایسے بازی گر قسم کے افراد نے دوسرے موضوعات پر بھی ہاتھ صاف کرنے کی مذموم کوششیں کی ہیں۔ خدا نبیؐ اور امام مہدیؑ بننے کے دعویداروں کی کثیر تعداد موجود ہے۔ اسی طرح خود ساختہ اَدیان کی بھی ہرگز کمی نہیں ہے، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ لوگ اصلِ وجودِ خدا اور نبوت کا انکار کر دیں۔

ہمارے دور میں لوگ علم و دانش اور صنعت سے سوئے استفادہ کر رہے ہیں بلکہ ان

کے ذریعے انسانیت کے خلاف کام لیا جارہا ہے۔ کیا اُسے دلیل بنا کر ہم علم وصنعت کی نفی کردیں؟

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ م بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ○ (سورۂ انبیاء: آیت ۱۰۵)

"ہم نے توارات کے بعد زبور میں تحریر کیا ہے کہ آخر میں میرے صالح بندے زمین پر زمین کے وارث قرار دیے جائیں گے"۔

وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○ (سورۂ قصص: آیت ۵)

"ہم نے ارادہ کر رکھا ہے کہ ہم زمین پر مستضعف افراد پر اپنی نعمت نازل کریں گے اُنھیں رہنما وہادی اور زمین کا وارث قرار دیں گے"۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ م بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا (سورۂ نور: آیت ۵۵)

"خداوند نے تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالح انجام دینے والوں کے ساتھ وعدہ فرمایا ہے کہ حتماً اُنھیں کرۂ ارض پر اپنا خلیفہ بنائے گا، جس طرح اللہ نے اس سے قبل زمین پر خلفا بنائے ہیں اور اُن کے لیے اپنا پسندیدہ دین بھی مستقر فرمایا ہے، ترس وخوف کے بدلے اُنھیں امن وامان اور آرام عطا فرمائے گا۔ (جو لوگ) میری عبادت کرتے ہیں اور کسی کو میرا شریک نہیں ٹھہراتے ہیں"۔

عصرِ غیبت میں وجودِ امامؑ کے فوائد

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں ہماری بحث یہاں تک پہنچی تھی کہ ہم آپؑ کے

بارے میں اُٹھنے والے مشہور ترین سوالات پر بحث کریں۔ عصرِ غیبت میں وجودِ امامؑ کا فائدہ کیا ہے؟ بالفاظِ دیگر عصرِ غیبت میں امامؑ خصوصی (وانفرادی) طرز کی زندگی بسر کر رہے ہیں نہ کہ اجتماعی جو ایک امام و رہنما کے شایانِ شان ہوتی ہے۔ تو ایسی زندگی عام لوگوں پر کیا اثر ڈالتی ہے؟ لوگ اس سے کس طرح مستفید ہو سکتے ہیں؟

البتہ توجہ ضروری ہے کہ غائب ہونے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپؑ کا وجودِ مقدس ایک اَن دیکھی روح یا اَن دیکھی موج وغیرہ کی شکل میں تحلیل ہو گیا ہے بلکہ آپؑ تو ایک طبعی زندگی بسر فرما رہے ہیں۔ صرف اتنی بات ہے کہ آپؑ کی عمر طویل ہے۔ انسانی معاشرے بلکہ معاشرے کے عینِ قلب میں آپؑ کی رفت و آمد رہتی ہے۔ آپؑ مختلف مقامات پر زندگی بسر کرتے ہیں، مگر نامعلوم اور ناشناس فرد کی مانند چونکہ (غیر مرئی) اور غیر شناس کے درمیان بڑا فرق ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: ''لوگ اپنے امامؑ کو کھو دیں گے۔ امام صرف موسمِ حج میں تشریف لائیں گے، لوگوں کو دیکھیں گے، مگر لوگ انھیں نہیں دیکھ پائیں گے''۔ (کلینی، اُصولِ کافی، مکتبہ الصدوق، تہران، ۱۳۸۱ھ، ج ۱، ص ۳۳۸)

خورشید پنہاں

مذکورہ سوال کی بابت ہم اتنا عرض کریں گے کہ یہ سوال نہ تو نیا ہے اور نہ ہی صرف ہمارے دور میں اُٹھایا گیا ہے بلکہ اسلامی روایات کا ماحصل یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت سے قبل یہ سوال کیا گیا تھا۔ جب پیغمبر گرامیؐ قدر اور ائمہ اطہار علیہم السلام نے امام مہدی علیہ السلام، اُن کی طویل غیبت کے بارے میں سوالات کے جوابات دیے تو ان سوالوں میں یہ سوال بھی موجود تھا۔ ہم ان سوالات کے چند نمونے پیش کیے دیتے ہیں۔

① اس سوال کے جواب میں کہ کیا عصرِ غیبت میں آپؑ کے شیعہ آپؑ کے وجود سے کوئی فائدہ اُٹھا پائیں گے؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اس رب کی قسم جس نے مجھے نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا ہے لوگ عصرِ غیبت میں اپنے امامؑ کے وجود سے بہرہ مند ہوں گے، اُن کے نُورِ

ولایت سے مستفید ہوں گے جس طرح بادلوں کے پیچھے چھپے سورج سے لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں"۔ (علامہ مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۲، ص ۹۳، ج ۳۶، ص ۲۵۰)

۲ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "جب سے آدمؑ کو خدا نے خلق فرمایا ہے تب سے لے کر روزِ قیامت تک یہ زمین کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں ہوگی۔ ظاہری طور پر حجت موجود ہوگی یا پھر غائب و پنہاں انداز میں اگر حجتِ خدا نہ ہو تو پھر خدا کی عبادت بھی نہ ہو"۔

راوی نے عرض کیا: لوگ پنہاں و غائب امامؑ سے کس طرح استفادہ کریں گے؟

آپؑ نے فرمایا: جس طرح بادلوں کے پیچھے چھپے سورج سے بہرہ مند ہوتے ہیں۔ (علامہ مجلسی، بحارالانوار: ص ۹۲)

۳ خود امامِ زمانہؑ نے بھی اسی معنی پر اعتماد کیا ہے۔ محمد بن اسحاق کے ذریعے جو اسحاق بن یعقوب کے نام جو توقیع مبارک صادر فرمائی اس میں تحریر فرمایا ہے کہ "جس طرح بادلوں کے پیچھے چھپے سورج سے لوگ مستفید ہوتے ہیں اسی طرح وہ میرے وجود سے بھی مستفید ہوں گے"۔ (شیخ طوسی، الغیبۃ: ص ۱۷۷، مجلسی، بحارالانوار: ج ۵۲، ص ۹۲۔ اربلی علی بن عیسیٰ، کشف الغمہ: ج ۳، ص ۳۲۲)

ہم اس تشبیہ کی بابت عرض کیے دیتے ہیں کہ سورج دو طریقوں سے ضیا پاشی کرتا ہے:

① مستقیم طریقے سے

② غیر مستقیم طریقے سے

جب سورج مستقیم انداز میں ضیا پاشی کر رہا ہو تو اس کی شعاعوں کو دیکھا جا سکتا ہے جبکہ غیر مستقیم طریقے سے بادلوں کی تہہ سورج کے آگے آجاتی ہے جو سورج سے ضیا لے کر آگے پہنچاتی ہے۔ البتہ طبیعی حیات پر سورج کی شعاعوں کے اثر انداز ہونے کا کوئی مخصوص وقت نہیں ہے، جیسے گرمی پیدا کرنا۔ ان شعاعوں کے اثرات سے جڑی بوٹیوں، گھاس پھوس کا بڑھنا، زندگی کا پہیہ چلانے کے لیے ضروری انرجی کی فراہمی، شگوفوں کا کھلنا، پھولوں کا مہکنا، یہ سب کچھ تب ہوتا ہے جب سورج بادلوں کی اُوٹ میں چھپا ہوتا ہے۔ اسی طرح امامؑ کی ولایت کی شعاعیں غیبت کے پردوں کے اندر سے بھی اپنا اثر دکھلاتی ہیں۔ ان کے بھی متعدد اثرات ہیں

کہ اگر یہ شعاعیں نورافشانی نہ کریں تو تعلیم وتربیت کا سلسلہ رُک جائے۔ معاشرے کی رہبری اور رہنمائی، رُشد وہدایت والا سلسلہ موقوف ہو جائے۔ ہم یہاں چند اثرات پر مستقل طور پر بحث کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

جانِ جہاں

کثیر تعداد میں موجود روایات اوران دلائل کی اساس پر جو علماء و دانشوروں نے پیش کی ہیں اسلامی فکر و بینش کی دنیا میں امامؑ کا وجود جانِ جہاں ہوتا ہے۔ امامؑ اس جہاں کے قلب کی مانند ہوتی ہے۔ اس جہانِ ہستی کا مرکزی اور اساسی ترین نکتہ ہوتے ہیں جو اس عالم اور اُس عالم کے خالق کے درمیان واسطۂ فیض ہیں۔ اس لحاظ سے وجودِ امامؑ کے سامنے حاضر اور غیب ہونے کی کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ امامؑ کا وجود اس کائنات کے لیے ضروری ہے ورنہ اس جہان کا نظام درہم برہم ہو کر رہ جائے۔

جیسا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

لو بقیت الارض بغیر امام لساخت

"اگر زمین وجودِ امامؑ سے خالی ہو تو یہ اپنے اندر بسنے والوں کو اُلٹا کر کے رکھ دے"۔ (کلینی، اصولِ کافی: ج ۱، ص ۱۷۹۔ صدوق، اکمال الدین: ج ۱، ص ۲۰۱-۲۱۰)

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: "یہ ہمارے وجود کا صدقہ ہے کہ خداوند متعال نے آسمان کو بغیر ستون وسہارے کے صرف اپنے حکم سے باقی رکھا ہے۔ یہ ہمارے وجود کا صدقہ ہے کہ خداوند کریم نے زمین کو اُس کے باسیوں کے لیے راحت وسکون کا سبب قرار دیا ہے۔ ہمارے وسیلے سے بارشیں برستی ہیں اور خداوند اپنی رحمت کو وسعت عطا فرماتا ہے اور زمین کو نعمتوں اور برکات سے پُر کر دیتا ہے۔ اگر ہم میں سے کوئی اس زمین پر موجود نہ ہو تو یہ زمین اپنے باسیوں کو تہس نہس کر کے رکھ دے"۔ (صدوق، امالی: ص ۱۱۲، ۳۵۔ صدوق، اکمال الدین: باب ۲۲، ص ۲۰۷، جوینی خراسانی، فرائد السمطین: ص ۴۵-۴۶)

دینِ خدا کی حفاظت

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے خطبات میں ہر دور کے لیے امامؑ کے وجود کو ضروری گردانتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ بَلٰی ، لَا تَخلُوا الاَرْضُ مِن قَائِمٍ لِلّٰہِ بِحُجَّۃٍ اِمَّا ظَاھِرًا مَشھُوْدًا اَوْ خَائِفًا مَغمُوْرًا لِئَلَّا تَبطُلَ حُجَجُ اللّٰہِ وَبَیِّنَاتِہٖ

"بخدا ایسے ہے کہ زمین کسی بھی لمحے ایسی حجتِ خدا اور قیام کنندہ کے وجود سے خالی نہیں ہوتی، جو حجت اور دلیل سے خالی ہو، خواہ وہ حجت اور امام ظاہر و آشکارا ہو، خواہ پنہاں اور غیبت میں جب تک خدا کی روشن اَدِلّہ اور واضح نشانیاں مٹ نہیں جاتیں امامؑ کا وجود باقی رہے گا"۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید، المناقب، اخطب خوارزم، ص ۲۶۴)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جب انفرادی افکار، طریقوں، سلیقوں اور مذہبی مسائل میں آمیزش ہوتی ہے، تغیر و تبدل ہوتا ہے تب مفسدہ والا ہاتھ بھی دراز ہو جاتا ہے۔ اس کی زد میں آسمانی تعلیمات آجاتی ہیں۔ قوانینِ الٰہیہ کی اصلیت اور حقیقت محو ہونے لگتی ہے۔ دین ان ہاتھوں میں پہنچ جاتا ہے جو اس کو نقصان پہنچاتے ہیں بلکہ ناقابلِ تلافی پہنچا سکتے ہیں۔

اگر دینِ خدا کی اصالت و حقیقت کی حفاظت مدِنظر ہے تو پھر تغیرات و تحریفات کے سامنے پُل باندھنا ہوگا۔ یہ حفاظت امام معصومؑ ہی کے ذریعے ممکن ہوسکتی ہے۔ ہر اہم ادارے اور موسسے میں (ناپذیر آسیب کا صندوق موجود ہوتا ہے جس کے اندر اس موسسہ کی اہم اسناد اور کوائف جمع ہوتی ہیں، تاکہ ہر طرح کے خطرات سے اس کی مکمل حفاظت یقینی بنائی جا سکے)۔

امام علیہ السلام کا سینہ اور اَرفع و اعلیٰ روح بھی ایک ایسا بینک ہوتا ہے جو دینِ خدا کی اسناد کو تغیرات و تحریفات سے محفوظ رکھ سکتا ہے، تاکہ ہر چیز اپنی اصلی شکل و صورت میں محفوظ رہے۔ ان تعلیمات کی خصوصیات، ان کا آسمانی و الٰہی ہونے کی بھی حفاظت ممکن ہوسکے"۔ (آیت اللہ ناصر مکارم، مہدی انقلابی بزرگ، طبع دوم، ص ۲۵۸)

حافظ ابن حجر عسقلانی صحیح بخاری کی شرح میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور امام مہدی علیہ السلام کے انقلاب وظہور کے وقت ان کی موجودگی کو بیان کرنے والی احادیث کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت امام مہدی علیہ السلام کی اِقتداء میں نماز ادا کریں گے۔

مزید تحریر کرتے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں جب قیامت نزدیک ہوگی اس اُمت کے ایک مرد کی اقتداء میں نماز پڑھیں گے۔ ہر چیز دلیل ہے کہ اسلامی دانشوروں کا نظریہ اور عقیدہ صحیح ہے۔ زمین ہرگز حجتِ خدا کے وجود سے خالی نہیں ہوسکتی۔ دلائل و براہین سے آشکارا اور ثابت ہے کہ امام مہدی علیہ السلام خدا کے لیے قیام کریں گے۔ زمین کبھی حجتِ خدا سے خالی نہیں ہوگی۔ (فتح الباری، شرح صحیح بخاری، طبع دارالمعرفۃ، بیروت، ج ۶، ص ۲۹۴)

اُمید کا مرکز

جنگ کے میدانوں میں اسلام کے سربازوں، جانثاروں، فداکاروں اور مجاہدوں کے ایثار سے پرچمِ اسلام سربلند ہے۔ دوسری طرف اُن کے مدمقابل دشمنانِ اسلام نے بھی پرچم بلند کیے ہیں جسے سرنگوں کرنے کی کوشش اسلامی مجاہدین برابر کرتے چلے آرہے ہیں۔ پس کوئی ایسی ہستی ہونی چاہیے جو اسلام کے سپاہیوں کے دلوں میں ولولہ و جوش اور جدوجہد کا جذبہ برقرار رکھ سکے۔

اسلامی لشکر کے لیے ایک ایسے کمانڈر کا وجود ضروری ہے، جو ہیڈکوارٹر میں موجود رہے، چاہے وہ خاموش اور ساکت ہی کیوں نہ ہو۔ اس کے وُجود سے بھی مجاہدین کی رگوں میں دوڑنے والا خون گرم ہوتا ہے جو اُنھیں جدوجہد پر مجبور کرتا ہے۔ چونکہ ایک سپاہی کے لیے سب سے اہم چیز یہ ہوتی ہے کہ میرا کمانڈر زندہ ہے، مجھے اپنا پرچم بہرصورت بلند رکھنا ہے۔

جیسے ہی کمانڈر اور سالار کے قتل کی خبر سپاہیوں تک پہنچتی ہے تو بڑے سے بڑا لشکر بھی

نفسیاتی طور پر کھوکھلا ہو جاتا ہے۔ مجبوراً انھیں کسی سپہ سالار کی ضرورت کا احساس ہوتا ہے۔

ایک معاشرے کا سربراہ یا کسی لشکر کا کمانڈر جب تک زندہ رہے چاہے وہ سفر پر ہو یا بستر مرگ پر، اُس کے وجود سے نظام چلتا رہتا ہے اور نظم و ضبط برقرار رہتا ہے۔ مگر جب اُس کے قتل یا شہادت کی خبر پھیل جائے تو سب کے سروں پر یاس و نا اُمیدی کی گرد جم جاتی ہے۔

شیعہ معاشرے کا عقیدہ ہے کہ اُن کا امامؑ زندہ و جاوید ہے، اگرچہ یہ حضرات اپنے امامؑ کو اپنے درمیان موجود نہیں پاتے ہیں اور اُن کے دیدار سے بھی محروم ہیں۔ مگر وہ خود کو تنہا اور لاوارث نہیں سمجھتے ہیں۔ اس عقیدے کا سب سے عظیم نفسیاتی فائدہ یہ ہے کہ دلوں کے اندر اُمید کا چراغ ہر دم روشن رہتا ہے۔ سارا جہان ہر دم اور ہر لمحے خودسازی، اپنی تیاری اور اپنے امامؑ کی طرف متوجہ رہتا ہے، تاکہ وہ اس عظیم قیام کو پا سکے۔ (آیت اللہ مکتوم، مہدی انقلابی بزرگ، ص ۲۵۵-۲۵۶)

فرانس کی یونیورسٹی سوربن مستشرق کے پروفیسر ہنری کربن جو فلسفے کے اُستاد ہیں، کا کہنا ہیں کہ: "میرے عقیدے کے مطابق شیعہ مذہب وہ واحد مذہب ہے جس نے خالق اور مخلوق کے درمیان رابطے اور سلسلہ و ہدایت کو ہمیشہ محفوظ رکھا۔ وہ استمراراً، کراراً، حراراً سلسلۂ ولایت کو زندہ رکھے ہوئے ہیں"۔

یہودی مذہب کے پیروکار نبوت کو خالق اور مخلوق کے درمیان رابطہ سمجھتے ہیں۔ یہ رابطہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی وفات کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ اس کے بعد یہودیوں نے حضرت مسیحؑ اور حضرت محمد ﷺ کی نبوتوں کو قبول ہی نہیں کیا، جس کے سبب ان کا اپنے رب سے رابطہ منقطع ہو کر رہ گیا ہے۔

اسی طرح مسیحی حضرات حضرت عیسیٰؑ پر رُک گئے اور اہلِ سنت حضرات سرکارِ محمد مصطفیٰ ﷺ پر رُک گئے۔ پس ان مذاہب کے ہاں دورِ حاضر میں خالق اور مخلوق کے درمیان رابطے کا فقدان ہے۔ یہ امتیاز صرف مذہب تشیع کا ہے کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم الانبیاءؑ تسلیم کرتے ہیں اور اُن کے بعد ولایت کو اپنے رب کے ساتھ رابطے کا ذریعہ قرار دیتے ہیں

جس کے ذریعے مکمل ہدایت حاصل کر پاتے ہیں۔ چونکہ اُن کے عقیدے کے مطابق ان کا امام ؑ زندہ اور پردے میں ہے۔[1]

[1] سہ ماہی مکتب تشیع (علامہ طباطبائی اور پروفیسر ہانری کربن کے درمیان ہونے والے مذاکرات اور انٹرویوز جو تشیع کے بارے میں تھے۔ ص ۲۰، ۱۳۳۹ھ ش۔ اس کا ایک حصہ سیرہ پیشوایان آقای مہدی پیشوائی سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

فصلِ پنجم

امام مہدی علیہ السلام اہلِ سنت کی کتب میں

اہلِ سنت کے بزرگ علمائے اَعلام نے اقرار کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ہی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزندِ ارجمند ہیں۔

امام مہدی علیہ السلام اور اہلِ سنت کے عظیم منابع

(جیسا کہ عظیم محقق شیخ علی دورانی کی کتاب "اہلِ سنت کے علماء اور امام مہدیؑ")

ہماری گفتگو کے مطابق بعض اہلِ سنت برادران بضد ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام والا موضوع تو صرف شیعوں کے ساتھ مخصوص ہے، اور اہلِ بیتؑ کے پیروکاروں کا نظریہ حقیقت و حقانیت سے بہت دُور ہے۔

آیئے ہم منصف مزاج افراد کے وجدانوں کو جج قرار دے کر اپنے عقائد کو اہلِ سنت کے مدارک و منابع سے پیش کرتے ہیں جس سے ہمارے قارئین کو ان شاء اللہ آگاہی نصیب ہوگی کہ میراثِ مصطفیٰ یعنی عترتِ رسولؐ و آلِ رسولؐ پر کس قدر مظالم ڈھائے گئے۔

امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں جو علمائے اہلِ سنت نے روایات نقل کی ہیں کی اکثریت کی اساس پر امام مہدی علیہ السلام امام حسین علیہ السلام کے پوتے بنتے ہیں۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لسانِ اقدس سے آپؑ کے جو اُوصاف اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں جس کی ایک جھلک ہم نے بھی اس کتاب میں پیش کی ہے۔ یہ تمام روایات بزرگ صحابہ کرام سے نقل کی گئی ہیں جو اہلِ سنت کے مدارک اور منابع کا سرمایۂ افتخار ہیں۔ صحاح ستہ جن میں صحیح نسائی کو چھوڑ کر چونکہ اُنھوں نے اپنی کتاب کا نام تو سنن رکھا ہے مگر اس میں صرف احکامِ دین کے مدارک اور فقہ اسلامی سے متعلق احادیث جمع کی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

۱ مسند احمد:

تمام کتب سے قبل ہم اہلِ سنت کی عظیم اور انتہائی قابلِ ذکر کتاب مسند احمد حنبل کو پیش کرتے ہیں۔ اس میں امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں احادیث جمع کی گئی ہیں (آپ ان کو مسند کی جلد نمبر ۱، جلد نمبر ۲، جلد نمبر ۳ اور جلد نمبر ۵ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں)۔

حضرت احمد حنبل، فرقہ حنبلیہ کے امام ہیں۔ ان کی وفات ۲۴۱ھ میں ہوئی۔ یہ امام نہم حضرت امام محمد تقی علیہ السلام اور امام دہم حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔ مسند احمد قدیم ترین اور معتبر ترین کتب میں سے ایک ہے۔ اور اہلِ سنت کے عظیم منابع اور مدارک میں شمار کی جاتی ہے۔

۲ صحیح بخاری:

صحیح بخاری دوسری بڑی عظیم کتاب ہے۔ اس کے مصنف حضرت محمد بن اسماعیل بخاری (متوفی ۲۵۶ھ) مشہور ترین محدث تھے۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہم عصر تھے۔ جس سال حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی اسی سال اُن کی وفات ہوئی۔ انھیں ائمہ اہلِ بیتؑ سے ایک خاص قسم کا تعصب تھا۔ اس کے باوجود اُنھوں نے اپنی صحیح کتاب ''کتاب الاحکام'' میں بارہ اماموں کے بارے میں احادیث نقل کی ہیں جیسے مشہور حدیث کہ بارہ اماموں کا تعلق قریش سے ہوگا۔ اسلام کی عزت و ناموس کا دارومدار اُن کے ساتھ ہوگا۔ اس پر مزید اضافہ یہ کیا کہ بخاری میں ''باب نزول عیسیٰ بن مریم'' تحریر فرمایا جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں بھی اشارہ فرمایا ہے۔

۳ صحیح مسلم:

صحیح مسلم کے مصنف جناب مسلم بن حجاج نیشاپوری (متوفی ۲۶۱ھ) ہیں۔ اگرچہ موصوف بھی امام بخاری کے مانند بضد تھے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا نام نہ لیا جائے۔ لیکن اُنھوں نے کتاب الفتن واشراط الساعۃ اور اپنی صحیح کتاب کا باب نزولِ عیسیٰؑ بھی تدوین فرمایا۔ یہ صحاحِ ستہ میں دوسری صحیح کتاب ہے۔ اس میں مذکورہ موضوع کے متعلق احادیث نقل کی گئی ہیں۔

④ سنن ابنِ ماجہ:

اس کے بعد ابنِ ماجہ قزوینی (متوفی ۲۷۳ھ) نے اپنی کتاب سنن میں جو اہلِ سنت کی صحاح میں سے ایک ہے۔ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے متعلق احادیث جمع کی ہیں اور ایک علیحدہ باب "بابِ خروج المہدی" کے نام سے ذکر کیا ہے۔

⑤ سنن ابوداؤد:

اسی وقت ابوداؤد سیستانی (متوفی ۲۷۵ھ) نے اپنی کتاب سنن میں جو صحاح ستہ میں سے ایک ہے، کے اندر امام مہدیؑ موعود کے بارے میں احادیث جمع کر کے ایک علیحدہ کتاب بنام "کتاب المہدی" تحریر فرمائی ہے۔

⑥ سنن ترمذی:

اسی دوران جنابِ ترمذی (متوفی ۲۷۹ھ) نے کتاب الفتن جو ان کی سنن کا حصہ ہے، میں ایک علیحدہ باب "باب ماجاء فی المہدی" ذکر کیا ہے۔ اس میں امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں ساری روایات جمع کی ہیں۔

یہ چھے محدثین اہلِ سنت کے عظیم اکابرین اور سرمایۂ افتخار علماء میں سے ہیں (امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام مسلم، ابنِ ماجہ، ابوداؤد، ترمذی)۔ اُنھوں نے امام مہدی علیہ السلام کے متعلق روایات حضرت عمر بن خطاب، حضرت عبداللہ ابن مسعود، عبداللہ بن عباس، ثوبان جو حضرت عمر کا غلام تھا، حضرت جابر بن عبداللہ انصاری، حضرت جابر بن سمرہ، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص، حضرت انس بن مالک، حضرت ابوسعید الخدری اور اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ سے نقل کی ہیں۔

احادیثِ امام مہدیؑ اور بعد والے علماء

بعد میں آنے والے علمائے کرام نے اپنے اساتذہ کی اِتباع کرتے ہوئے اپنی عظیم اور اہم کتب میں امام مہدی علیہ السلام کے متعلق احادیث کو اجمالاً اور تفصیلاً بھی ذکر کیا ہے۔ ہم اس جمِ غفیر میں سے صرف چند حضرات کے اسماء اور اُن کی کتب کے اسماء ذکر کرنے پر اکتفا

کر رہے ہیں۔

① ابنِ قتیبہ دینوری (متوفی ۲۷۶ھ) نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں،

② حافظ ابوالحسن منادی (متوفی ۳۳۶ھ) نے ملاحم میں،

③ حافظ طبرانی (۳۶۰ھ) نے معجم صغیر، معجم اوسط اور معجم کبیر میں،

④ حافظ دار قطنی (متوفی ۳۸۵ھ) نے مسند علی، مسند فاطمہ اور جرح و تعدیل میں،

⑤ حافظ ابونعیم اصفہانی (متوفی ۴۳۰ھ) نے اربعین، فوائد و عوالی میں،

⑥ ابواسحاق ثعلبی (متوفی ۴۳۷ھ) نے تفسیر کبیر میں، عرائس و قصص الانبیاءؑ میں،

⑦ ابنِ عبدربہ اندلسی (متوفی ۴۶۶ھ) نے الاستیعاب میں،

⑧ ابوبکر خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے تاریخ بغداد میں،

⑨ حمیدی قرطبی (متوفی ۴۸۸ھ) نے الجمع بین الصحیحین میں،

⑩ حسین بن سعود فراء (متوفی ۵۱۰ھ) نے مصابیح السنۃ میں،

⑪ حافظ ابنِ عساکر (متوفی ۵۲۷ھ) نے تاریخ میں،

⑫ محمد بن عمر زمخشری (متوفی ۵۲۸ھ) نے تفسیر کشاف میں،

⑬ ابنِ خشاب بغدادی (متوفی ۵۶۷ھ) تاریخ موالید و وفیات الائمۃ میں،

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ان علماء کا شمار اہلِ سنت کے مشہور علماء میں ہوتا ہے، جو اپنے دور کے عظیم حفاظ، قراء اور علما میں شمار ہوتے تھے۔ انھی کے ذریعے سنت اپنے سے پہلے والے مشائخ سے متصل و مربوط ہوتی ہے۔

امام مہدیؑ کے بارے میں لکھی گئی اہلِ سنت کی مشہور کتب

ہم نے علمائے اہلِ سنت اور اُن کی کتب کی ایک فہرست آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ اس سے ہٹ کر طولِ تاریخ میں اہلِ سنت کے علماء نے امام مہدیؑ کے بارے میں مستقل کتب بھی تحریر کی ہیں، جو ہر لحاظ سے جالب اور حسین ہیں۔ متاخرین کا یہ طبقہ اپنے بزرگوں کی نقل کردہ احادیث سے شدید متاثر ہوا، اس لیے انھوں نے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں علیحدہ اور مستقل کتب تحریر کی ہیں جس کے نتیجے میں عظیم اور بڑے اہم علمی آثار وجود میں آئے ہیں۔

ان علمی ذخائر کے بعض خطی اور مطبوعہ ہوئے نسخے آج بھی موجود ہیں جو شیعہ وسُنّی محققین کی دسترس میں ہیں۔ہم یہاں چند کتب کے اسماء پیش کررہے ہیں:

١ البیان عن اخبار صاحب الزمان، مؤلف: ابن مغازلی شافعی (متوفی ۴۸۳ھ)

٢ البیان فی اخبار الصاحب الزمان، مؤلف: حافظ گنجی شافعی (متوفی ۶۵۸ھ)

٣ عقد الدرر فی اخبار المہدی المنتظر، تالیف: یوسف بن یحییٰ مقدسی شافعی (متوفی ۶۸۵ھ)

٤ احوال صاحب الزمان، تالیف: شیخ سعد الدین حموی (متوفی ۷۲۲ھ)

٥ المہدی، مؤلف: ابن قیم جوزیہ (متوفی ۷۵۱ھ)

٦ الاحادیث القاضیہ بخروج المہدی، مؤلف: محمد بن اسماعیل یمنی صنعانی (متوفی ۷۵۱ھ)

٧ العرف الوردی فی اخبار المہدی، مؤلف: حافظ جلال الدین سیوطی (متوفی ۹۱۰ھ)

٨ تلخیص البیان فی علامات مہدی آخر الزمان، تالیف: ابن کمال پاشا حنفی (متوفی ۹۴۰ھ)

٩ المہدی الی ماورد فی المہدی، مؤلف: محمد بن طولون دمشقی (متوفی ۹۵۳ھ)

١٠ القول المختصر فی علامات المہدی المنتظر، مؤلف: ابن حجر مکی (متوفی ۹۷۳ھ)

١١ البرہان فی علامات مہدی آخر الزمان، مؤلف: علی متقی ہندی (متوفی ۹۷۵ھ)

١٢ الرّد علی بن حکم وقضی بان المہدی الموعود، جاء ومحق، مؤلف: مُلّا علی قاری (متوفی ۱۰۱۴ھ)

١٣ فوائد الفکر فی الامام المہدی المنتظر، مؤلف: مرعی بن یوسف کرمی مقدسی حنبلی (متوفی ۱۰۳۱ھ)

١٤ التوضیح فی تواتر ماجاء فی المہدی المنتظر والدجال والمسیح، مؤلف: قاضی القضات محمد بن علی شوکانی صنعانی (متوفی ۱۲۵۰ھ)

١٥ العطر الوردی فی شرح قطر الشہدی فی أوصاف المہدی، مؤلف: محمد بن محمد بن احمد بلبیسی، (متوفی ۱۳۰۸ھ)

١٦ تحقیق النظر فی اخبار المہدی المنتظر، مؤلف: محمد بن عبدالعزیز بن مانع (ان کا تعلق ۱۴ صدی کے علمائے نجد سے ہے)۔

احادیثِ امام مہدیؑ کے راوی

وہ راوی جن سے علمائے اہلِ سنت نے اپنے منابع و مدارک میں امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں روایات نقل کی ہیں وہ صحابی بھی ہیں اور تابعی بھی۔ ان سب کا شمار مشاہیر میں ہوتا ہے۔

○ صحابہ کرام میں سے: حضرت علیؑ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت ابوذر غفاریؓ، حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت حذیفہ بن یمان یمانی، حضرت زید بن ثابت، حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ، حضرت ابوایوب انصاریؓ، حضرت زید بن ارقمؓ، حضرت سعد بن مالک، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوامامہ باہلی، حضرت عمار یاسرؓ، حضرت زر بن عبداللہ، حضرت علی بن ہلال، حضرت علقمہ بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن حارث، حضرت جارود بن منذر عبدی، حضرت عبداللہ بن جعفر، حضرت معاذ بن جبل۔

○ تابعین میں سے: حضرت ابراہیم بن علقمہ، ابوالسماء رجبی، ابوالصدیق ناجی، ابوہارون عبدی، ابونضرہ، حضرت اصبغ بن نباتہ، ایاس بن سلمہ بن اکوع، ثابت بن دینار، جابر بن یزید جعفی، جابر صدفی، حارث بن سعید بن قیس، زر بن جیش، زہری، سائب ثقفی، سالم بن عبداللہ بن عمر، سعید بن جبیر، سعید بن مسیب، سلیمان بن ابی حبیب، حشر بن حوشب، طاؤس یمانی، عبدالرحمٰن بن اَبی لیلیٰ، عمرو بن عثمان بن عفان، مجاہد، محمود بن لبید، مطرّف بن عبداللہ، معلّٰی بن زیاد، نافع موالی ابوقتادہ۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے اَوصاف و شمائل

ان کتب میں اہلِ سنت کے نزدیک قابلِ اطمینان راویوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جنھوں نے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث و روایات نقل کی ہیں۔ ان میں حضرت امام مہدی علیہ السلام کے شمائل و اَوصاف کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ البتہ بعض نے ان اَوصاف و شمائل کو مدنظر رکھ کر اپنی کتب کی باب بندی کی ہے، جیسے ابونعیم اصفہانی نے اربعین میں اور گنجی شافعی نے البیان میں ملاحظہ فرمائیں:

✧ نام: مہدی، ✧ کنیت: مہدی، ✧ حضرت امام مہدیؑ فرزندِ پیغمبرؐ ہیں، ✧ فرزندِ علیؑ ہیں، ✧ فرزندِ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں، ✧ مہدی حسینی ہیں، ✧ آپؑ کے چہرے کا رنگ خوب صورت اور گلابی رُخسار ✧ آپؑ کے دندان مبارک، ✧ آپؑ کی پیشانی، ✧ آپؑ کی کان، ✧ آپؑ کی عادات، ✧ مہدیؑ عظیم رہنما، ✧ مہدیؑ جنّت کے سرداروں میں سے ایک، ✧ مہدیؑ ظالم بادشاہوں کے بعد آئیں گے، ✧ امام مہدیؑ فرزند حضرت مریم علیہا السلام نہیں ہیں، ✧ امام مہدیؑ دلوں کو جوڑنے والے ہوں گے، ✧ امام مہدیؑ کی بیعت کی جائے گی، ✧ عدلِ مہدیؑ، ✧ بخششِ مہدیؑ، ✧ امام مہدیؑ کے عصر میں آسائشات اور ویلفیئر کے کام، ✧ مہدیؑ سنتِ رسولؐ پر عمل کریں گے ✧ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت امام مہدی علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھیں گے، ✧ مہدیؑ اور تجدیدِ عظمتِ اسلام، ✧ مہدی خلیفۃ اللہ، ✧ امام مہدیؑ کی سلطنت کی مدت، ✧ امام مہدیؑ کے بعد زندگی فضول ہے۔

امام مہدیؑ اور علمائے اہلِ سنت

جامع الازہر مصر کے ایک مشہور و معروف عالمِ دین ہیں جنھوں نے بڑی معرکہ آرا کتاب "التاج" تحریر کی۔ اس میں چھے مشہور اصحابِ حدیث (صحیح بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد) سے پانچ صحیح احادیث نقل فرمائیں۔ اس کتاب پر مصر کے مشہور و معروف اور صفِ اوّل کے چھے علماء نے اپنی تقریظات بھی تحریر کی ہیں۔

اس کتاب کی شرح غایۃ المامول کے نام سے چھپی ہے تاکہ "التاج" نامی کتاب کی مزید توضیح و تشریح کی جاسکے۔ فاضل مصنف نے مذکورہ کتاب کی جلد پنجم میں (کتاب الفتن و علامات الساعۃ) بابِ ہفتم میں اہلِ سنت کی صحاح سے، امام مہدیؑ کے بارے میں معتبر احادیث نقل کی ہیں۔ گویا بابِ ہفتم خلیفۂ مہدی کے بارے میں ہے۔ موصوف مزید تحریر کرتے ہیں: اہلِ سنت کے قدیم علمائے کرام کے ہاں مشہور تھا کہ آخری زمانے میں سرکارِ ختمی مرتبت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل سے ایک مرد قیام کرے گا جس کا اسمِ مبارک "مہدی" ہوگا۔ اُسے اسلامی ممالک پر تسلط نصیب ہوگا۔ سارے مسلمان اس کی پیروی کریں گے۔ وہ لوگوں کے درمیان عدل و عدالت قائم فرمائیں گے اور دینِ اسلام کو عملاً نافذ کریں گے۔

آپؑ کے ظہور کے بعد دجال ① بھی نمودار ہوگا۔ اسی دوران حضرت عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ آسمانوں سے نازل ہوکر دجال کو قتل کریں گے یا اس کے قتل میں امام مہدیؑ کی مدد فرمائیں گے۔ امام مہدیؑ سے متعلق احادیث کو پیغمبر اکرم ﷺ کے برگزیدہ صحابہ کرامؓ نے روایت کیا ہے جس کے بعد یہ نقل کا سلسلہ عظیم محدثین کے ذریعے انجام پاتا رہا ہے، جیسے ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، طبرانی، ابویعلیٰ، بزار، امام احمد بن حنبل، حاکم اور نیشاپوری وغیرہ نے ان احادیث کو اپنی کتب میں باقاعدہ ذکر کیا ہے۔ بعض حضرات ایسے بھی گزرے ہیں جنھوں نے امام مہدیؑ کے متعلق تمام روایات کو ضعیف قرار دیا ہے جسے ابنِ خلدون وغیرہ تو ان کے متعلق ان لوگوں نے غلط راستے کا انتخاب کیا ہے اور اشتباہ کا شکار ہوئے ہیں جیسے ابنِ خلدون نے تحریر کیا ہے کہ امام مہدیؑ کے متعلق احادیث میں مذکور ہے کہ امام مہدی علیہ السلام، عیسیٰؑ ابنِ مریمؑ ہیں۔ یہ حدیث ضعیف ہے جیسا کہ بیہقی، حاکم، نیشاپوری اور اُن کے علاوہ دوسروں نے بھی اس کی باقاعدہ تصریح کی ہے۔ (التاج لجامع الاصول، ج ۵، ص ۳۴۱)

اس مطلب میں ان لوگوں کے سوالات تشنہ رہ جاتے ہیں، جو فرید وجدی، طنطاوی، سعد، محمد حسن، احمد امین کی مانند ہیں، جنھوں نے روایات نقل کرتے وقت اپنے ذاتی اور شخصی جذبات، شیعہ حضرات سے مبارزات اور مناظروں وغیرہ کو مدِنظر رکھا ہے۔ اُنھوں نے صرف شیعوں سے تعصب کی بنیاد پر ایسا کیا ہے۔

اُنھوں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند کو بعنوان امام مہدی علیہ السلام نہ صرف قبول نہیں کیا ہے بلکہ اہانت اور بے احترامی کے مرتکب بھی ہوئے ہیں۔ اس طرح ان حضرات نے درحقیقت اپنے مفاخر اور بزرگ علماء کی اہانت کا ارتکاب بھی کیا ہے۔ اُنھوں نے ایک متواتر موضوع کو افسانہ قرار دیا ہے۔

اس سلسلے میں مکہ مکرمہ کے عظیم مفتی احمد زینی دحلان نے اپنی مشہور کتاب ''فتوحاتِ اسلامیہ'' میں روح بحث پیش کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

''وہ احادیث جو امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں ہیں، اُن کی کثیر تعداد ہے۔ ان میں

---

① دجال کا لغوی معنی جھوٹ وفریب کا ظاہر ہونا ہے۔

متواتر بھی ہیں اور صحیح بھی۔ اگرچہ ضعیف روایات کی بھی کمی نہیں ہے، لیکن چونکہ یہ احادیث بہت زیادہ ہیں اور اُن کے راویوں اور محدثین کی بھی کثیر تعداد موجود ہے، جنھوں نے ان احادیث کو اپنی اپنی کتب میں باقاعدہ نقل کیا ہے۔ مجموعی طور پر یہ یقین اور قطع کا فائدہ دیتی ہیں۔ (الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۳۲۲)

پھر مزید تحریر کرتے ہیں: محمد بن رسول برزنجی نے اپنی کتاب "الاشاعۃ فی اشراط الساعۃ" کے آخر میں تحریر کیا ہے کہ امام مہدیؑ موعود کے بارے میں احادیث متواتر ہیں، جو مسلم اور مقطوع ہیں۔ ان احادیث سے یقین حاصل ہوتا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اولادِ فاطمہؑ میں سے ہیں اور زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ (الفتوحات الاسلامیہ: ج ۲، ص ۳۲۲)

اہلِ سنت کے ۱۲۰ علماء کا امام مہدیؑ کو امام حسن عسکریؑ کا فرزند تسلیم کرنا

اہلِ سنت کے علماء کی اکثریت کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ایک مسلّم حقیقت ہیں۔ لیکن ان کی ولادت آخری زمانے میں ہوگی۔ ان میں ایک ایسا گروہ بھی ہے جو تعصب وغیرہ سے دُور ہے۔ بیدار ذہن اور زندہ وجدان کی دولت کے ساتھ اُنھیں تاریخی حقائق کے مطالعے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ اس لیے روایات نقل کرتے وقت اُنھوں نے امانت اور دیانت کا بھرپور مظاہرہ کیا ہے۔ اُنھوں نے تسلیم کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نواسے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ اس لحاظ سے آپؑ حضرت امام حسین علیہ السلام کے نویں فرزند ہیں۔ اگر امام مہدی علیہ السلام کی خصوصیات، امتیازات اور شمائل پر نظر کی جائے تو پھر تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ سعادت صرف حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند کو ہی حاصل ہوسکتی ہے۔

چونکہ یہ ان تمام اُوصاف، امتیازات، خصوصیات اور شمائل کا حامل صرف فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام ہی ہوسکتا ہے۔ ان حضرات (گروہ) نے ہماری کتاب کے اس بوسیدہ موضوع کو تشکیل دیا ہے۔ ان کی اکثریت اتفاق (اجماع) کے نزدیک ہے۔ اُنھوں نے بڑی تصریح کے ساتھ کہا ہے کہ ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکری (۲۵۵ھ) سامرہ شہر میں متولد ہوئے ہیں۔ آپؑ ہی مہدیؑ موعود ہیں۔ معتبر اور اہلِ سنت کی صحیح روایات کا باقاعدہ ایک مجموعہ اس بارے

میں موجود ہے جن کی روشنی میں امام مہدی علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ہو ہی نہیں سکتا۔ حتیٰ کہ وہ افراد جنھوں نے امام مہدی علیہ السلام کی ولادت سے قبل مہدی ہونے کے دعوے کیے ہیں وہ بھی مبنی بر کذب تھے۔ پس کسی بھی طریقے سے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند کے امام مہدیؑ ہونے کا انکار ممکن نہیں ہے۔

البتہ ایک سو بیس کے نزدیک علماء ہیں۔ ہم اس کتاب میں ان کے اسماء ذکر کر رہے ہیں، جنھوں نے آپؑ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہونے کا اعتراف کیا ہے۔ یا آپؑ کی ولادت باسعادت کے بارے میں خبر دی ہے۔ اُنھوں نے آپؑ کے علاوہ کسی دوسرے فرد کو امام مہدیؑ موعود نہیں کہا ہے، لیکن جن حضرات نے صرف اتنا تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ایک فرزند، محمد بن حسن تھے وہ گویا خود بخود قائل ہو گئے ہیں کہ امام مہدیؑ موعود ہیں۔

البتہ چند افراد جن کو اُنگلیوں پر گنا جا سکتا ہے جیسے علاء الدولۃ سمنانی، حافظ ذہبی، ابن حجر مکی وغیرہ نے تحریر کیا ہے کہ آپؑ ولادت کے بعد وفات پا گئے ہیں۔ ان حضرات نے بھی گویا امام مہدی علیہ السلام کو امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرزند شمار کیا ہے۔ چونکہ جن لوگوں نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند (محمدؑ بن الحسن) کی ولادت کی خبر دی ہے اُنھوں نے یہ تحریر نہیں کیا کہ ان کا انجام کیا ہوا یا اُنھوں نے کیا کیا تھا یا ان کا کیا بنا وغیرہ وغیرہ۔

صرف چند حضرات جو شیعہ عقائد و افکار سے منحرف تھے اُنھوں نے اپنی طرف سے تحریر کیا ہے کہ آپؑ کی وفات ہو چکی ہے، تا کہ آپؑ کا مزید انتظار نہ کیا جائے۔

اگر ہمارے محترم قارئین کے پاس فرصت کے لمحات ہوں تو وہ ایک سو بیس افراد کے نظریات اور عقائد پر مکمل توجہ کر سکتے ہیں۔ اگر تعصب سے دُوری اختیار کر کے، انصاف سے کام لیا گیا تو پھر مبنی بر حق قضاوت ممکن ہو گی۔ ان علمائے کرام کے اقوال کو ہم صدیوں کی ترتیب سے پیش کر رہے ہیں:

۱۔ ابن ابی ثلج بغدادی (متوفی ۳۲۶ھ ق)

ابن ابی ثلج بغداد میں قیام پذیر تھے۔ وہ امامِ زمانہ علیہ السلام کے نائبینِ خاص (نُوابِ خاص)

کے ہم عصر تھے۔ تاریخ بغداد میں خطیب نے تحریر کیا ہے کہ آپ استاد ابوالحسن دار قطنی کے نام سے مشہور تھے۔

ابن ابی ثلج نے کتاب موالید و وفات الائمہ ① میں جیسا کہ عتبہ بن سعد بن کنانہ نے احمد بن محمد فریابی سے نقل کیا ہے کہ آپ نصر بن علی جہضمی کے شاگرد اور بخاری اور مسلم کے اُستاد تھے۔ موصوف نے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ فرماتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد محمد، موسیٰ، فاطمہ اور عائشہ پر مشتمل ہے۔ ②

مزید تحریر کرتے ہیں: حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے موقع پر حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی گفتگو میں ارشاد فرمایا تھا:

> "ظالم بدگمانی کرتے ہیں کہ وہ میرے قتل کے بعد میرا سلسلۂ نسب منقطع کردیں گے، مگر ان لوگوں نے ہنوز خدا کی قدرت کا مشاہدہ نہیں کیا"۔
> آپؑ اپنے نومولود (فرزند) کو مؤمّل (جو لوگوں کی اُمیدوں کا مرکز ہو) کے لقب سے پکارتے تھے۔

ابن ابی ثلج نے مادرانِ ائمہؑ کے باب میں تحریر کیا ہے: "حضرت قائمؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی حکیمہ تھا۔ اُنھیں نرجس اور سوسن کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ پھر تحریر کرتے ہیں کہ محمد بن حمام کہتے ہیں کہ جنابِ حکیمہ حضرت امام حسن عسکریؑ کی پھوپھی تھیں۔ اُنھوں نے ہی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے حالات مشاہدہ کیے۔ ان کا ہی فرمانا تھا کہ آپؑ کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی حضرت نرجس خاتون تھا"۔

ابن ابی ثلج کی کتاب کے تمام راوی اہلِ سنت کے علماء ہیں۔ ان سب نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند کے طور پر قبول کیا ہے اور آپؑ کی

---

① "کتاب موالید الائمہ" ابن ابی ثلج کی تالیف ہے۔ اس کے ساتھ شیخ مفید کی کتاب غیبت اور جناب اودی کی نوادر کا ضمیمہ کیا گیا ہے جو نجف اشرف میں ۱۳۷۰ھ میں چھپی ہے۔

② موسیٰ، عائشہ، فاطمہ کا تذکرہ صرف اُنھوں نے ہی کیا ہے۔ باقی علمائے اہلِ سنت نے اُنھی سے لیا ہے جبکہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کے صرف ایک فرزند امام مہدیؑ تھے۔

ولادت کی باقاعدہ خبر بھی دی ہے۔

۲-ابوالعباس، احمد بن ابراہیم

ابوالعباس احمد بن ابراہیم بن علی کندی نے کتاب موالید ووفات الائمہ میں امامِ زمانہؑ کی ولادت اور اس کے بعد کے حالات کو ابن ابی ثلج سے نقل کیا ہے۔ موصوف اپنی کتاب کے آغاز میں تحریر کرتے ہیں:

خطیب نے تاریخ بغداد (ج ۴، ص ۱۸) میں اس کی توثیق کی ہے۔ آپ محمد بن جریر طبری کے شاگرد اور ابونعیم اصفہانی کے اُستاد اور مکۃ المکرمہ میں رہائش پذیر تھے۔

۳-ابوعلی نسوی

ابوعلی احمد بن محمد بن علی عمادی نسوی نے ۳۵۰ھ میں ابنِ ابی ثلج کی کتاب کو روایت کیا ہے کہ اُنھوں نے یہ کتاب مکہ مکرمہ میں ابوالعباس کندی سے سنی اور اُسے یاد کرلیا۔

۴-ابومسعود بن شاذان

ابومسعود احمد بن محمد بن عبدالعزیز بن شاذان بَجلی نے مذکورہ روایت کو اپنے خط میں تحریر کیا ہے اور پھر اُسے ابومنصور شیرازی کے لیے پڑھا بھی ہے۔

۵-ابومنصور شیرازی

ابومنصور عبدالرحیم بن محمد بن احمد بن شرابی شیرازی نے مذکورہ روایت کو ابومسعود سے سنا اور اُسے یاد کیا ہے۔

۶-ابومحمد اسعد بن احمد

ابومحمد، اسعد بن احمد حامد ثقفی نے یہ روایت ابومنصور سے نقل کی ہے۔

۷-ابوماجد محمد بن حامد

ابوماجد محمد بن حامد بن عبدالمنعم بن عزیز واعظ نے یہ روایت جنابِ ثقفی سے یاد کی ہے۔

۸- ابوعبداللہ القرشی

ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد بن فاخر قرشی نے یہ روایت ابوماجد سے نقل کی ہے۔

۹- محب الدین البغدادی

محب الدین ابوعبداللہ محمد بن محمود بن حسن بنی نجار [1] بغدادی (متوفی ۶۴۳ھ)۔ آپ ابن جوزی کے شاگرد اور مدرسہ مستنصریہ بغدادیہ کے بہترین مدرس اور عظیم محدث تھے۔ مولف نے تاریخ بغداد (جلد ۴۰) کے ذیل میں مذکورہ حدیث نقل کی ہے۔ اُنھوں نے اپنے آپ سے قبل مذکورہ حدیث تین مشائخ عظام سے سنی اور پھر اُسے یاد کیا۔

۱۰- حافظ ابومحمد بلاذری (متوفی ۳۳۹ھ)

بقول جناب سمعانی کے بلاذری کا تعلق اہلِ طوس سے تھا۔ آپ اخبار و احادیث کی مکمل معرفت رکھتے تھے۔ موصوف (۳۳۹ھ) میں طوس طاہران میں قتل ہوئے۔ بلاذری نے مکہ مکرمہ میں امام اہلِ بیتؑ ابومحمد حسن بن علی بن محمد ابن علی بن موسیٰ الرضاؑ سے یہ روایت سنی اور یاد کی ہے۔

شیخ عبدالعزیز دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) مولف تحفہ اثنا عشریہ (جو شیعوں کے جواب میں تحریر کی گئی) اور ہندوستان کے متعصب ترین علماء میں سے تھے۔ کتاب النزہۃ میں اُنھوں نے اپنے والد شاہ ولی اللہ دہلوی سے کتاب مسلسلات میں جو "الفضل المبین" کے نام سے مشہور ہے میں نقل کیا ہے کہ اس حدیث کا سلسلۂ سند ابن عقلۂ مکّی کی مسلسلات سے نقل کیا گیا ہے۔

بلاذری کہتے ہیں:

مجھے خبر دی ہے م ح م د بن الحسن بن علی المحجوب امام عصرؑ نے اور اُنھوں نے اپنے والد گرامی سے اور اُنھوں نے اپنے دادا امام علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ سے، اُنھوں نے حضرت علیؑ

---

[1] مطبوعہ نجف کے نسخے میں اس کا نام محمد بن محمد بن حسن تحریر کیا ہے جو کہ بالکل غلط ہے۔ محمود کی جگہ لفظ محمد لکھ دیا گیا ہے۔

سیدالاوصیاءؑ سے اور اُنھوں نے سردارِ انبیاء حضرت محمد مصطفی ﷺ سے کہ آپؐ نے روایت نقل فرمائی ہے کہ سیدالانبیاءؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: جبرئیلؑ نے مجھ سے کہا ہے کہ فرمایا خداوند تعالیٰ نے:

انی انا اللہ لا الٰہ اِلّا انا، مَن اَقَرَّ بِالتَّوحِیدِ دَخَلَ حِصنِی وَمَن دَخَلَ حِصنِی اَمِنَ مِن عَذَابِی

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا بلاذری طوسی اہلِ سنت کے عظیم اور بزرگ عالم دین تھے۔ حدیث مسلسل میں اور وہ بھی صاحب تحفہ اثنا عشریہ سے نقل کی ہے جو اہلِ تشیع کے سخت ترین مخالف تھے؟ اس کے باوجود باقاعدہ تصریح کی ہے کہ امامِ زمانؑ (م ح م د) کی مَیں نے خود زیارت کی ہے اور اُن سے یہ حدیث نقل کی ہے۔ یہ ایسی چیز ہے جو شیعوں کے ہاں بھی بے سروپا تھی۔ یہ حدیث اہلِ سنت کے پندرہ اہم ترین علماء نے جنابِ بلاذری سے نقل کی ہے۔ اس کے نظریے اور علمی مقام کو سب قبول کرتے ہیں۔ ①

ان پندرہ شخصیات میں سے شمس جزری، شعرانی اور سیوطی کو چھوڑ کر چونکہ ہم ان کا علیحدہ تذکرہ کریں گے، سب معتقد ہیں کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام، امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ ان علماء کے اسماء یہ ہیں۔

۱۱۔ شیخ محمد بن عقلہ

شیخ محمد بن عقلہ مؤلف کتاب مسلسلات ہیں۔ ان سے عبدالعزیز دہلوی نے بھی نقل کی ہے۔

۱۲۔ شیخ حسن بن علی عجمی

شیخ حسن بن علی عجمی اپنے دَور کی یگانہ روزگار شخصیت کے مالک تھے۔ ابنِ عقلہ بھی آپ سے روایت کرتے رہے ہیں۔

---

① یہ بلاذری اور ہیں اور احمد بن یحییٰ بلاذری (متوفی ۲۷۹ھ) اور ہیں۔ دوسرے موصوف کتاب فتوح البلدان کے مصنف ہیں۔

۱۳- جمال الدین باهلی

جمال الدین باہلی اپنے دور کے عظیم حافظ اور حسن عجمی کے اُستاد تھے۔

۱۴- محمد حجازی واعظ

محمد حجازی واعظ نے جمال الدین باہلی سے شیخ عبدالوہاب شعرانی جو اپنے دور کے عظیم صوفی تھے (ہم ان کا علیحدہ تذکرہ کریں گے)۔

جلال الدین سیوطی، اپنے دور کے مجتہد (ان کا بھی علیحدہ تذکرہ کریں گے)۔

۱۵- حافظ ابونعیم رضوان عقبی

شمس محمد جزری اپنے دور کے عظیم قاری تھے۔ مذکورہ حدیث نقل کرتے وقت کہتے ہیں کہ والعہدۃ علی البلاذری "اس کی تمام تر ذمہ داری جنابِ بلاذری پر ہے"۔

۱۶- جمال الدین

جمال الدین محمد بن محمد بن جمال اپنے دور کے امام اور زاہد شخص تھے۔

۱۷- محمد بن مسعود

محمد بن مسعود آپ فارس کے شہروں میں بطور محدث شہرت رکھتے تھے۔

۱۸- شیخ اسماعیل شیرازی

شیخ اسماعیل بن مظفر شیرازی عظیم دانش ور تھے۔

-عبدالسلام

عبدالسلام ابن ابی ربیع حنفی اپنے دور کے عظیم محدث تھے۔

۲- ابوبکر عبداللہ قلانسی

حضرت ابوبکر عبداللہ بن محمد بن شاپو قلانسی اپنے دور کے بزرگ عالم اور شیخ تھے۔

۲۱-عبدالعزیز

عبدالعزیز آپ استاد تھے۔

۲۲-محمد آدمی

محمد آدمی، جناب عبدالعزیز کے استاد اور اپنے دور کے امام تھے۔

۲۳-سلیمان بن ابراہیم

سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان، یگانہ روزگار عالم تھے۔ انھوں نے مذکورہ حدیث جناب حافظ ابو محمد بلاذری سے نقل کی ہے۔

۲۴-ابونصر نجاری (۳۴۱ھ تک زندہ رہے)

آپ علم الانساب کے ماہرین میں شمار ہوتے تھے۔ اس کی سب سے بہترین دلیل یہ ہے کہ صاحب عمدۃ الطالب نے حضرت ابوطالبؑ کی اولاد، پوتوں اور نواسوں کی بابت ان کی تحقیقات کو مستند قرار دیا ہے۔

ابونصر نے کتاب سر السلسلۃ العلویہ میں "امام حسن بن علی عسکریؑ" کے ذیل میں تحریر کیا ہے، جعفر بن علی وہی ہیں، امامیہ جن کو جعفر کذاب کے نام تحریر کرتے ہیں۔ امامیہ ان کو جعفر کذاب اس لیے کہتے ہیں چونکہ ان کے بھائی نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی شہادت کے بعد امام مہدی علیہ السلام حجت خدا کا انکار کیا تھا اور ساتھ ہی اپنے بھائی کی وراثت کا مطالبہ کیا تھا۔

خطیب نے تاریخ بغداد (ج ۹، ص ۱۲۲) میں ابونصر سے ایک واسطے کے ذریعے نقل کیا ہے اور تحریر کیا ہے چونکہ آپ بغداد تشریف لائے تھے۔ اہل سنت کے علماء نے آپ سے حدیث سنی تھی۔

۲۵-علی بن حسین مسعودی (متوفی ۳۴۶ھ)

اہل سنت نے اس عظیم مورخ جغرافیہ دان کو قطع ویقین کے ساتھ اپنے علماء میں شمار کیا ہے۔ جناب مسعودی نے [1] جو آپ کی تاریخ کی کتاب ہے، میں تحریر کیا ہے کہ ۲۶۰ھ میں

---

[1] جو ۳۳۶ھ میں تحریر کی گئی۔

ابو محمد حسنؑ بن علیؑ بن محمد تقیؑ بن علی رضا بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ نے معتمد کے دورِ حکومت میں وفات پائی۔ آپ ہی امام مہدیؑ منتظر کے والد ماجد ہیں جو شیعوں کا بارہویں امامؑ ہیں۔

اسی طرح جنابِ مسعودی نے کتاب التنبیہ والاشراف میں (جو اپنی وفات سے ایک سال قبل ۳۴۵ھ میں شہر فسطاط مصر میں تحریر کی) تحریر کرتے ہیں:

سلیم بن قیس ہلالی نے ابان بن ابی عیاش سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو ارشاد فرمایا:

انت واحدی عشر من ولدك ائمة الحق

"تم اور تمھارے گیارہ بیٹے امامِ برحق ہیں"۔

یہ روایت سلیم کے علاوہ کسی سے نقل نہیں کی گئی۔ جبکہ اہلِ تشیع تادمِ تحریر امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے منتظر ہیں کہ محمدؑ بن حسن عسکریؑ بن علی تقیؑ بن محمد تقیؑ بن علی رضا بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ یقیناً ظہور فرمائیں گے۔ (التنبیہ والاشراف، طبع مصر، ص ۱۹۸)

۲۶- ابوبکر خوارزمی (متوفی ۳۸۳ھ)

مذکورہ مصنف ودانش ور کتاب مفاتیح العلوم میں مذہب امامیہ کی بیان کردہ صفات امامؑ کے عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں: حضرت علی مرتضیٰؑ، امام حسن مجتبیٰؑ، حضرت امام حسینؑ، حضرت امام حسن عسکریؑ، امام محمد مہدی القائم المنتظرؑ آپؑ کی وفات نہیں ہوئی۔ اہلِ تشیع کے عقیدے کے مطابق جب تک زمین عدل و انصاف سے پُر نہیں ہوجاتی جس طرح وہ ظلم و ستم سے پُر ہوچکی ہوگی آپؑ زندہ رہیں گے۔ آپؑ محمدؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔

۲۷- محمد بن ابی الفوارس (متوفی ۴۱۲ھ)

جناب ذہبی نے دول الاسلام میں اور ابن اثیر نے کامل التواریخ میں ۴۱۲ھ کے

حادثات و واقعات میں ایک شخصیت کا ذکر کیا ہے۔ اہلِ سنت کے ہاں جو حافظ ابوالفتح محمد بن احمد بن ابی الفوارس کے نام سے مشہور ہے۔

سیّد نعمان آلوسی زادہ نے اپنے مکاتیب میں سے ایک مکتوب (خط) میں جو اِن کی کتاب جلاء العینین کے ساتھ ضمیمہ ہو کر چھپ چکا ہے، میں عالم الملوک، ملک العلماء، مرجع خاص و عام، مستند فضلاء، وارثِ علوم علمائے سبق، علَم دارِ حق و حقیقت، مولای اُمَم اور امیر مغفم، شاہینِ کردار و گفتار وقار و صلاح جیسے اَلقاب کے ساتھ لائق سمجھا ہے۔

محمد بن ابی الفوارس نے کتاب الاربعین دَر مناقب وفضائل امیر المومنین وائمہ طاہرینؑ میں چالیس احادیث پیش کی ہیں جن کے آغاز میں تحریر کیا ہے کہ راویانِ موثق نے پیغمبر اکرمؐ سے روایت نقل کی ہے:

مَن حَفِظَ مِن اُمَّتِی اَربَعِینَ حَدِیثًا فِی فَضَائِلِ اَهلِ بَیتِی کُنتُ لَهٗ شَفِیعًا یَومَ القِیَامَةِ

"میری اُمت کا جو شخص بھی میری چالیس حادیث حفظ کرے گا (یعنی اُنھیں آگے نقل کرے گا جب اُس کے اختیار میں ہوگا) مَیں اس کی شفاعت کروں گا"۔

پھر مزید تحریر کیا، جیسا کہ مجھ سے سوال کیا گیا کہ یہ چالیس احادیث کون سی ہیں کہ اگر انسان ان کو یاد کرے تو یہ سارا ثواب اور فضیلت اُسے نصیب ہوگا۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ یہ سوال جناب محمد بن ادریس شافعی کی محفل میں بھی کیا گیا تھا۔ اُنھوں نے جواب دیا کہ یہ وہ چالیس احادیث ہیں جو حضرت علی علیہ السلام کے فضائل و مناقب پر مشتمل ہوں۔

محمد بن ابی الفوارس چہل حدیث میں سے چوتھی حدیث اُنھی اسناد کے ذریعے ابوحفص احمد بن نافع بصری سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میرے والد حضرت امام علی ابنِ موسیٰ الرضا علیہ السلام کے خادم تھے۔ آپؑ نے میرے والد کے سامنے روایت بیان کی جسے اُنھوں نے نقل کیا۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے والد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے، اُنھوں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے، اُنھوں نے

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے، اُنھوں نے حضرت امام علی ابن الحسین علیہ السلام سے، اور اُنھوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام حسین علیہ السلام سے اور اُنھوں نے اپنے والد حضرت علی علیہ السلام سے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اگر کوئی شخص خدا کے ہاں سرفراز ہونا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ حضرت علی علیہ السلام سے دوستی کرے اور جو شخص خوش حالی چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ خدا اُس شخص سے خوش ہو تو یا علیؑ! وہ تیرے فرزند امام حسن علیہ السلام سے محبت کرے اور جو شخص مرتے وقت خوف و ہراس سے اَمان چاہتا ہے وہ تیرے فرزند حسینؑ سے محبت رکھے، اور جو شخص اپنے گناہوں کی بخشش چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ وہ حضرت علی زین العابدین علیہ السلام سے محبت کرے اور جو ہمیشہ حق کی طرف مائل رہنا چاہتا ہے اُسے چاہیے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے محبت کرے اور جو شخص یہ آرزو رکھتا ہے کہ خداوند اُس کا نامۂ اعمال دائیں ہاتھ میں دے وہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے محبت کرے، اور جو شخص یہ ارادہ کرے کہ وہ اپنے رب سے پاک و پاکیزہ حالت میں ملاقات کرے تو اسے چاہیے کہ وہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے محبت رکھے اور جو شخص مسکراتے ہوئے جوارِ رحمت تک پہنچنا چاہتا ہے تو اُسے چاہیے کہ وہ امام علی رضا علیہ السلام سے محبت کرے، اور جو شخص بلند و بالا درجات کا متمنی ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے گناہ نیکیوں میں تبدیل ہو جائیں تو اسے امام محمد تقی علیہ السلام سے محبت کرنی چاہیے۔

اور جو شخص چاہتا ہے کہ خداوند اُس سے آسان حساب لے اور اسے ایسی جنت نصیب ہو جو زمینوں اور آسمانوں کے مابین موجود ہو اور خداوند اسے پارسا اور نیک لوگوں کے ساتھ محشور کریں تو اُسے امام علی نقی علیہ السلام سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جو شخص چاہتا ہے کہ اُس کا شمار سچے اور پارسا افراد میں ہو اور اس حالت میں وہ اپنے رب سے ملاقات کرے تو اُسے حضرت

امام حسن عسکری علیہ السلام سے محبت کرنی چاہیے۔ اور جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اُس کا ایمان کامل ہو اور اسلام سلامت رہے۔ وہ امام مہدیؑ سے محبت رکھے، چونکہ یہ ہستیاں شب و روز کے روشن چراغ ہیں، گمراہیوں میں ہادیِ برحق ہیں اور فضیلت کے علَم بردار ہیں، جو بھی ان سے محبت کرے گا اور اُنھیں اپنا مولا و سرپرست مانے گا، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

جناب محمد بن ابی الفوارس اپنے بیان کے اختتام پر تحریر کرتے ہیں: میں نے مختلف مذاہب میں جتنی بھی تحقیق اور جستجو کی ہے میرے لیے حقیقت کی راہیں دن بہ دن کھلتی رہی ہیں۔ میں نے واضح شواہد اور صحیح روایات کے ذریعے اس حقیقت کو پایا ہے۔ میں نے ہمیشہ جو کچھ ثقہ، متقی اور صاحبِ فضیلت راویوں سے اہلِ بیتؑ رسولؐ کے متعلق جو کچھ بھی پایا ہے اُسے امانت سمجھ کر آگے نقل کر دیا ہے"۔ (کشف الاستار، ص ۲۷)

۲۸- حافظ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شافعی (متوفی ۴۵۸ھ)

بقول ابنِ خلکان کے امام الحرمین عبدالملک جوینی نے کہا ہے کہ "کوئی ایسا شافعی نہیں ملے گا جس پر شافعی نے احسان نہ کیا ہو، سوائے احمد بیہقی کے چونکہ اس نے شافعی پر احسان کیا ہے۔ بیہقی نے کتاب شعب الایمان میں تحریر کیا ہے:

"لوگ امام مہدی علیہ السلام کے متعلق مختلف نظریات رکھتے ہیں۔ بعض حضرات تردّد کا شکار ہیں۔ خداوند نے ان کے علم کو تبدیل کر کے رکھ دیا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ امام مہدی علیہ السلام اولادِ فاطمہؑ میں سے ہیں۔ خدا جب چاہے گا خلق فرمائے گا اور اپنے دین کی نصرت کے لیے قیام کرنے کا حکم دے گا جبکہ ایک دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ امام مہدیؑ کی بروز جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ولادت باسعادت ہو چکی ہے۔ آپؑ ہی حجت، قائم، منتظر اور محمد بن حسن العسکریؒ ہیں۔ آپؑ نے سامرہ کی ایک سرداب (تہ خانے) میں غیبت اختیار فرمائی ہے۔ آپؑ بقید حیات ہیں۔ لوگوں کی نظروں سے پنہاں ہیں لیکن لوگ آپؑ کے ظہور کے منتظر ہیں۔ جب آپؑ

ظہور فرمائیں گے دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے۔ جس طرح دنیا ظلم وجور سے بھری ہوئی ہوگی۔ ان کا عقیدہ ہے کہ آپؑ کی طویل عمر عقلاً قابلِ قبول ہے۔ جیسے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ اور حضرت خضرؑ کی طویل عمر ہے۔ اور سب قبول کرتے ہیں۔ اس گروہ کو شیعہ امامیہ کہا جاتا ہے ان میں سے ایک گروہ اہلِ کشف ہے وہ بھی ان کے عقیدے کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔

جناب محدث نُوری جنابِ بیہقی کے قول کو نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

''یہاں یہ ذکر ضروری ہے کہ جنابِ بیہقی کا مقصد یہ ہے کہ اس اہلِ کشف کے گروہ سے مراد محی الدین ابنِ عربی وغیرہ نہیں ہے۔ چونکہ یہ بہت بعد میں آئے ہیں۔ اہلِ سنت کے بزرگان کے نزدیک اہلِ کشف سے مراد جنابِ بیہقی کے دور میں حسین بن منصور حلاج اور جنید بغدادی، ابوالحسن دزّاف، ابوبکر شبلی، ابوعلی رُوباری اور سہل بن عبداللہ شوشتری وغیرہ ہیں''۔

جنابِ بیہقی کی عبارت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُنھیں حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ولادت باسعادت کے بارے میں کوئی شک نہیں ہے۔

۲۹۔مؤلف مجمل التواریخ والقصص

اس کتاب کے مؤلف کا تعلق اسدآباد ہمدان سے ہے۔ اگرچہ نامعلوم ہیں لیکن ہیں بہت ہی معتبر۔ اُنھوں نے ۵۲۰ھ ق میں مذکورہ کتاب تالیف کی ہے۔ اس کتاب کا موضوع تاریخ ایران وعرب اور چھٹی ہجری کے اوائل تک کے خلفاء وسلاطین ہیں۔ یہ کتاب فارسی زبان میں تحریر کی گئی ہے۔ اس کتاب میں ایک فصل اہلِ بیتؑ رسولؐ کا ایک گروہ کے عنوان سے ہے۔ اس میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ذکر کے بعد تحریر کیا گیا ہے کہ آپؑ کے فرزند ابوالقاسم محمد بن حسن تھے۔ (مجمل التواریخ والقصص، بہ تصحیح مرحوم، ملک الشعرای بھار، ص ۴۵۸)

۳۰-شیخ احمد جامی (متوفی ۵۳۶ھ ق)

یہ وہ مشہور عارف ہیں جو حضرت امام مہدی علیہ السلام کو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرزند شمار کرتے ہیں۔ عبدالرحمٰن جامی نے نفحات الانس کے ضمن میں صوفی مشائخ کی فہرست میں اُنھوں نے امام مہدی علیہ السلام کی بہت زیادہ تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ چالیس سال کے بعد مخلوق کی ہدایت کا سامان ہوا اور ہزاروں صفحات پر مشتمل کتاب تالیف کی، جس سے علماء اور حکماء حیرت و استعجاب کی دنیا میں ڈوب گئے۔ بہت سارے افراد آپؒ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔ شیخ سلیمان حنفی نے ینابیع المودۃ (ص ۴۷۲) پر آپ کے چند اشعار نقل کیے ہیں:

من ز مہر حیدرم ہر لحظہ در دل صد صفاست

اَز پس حیدر حسن ما را امام و رہنما است

"میں حیدرِ کرّار کی مہربانی سے ہوں اور ہر لحہ میرا دل صدق و صفا سے لبریز رہتا ہے۔ حیدرِ کرّارؑ کے بعد امام حسن مجتبیٰؑ میرے امام و رہنما ہیں"۔

ہمچو کلب اُفتادہ اَم بَر خاک درگاہ حسین

دین جعفر برحق است و مذہب موسٰی رواست

عابدین تاج سر و باقر دو چشم روشنم

"زین العابدینؑ میرے سر کا تاج اور امام باقرؑ میری دو روشن آنکھیں، جعفر صادقؑ کا دین برحق ہے اور امام موسیٰ کاظمؑ کا مذہب صحیح ہے"۔

ای موالی وصف سلطان خراسان راشنو

ذرہ ای اَز خاک قبرش دردمندان را دواست

"اے موالیو! سلطانِ خراسان کی مدحت سنو، آپؑ کی مرقد کی خاک کا ذرہ دُکھوں اور دردوں کی دوا ہے"۔

پیشوائی مؤمنان اَست ای مسلمانان تقی

گر تقی را دوست داری بر ہمہ ملّت رواست

"اے مسلمانو! مومنوں کے امام و رہنما ہیں تقیؑ۔ امام علی نقی علیہ السلام کی محبت

ساری اُمت پر لازم ہے"۔

عسکری نُور دو چشم آدم است و عالم است

همچو یک مهدی سپها سالار دزعالم کجا است

"اُس جہاں اور اس کے بسنے والوں کی دو آنکھوں کا نُور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔ یہ بتلاؤ اس جہاں کے سپہ سالار امام مہدیؑ کہاں ہیں؟"

شاعران از بهر سیم و زر سخنها گفته اند

احمد جامی غلام خاص شاه اولیاست

"شعراء نے سیم وزر کی خاطر اشعار کہے ہیں، جبکہ احمد جامی نے اس لیے یہ اشعار لکھے ہیں چونکہ اسے شاہِ اولیاء کی خصوصی غلامی نصیب ہوئی ہے"۔

یحییٰ بن سلامہ خصکفی شافعی (متوفی ۵۵۳ھ)

جنابِ سبط ابن جوزی نے تذکرۃ خواص الامۃ میں حضرت امام محمد بن حسن عسکری علیہ السلام کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

"خصکفی بغداد شہر میں داخل ہوئے۔ اُنھوں نے اجتماع کے سامنے اس قول کا ایک حصہ ابوزکریا خطیب تبریزی (متوفی ۵۰۲ھ) کے رُوبرو قرأت کیا۔ اس نے اپنے عقیدہ والیہ میں تمام ائمہ کا ذکر کیا ہے۔ خصکفی طبری شہر میں فارقین سے آیا تھا۔ اُس نے حسن کیفا میں پرورش پائی تھی۔ اس کے بعد پھر وہ میافارقین آیا اور وہیں رہائش اختیار کی۔ آپ خوش گفتار قسم کے ناظم اور نثر نگار تھے"۔ (تذکرۃ خواص الامۃ، طبع نجف اشرف، ص ۳۶۵)

خصکفی نے عربی زبان میں ائمہ اطہار علیہم السلام کی شان میں بڑا تفصیلی قصیدہ لکھا ہے۔ ابن جوزی تحریر کرتے ہیں کہ اسے بعض مشائخ نے نقل کیا ہے۔ پھر موصوف نے اس قصیدے

کا ایک حصّہ خود بھی نقل کیا ہے۔ ہم صرف چند اشعار پر اکتفا کریں گے۔

وَسَائِل عَن حُبِّ اَهلِ البَيتِ هَل
اَقَرَّ اَعلَانًا بِهٖ اَمْ اَجحَدَ

"اے لوگو! جو مجھ سے اہلِ بیتؑ کی محبت کے بارے میں سوال کرتے ہو کہ کیا میں علانیہ طور پر اُن کی محبت کا اعتراف کرتا ہوں"۔

هَيهَاتَ مُمزوجٌ بِلَحمِي وَدَمِي
حُبُّهُم وَهُم الهُدٰى وَالرُّشدُ

"نہ نہ، اُن کی محبت تو میرے خون اور گوشت میں رچی بسی ہے۔ وہ تو حق و حقیقت کی دنیا میں میرے استاد ہیں"۔

حَيدَرَةُ وَالحَسَنَانِ بَعدَهُ
ثُمَّ عَلِي وَابنُهُ مُحَمَّد

"وہ حیدرِ کرّار، حسن مجتبیٰؑ، حسینؑ شہید کربلا، علیؑ ابن الحسینؑ اور محمد باقرؑ"۔

جَعفَرُ الصَّادِقُ وَ اِبنُ جَعفَر
مُوسٰى وَيَتلُوهُ عَلِي السَّيِّدِ

"امام جعفر صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ اور اُن کے بعد سیّد و آقا"۔

أَعنِي الرِّضَا ثُمَّ اِبنُهُ مُحَمَّد
ثُمَّ عَلِي وَأَبنُهُ المُسَدَّد

"یعنی امام علی رضاؑ اور اُن کے فرزند امام محمد تقیؑ، اُن کے فرزند امام علیؑ اور اُن کے فرزند"۔

اَلحَسَنُ التَّالِي وَيَتلُو تلوه
مُحَمَّدُ بنُ الحَسَن المُفتَقَدُ

"امام حسن عسکریؑ جو امام علیؑ کے بعد بلا فصل ہیں اور اُن کے بعد محمد بن

حسنؑ ہیں جن کے ہاتھ پر میں نے اپنا ہاتھ رکھا ہے"۔ ①

۳۲- ابن خشاب بغدادی (متوفی ۵۶۷ھ ق)

ابن خلکان، اپنی کتاب "وفیات الاعیان" (ج ۲، ص ۲۸۸) میں اس عالم، نحوی اور مشہور مقرر کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"شیخ عالم یگانہ روزگار حجۃ الاسلام ابومحمد عبداللہ بن احمد محمد ابن خشاب جو ابن خشاب بغدادی کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ادبیات، نحو، تفسیر، حدیث، انساب، فرائض اور حساب کے ماہر سمجھے جاتے تھے انھوں نے قرآن کو کئی قرأتوں سے پڑھا اور کئی علوم کے اُستاد مانے جاتے تھے"۔

جناب سیوطی نے "طبقات النحاۃ" میں اور کئی دوسرے حضرات نے اپنے اپنے منابع میں یہ عبارت یا اس مضمون سے ملتی جلتی عبارات نقل کی ہیں۔

ابن خشاب نے کتاب "موالید الائمہ وفیاتھم" میں جو بظاہر ایک چھوٹی سی کتاب ہے اور ابن صباغ مالکی نے فصول المہمہ میں شیخ سلیمان حنفی نے ینابیع المودۃ میں، ابونعیم اصفہانی کی کتاب اربعین سے اور علی بن عیسیٰ کی "کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ" سے جو اہلِ سنت کے ہاں بڑی معتمد اور مستند کتاب سمجھی جاتی ہے اس میں باقاعدہ نام لے کر تصریح کی ہے۔ اپنے اُستاد کے ذریعے ابوبکر احمد بن نصر بن عبداللہ بن فتح دارع نہروانی سے اور اُس نے صدقہ بن موسیٰ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام علی رضاعلیہ السلام نے فرمایا: امام ابومحمد حسنؑ بن علیؑ کی اولاد میں سے خلفِ صالح صاحب الزمان مہدیؑ ہوں گے۔

نیز ابن خشاب تحریر کرتے ہیں: ہمارے لیے جراح بن سفیان نے حدیث روایت کی ہے اور اُس نے کہا ہے ہمارے لیے حدیث بیان کی ہے طاہر بن ہارون بن موسیٰ علوی نے

---

① شیخ سلیمان حنفی نے "ینابیع المودۃ" (ص ۴۷۳) میں اور اس کی پیروی دوسرے حضرات نے بھی کی ہے اور اسے اپنے منابع و مدارک میں ذکر کیا ہے۔ اُنھوں نے خصکفی کا ذکر اس حد تک کیا کہ ایک شافعی نے ان اشعار کو نقل کیا ہے اور اس سے مراد دانشور، ادیب، شافعی اور مشہور شخصیت جناب ابوالفضل یحییٰ بن سلامہ خصکفی ہیں جن کا تعلق میافارقین سے ہے، جو عراق کے شمالی قدیمی شہروں میں سے ایک ہے۔

اپنے والد محترم ہارون سے اور اُنھوں نے اپنے والد موسیٰ سے ان کا فرمانا ہے کہ میرے آقا و مولا جعفرؑ ابن محمدؑ نے ارشاد فرمایا:

"خلفِ صالح میری اولاد میں سے ہوگا، وہی مہدیؑ ہوگا۔ آپ کا اسمِ گرامی م ح م د اور کنیت ابوالقاسم ہوگی۔ جو آخری زمانے میں قیام کریں گے، اُن کی والدہ محترمہ کا اسمِ گرامی صیقل ہوگا"۔

ابوبکر دارع کہتے ہیں کہ بعض روایات میں اُن کی والدہ کا اسمِ گرامی حکیمہ بھی ملتا ہے جس کا نام نرجس ہے۔ اُنھیں سوسن بھی کہا جاتا ہے۔ بہرحال خدا بہتر جانتا ہے ان کی کنیت ابوالقاسم ہے۔ (نجم الثاقب، ص ۱۱۹، طبع اسلامیہ)

۳۳۔ موفق بن احمد حنفی (متوفی ۵۶۸ھ ق)

موفق بن احمد اخطب خوارزم کے خطباء میں سے تھے۔ آپ فقہ، حدیث، شعر، وعظ، خطابت کے ماہر اور اُستاد مانے جاتے تھے۔ مناقب میں فخر القضات نجم الدین ابومنصور محمد بن الحسین بن محمد بغدادی نے اپنی اسناد کے ذریعے حضرت سلمان فارسیؓ سے روایت نقل کی ہے:

اَنْتَ سَیِّدٌ بنُ سَیِّدٍ وَأَخُو سَیِّدٍ وَ اَبُو السَّادَاتِ ، اَنْتَ اِمَامٌ اِبنُ الْاِمَامُ أَخُو الْاِمَامِ أَبُوالائِمَّةِ اَنْتَ حُجَّةٌ بنُ حُجَّةٍ أَخُو حُجَّةٍ أَبُو حُجَجٍ تِسعَةٌ مِن صُلبِكَ تَاسِعُهُمْ قَائِمُهُمْ

"میں پیغمبر اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آپؐ کے پہلو میں حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ اُن کے چہرے اور آنکھوں کا بوسہ لے رہے تھے۔ آپؑ آقا ہو، آپؑ کے باپ آقا ہیں، آپؑ کے فرزند آقا ہیں، آپؑ کا پوتا آقا ہے، آپؑ امام ہو، آپؑ کے والد امام ہیں، آپؑ کے بھائی امام ہیں اور آپؑ کے فرزند امام ہیں۔ تم حجتِ خدا ہو، تمھارا بھائی حجتِ خدا ہے، تمھارا فرزند حجتِ خدا ہے، تمھارا بھائی حجتِ خدا ہے، تمھاری اولاد میں نواں امام آقا، حجتِ خدا قائمؑ ہوگا"۔

اسی سند کے ذریعے پیغمبر اکرم ﷺ سے بھی روایت کی گئی ہے۔ آپ ارشاد فرماتے ہیں: جس شب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو خداوند عالم نے ارشاد فرمایا:

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ (سورۂ بقرہ: آیت ۲۸۵)

"پیغمبرؐ ایمان لائے ہیں جو کچھ خدا نے اُن پر نازل کیا ہے"۔

میں نے کہا: مومن بھی ایمان لائے ہیں۔ خدا نے فرمایا: سچ کہہ رہے ہو۔ پھر فرمایا: اپنی جگہ اپنی اُمت میں سے کس کو مقرر کر کے چھوڑ آئے ہو؟ میں نے کہا: جو اُن سب میں افضل ہے؟ حکم ہوا: کیا علیؑ کو؟ میں نے جواب دیا: جی ہاں۔ فرمایا: اے محمدؐ! میں نے زمین پر نگاہ ڈالی تو تجھے منتخب کیا اور تمھارا نام میں نے اپنے نام پر رکھا، مَیں محمود ہوں تو تم محمدؐ ہو۔ پھر میں نے نگاہ دوڑائی تو علیؑ کو چُن لیا اور اُس کا نام بھی میں نے اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ میں اعلیٰ ہوں تو وہ علیؑ ہے۔

اے محمدؐ! میں نے تمھیں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ کو اور نسلِ حسینؑ سے ائمہ اطہار علیہم السلام کو اپنے نُور سے خلق فرمایا ہے اور تمھیں زمین و آسمان والوں کے لیے سرور و سردار قرار دیا ہے۔ جو بھی تم پر ایمان لائے گا (قبول کرے گا) وہ میرے نزدیک اہلِ ایمان میں سے شمار ہوگا اور جو تمھارا انکار کرے گا وہ کافر شمار کیا جائے گا۔

اے محمدؐ! اگر میرے بندوں میں سے کوئی میری اس طرح عبادت کرے کہ دورانِ عبادت ہی اُسے موت آجائے یا اس پر ایسی کوئی کیفیت طاری ہوجائے تو وہ تمھاری سرداری و سروری کا انکار کردے مَیں اسے ہرگز نہیں بخشوں گا۔

اے محمدؐ! کیا تم اُنھیں دیکھنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا: جی میرے مولا! حکم ہوا کہ نگاہ ڈالو۔ میں نے جیسے ہی نظر دوڑائی مجھے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، علی ابن الحسینؑ، محمدؑ ابن علیؑ، جعفرؑ ابن محمدؑ، موسیٰؑ ابن جعفرؑ، علیؑ ابن

موسیٰ، محمدؑ ابنِ علی، علیؑ ابنِ محمدؑ، حسنؑ ابنِ علیؑ اور مہدیؑ نور میں گھرے ہوئے دکھائی دیے۔ یہ سب نماز کے لیے کھڑے تھے۔ امام مہدیؑ ان سب کے درمیان چودھویں کے چاند کے مانند چمک رہے تھے۔

تب حکمِ پروردگار ہوا: اے محمدؐ! یہ میری طرف سے حجج ہیں، اور مہدیؑ وہ ہے جو عترت کے خون کا حساب لے گا۔ مجھے اپنی عزت اور جلالت کی قسم! وہ ایک لازمی وضروری حجت ہیں۔ میرے دوستوں کے لیے وہی میرے دشمنوں سے انتقام لے گا"۔ (کشف الاستار، ص ۶۱-۶۲)

۳۴- ابنِ اَرزق (متوفی ۵۹۰ھ ق)

آپ کا اسمِ گرامی ابوالفضل عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب فارقی ہے۔ ابنِ خلکان سے منقول ہے کہ اُنھوں نے تاریخ میافارقین کے اندر تحریر کیا ہے (حضرت امام مہدیؑ، حضرت امام حسن عسکری کے فرزند ہیں جو ۱۹ ربیع الاوّل ۲۵۸ھ کو متولّد ہوئے ہیں)۔ (وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۱۶)

ہمارے لیے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ابنِ اَرزق نے تسلیم کیا ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہاں ایک مہدی نامی فرزند کی ولادت ہوئی، البتہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو ہوئی۔

۳۵- فخر الدین رازی (متوفی ۶۰۶ھ ق)

آپ مشہور عالم، مفکر، فلسفی، مفسر، محقق اور کئی قیمتی اور مشہور کتب کے مصنف ہیں۔ کتاب الفرق میں چودہ دوسرے رسالوں کو ملا کر ایک کتاب سامنے لائے ہیں جو آقای سید محمد باقر سبزواری، تہران یونیورسٹی، شعبہ الٰہیات کے استاد کے ذریعے تدوین اور طباعت کے عمل سے گزری ہے۔ آپ شیعہ فرقے کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

تیسری گزارش (بات) یہ ہے کہ اُن کا (شیعہ) عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد امامت آپؑ کے فرزند کو ملی ہے، جو نظروں سے غائب ہیں اور ایک دن ظہور کریں گے۔

ہمارے دور کے شیعہ (امامیہ) بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے اور دُعا کیا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ الْمُصْطَفٰی وَعَلِیِ الْمُرْتَضٰی وَخَدِیجَۃِ الْکُبْرٰی وَفَاطِمَۃَ الزَّھْرَا وَالْحَسَنِ الزَّکِیِّ وَالْحُسَیْنِ الشَّھِیْدِ بِکَرْبَلَا وَعَلِیِ زَیْنِ الْعَابِدِیْنَ وَمُحَمَّدِ ابْنِ عَلِیِ الْبَاقِرِ وَجَعْفَرِ ابْنِ مُحَمَّدِ الصَّادِقِ وَمُوسٰی ابْنِ جَعْفَرِ الْکَاظِمِ وَعَلِیِ ابْنِ مُوسٰی الرِّضَا وَمُحَمَّدِ ابْنِ عَلِیِ التَّقِیِّ وَعَلِیِ ابْنِ مُحَمَّدِ النَّقِیِّ وَالْحَسَنِ ابْنِ عَلِیٍ وَمُحَمَّدِ ابْنِ الْحَسَنِ الْعَسْکَرِیِّ الْاِمَامِ الْقَائِمِ الْمُنْتَظَرِ

ہم جانتے ہیں کہ فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر اور دوسری کتب میں مذہب شیعہ پر تابڑ توڑ حملے کیے ہیں۔ آپ ابن حجر کے مانند نہیں تھے کہ تمام تر تعصبات کے باوجود (اُن کے قلم سے) حق وحقیقت جاری ہوگیا۔ اپنے اندر پائے جانے والے تعصب کو کبھی ظاہر کرتے اور کبھی عیاں کرتے۔ آپ نے تفسیر کبیر (ج ۱، ص ۱۱) پر نماز میں جہر و اخفاء والے مسئلے کے بارے میں بحث کرتے ہوئے تحریر کیا ہے:

مذہب علیؑ ابن ابی طالبؑ والوں کے ہاں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا تواتر سے ثابت ہے، جو شخص بھی حضرت علی علیہ السلام کا تابع دار ہے اور اُنھیں اپنے دین کا پیشوا اور امام سمجھتا ہے وہ آپؑ کی اقتداء کرتا ہے۔ بتحقیق ایسا شخص حق کو پالے گا۔ چونکہ اس فرمانِ رسولؐ کے انکار کی کسی میں جرأت نہیں ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَ عَلِیٍّ

یہاں تک کہا ہے کہ عقلی دلائل کی روشنی میں ہمارا عمل حضرت علی علیہ السلام کے عمل کے مطابق ہونا چاہیے۔ جو شخص بھی حضرت علی علیہ السلام کو امام مانے گا اور اُنھیں اپنے دین کا امام و ہادی جانے گا وہ گویا اپنے دین، ایمان اور جان کو محکم پناہ گاہ کے سپرد کر دیتا ہے۔

۳۶۔ الناصر الدین اللہ خلیفہ عباسی (متوفی ۶۲۲ھ ق)

احمد بن مستضیٔ جن کا لقب الناصر باللہ یا الناصر الدین اللہ تھا، نے ۶۰۶ھ ق میں حکم دیا کہ وہ سرداب (تہ خانہ) جس میں آپؑ نے غیبت اختیار فرمائی تھی حضرت امام حسن

عسکری علیہ السلام کے گھر میں واقع ہے، کو دوبارہ تعمیر کیا جائے۔ ①

معماروں نے سرداب اور صفہ کے درمیان ایک خوبصورت لکڑی کا دروازہ بنا کر لگایا اور اس پر خوبصورت کام کیا۔ اس دروازے پر تحریر ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ هٰذَا مَا اَمَرَهٗ بِعَمَلِهٖ سَيِّدُنَا وَمَوْلَانَا الْاِمَامُ الْمُفْترض الطاعة علی جمیع الانام ابوالعباس احمد بن النَّاصِرُ لِدِيْنِ اللّٰهِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَخَلِيْفَةُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الَّذِي طبق الْبِلَادِ اِحْسَانُهٗ وَعَدْلُهٗ ..... وَحَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا خَاتِمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى آلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَعِتْرَتِهٖ وَسَلَّمَ

صفہ کے اندر اور ساج کی پشت پر تحریر ہے:

بِسمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيٌّ وَلِيُّ اللّٰهِ، فَاطِمَه، الْحَسَنُ ابنُ عَلِيٍ وَالْحُسَيْنُ ابنُ عَلِيٍ، وَعَلِيُّ ابنُ الْحُسَيْنِ، مُحَمَّدُ بنُ عَلِيٍ، جَعْفَرُ ابنُ مُحَمَّدٍ، مُوسٰى ابنُ جَعْفَرٍ، عَلِيُّ ابنِ مُوسٰى، مُحَمَّدُ ابنِ عَلِيٍ، وَعَلِيُّ ابنُ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنُ ابنُ عَلِيٍ، مُحَمَّدُ ابنِ الْحَسَنِ اَلْقَائِمِ بِالْحَقِّ

محدث نوری کتاب کشف الاستار میں تحریر کرتے ہیں: اگر ناصر کا یہ عقیدہ نہ ہوتا کہ جو سرداب (تہ خانہ) امام مہدی علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے اور اس مقام کو وہ آپؑ کی جائے ولادت یا جائے غیبت نہ سمجھتا ہوتا یا اس مذکورہ مقام پر آپؑ کی کوئی کرامت نہ دکھلائی دیتی تو وہ کبھی اس کو تعمیر کا حکم نہ دیتا، اور نہ ہی اتنے اخراجات کر کے اس پر تزئین و آرائش کراتا۔ ②

---

① مرحوم شیخ عباس قمی نے تتمۃ المنتہیٰ (ج ۲، ص ۵۲) پر تحریر کیا ہے: "ہمارے زمانے میں ۱۳۳۵ھ ق میں بھی وہ دروازہ موجود تھا جو اعلیٰ فنکاری کا نمونہ تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی حفاظت نہ ہو گی۔ لوگ اس جگہ موم بتیاں اور چراغ جلانے لگے مگر پھر بھی وہ انمول ہیرے کے مانند جگمگا رہا ہے۔

② شیعہ عقیدہ نہیں زمانہ سرداب (تہ خانے) میں غائب ہوئے ہیں یا اس جگہ سے آپؑ کا ←

اگر ناصر عباسی کے دور کے تمام علماء وجودِ امامؑ کے منکر تھے اور سب کا اجماع تھا کہ امامِ زمانہؑ کی ولادت نہیں ہوئی تو اس کے لیے یہ کام کرنا نہ فقط ناممکن ہوتا بلکہ محال ہوتا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں اہلِ سنت کے علماء میں بھی چند ایسے افراد موجود تھے جو تنگ نظری اور تعصب سے پاک تھے اور اُن کا عقیدہ تھا کہ سامرہ کے سرداب (تہ خانے) میں غیبت اختیار کرنے والا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا فرزند امام مہدیؑ تھا۔

ناصر نے بھی اسی نظریے کے تحت اس سرداب کی تعمیر کا حکم دیا تھا اور پھر اس سرداب کی خوب تزئین و آرائش کرائی تھی اور اس جگہ کو امامِ زمانہؑ کی غیبت کے مقام کا عنوان دیا تھا۔

اس کے بعد جناب محدث نوری تحریر کرتے ہیں: ہم ناصر خلیفہ عباسی کو ان علماء میں اس لیے شمار کرتے ہیں جو امام مہدی علیہ السلام کے وجود کے معتقد تھے۔ چونکہ ناصر اپنے دور کے علماء و فضلاء میں ایک ممتاز مقام رکھتا تھا اسی لیے تو ابنِ سکینہ، ابنِ خضر، ابنِ نجار اور ابنِ دامغانی اس سے روایت کرتے تھے۔ ①

۳۷- یاقوت حموی (متوفی ۶۲۶ھ ق)

موصوف بہترین عالم اور مشہور و معروف جغرافیہ دان تھے۔ معجم البلدان میں لفظ "سامرہ" کے متعلق تحریر کرتے ہیں: "وہ مشہور سرداب (تہ خانہ) کہ جس کے متعلق شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے یہاں سے امامِ زمانہؑ باہر تشریف لائیں گے۔ وہ جامع مسجد میں واقع ہے"۔

اس کتاب کے ایک دوسرے صفحے پر تحریر کرتے ہیں: "سامرہ شہر مستعین خلیفہ عباسی کے دورِ حکومت میں مکمل طور پر اُجڑ گیا تھا ماسوائے ایک سرداب کے"۔

← کوئی رابطہ ہے۔ سامرہ کے سرداب والا مسئلہ کچھ یوں ہے: مرورِ امامؑ کے ساتھ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے سارے گھر کو قابلِ احترام سمجھا جاتا تھا۔ امامِ زمانہؑ نے پانچ سال وہاں زندگی بسر کی تھی۔ جب ناصر عباسی نے اُسے تعمیر کیا اُسے حضرت امام حسن عسکریؑ کے گھر کی نشانی اور یادگار سمجھ کر تعمیر کرایا۔ اس وجہ سے اس کا زیادہ احترام ہونے لگا۔ اس لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس تاریخ کے بعد امام زمانہؑ اور سرداب کا رابطہ اُستوار کر دیا گیا۔

① کشف الاستار، ص ۴۳۔ جان لیجیے کہ ناصر عباسی اگرچہ خلیفہ تھا مگر اس کے باوجود بہترین عالمِ دین بھی تھا۔ مزید تفصیل کے لیے اس دور کی تاریخ کی کتب کامل ابن اثیر وغیرہ کی طرف رجوع کریں۔

شیعہ حضرات کے نزدیک زیارت گاہ تھی اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے نام سے منسوب اور مشہور تھی۔ اس کے علاوہ ہر چیز تباہ ہو گئی تھی۔

سامرہ کے متعلق بحث کے اختتام پر تحریر کرتے ہیں: "سامرہ میں قبر مطہر امام علیؑ بن محمدؑ ابنِ علیؑ بن موسیٰؑ ابنِ جعفرؑ ہے اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی قبر مطہر بھی ہے۔ شیعہ حضرات کے عقیدے کے مطابق اسی جگہ پر امامِ منتظرؑ غائب ہوئے تھے۔

۳۸- شیخ فرید الدین عطار (مقتول ۶۲۷ھ)

عطار نیشاپوری ساتویں ہجری کے مشہور و معروف عارف تھے تبھی تو جلال الدین محمد بلخی جو عرفان میں بلند ترین مقام پر فائز تھے ان کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

هفت شهر عشق را عطار گشت
ما هنوز اندر خم يك كوچه ايم

"عطار نے تو عشق کے ساتوں شہروں کی سیر کر ڈالی، جب کہ میں تو ہنوز ایک گلی کے پیچوں خم میں ہی اُلجھا ہوا ہوں"۔

خود جناب عطار کتاب مظہر الصفات میں تحریر کرتے ہیں:

مصطفٰی ختم رسل شد دَرجهاں — مرتضٰی ختمِ ولایت دَر عیان
جمله فرزندانِ حیدر اَولیاء — جمله یك نور ند حق کرد این ندا

"اس جہاں میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم المرسلین کے منصب پر فائز ہیں اور حضرت علی علیہ السلام خاتم الاولیاء کے مرتبے پر فائز۔ حضرت علی علیہ السلام کے تمام فرزند اولیاء ہیں۔ پروردگار کی آواز ہے کہ یہ سب کے سب نُور ہیں"۔

اس کے بعد جناب عطار بقیہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی بیان کرتے ہیں جن میں امامِ زمانہؑ کا اسمِ گرامی بھی شامل ہے، جیسے:

صد هزاران اولیاء روی زمین — از خدا خواهند مهدی را یقین
یاالٰهی مهدیم از غیب آر — تا جهان عدل گردد آشکار
مهدی هادی است تاج اتقیا — بهترین خلق برج اولیاء
ای تو ختم اولیاء این زمان — وز همه معنی نهانی جان جان
ای تو هم پیدا و پنهان آمده — بندہ عطارت ثنا خوان آمده

"اس کرۂ ارض کے ہزاروں اولیاء، خدا سے امام مہدی علیہ السلام کے متعلق یقین کی دُعا کر رہے ہیں: اے پروردگار! مہدیؑ کو غیب سے آشکارا فرما، تا کہ یہ جہان عدل سے بھر جائے۔ مہدیؑ ہادی ہیں، متقیوں کے سر کا تاج ہیں، آپؑ بہترین مخلوق اور اولیاء کے برج ہیں، آپؑ ہی اس دور کے خاتم اولیاء ہیں، اور تمام چھپے ہوئے معانی کو پہچانتے ہیں۔ آپؑ ہی ہیں اور پردۂ غیب سے ظہور کریں گے۔ بندہ عطار تو آپؑ کا ثنا خواں ہے۔

۳۹- ابن اثیر جزری (متوفی ۶۳۰ھ ق)

آپؒ مشہور و معروف مورخ اور شہرۂ آفاق کتاب "الکامل" کے مصنف ہیں۔ آپؒ ۲۶۰ ہجری کے حادثات کے متعلق جلد پنجم میں تحریر کرتے ہیں:

"اس سال امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ آپؑ امام محمدؑ کے والدِ گرامی ہیں جن کے متعلق یہ عقیدہ مشہور ہے کہ آپؑ سامرہ کی سرداب (تہ خانے) سے ظاہر کریں گے"۔ ①

۴۰- شیخ عامر بصری

یہ عارف متألّہ روم کے شہر سوانی میں سکونت اختیار پذیر تھے۔ آپ نے مشہور و معروف قصیدہ تائیہ قلم بند کیا ہے جو (ذات الانوار) کے نام سے مشہور ہے۔ جس کے بارے

① ہم عرض کر چکے ہیں کہ شیعہ حضرات ہرگز یہ عقیدہ نہیں رکھتے ہیں کہ امام زمانہؑ سامرہ کے سرداب سے ظہور کریں گے، بلکہ تمام شیعوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ امام مہدیؑ کعبہ کی چھت سے ظہور فرمائیں گے۔

میں عمر بن فارض اندلسی مصری (متوفی ۶۳۲ھ ق) نے تحریر کیا ہے کہ یہ تمام قصائد میں سرفہرست ہے۔

شیخ عامر بصری کا قصیدہ معارف، اسرار، حکم و آداب اور بارہ انوار پر مشتمل ہے۔ نورِ امام مہدی علیہ السلام کی معرفت کے بارے میں ہے اور اس زمانے کی معرفت کے متعلق ہے جس میں آپؑ ظہور فرمائیں گے۔ تحریر کرتے ہیں:

إِمَامُ الهُدیٰ حَتّٰی مَتَی أَنتَ غَائِبٌ فَمُنَّ عَلَينَا يَا أَبَانَا بِأَوبَة

ترأت لَنَا رَأيَاتُ جَيشِكَ قَادِمًا فَفَاحَت لَنَا مِنهَا رَوَائِحُ مِسكَةَ

وَبَشَّرَتِ الدُّنيَا بِذٰلِكَ فَاغتَدَت مُبَاسِمُهَا مُفتَرَةٌ عَن مُسَدِه

مَللنَا وَطَالَ الِانتِظَارُ فَجِدَ لَنَا بِرَبِّكَ يَاقطبَ الوُجُودِ بلقبة

إلی ان قال:

فَعَجِّل لَنَا حَتّٰی نَرَاكَ فَلَذَّةُ الْمُحِب لقَا مَحبُوب بَعدِ غَيبَةٍ

(کشف الاستار، ص ۵۵)

"اے ہدایت کے امام! کب تک غائب رہو گے؟ اے ہمارے بابا! واپس پلٹ کر ہم پر احسان کرو۔ ہم آنکھوں پر آنکھیں رکھے آپؑ کے دیدار کے مشتاق ہیں، ہمارے مشام میں اس کی خوب صورت خوشبو نظر آ رہی ہے۔ یہ مژدہ سنتے ہی یہ جہان خوشیوں سے جھوم اُٹھے گا، منہ خوشی سے کھلے رہ جائیں گے۔ ہم تھک گئے ہیں اور انتظار طویل ہوتا جا رہا ہے۔

اے قطبِ وجود! خدا کے لیے کوشش کیجیے تا کہ ہم آپؑ کی ملاقات سے شرف یاب ہوسکیں۔

اور یہاں تک فرمایا: اے مولا! تشریف لانے میں جلدی کیجیے تا کہ ہم زیارت سے مستفید ہوسکیں۔ غیب ہونے کے بعد محبوب کے دیدار کی اپنی ہی لذت ہوتی ہے"۔

۴- محی الدین ابن العربی (متوفی ۶۳۷ھ)

جناب محی الدین ابن عربی کو عام اہلِ سنت اور شیعہ عرفا سلسلۂ عرفان کے آقاؤں میں شمار کرتے ہیں جو رئیس شریعت و طریقت اور حق تک پہنچے ہوئے تھے۔ جنابِ شعرانی نے یواقیت نامی کتاب میں جو محی الدین ابن عربی کی مغلقات فتوحات مکیہ کی شرح کی شکل ہے، میں تحریر کرتے ہوئے اُنھیں عالی ترین مقام پر فائز اور اعلیٰ گفتار کا مالک قرار دیا ہے جیسے ملاحظہ ہو: شیخ امام محقق سرآمد بزرگان عرفا و مقربان، صاحب اشارات ملکوتی و نفحات قدسی و انفاس روحانی و کشف و بینش خارق العادہ اور رکنِ اسلام جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔

اس کے بعد جناب شعرانی کہتے ہیں کہ محی الدین ابن عربی نے کتاب فتوحات مکیہ کے باب نمبر ۳۶۶ پر تحریر فرمایا:

> ''جان لو امام مہدیؑ کا ظہور حتمی ہے، مگر آپؑ تب ظہور فرمائیں گے جب زمین ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔ آپؑ اُسے عدل و انصاف سے بھر دیں گے، بے شک دنیا کی عمر کا ایک دن ہی کیوں نہ بچ جائے۔ خداوند اس ایک دن کو اتنا طویل فرمادے گا کہ یہ خلیفہ مسندِ خلافت پر فائز ہوجائے گا۔
>
> امام مہدیؑ رسولِ اکرم ﷺ کی عترت اور فرزند فاطمہ زہراؑ سے ہوں گے۔ اُن کے دادا حسینؑ بن علیؑ ہوں گے، آپؑ کے والد حضرت امام حسن عسکریؑ ہوں گے جو امام علی نقیؑ کے فرزند ہوں گے۔ یہ سلسلہ اس طرح ہوگا امام علی نقیؑ بن امام محمد تقیؑ بن امام علی رضاؑ بن امام موسیٰ کاظمؑ بن امام جعفر صادقؑ بن امام محمد باقرؑ بن امام زین العابدینؑ بن امام حسینؑ بن امام علیؑ بن ابی طالبؑ۔
>
> آپؑ پیغمبر اکرم ﷺ کے ہم نام ہوں گے: مسلمان رکن اور مقام کے درمیان اُن کی بیعت کریں گے۔ آپؑ پیغمبر اکرمؐ کی مکمل شبیہ ہوں گے۔ اَخلاق کے لحاظ سے بھی امام مہدیؑ پیغمبر اکرمؐ کی شبیہ ہوں گے۔ یاد رہے کہ اخلاق میں سرکار ختمی مرتبت کی نظیر اور مثل کوئی عام شخص نہیں ہوسکتا''۔

اس لیے کہ ارشاد ہو رہا ہے:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ○ (سورۂ قلم: آیت ۴)

"بے شک آپؐ خلقِ عظیم کے مالک ہیں"۔

لہٰذا کوئی بھی آپؐ کی شبیہ نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد آپؐ کے اوصاف اور شمائل کا تذکرہ فرما کر ظہور کے وقت امام مہدیؑ کی مصروفیات کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے۔

جناب ابن عربی نے فتوحاتِ مکیہ میں دوسرے مقامات پر بھی امام مہدیؑ موعود کے متعلق بحث کی ہے۔ اسی باب ۳۶۶ میں آپؑ کے بارے میں اشعار بھی ذکر کیے ہیں۔ یہ تمام چیزیں بہترین شاہد ہیں کہ آپ امامِ زمانہؑ غائب کی امامت کے معتقد ہیں۔

اَلَا اَنَّ خَتمَ الْاَوْلِيَاءِ شَهِيْدٌ — وَعَيْنُ اِمَامِ الْعٰلَمِيْنَ فَقِيْدٌ

هُوَ السَّيِّدُ الْمَهْدِىْ مِنْ آلِ اَحْمَدَ — هُوَ الصَّارِمُ الْهِنْدِىْ حِيْنَ يُبِيْد

هُوَ الشَّمْسُ يَجْلُوْ كُلَّ غَمٍّ وَ ظُلْمَةٍ — هُوَ الْوَابِلُ الْوَسِمِى حِيْنَ يَجُوْد

"خاتم الاولیاء شاہد ہیں اور امام العالمین نگاہوں سے اوجھل ہیں۔ وہ سیّد مہدیؑ ہیں۔ آلِ احمدؐ کا جب آغاز ہوگا تو وہ صارم ہندی کی مثل ہوں گے۔ ایسا سورج ہیں جو ہر ظلمت و غم میں طلوع ہوگا"۔

اسی طرح جناب شیخ سلیمان حنفی نے جناب محی الدین ابن عربی کی دوسری کتاب عنقاء المغرب فی بیان المهدی و وزاری او میں بھی اشعار نقل کیے ہیں۔ ان میں سے دو اشعار پیشِ خدمت ہیں:

اِذَا دَارَ الزَّمَانُ عَلٰى حُرُوْفٍ — بِسْبِسْمِ اللهِ فَالْمَهْدِىْ قَامَا

وَيُخْرَجُ بِالْحَطِيْمِ عَقِيْبٌ صَوْمٍ — الا فَاقْرَأهُ مِنْ عِنْدِىْ السَّلَامَا

(ینابیع المودۃ، ص ۳۱۶-۳۶۷)

محی الدین نے فتوحاتِ مکیہ کے باب ۳۶۳ پر، قطب کی بحث کے ضمن میں تحریر کیا ہے:

فَاَقْطَابُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِثْنَا عَشَرَ قُطْبًا عَلَيْهِمْ مَدَارُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ كَمَا اِنَّ مَدَارَ الْعَالَمِ الْجِسْمِىْ وَالْجِسْمَانِىْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ عَلٰى اِثْنَا عَشَرَ بُرْجًا

"اس اُمت کے بارہ قطب ہیں، جو اسلام کا مدار ومحور ہیں، اسلام اُنھی کے گرد چکر لگاتا ہے، جس طرح عالم جسم وجسمانیت کا قطب دنیا وآخرت میں بارہ برجوں کے گرد چکر لگاتا ہے"۔

جناب محی الدین ابن عربی کی گفتگو کے اختتام پر ضروری ہے کہ ہم بیان کریں کہ فتوحاتِ مکیہ کے تمام نسخوں میں چاہے خطی ہوں یا مطبوعہ، میں بڑی دقت سے ورق گردانی کی گئی ہے کہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی امام مہدیؑ سے لے کر امیرالمومنینؑ تک مل جائیں، مگر کامیابی نہیں ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ موصوف مقامِ رفیع پر فائز تھے، لیکن نسخہ بندی کرنے والوں اور کاتبین نے وہ حصے جن سے شیعہ عقائد ونظریات کی تائید ہوتی تھی، کو عملاً حذف کردیا ہے۔ صرف جناب عبدالوہاب شعرانی نے مستقیم فتوحات کے کسی نسخے سے نقل کیا ہے۔ چونکہ جناب شعرانی کا اہلِ سنت کے ہاں معتبر نام ہے، لہٰذا صرف ان کا نقل کرنا ہی ہمارے لیے اطمینان کے لیے کافی ہے۔ چونکہ خود اہلِ سنت کے بعد والے اکثر علماء نے بھی جناب شعرانی سے نقل کیا ہے جیسے حمزاوی، مودودی، عبدالرحمٰن صوفی، محمد صبان مصری وغیرہ۔ ان کے بارے میں ہم اسی حصے میں ان شاء اللہ اشارہ کریں گے۔

محدث بزرگوار جناب مرزا حسین نوری کتاب نجم ثاقب کے ص ۱۲۳ پر تحریر کرتے ہیں:

کشف الظنون کے بابِ فاء میں جناب شعرانی سے نقل کرتے ہیں کہ اُنھوں نے لواقع الانوار میں بیان کیا ہے۔ جب میں فتوحات کی تلخیص سے فارغ ہوا تو ممتاز عالمِ دین جناب شمس الدین محمد بن ابی الطیب مدنی (متوفی ۹۵۵ھ) میرے پاس تشریف لائے تو اُنھوں نے مجھے فتوحات کا ایک نسخہ دکھایا جس میں جناب محی الدین کے خطی نسخے کے ساتھ کیا گیا موازنہ بھی شامل تھا۔

فتوحاتِ مکیہ کے جن حصوں کے بارے میں مجھے تردد تھا اور میں نے وہ حصے شک کی بنا پر حذف کردیے تھے وہ اس میں بھی موجود نہیں تھے۔ میں یہیں سے متوجہ ہوا کہ مصر میں اَب بھی فتوحات کے جتنے نسخے موجود ہیں یہ سب اس نسخے سے تیار کیے گئے ہیں جس میں ردوبدل ہوچکا تھا۔

۴۲- شیخ سعد الدین حموی (متوفی ۶۵۰ ھ ق)

جناب سعد الدین محمد بن مؤید بن ابی الحسین بن محمد بن حمویہ مشہور و معروف عالمِ دین اور عارف تھے۔ آپ (شیخ سعد الدین حموی) کے نام سے مشہور تھے۔ آپ شیخ نجم الدین کبریٰ (مقتول ۶۱۸ ھ ق) کے خلیفہ اور جانشین تھے۔ اُنھوں نے امام زمانؑ کے حالات وصفات پر مستقل کتاب تحریر کی ہے اور شیعہ عقائد کے عین مطابق آپؑ کو (صاحب الزمانؑ) تسلیم کیا ہے جیسا کہ عبدالرحمٰن مرات الاسرار میں نقل کرتے ہیں۔

شیخ عزیز الدین نسفی نے فارسی زبان میں ایک رسالہ ولایت و نبوت کے بارے میں تحریر کیا ہے جس میں رقم طراز ہیں:

> شیخ الشیوخ نے سعد الدین حموی، قدس اللہ سرہ فرماتے ہیں: ہمارے نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل سابقہ اَدیان میں لفظ ولی کا استعمال نہیں ہوا، جبکہ لفظ نبی استعمال ہوتا رہا ہے۔ وہ حضرات جو شریعت کے وارث اور خداوند متعال کے مقربین ہیں اُنھیں انبیاء کہا جاتا ہے۔ ہر دین میں صاحبِ شریعت ایک ہوتا ہے جیسے حضرت آدمؑ کے دین میں چند انبیاءؑ تھے جو آپؑ کے وارث تھے۔ جو لوگوں کو دین خدا اور شریعت کی طرف دعوت دیتے تھے۔ اسی طرح حضرت نوحؑ کے دین اور دین ابراہیمؑ وموسیٰؑ وعیسیٰؑ میں بھی کئی انبیاءؑ تھے۔ چونکہ سرکارِ محمد مصطفیٰؐ پر نیا دین اور شریعت نازل ہوئی ہے اس لیے ولی خدا کے لفظ کا اضافہ دین محمدؐ میں کیا گیا۔ خداوند نے اہلِ بیتؑ رسولؐ میں سے بارہ افراد کو منتخب کیا اور اُنھیں سرکارِ محمد مصطفیٰؐ کا جانشین اور وارث قرار دیا اور انھی ہستیوں کو اپنی ولایت کے لیے بھی چُن لیا۔ اُنھیں سرکار محمد مصطفیٰؐ کے وارثوں اور نائبین میں شمار کیا۔ یہ حدیثِ مبارکہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ "علماء انبیاءؑ کے وارث ہیں"۔

اور حدیث مبارکہ (عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ، "میری اُمت کے علماء

بنی اسرائیل کے انبیاءؑ سے افضل ہیں") بھی انھی کے حق میں ہے۔ البتہ آخری ولی سے مراد آخری نائب ہے۔ اس لحاظ سے بارھواں ولی یعنی بارھواں جانشین خاتم اولیاء امام مہدیؑ صاحب الزمان ہیں۔

شیخ فرماتے ہیں: اس جہان میں اولیاء صرف بارہ ہیں۔ (ینابیع المودۃ، ص ۴۷۴)

امیر کبیر سیّد علی ہمدانی نے قصیدہ میمیہ بن فارض کی شرح میں تحریر فرمایا ہے: شیخ سعد الدین رازی جو "دایہ" کے نام سے مشہور تھے، اور شیخ محی الدین عربی اور ابنِ فارض یہ سب حضرات ہم عصر تھے اور ان سب کا شمار علمائے صوفیہ میں ہوتا ہے (وہ صوفی جو اہلِ سنت کے ہاں معروف ہیں)۔

سعد الدین کے فرزند یعنی صدرالدین ابراہیم بن محمد حموی وہی ہیں جو ۶۹۴ھ ق سلطان محمود غازان جو ہلاکو خان کا پوتا تھا اور سلطان محمد خدابندہ کا بھائی تھا۔ اُس نے آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا۔ آپؒ کے ذریعے کئی مغلوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ (کشف الاستار، ص ۵۵)

۴۳۔ عزیز الدین نسفی (متوفی ۶۱۶ھ ق)

آپ ہی سعد الدین حموی کے مقصد اور مراد کو نقل کرنے والے ہیں۔ وہ بھی شیخ الشیوخ جیسے القاب کے ساتھ بالفاظِ دیگر اگر خود موصوف ان کے معترف نہ ہوتے تو اس طرح ہرگز نقل نہ کرتے۔

عزیز الدین نسفی چھٹی صدی کے عرفا میں سے تھے اور جنابِ سعد الدین حموی کے مرید تھے۔ جلال الدین خوارزم شاہ کے زمانے میں مغلوں کے فتنے کے دوران قیام کیا، لیکن خراسان اور ماوراالنہر کے محاذ پر مغل سپاہیوں کے سامنے اُنھیں پسپائی اختیار کرنی پڑی، جس کے بعد آپ فارس کی طرف ہجرت کر گئے اور ابرقو میں سکونت اختیار کی۔ وہیں ۶۱۶ھ میں رحلت فرمائی۔

آپ نے فارسی زبان میں چند کتب تحریر کی ہیں جن میں منازل السائرین، مقصد اَقصیٰ، اُصول و فروع، انسانی روح کی ترقی کے علاوہ مبداء اور معاد کے موضوعات پر رسالے

بھی موجود ہیں۔ ان سب کی تلخیص کو زبدۃ الحقائق کا نام دیا گیا۔ آپ نے ان کتب میں فارسی نثرنگاری کے فن کو بڑی مہارت سے پیش کیا ہے۔ اپنے چند اشعار کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ (تاریخ نظم ونثر، در ایران، فارسی زبان میں، سعید نفیسی، ص ۱۱۱)

جناب محدث نوری، کشف الاستار میں اور منتخب الاثر کے مؤلف محترم، دونوں نے ان کے پیروکاروں کو عقائد نسفیہ کا مالک شمار کیا ہے۔ البتہ اس صورت میں جب ۵۳۸ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور اُن کا لقب نجم الدین تسلیم کیا جائے نہ کہ عزیز الدین۔

۴۴۔ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی (متوفی ۶۵۰ھ ق)

طبقات الشافعیہ میں مذکور ہے کہ آپ اُمورِ عمومی کے حاکم اور ایک رئیس و بزرگ تھے۔ آپ فقہ اور دوسرے علوم میں کافی مہارت رکھتے تھے۔ آپ کا شمار فقہاء، علماء اور علمِ کلام کے ماہرین میں شمار ہوتا تھا۔

آپ کافی عرصے تک سلطان کے منشی کے عہدے پر فائز رہے۔ اس سلسلے میں آپ اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آپ نے محدثین سے علمِ حدیث کی بابت بھی کسب فیض کیا۔ آپ حلب اور دمشق میں درسِ حدیث دیا کرتے تھے۔

حافظ دمیاطی اور مجد الدین بن عدیم آپ کے شاگردوں میں سے تھے۔ شیخ عبداللہ یافعی نے مرأت الجنان میں ۶۵۰ھ کے حادثات و واقعات کے ذیل میں آپ سے اسی مضمون سے ملتا جلتا نظریہ (قول) نقل کیا ہے۔

آپ کا اسی سال انتقال ہوا۔ کمال الدین محمد بن طلحہ نصیبی، مفتی شافعی جو بڑے عظیم فقیہہ تھے۔ فقہ اور علم میں استاد کے خلاف تھے۔ جمال الدین اِسنوی جو فقیہ اور شافعی تھے، نے طبقات فقہای شافعی میں آپ کی بڑی تعریف اور توصیف کی ہے۔ بیان کرتے ہوئے اُنھیں فقہ، اُصول اور کلام کا امام قرار دیا ہے اور تحریر کیا کہ آپ عظیم رئیس اور معظم و محترم شخصیت کے مالک تھے۔ بادشاہ بھی آپ سے خط و کتابت کرتے تھے۔ آپ نے مدرسہ امینیہ دمشق میں رہائش رکھی۔ حلب کے حاکم ملک ناصر نے آپ کو وزارت کی پیش کش کرتے ہوئے باقاعدہ شاہی فرمان بھی جاری کر دیا تھا مگر آپ نے معذرت کر لی تھی۔

عبدالغفار بن ابراہیم مکّی شافعی نے عجالۃ الراکب اور بلغۃ الطالب میں موصوف کو مشہور ومعروف عالم تحریر کیا ہے۔

کتاب مطالب السئول کا انتساب ابنِ طلحہ شافعی کے نام ہے۔ ہم اتنا عرض کریں گے کہ ابنِ تیمیہ سلفی، جو تشیع اور اس قسم کی کتب سے خاصی دشمنی رکھتے تھے، بالخصوص مسئلہ امامِ زمانہؑ پر موصوف کافی متعصب واقع ہوئے تھے، حتیٰ کہ بعض مقامات پر تو متواترات کا بھی انکار کر دیتے تھے، کتاب منہاج السنۃ کو موصوف کی کتاب شمار کیا گیا ہے۔ مطالب السئول ایران اور ہندوستان میں بھی چھپی ہے۔ (کشف الاستار، ص ۷)

ابنِ طلحہ نے مطالب السئول فی مناقب آلِ رسولؐ (عربی زبان میں) میں ائمہ اطہارؑ کی مناسبت سے بارہ ابواب ترتیب دیے ہیں، وہ مزید تحریر کرتے ہیں: گیارھواں باب ابومحمد حسن (متولد ۲۳۱) کی تعریف، توصیف اور منقبت کے بارے میں جو انھیں خدا کی طرف سے عطیہ ہے، اللہ نے ہی آپؑ کو عظمت و بزرگی عطا کی ہے۔ اس عظمت وتوصیف کو زمانہ کبھی بوسیدہ نہیں کرسکا۔ نہ ہی لوگوں کی زبانیں اس ذکر کو فراموش کرسکتی ہیں۔ چونکہ خدا نے آپؑ کی نسل سے امام مہدی علیہ السلام کو قرار دیا ہے جو آپؑ کے فرزند ہیں۔

باب دوازدہم: ابوالقاسم محمد بن الحسن الخالص بن علی المتوکل بن محمد القانع بن علی الرضا بن موسیٰ الکاظم بن جعفر الصادق بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین الزکی بن علی المرتضیٰ امیرالمومنین علی ابنِ ابی طالب المهدی الحجۃ الخلف الصالح المنتظر علیہم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بقول جناب شیخ سلیمان حنفی ینابیع المودۃ (ص ۳۱۰) پر اور ابنِ طلحہ نے کتاب الدّر المنظم میں تحریر کیا ہے:

""آخری زمانے میں خداوند متعال کی طرف سے خلیفہ ہوں گے۔ اس وقت زمین ظلم وستم سے بھر چکی ہوگی۔ آپؑ ظہور فرما کر زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ آپؑ ہی امام مہدیؑ ہوں گے اور حکم خدا سے قیام کریں گے اور تمام مذاہب کو ختم کردیں گے، صرف خدا کا خالص دین

باقی رہے گا"۔

ابنِ طلحہ نے مطالب السئول (باب دوازدہم) چند اشعار میں بیان کیا ہے:

فَهٰذَا الخَلفُ الحُجَّةُ قَدِ اَیَّدَهُ اللهُ ... هَدَانَا مَنهَجَ الحَق وَآتَاهُ سَجَایَاهُ

وَأَعلىٰ فِي ذُریٰ العُلیَا بِالتَّاییدِ مَرقَاهُ ... وَآتَاهُ حلی فَضلٍ عَظِیمٍ فتحلاه

وقد قال رسول الله قولاً قد رويناه ... وذو العلم بما قال اذا أدرك معناه

يرى الأخبار في المهدي جاءت بمسماه ... وقد ابداه بالنسبة والوصف وسماه

ويكفي قوله مني لاشراق محياه ... ومن بضعة الزهرا مرساه ومسراه

ولن يبلغ ما اديته امثال واشباه ... فان قالوا هو المهدي مانوا بما فاه

"اس خلف اور حجت کی خدا نے تائید فرمائی ہے اور ہمیں اس کی معرفت والے راہِ راست کی ہدایت فرمائی ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اور ہم (اہلِ سنت) نے پیغمبر اکرمؐ کی ان روایات کو نقل کیا ہے۔ ہمارے علماء نے ابھی ان معانی (حقائق) کا اِدراک کیا ہے۔ وہ دیکھ رہے ہیں کہ امام مہدیؑ کے بارے میں جتنی بھی احادیث نقل کی گئی ہیں وہ مسما کے عین مطابق ہیں۔ جو صفات وشمائل بیان ہوئے ہیں وہ بالکل صحیح ہیں۔ امام مہدیؑ کی تعریف وتوصیف میں پیغمبر اکرمؐ کا یہ قول ہی کافی ہے کہ "مہدیؑ میری نسل اور بضعۃ الزہراؑ ہوں گے"۔ خداوند نے جتنی صفات شمائل امام مہدیؑ کو عطا کی ہیں وہ امام مہدیؑ کے علاوہ کسی میں نہیں پائی جاتی ہیں"۔

۴۵۔ سبط ابنِ جوزی (متوفی ۶۵۴ھ)

آپ مشہور فقیہ، واعظ اور عالم تھے۔ آپ کا پورا نام شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قزاوغلی بن عبداللہ بغدادی حنفی تھا۔ آپ ابوالفرج ابنِ جوزی کی بیٹی کے نواسے تھے۔ ابنِ خلکان، سبط ابنِ جوزی کے دادا ابوالفتح کے حالاتِ زندگی کے ضمن میں ان کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"شمس الدین ابوالمظفر یوسف بن قیزاوغلی مشہور واعظ اور حنفی المذہب تھے۔ آپ وعظ و خطابت میں بہت مشہور تھے۔ آپ نے بادشاہوں اور سلاطین کی توجہات جلب کر رکھی تھیں"۔

اعلام الاخیار میں محمود بن سلیمان کفوی ، اُن کے تقویٰ، علم و دانش کو بیان کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

آپ پہلے حنبلی تھے جب آپ موصل تشریف لائے۔ وہاں سے عازمِ دمشق ہوئے تب آپ کی عمر بیس سال سے ذرا زیادہ تھی۔ دمشق پہنچ کر آپ نے علمِ حدیث حاصل کرنے کے بعد جمال الدین ہبری کے پاس فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مذہب حنفی قبول کرلیا۔ اسی دوران آپ کو معلوم ہوا کہ قراوغلی بن عبداللہ اور اس کے والدین جو آپ کے مربی تھے، آپ حنفی مذہب رکھتے تھے۔ جناب سبط ابنِ جوزی بزرگ عالمِ دین، فقیہ، دانشور اور ایک توانا خطیب تھے۔ آپ کے قلم اور زبان سے علم وحکم کے گوہر جھڑتے تھے۔

یافعی نے مرأت الجنان میں اور ابنِ شحنہ نے روضۃ المناظر میں، تاج الدین نے کفایۃ المطلع میں اور دوسرے حضرات نے آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے آپ کے علم و دانش، خطابت اور عظمت کو خراجِ عقیدت پیش کیا ہے۔ (کشف الاستار، ص ۱۲)

سبط ابنِ جوزی خطابت میں ارفع مقام پر فائز تھے، اُن کی خطابت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ خلیفۂ وقت اپنے حرم کے ساتھ آپ کی مجلس وعظ میں حاضری دیا کرتا تھا۔ ہر خاص وعام آپ کے علوم سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ کئی قیمتی اور عظیم کتب کے بھی مالک ہیں۔ ان میں سب سے مشہور تاریخ کی کتاب مرأت الزمان ہے، جو چالیس جلدوں پر مشتمل ہے۔

سبط ابنِ جوزی نے ۶۵۴ھ میں دمشق میں وفات پائی۔ آپ کی ایک مشہور کتاب ہے، تذکرۃ الخواص الامۃ جس میں حضرت امام حسن عسکریؑ کے حالات اور آپؑ کی اولاد کا تذکرہ کیا ہے کہ آپؑ کی اولاد میں جنابِ امام م ح م د (محمد) ہیں جن کی کنیت ابوعبداللہ، ابوالقاسم اور خلف حجت، صاحب الزمان، قائم، منتظر القاب ہیں۔ آپؑ اہلِ بیت علیہم السلام میں

سے ہیں اور آخری امام ہیں۔

ہمارے لیے روایت نقل کی ہے۔ عبدالعزیز بن محمود بن بزار نے عبداللہ عمر سے کہ حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَخرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ رَجُلٌ مِن وُلدِي اِسمُهُ كَاسمِي وَكُنيَتُهُ كُنيَتِي يَملأُ الأَرضَ عَدلاً مُلِئَت جَوراً فَذٰلِكَ هُوَ المَهدِي

"آخری زمانے میں میری اولاد میں سے ایک شخص ظہور کرے گا جو میرا ہم نام اور ہم کنیت ہوگا، وہ زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم وستم سے بھری ہوگی اور وہ مرد مہدیؑ ہوگا"۔

یہ وہ مشہور حدیث ہے جو ابوداؤد، زہری اور حضرت علی علیہ السلام نے بھی روایت کی ہے یعنی ان سب کا مضمون ایک جیسا ہے۔ نیز پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَو لَم يَبقَ مِنَ الدَّهرِ اِلَّا يَومٌ وَاحِدٌ لَبَعَثَ اللهُ مِن اَهلِ بَيتِي مَن يَملأُ الأَرضَ عَدلاً

"اگر اس جہان کی عمر کا ایک دن بھی بچ گیا پھر بھی خداوند میری اہلِ بیتؑ میں سے ایک فرد کو اذنِ ظہور دے گا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا"۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت ساری روایات میں آپؑ کو مہدی کے نام سے یاد کیا ہے۔ عام شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خلف اور حجت موجود ہیں اور زندہ بھی۔ وہ آپؑ کی حیات پر چند اَدلہ کے ذریعے استدلال کرتے ہیں۔ خود اہلِ سنت کے عقیدے کے مطابق بھی تو چند افراد کو طویل عمر پانے کی سعادت نصیب ہوئی ہے، جیسے: حضرت خضرؑ، حضرت الیاسؑ۔ چونکہ ان دونوں کی عمر کے متعلق تو معلوم ہی نہیں ہے۔ بحث کے آخر میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

"امامؑ کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ امامؑ کو معصوم ہونا چاہیے تاکہ خطا واشتباہ کے ارتکاب سے محفوظ رہیں اور خود امام کو کسی کی رہبری اور رہنمائی

کی ضرورت نہ پڑے۔ اگر امامؑ معصوم نہیں ہوگا تو پھر تسلسل لازم آئے گا اور سلسلہ لامتناہی صورت اختیار کر جائے گا۔ تسلسل عقل کے لحاظ سے بھی محال ہے۔ دوسری شرط یہ ہے کہ ائمہ اطہارؑ خدا کی طرف سے بندوں پر حجت ہوتے ہیں اور حجت کی شرائط میں سے ایک عصمت بھی ہے یعنی حجت کو تمام موارد میں معصوم ہونا چاہیے"۔ (تذکرۃ خواص الامۃ: ص ۳۸۳-۳۸۴)

۴۶-عماد الدین حنفی

جناب محدث نوری کشف الاستار میں تحریر کرتے ہیں:

"بعض آگاہ حضرات نے تحریر کیا ہے کہ جناب عماد الدین حنفی بھی ان علما میں سے تھے جن کا نظریہ تھا کہ حضرت امام مہدیؑ حضرت امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں"۔

۴۷-حافظ محمد بن یوسف گنجی شافعی (متوفی ۶۵۸ھ)

ابن صباغ مالکی نے کتاب الفصول المہمہ میں آپ کے لیے (امام و حافظ) کی تعبیر استعمال کی ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری (شرح صحیح بخاری) میں روایات اور استناد پیش کی ہیں۔ کاتب چلپی، کشف الظنون میں تحریر کرتے ہیں:

"کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب جناب شیخ حافظ ابوعبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی (متوفی ۶۵۸ھ ق) کی تصنیف ہے۔ جس میں تحریر کرتے ہیں: البیان فی اخبار صاحب الزمان، ابوعبداللہ محمد بن یوسف گنجی شافعی سے روایت کی گئی ہیں"۔

یہ عالی قدر دانش ور کفایۃ الطالب (ص ۳۱۲) پر حضرت علی علیہ السلام کے مناقب کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں اور پھر آپؑ کی ایک اولاد میں سے ایک ایک امامؑ کا نام لے کر ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ اسی ترتیب کے لحاظ سے ان کے مختصر حالات زندگی بھی

بیان کرتے ہیں۔ گیارہویں امامؑ کے باب میں ذکر کرتے ہیں:

"حضرت امام حسن عسکریؑ اپنے گھر سامرہ میں مدفون ہوئے۔ آپؑ کے پسماندگان میں صرف ایک فرزند ہیں۔ وہی امام منتظرؑ ہیں"۔

ہم اپنی کتاب میں ان کا اسمِ گرامی اور مکمل بحث علیحدہ سے ذکر کریں گے۔ ①

پھر وہ کتاب البیان فی اخبار صاحب الزمان میں آپؑ (امام مہدیؑ) کے بارے میں تفصیلاً بحث کرتے ہیں۔ اس کے باب ۲۵ میں تحریر کرتے ہیں (جب سے آپؑ نے غیبت اختیار کی تب سے زندہ ہیں۔ آپؑ کا اب تک باقی رہنا عقلاً اشکال نہیں رکھتا ہے۔ (آپ نے امامؑ کی طویل عمر پر مدلل بحث کی ہے)۔

۴۸-جلال الدین محمد بلخی (متوفی ۶۷۲ھ ق)

آپ مشہور شاعر، عالم اور دانشور تھے۔ آپ کا اسمِ گرامی جلال الدین تھا، آپ نے دیوانِ شمس تبریزی کے متعلق اپنی عظیم مثنوی کتاب میں اسی لب و لہجے اور بحر میں شاعری کی ہے، تحریر کرتے ہیں:

اے سرور مردان علی مستان سلامت می کنند
وی صفدر مردانِ علی مستان سلامت می کنند

باقاتل کفار گو بادین وبا دیندار گو
باحیدر کرّار گو مستان سلامت می کنند

---

① جناب محدث نوری کشف الاستار ص ۸ پر تحریر کرتے ہیں کہ کفایۃ الطالب کے قدیم نسخے جو مصنف کے زمانے میں تحریر کیے گئے اور میرے پاس محفوظ ہیں، کی پشت پر ایک فاضل شخصیت نے تحریر کیا ہے:

كفاية الطالب في مناقب امير المومنين على ابن ابي طالب املا وسيّدنا الشيخ الاما العالم العارف الحافظ المتبهر فخر العلماء قدوة الفقهاء مفتي الفرق فقيه الحرمين محيي السنة قامع البدعة رئيس المذاهب أبي عبدالله محمد بن يوسف بن محمد القرشي الكنجي الشافعي جعل الله سعيه مرضيًا والعلاء على الاشباه الأنظار فلا يقال الفريقين خير مقاما واحسن نديًا

بادُرج دو گوهر بگوبا برج دو اختر بگو
با شبّر و شبیر بگومستان سلامت می کنند

بازین دیدن عابد بگو بانور دین باقر بگو
باجعفر صادق بگومستان سلامت می کنند

باموسیٰ کاظم بگو باطوسی عالم بگو
باتقی قائم بگوستان سلامت می کنند

با میر دین هادی بگو باعسکری مهدی بگو
با آں ولی مهدی بگومستان سلامت می کنند

"اے سروروں کے سرور علیؑ! مستان کو سلامت رکھو۔ آپؑ ہی مردوں کے صفدر ہیں۔ اے علیؑ! مستان کی حفاظت کرنا۔ قاتل کفار کہو یا دین و دیندار کہو علیؑ کہو یا حیدرِ کرّار کہو، مستان سلامت رہیں یا دُرِ شہوار کہو علیؑ کو یا برج دو اختر کہو، یا شبرؑ و شبیرؑ کہو، مستان سلامت رہیں یا زین العابدینؑ کہو، یا باقرؑ کا نُور دین کہو، یا جعفر صادقؑ کہو علیؑ کو، مستان سلامت رہیں، یا موسیٰؑ کاظم کہو یا عالمِ طوس (امام رضاؑ) کہو یا تقی قائمؑ کہو، علیؑ مستان سلامت رہیں، یا سرِ دین ہادیؑ کہو یا عسکری مہدیؑ کہو علیؑ کو، یا وہی ولی مہدیؑ کہو مستان سلامت رہیں"۔

(ینابیع المودۃ شیخ سلیمان حنفی، ص ۴۷۳ پر تحریر کرتے ہیں: یہ اشعار آپ کے دیوان بزرگ میں حروفِ تہجی کی ترتیب سے ذکر ہیں۔ یہ قصیدہ شمس کے دیوان میں موجود نہیں ہے یہ کوئی دوسرا نسخہ ہوگا)۔

۴۔ شیخ صدر الدین قونوی (متوفی ۶۷۳ھ ق)

آپ مشہور عارف اور دانش ور تھے۔ بقول جناب شیخ سلیمان حنفی کہ آپ نے (یقوم امر اللهِ فِي الْاَرْضِ ظاهرًا) کی طرح امام مہدی علیہ السلام کی شان میں ایک تفصیلی قصیدہ تالیف

فرمایا ہے۔

اس کے بعد شیخ سلیمان تحریر کرتے ہیں: شیخ صدر الدین نے اپنے شاگردوں کو وصیت کی تھی کہ میری حکمت اور طب سے متعلقہ تمام کتب بیچ کر پیسے فقرا و مساکین کو صدقہ دے دینا لیکن تفاسیر، احادیث اور تصوف سے متعلقہ کتب کو لائبریری میں محفوظ رکھنا۔ میرے مرنے کے بعد پہلی رات میرے لیے (لا الٰہ الا اللہ) ستر ہزار بار پڑھنا اور میری طرف سے امام مہدیؑ تک سلام پہنچانا۔ (ینابیع المودۃ، ص ۴۶۸)

مذکورہ اشعار کو ینابیع المودۃ کے مؤلف نے صدر الدین قونوی سے نقل کیے ہیں۔ یہ اشعار امام مہدیؑ کے حالات، صفات اور فعالیات کو بیان کرتے ہیں:

يَقُومُ بِاَمرِ اللهِ فِي الْاَرْضِ ظَاهِرًا — عَلٰى رَغمِ شَيطَانِيْنَ يَمحَقُ الكُفرِ
يُؤَيِّدُ شَرعِ الْمُصْطَفٰى وَهُوَ خَتْمُهُ — وَيَمتَدُّ مِن مِيْمٍ بِاَحكَامِهَا يدرى
وَمُدَّتُهُ مِيقَاتُ مُوسٰى وَجُندُهُ — خِيَارُ الوَرٰى فِي الوَقتِ يَخلُو عَنِ الحَصرِ
عَلٰى يَدِهٖ محق اللسام جَمعيهم — بِسَيفِ قَوِي المتن عبلك ان تدرى
حقيقة ذاك السيف والقائم الَّذى — تعين للدين القويم على الامر
لعمرى هو الفرد الَّذى بان سره — بكل زمان فى مكاياه يسرى
تسمى باسماء المراتب كلها — خفاء واعلانا كذاك الى الحشر
اليس هو النور الاتم حقيقه — ونقطه ميم منه امدادها يجرى؟
بفيض على الأكوان ما قد اضاضه — عليه اله العرش فى ازل الدهر
فمائم الا الميم لاشئ غيره — وذو العين من نوابه مفرد والعصر
هو الروح فاعلمه وخذ عهده اذا — بلغت الى مديں من العمر
كانك بالمذكور تصعد راقيا — الى ذورة المجد الاثيل على القدر
وما قدره الا الدف بحكمة — على حد موسوم الشريعة بالأمر
بذا قال اهل الحل والعقد فاكتفى — بنصهم المثبوت فى الصحف الزبر
فان تبغ ميقات الظهور فانه — يكون بدور جامع مطلع الفجر

بشمس تمد الکل من ضؤ نورھا | وجمع دراری الاوج فیھا مع البدر
وصل علی المختار من آل ھاشم | محمد المبعوث بالنھی والامر
علیہ صلاۃ اللہ مالاح بارق | وما اشرقت شمس العزالہ فی الظھر
وآل واصحاب اولی الجود والتقی | صلوۃ وتسلیما تدومان للحشر

۵۰- ابن خلکان اشعری شافعی (متوفی ۶۸۱ھ ق)

آپ ایک مشہور عالم اور مایہ ناز مورخ اور قاضی القضات کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ آپ نے تاریخ کی مشہور کتاب "وفیات الاعیان" تحریر کی ہے جس میں ائمہ اطہارؑ اثنا عشریہ میں سے ایک ایک کے حالاتِ زندگی تحریر کیے ہیں۔ آپ بالکل اختتام پر رقمطراز ہیں:

ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکری امامیہ عقائد میں بارہویں امامؑ ہیں اور "حجت" کے نام سے مشہور ہیں۔ شیعہ آپؑ ہی کو منتظر، قائم اور مہدی کہتے ہیں۔

آپؑ صاحبِ سرداب بھی ہیں۔ آپؑ کے متعلق شیعوں کے ہاں مختلف نظریات پائے جاتے ہیں۔ شیعہ منتظر ہیں کہ آخری زمانے میں آپؑ سرداب (تہ خانے) سے باہر تشریف لائیں گے، آپؑ کی ولادت ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ جب آپؑ کے والدِ محترم کی وفات ہوئی تب آپؑ کی عمر پانچ سال تھی۔ (وفیات الاعیان، ج ۳، ص ۳۱۶)

اگرچہ ابنِ خلکان نے یہ تسلیم نہیں کیا ہے کہ ابوالقاسم محمد بن الحسن یہی مہدیؑ موعود ہیں اور ذکر کیا ہے کہ شیعہ کہتے ہیں لیکن یہ سوال سامنے آتا ہے کہ کیا ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکریؑ امام حسین علیہ السلام کے نویں فرزند تھے؟ آپؑ پیغمبر اکرمؐ کے ہم نام اور ہم کنیت تھے جیسا کہ اہلِ سنت کی نقل کردہ روایات بیان کرتی ہیں اور خود جناب "قاضی القضات" نے امام مہدیؑ کی تاریخ ولادت بھی نقل کی ہے۔ تو پھر سوال ہے کہ آپؑ کون ہیں اور آپؑ کے والدِ محترم کی وفات کے بعد کیا ہوا؟ آپؑ کے حالات جناب قاضی القضات نے کیوں سپردِ قلم نہیں کیے؟ جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ آپ اور آپ جیسے دوسرے افراد کو مجبوراً قائل ہونا پڑتا ہے کہ آپؑ ہی مہدیؑ موعود ہیں۔

۵۱-حمد اللہ مستوفی قزوینی (متوفی ۷۳۰ھ ق)

آپ نزہۃ القلوب اور تاریخ گزیدہ کے مؤلف ہیں۔ آپ نے دونوں کتابوں کو سلیس فارسی زبان میں پیش کیا ہے۔ آپ سینان نامی منشی اور کاتبوں میں سے تھے۔ آپ نے اپنی آخری کتاب "تاریخ گزیدہ" میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے حالاتِ زندگی کے ضمن میں بارہویں امامؑ کے متعلق تحریر کیا ہے: "المہدی محمد بن حسن العسکریؑ، علی المرتضیٰؑ بارہویں امام ہیں اور سلسلہ معصومین کے خاتم ہیں۔ آپؑ کی مدت امامت ساڑھے چار سال ہے۔ آپ بروز جمعرات ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کو سامرہ شہر میں پیدا ہوئے ہیں۔ جیسے ہی نو سال گزرے۔ آپ نے ۲۶۴ھ ماہِ رمضان میں غیبت اختیار کر لی۔ ①

۵۲-ابوالفداء عماد الدین اسماعیل (متوفی ۷۳۲ھ ق)

ابوالفداء حاکمِ وقت ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مشہور عالمِ دین بھی تھے۔ شام کے شہر حماۃ کے باسی تھے۔ اُنھوں نے تاریخ پر ایک کتاب "المختصر فی تاریخ البشر" تحریر کی ہے جس میں ۲۵۴ھ کے حادثات و واقعات کے ضمن میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کا تذکرہ کیا ہے۔ دونوں اماموں کا موصوف نے بڑے ادب اور احترام سے تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ حسن عسکریؑ اثنا عشریہ کے گیارہویں امام ہیں۔ اُنھیں حسن بن علی نقی بن محمد تقیؑ بن علی رضا بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ بھی کہا جاتا ہے۔ آپؑ قائم، منتظر اور صاحبِ سرداب کے والد محترم ہیں۔ امامیہ عقائد میں جو محمد، منتظر، بارہویں امام مانے جاتے ہیں، اُنھیں قائم، مہدی اور حجت بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کی ولادت ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ آپؑ سرداب (تہ خانے) میں داخل ہوئے ہیں، جو سامرہ میں آپؑ کے والد گرامی کے گھر بنا ہوا تھا۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ آپؑ کی دیکھ بھال کرتی تھیں۔ اس کے بعد آپؑ لوٹ کر باہر

---

① صحیح اور مشہور یہ ہے کہ شبِ جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ آپؑ کی ولادت ہوئی اور غیبت کا آغاز آپؑ کے والد گرامی کی شہادت سے ہوا۔

نہیں آئے ہیں۔ (المختصر، ج ۲، ص ۴۵)

ابوالفداء ۲۶۰ھ کے حالات و واقعات کی بابت تحریر کرتے ہیں کہ اس سال حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ہوئی۔ آپؑ امامیہ عقائد کے مطابق منتظرؑ کے والد محترم ہیں۔

۵۳۔ شیخ علاء الدولہ سمنانی (متوفی ۷۳۶ھ ق)

بقول عبدالرحمٰن جامی کے جو انھوں نے شواہد النبوۃ میں سلسلہ أقطاب و أبدال اور عرفا وصوفیا کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ وہ شخصیت جو یقین کے ساتھ اس مرتبہ پر فائز ہوئی، وہ امام محمد بن حسن عسکری علیہ السلام تھے۔ جب سے پردۂ غیبت میں گئے ہیں تب سے دائرہ أبدال میں داخل ہو گئے ہیں۔ ①

۵۴۔ عبدالرزاق کاشانی (متوفی ۷۳۶ھ ق)

عبدالرزاق کا شمار عرفا میں ہوتا ہے۔ آپ اپنی کتاب "تحفۃ الاخوان فی خصائص الفتیان" میں تحریر کرتے ہیں: جس طرح مبدأ نبوت حضرت آدم صفی اللہ تھے اور اس کے قطب حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ اور اس کے خاتم حضرت محمد مصطفیٰؐ تھے۔ اسی طرح مبدأ فتوت حضرت ابراہیمؑ اور اُس کے قطب حضرت علیؑ تھے اور اس سلسلے کے خاتم امام محمد مہدیؑ تھے، جو خاتمِ ولایت ہیں۔ (سرچشمہ تصوف در ایران، تالیف سعید نفیسی: ص ۲۱۶)

۵۵۔ حافظ شمس الدین محمد ذہبی (متوفی ۷۴۸ھ)

جناب ذہبی مشہور مورخ اور بڑے متعصب انسان تھے۔ اپنی کتاب دول الاسلام (ج ۱، ص ۱۱۵) میں تحریر کرتے ہیں:

> "اس سال (۲۶۰ھ ق) میں امام حسنؑ بن علیؑ بن جوادؑ بن رضا علوی نے وفات پائی۔ آپ شیعہ اثنا عشریہ کے امام تھے اور رافضی آپؑ کی عصمت کے قائل تھے۔ آپؑ محمد بن حسن منتظرؑ کے والد محترم تھے"۔

---

① ہمارے عقائد میں ابدال نہیں ہیں بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ امام محمد بن حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت ہو چکی ہے اور وہ ابھی تک زندہ ہیں، لہٰذا جناب سمنانی کا نظریہ ان کے لیے ہے۔

اسی طرح ذہبی کتاب العبر فی خبر من غبر (ج ۲، ص ۲۰) پر ۲۶۰ھ کے حالات وواقعات کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں: اس سال حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفر الصادقؑ کی وفات ہوئی۔ آپؑ شیعہ اثنا عشریوں کے امام تھے۔ رافضی آپؑ کی عصمت کے قائل تھے۔ آپؑ ہی امام محمد بن حسن منتظر، صاحب سرداب کے والد گرامی تھے۔

اس پر مزید اضافہ یہ کہ ذہبی نے "تاریخ اسلام" میں تحریر کیا ہے: محمد بن حسنؑ عسکری ابوالقاسم علوی حسینی شیعوں کے آخری امامؑ اور منتظرؑ ہیں۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ مہدی، صاحب الزمان، خلف، حجت اور صاحب سرداب ہیں، جو سامرہ میں موجود ہیں۔

اس کے بعد ذہبی طعنہ دیتے ہوئے کہتا ہے: ۴۵۰ سال گزر چکے ہیں کہ شیعہ آپؑ کے ظہور کے منتظر ہیں، جن کا دعویٰ ہے کہ آپؑ اپنے والد گرامی کے گھر بنے ہوئے سرداب (تہ خانے) میں داخل ہوئے، جہاں آپؑ کی والدہ ماجدہ آپؑ کی دیکھ بھال کرتی رہیں۔ اب تک وہاں سے باہر تشریف نہیں لائے ہیں۔ آپؑ سرداب میں جانے کے بعد آپؑ وہیں راہی عدم ہو گئے۔ آپؑ کی عمر اس وقت نو سال تھی۔

ذہبی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو امام مہدی علیہ السلام کا والد گرامی تسلیم کرنے کے بعد آپؑ کے حالاتِ زندگی کی بابت تحریر کرتا ہے: رافضی حضرات کا دعویٰ ہے کہ چار سو پچاس سال ہو گئے ہیں آپؑ ہنوز سرداب (تہ خانے) سے باہر تشریف نہیں لائے ہیں۔ آپؑ کے پاس اوّلین و آخرین کا علم ہے۔

سب اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی نے ان کی زیارت نہیں کی۔ جناب ذہبی کے نظریات میں چند نکات موجود ہیں جو حقیقت کے خلاف ہیں:

① امام زمانؑ سرداب (تہ خانے) میں نہیں رہتے ہیں۔ کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں آپؑ کی والدہ ماجدہ آپؑ کی حفاظت کرتیں۔ یہ صرف ذہبی جیسے حضرات کا نظریہ ہے وہ بھی کسی ماخذ اور مدرک کا حوالہ دیے بغیر۔

② ہم نے آپؑ کے بارے میں بارہا عرض کیا اور کریں گے کہ سامرہ کے سرداب (تہ خانے) سے باہر نہیں آئیں گے، بلکہ شیعہ عقیدہ یہ ہے کہ آپ مکہ میں ظہور فرمائیں

گے۔ آپؑ کے والد گرامی کے گھر تو صرف آپؑ کی غیبت کا آغاز ہوا تھا۔

④ کسی بھی شیعہ کا عقیدہ نہیں ہے کہ آپؑ نے سرداب میں وفات پائی ہے بلکہ شیعہ تو آپؑ کی حیات پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ صرف علاؤالدین سمنانی، ابنِ حجر عسقلانی اور ذہبی جیسے افراد ہی اس نظریے کے قائل ہیں۔ باقی حضرات تو آپؑ کو بقید حیات سمجھتے ہیں۔

④ آپؑ کی عمر غیبت کے وقت پانچ سال تھی نہ کہ نو سال۔

⑤ ذہبی کا نظریہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ، حضرت خضرؑ، حضرت الیاسؑ دجال اور شیطان زندہ ہیں، اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ مگر حیرت ہے کہ وہ نواسۂ رسولؐ بارہویں امامؑ سرکارِ زمانہؑ کی حیات پر نہ صرف شک و تردّد کا شکار ہیں بلکہ باقاعدہ طعنہ زنی بھی کر رہے ہیں؟

⑥ امامؑ کے پاس اوّلین و آخرین کا علم ہوتا ہے اور آپؑ اپنے آباؤاجداد کے مانند معصوم ہیں۔ عرض ہے کہ اہلِ سنت کے تمام علماء قائل ہیں کہ حضرت عیسٰیؑ، حضرت یحییٰؑ کو خداوند نے بچپن میں حکمت عطا کی تھی اور مقامِ نبوت پر فائز کیا تھا۔ جیسے ارشاد ہو رہا ہے: وَ اٰتَیْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِیًّا (سورۂ مریم: آیت ۱۲) ''ہم نے اُسے حکمت و دانائی بچپن میں عطا کی''۔

⑦ شیعہ یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ کسی کو بھی آپؑ کی زیارت نصیب نہیں ہوئی ہے بلکہ غیبت سے قبل اپنے والد گرامی حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے عصرِ مبارک میں پچاس کے قریب افراد کو زیارت نصیب ہوئی ہے۔

جناب علامہ مجلسیؒ نے چالیس خاص شیعوں کے متعلق تحریر فرمایا ہے: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے انھیں امام زمانہؑ کی زیارت کرائی ہے۔ غیبتِ صغریٰ اور غیبتِ کبریٰ میں سینکڑوں افراد زیارت سے مستفید ہوئے ہیں، جن کے حالات علامہ مجلسیؒ نے بحارالانوار کی تیرھویں جلد میں بڑی تفصیل سے ذکر کیے ہیں۔ اس کے علاوہ (مہدیؑ موعود) کے عنوان سے بھی حالات و واقعات سپردِ قلم کیے گئے ہیں۔ (علامہ دوانی)

⑧ اگر ہم ان تمام باتوں سے صرفِ نظر کرلیں ، یہ بات تو اس نے تسلیم کی ہے کہ آپؑ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہیں، یہی چیز ہماری تائید کر رہی ہے کہ آپؑ ہی امام مہدیؑ ہیں۔

۵۶- ابن الوردی (متوفی ۷۴۹ھ ق)

ابوحفص زین الدین عمر بن مظفر معروف بہ "ابن الوردی" عبدالرحمن بن ابی بکر حلب شہر کے قاضی اور فقیہ کی اولاد میں سے تھے۔ موصوف اپنی تاریخ کی کتاب "تاریخ ابن الوردی" کی جلد اوّل میں ۲۵۴ھ ق کے حالات میں تحریر کرتے ہیں:

اس سال امامیہ عقائد کے مطابق ائمہ اثنا عشر میں سے ایک امام علیؑ، ذکی، ہادی کی سامرہ میں رحلت ہوئی ہے۔ آپؑ دسویں امام اور حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے والد بزرگوار ہیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام امام، محمد، منتظر، صاحب سرداب کے والد تھے۔ امامِ منتظرؑ بارھویں امام تھے۔ آپؑ کا لقب قائم، مہدی اور حجت ہے۔ آپؑ کی ولادت ۲۵۵ھ ق میں ہوئی۔ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ آپؑ سرداب (تہ خانے) میں داخل ہوئے۔ وہیں پر آپؑ کی والدہ گرامی قدر آپؑ کی پرورش کرتی رہیں۔ اس کے بعد آپؑ واپس نہیں پلٹے ہیں۔

(تاریخ ابن الوردی، ج ۱، ص ۳۱۸، طبع نجف، مقدمہ سید محمد آلِ خراسان کے ساتھ)

۵۷- صلاح الدین صفوی (متوفی ۷۶۴ھ ق)

آپ کا پورا نام خلیل بن ایبک بن عبداللہ تھا اور صلاح الدین کے نام سے مشہور تھے۔ آپ ایک مشہور عالم دین ہونے کے علاوہ الوافی بالوفیات، شرح لامیۃ العجم جیسی کتب کے مؤلف ہیں۔ آپ نے دائرہ کی شرح والے رسالے میں تحریر کیا ہے: "مہدیؑ موعود ائمہ اثنا عشر میں سے بارھویں امام ہیں۔ سلسلۂ امامت کے پہلے تاجدار حضرت علی علیہ السلام اور آخری امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ (ینابیع المودۃ، ص ۴۷۱)

۵۸- شیخ عبداللہ مطہری مدنی شافعی (متوفی ۷۶۵ھ)

اہلِ سنت کے اس عالم نے اپنی کتاب "الریاض الزاھرۃ فی فضل آل بیت النبی وعترتہ

الطاہرۃ" میں اہلِ بیتؑ کی فضیلت اور منقبت کے بارے میں ۱۵۱/احادیث نقل کی ہیں۔ آخری حدیث میں آپ روایت کرتے ہیں: امام حسینؑ ابن علیؑ کے پوتے امام مہدی علیہ السلام ہیں جو آخری زمانے میں تشریف لائیں گے۔

پھر مزید تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ کے تمام پوتے، نواسے اور تمام ماسبق ائمہ اطہار علیہم السلام اور بزرگان تشریف لائیں گے، جو آپؑ کی عظمت، قدرت، مقام، بزرگی اور جلالت کے قائل مسلمان ہیں وہ بھی تشریف لائیں گے، یعنی انبیاءؑ، مرسلین کی اولاد اور پوتے، نواسے جن کا امام زین العابدین علیہ السلام سے سلسلہ جاملتا ہے سب تشریف لائیں گے۔ اس کے بعد آپؑ کے چند فضائل ذکر کرنے کے بعد آپؑ کی نسل میں سے چند افراد کے متعلق تحریر کرتے ہیں:

امام اوّل علیؑ ابن ابی طالبؑ اور امام یازدہم امام حسن عسکریؑ اور بارہویں امام حسن عسکریؑ کے فرزند محمد القائم المہدیؑ ہیں۔ امام مہدیؑ کی ولادت سے قبل ہی آپؑ کے آباؤاجداد نے تصریح کی تھی کہ آپؑ ہی بارہویں امام ہوں گے، جو تلوار لے کر قیام کریں گے، وہی قائم و منتظر ہوں گے۔ چنانچہ صحیح روایات میں بھی باقاعدہ تصریح کی گئی ہے۔ بارہویں امامؑ کی قیامت سے قبل دو غیبتیں ہوں گی۔ (کشف الاستار، ص ۲۱۵)

جناب محدث نوری تحریر کرتے ہیں: ریاض الزاہرہ کے نسخے سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہ نسخہ قدیمی ہے اور میرے پاس موجود ہے جو مؤلف کے ہاتھوں کا تحریر شدہ ہے۔ اس کی پشت پر تحریر ہے:

کتاب الریاض الزاھرہ فی فضل آلِ بیت النبی وعترتہ الطاھرۃ
تالیف الفقیر الی اللہ تعالیٰ عبداللہ بن محمد المطیری شھرۃ
المدنی حالاً الشافعی مذھبًا الاشعری اعتقادًا والنقشبندی طریقۃً۔

۵۹- شیخ عبداللہ یافعی (متوفی ۷۶۸ھ ق)

جناب یافعی کا شمار آٹھویں ہجری کے بزرگ علماء میں ہوتا ہے۔ آپ دراصل یمن کے رہنے والے تھے۔ حرمین شریفین مکہ اور مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کیے رہے۔ آپ اپنی

تاریخ کی مشہور کتاب "مرآت الجنان" میں ۲۶۰ھ ق کے حالات میں تحریر کرتے ہیں کہ اس سال حضرت امام حسن عسکری ابومحمد حسن بن علی نقیؑ کی وفات ہوئی۔ آپؑ شیعوں کے بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ امامؑ صاحب سرداب اور امام منتظرؑ کے والد گرامی ہیں۔ (مرآت الجنان: ج ۲، ص ۱۷۲)

۶۰- فصیح احمد خوافی (متولد ۷۷۷ھ ق)

جناب احمد خوافی نے ایک کتاب "مجمل فصیحی" تحریر کی جو فارسی زبان میں ہے اور تاریخ کے موضوع پر ہے۔ ۲۵۵ھ ق کے حالات میں تحریر کرتے ہیں:

حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام کی ولادت بروز جمعرات ۱۵ شعبان سامرہ میں ہوئی۔ آپؑ ابوالقاسم محمد بن امام حسن عسکریؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن امیرالمومنین علی المرتضیٰؑ امامیہ کے نزدیک آپؑ کے القاب، حجت، قائم، مہدی، منتظر اور صاحب الزمان ہیں۔ آپؑ خاتم ائمہ اثنا عشر ہیں۔ (مجمل فصیحی: ج ۱، ص ۲۳۱)

۶۱- ابوالولید محمد بن شحنہ حنفی (متوفی ۸۱۵ھ ق)

آپ حلب شہر کے قاضی القضات تھے۔ کتاب روضۃ المناظر فی اخبار الاوائل والآخر جو جنابِ مسعودی کی مروج الذہب پر حاشیہ ہے اور (۱۳۰۳ھ ق مصر میں طبع ہوئی ہے) میں تحریر کرتے ہیں: اس سال ۲۵۴ھ ق جنابِ علی نقیؑ بن محمد الجواد کی وفات ہوئی جنہیں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے والد بھی کہتے تھے۔ آپؑ سامرہ میں رہائش پذیر تھے جسے "عسکر" بھی کہا جاتا تھا جیسا کہ ہم اس سے قبل اشارہ کر چکے ہیں کہ وہاں لشکر مقیم تھا (عسکر سامرہ کے ایک محلے کا نام تھا، یہ جگہ متوکل کی چھاؤنی اور لشکر کی اقامت گاہ تھی)۔

گیارھویں امام جو آپؑ کے فرزند تھے، اسمِ مبارک حسن عسکریؑ تھا۔ ۲۳۰ھ ق میں جن کی ولادت باسعادت ہوئی اور ۲۶۰ھ ق درجہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اپنے والد محترم کے جوار میں سامرہ میں ہی دفن ہوئے۔ امام حسن عسکریؑ کے ہاں بھی ایک فرزند ارجمند تھا جسے منتظر

بھی کہا جاتا ہے۔ یہ شیعوں کے بارہویں امام ہیں۔ مہدی، قائم اور حجت، آپؑ کے القاب تھے۔ ۲۵۵ھ ق میں امام منتظر کی ولادت ہوئی۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آپؑ اپنے والد کے گھر سامرہ کے سرداب (تہ خانہ) میں داخل ہوئے، جہاں آپؑ کی والدہ ماجدہ مسلسل آپؑ کی نگرانی فرماتی رہیں۔ آپؑ اب تلک وہاں سے باہر تشریف نہیں لائے۔ (روضۃ المناظر: ج ۲، ص ۲۹۳)

۶۲- خواجہ محمد پارسا (متوفی ۸۲۲ھ ق)

حافظ محمد بن محمد بن محمود بخاری جو "خواجہ پارسا" کے نام سے مشہور ہیں۔ علمائے حنفیہ کے مفاخر اور عرفائے نقشبندیہ کے اکابرین میں سے تھے۔ کفوی (متوفی ۹۹۰ھ ق) نے کتاب "أعلام الاخبار" میں تحریر کیا ہے: خواجہ محمد پارسا، جناب شیخ کبیر خواجہ بہاؤالدین کے عزیز ترین جانشینوں میں سے تھے۔ آپؒ نے اپنے عصر کے جید علماء سے کسب فیض کیا اور پھر اپنے ہم عصر کے علماء پر برتری حاصل کی۔ اُصول اور فروع کو حاصل کیا، معقول اور منقول کے اُستاد بھی رہے ہیں۔ ابھی جوان ہی تھے کہ شیخ امام عارف ربانی ابوطاہر محمد بن حسن طاہری سے فقہ کی تعلیم حاصل کر کے سند فراغت پائی۔ آپ کا فقہ کے اساتذہ میں شمار ہونے لگا بلکہ لوگ آپ کی برتری کے قائل بھی ہونے لگے۔ ان کے بارے میں تحریر ہے کہ آپ نے فقہ صدرِ اسلام سے شروع کی اور امام اعظم ابوحنیفہ کے مبانی کے مطابق ختم کی۔

چلپی، کشف الظنون میں تحریر کرتے ہیں: فصل الخطاب فی المحاضرات جناب حافظ زاہد محمد بن محمد حافظی کی تالیف ہے، جو عبیداللہ نقشبندی کی اولاد میں سے تھے۔ اُنھوں نے ۸۲۲ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔ اس کتاب کا ترکی زبان میں ترجمہ ابوالفضل موسیٰ بن الحاج حسین زینکی نے رُموز بیگ بن تیمور تاش کی فرمائش پر کیا اور عربی ترجمہ امیر بادشاہ محمد بخاری مقیم کے ذریعے ۹۸۷ھ ق میں ہوا۔

عبدالرحمٰن جامی کی ایک تالیف جناب خواجہ پارسا کے اقوال پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ جامی نے نفحات الانس میں آپ کے حالات قلم بند کرتے ہوئے تحریر کیا ہے: خواجہ محمد پارسا بزرگ صحابہ کرام میں سے تھے۔ خواجہ محمد پارسا نے فارسی زبان میں کتاب "فصل الخطاب" تحریر کی ہے۔ اس میں تحریر کرتے ہیں: جیسے ابوعبداللہ جعفر بن علی الہادی خیال کرتے تھے کہ

اُن کے بھائی ابو محمد حسن العسکریؑ کے ہاں اولاد نہیں ہے اور یہ دعویٰ کیا کہ میرے بھائی مجھے امامت تفویض کر کے گئے ہیں۔ اسی دعوے کے سبب اُنھیں "کذاب" کہا جاتا ہے جبکہ امام عسکریؑ کے فرزند امام م ح م د تھے۔ موثق افراد قابلِ اطمینان دوست احباب اور بااعتماد خاندانی ذرائع امام م ح م د کی تائید و تصدیق بھی کرتے ہیں اور اُن کی معرفت بھی رکھتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی حضرت حکیمہ سے منقول ہے۔ حدیث حکیمہ کو نقل کرتے ہیں جو امامِ زمانہؑ کی ولادت باسعادت کے متعلق تھی۔ آخر میں تحریر کرتے ہیں کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: اے پھوپھی جان! میرے اس فرزند کو اس کی ماں کے پاس لے جاؤ، تاکہ یہ وہاں رہے۔

جب مَیں دوسرے دن آئی تو دیکھا کہ وہی فرزند پھر امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس ہے جو مثلِ مہتاب درخشاں ہے۔ جس نے میرا دل موہ لیا۔ میں نے کہا: اے میرے سید و سردار! اس مولود کے بارے میں کوئی خبر ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جی پھوپھی جان! یہی تو منتظرؑ ہے۔ اسی کی مجھے بشارت دی گئی ہے۔

حضرت حکیمہ بیان کرتی ہیں: میں فوراً سجدے میں گر گئی اور شکرِ خدا بجالائی۔ پھر ایک مدت تک میرے امامؑ کے گھر رفت و آمد رہی، مگر میں زیارت سے محروم رہی۔ میں نے ایک دن امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے میرے آقا و سردر! ہمارے امام منتظرؑ کہاں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اسے مَیں نے اس کے سپرد کیا ہے جس کے سپرد مادرِ موسیٰؑ نے اپنا لختِ جگر کیا تھا۔

حاشیہ پر خواجہ پارسا نے اس ضعیف حدیث کو بڑی تفصیل سے رَد کیا ہے جس میں مذکور ہے کہ امامؑ میرے ہم نام اور ان کے والد میرے والد کے ہم نام ہوں گے۔ یہ حدیث خود کتاب کے متن میں منقول ہے۔ اس میں معتضد عباسی کی داستان موجود ہے جسے شواہد النبوہ میں جامی نے ذکر کیا ہے۔ اور اس میں امام مہدی علیہ السلام کی بعض علامات ذکر کی گئی ہیں۔

پھر تحریر کرتے ہیں: اس بارے میں اتنی زیادہ روایات ہیں جو حد وشمار سے باہر ہیں جو

بیان کرتی ہیں کہ امام مہدیؑ کے مناقب میں سے یہ ہے کہ آپؑ صاحب الزمان ہیں۔ آپؑ نظروں سے اوجھل ہیں اور ہر زمانے میں حاضر و موجود ہیں، متواتر اور متوالی روایات موجود ہیں کہ آپؑ ان شاء اللہ ظہور کریں گے، آپؑ کے وجود مبارک کے نور سے یہ جہان چمک اُٹھے گا جس سے دینِ اسلام کو نئی حیات ملے گی۔ آپؑ اللہ کی راہ میں ایسا جہاد کریں گے جیسا حق بنتا ہے۔ آپؑ اس جہان کو آلودگیوں اور کثافتوں سے پاک کر دیں گے۔ آپؑ کے اصحاب و جانثار ہر قسم کے عیوب و نقائص سے پاک ہوں گے جو بڑے صاف اور شفاف انداز میں زندگی بسر کریں گے۔ آپؑ کی ہدایت کے سبب لوگ حق تک پہنچیں گے۔ آپؑ پر خلافت و امامت کا خاتمہ ہوگا۔ آپؑ اپنے بابا کی وفات سے لے کر قیامت تک امام ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپؑ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے اور آپؑ کے دعوے کی تصدیق کریں گے اور لوگوں کو دینِ اسلام کی طرف دعوت دیں گے۔ (کشف الاستار، ص ۲۶)[1]

۶۳۔ شمس الدین محمد بن یوسف زرندی (متوفی ۷۵۰ھ ق)

آپ حرم نبیؐ میں حدیث کے اُستاد اور علمِ حدیث کی کتاب بغیۃ المرتاج درر السمطین فی فضائل المصطفیٰ والمرتضیٰ والسبطین کے مؤلف ہیں۔ جناب زرندی نے معراج الوصول الی معرفۃ فضیلۃ آلِ رسولؐ میں تحریر کیا ہے: بارہویں امامؑ کی کرامات بہت مشہور تھیں۔ آپ علم، حق اور پیغمبر اکرمؐ کے عظیم آثار کے سبب ارفع مقام پر فائز تھے۔ آپؑ ہی قائم بہ حق اور لوگوں کو راہِ حقیقت کی طرف دعوت دینے والے امام محمد بن حسن عسکریؑ تھے۔ (الزام الناصب: ص ۱۰۰)

۶۴۔ احمد بن علی داؤدی حسنی (متوفی ۸۲۷ھ ق)

آپ کتاب ''عمدۃ الطالب فی انساب آلِ ابی طالبؑ'' کے مؤلف اور علمِ انساب کے ماہرین میں سے تھے اور خود اکثر سادات بنی داؤد کی مانند سُنی المذہب تھے، جیسا کہ عمدۃ

---

[1] خواجہ پارسا کے نظریے کو عربی ترجمے سے لیں گے۔ فارسی متن جو کہ اصلی ہے اس کا تذکرہ نہیں ہے جب کہ کشف الاستار والے بھی یہ نظریہ استقصاء الافہام سے لیا ہے۔ ص ۱۰۳ پر خواجہ پارسا کے بارے میں بحث بھی کی ہے۔

الطالب کے محتوا سے بھی ظاہر ہو رہا ہے۔ آپ حضرت امام علی رضا علیہ السلام کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

"امام ابو محمد حسن عسکری زہد اور علم میں عظیم مقام رکھتے تھے۔ آپؑ امام مہدی علیہ السلام کے والد ہیں، جو بارھویں امامؑ ہیں"۔

شیعہ وامامیہ عقائد کے لحاظ سے آپؑ ہی اُن کے عقیدے کے مطابق منتظر تھے۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ کا نام نرجس تھا۔ (عمدۃ الطالب، ص ۱۶۳، طبع بیروت)

۶۵- ملک العلمائی ہندی (متوفی ۸۴۹ھ ق)

شہاب الدین بن شمس الدین بن عمر ہندی ملک العلماء کے نام سے معروف تھے۔ آپ نے تفسیر بحر المواج بھی تحریر کی ہے۔ غلام علی بلگرامی (متوفی ۱۱۷۲ھ ق) نے سبحۃ المرجان میں تحریر کیا ہے: مولانا قاضی شہاب الدین بن عمر زوالی دولت آبادی دہلی میں پیدا ہوئے۔ قاضی عبد المقتدر دھلوی مولانا خواجگی دھلوی کے حضور تحصیل علم کیا اور پھر اپنے ہم عصروں پر فوقیت و برتری حاصل کی حتیٰ کہ کہا جاتا ہے پھر جونفوذ کی طرف ہجرت کر گئے وہاں کے بادشاہ نے آپ کو ملک العلماء کا لقب دیا، وہی پر آپ سند قضاوت پر تشریف فرما ہوئے۔ ساتھ ساتھ تصنیف و تالیف اور عرب و عجم کے طلباء کی تعلیم و تربیت پر کمربستہ ہو گئے۔ آپ نے فارسی زبان میں تفسیر بحر المواج اور مناقب السادات جیسی کتب تحریر کیں۔ ۸۴۹ھ ق میں آپ نے وفات پائی۔ ملک العلماء اپنی آخری کتاب میں تحریر کرتے ہیں:

"اہل سنت کہتے ہیں کہ چار خلفاء کی خلافت بذریعہ نص ثابت ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: (میری خلافت تیس سال ہے) اور وہ تیس سال حضرت علیؑ پر جا کر ختم ہو رہے ہیں۔ اسی طرح بارھویں امامؑ کی خلافت بھی حدیث کے ذریعے ثابت ہے"۔

امام اوّل: حضرت علی علیہ السلام کی خلافت کے بارے میں حدیث (الخلافۃ ثلاثون) کے وارد ہے۔

امام دوم: حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے بارے میں حدیث رسولؐ ہے:

"یہ میرا فرزند سیّد ہے اور بہت جلد یہ مسلمانوں میں صلح کرائے گا"۔

امام سوم: حضرت امام حسین علیہ السلام بادشاہ ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"یہ میرا بیٹا سیّد ہے، جو عنقریب باغی گروہ کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ آپؑ کی نسل سے نو امامؑ ہوں گے۔ آپؐ نے فرمایا: نسلِ حسینؑ ابنِ علیؑ سے نو امامؑ ہوں گے جن میں سے آخری قائمؑ ہوگا۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے پاس حاضر ہوا۔ آپؑ کے سامنے ایک لوح پڑی تھی جس پر آپؑ کی نسل کے اماموں کے نام تحریر تھے۔ میں نے شمار کیے تو گیارہ اسماء تھے جن میں سے آخری قائمؑ تھے۔

سوال کیا گیا کہ حضرت امام زین العابدینؑ نے کیوں خلافت کا دعویٰ نہیں کیا؟ اس کی حکمت کیا ہے؟

جواب یہ ہے کہ جس وقت سے صحابہ، معاویہ، طلحہ، زبیر وغیرہ نے مَن پسند فتوے دیے جس کے نتیجے میں حضرت علی علیہ السلام کو باغی گروہ سے جنگ کرنا پڑی ہے۔

تابعین (صحابہ کے شاگردوں) کے وقت امام حسین علیہ السلام کو قتل کیا گیا اور سرکارِ محمد مصطفیٰ نے خبر دی تھی کہ ہزاروں مقہور غریب اور باغی خاندان کامیاب قرار پائیں گے، جیسا کہ خزانہ جلالیہ میں مذکور ہے۔ آپؐ نے خواب دیکھا کہ کتوں کے بچے منبر پر آگئے ہیں جو عف عف اور لیف لیف کی آوازیں نکال رہے ہیں جس کی تعبیر یہ فرمائی کہ فلاں فلاں افراد پھر جائیں گے اور منبروں پر آپؐ کے خاندان پر لعنت کریں گے (نعوذ باللہ)۔

روضۃ العلماء میں تحریر کرتے ہیں: یہ آیت لیلۃ القدر خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ جب نازل ہوئی تو حضرت جبرئیلؑ نے کہا: اے محمدؐ! وہ ہزاروں مہینے وہ ہیں جو خاندانِ یزید کی حکومت کے ہوں گے اور اس دوران خاندانِ رسالتؐ پر لعنت کی جائے گی۔ وہ عرصہ خاندانِ عصمت و طہارت کے لیے بڑا تکلیف دہ ہوگا۔

دین کے پہلوانوں اور دیانت کے شہسواروں نے عنان و عزیمت کی تلوار کم قضا و قدر کے سپرد کر دیں گے اور اپنی انگشت کو بڑی عاجزی کے ساتھ اپنے منہ میں ڈال لی (چونکہ

ارشاد ہے: اَلضَّرُورَاتُ تُبِیحُ الْمَحْظُورَاتِ، ”ضرورت ممنوع چیزوں کو بھی جائز قرار دے دیتی ہے“۔ چونکہ حضرت امام زین العابدین علیہ السلام سے لے کر حضرت امام مہدی علیہ السلام تک سب نے ان حالات کا معائنہ کیا، مسندِ امامت پر خاموش رہ کر تشریف فرما رہے۔ جیسے ہی امام محمد مہدی علیہ السلام ابوالقاسم کے ظہور کا وقت ہوگا خاندان کے جانباز اور جانثار علَم ہزیمت بلند کریں گے۔ تلوار کے زور پر اپنا حق اور اُولویت ثابت کریں گے، تب دنیا پر لوگوں (اغیار) کا تسلط ختم ہوجائے گا۔ اس کے بعد آپؑ عدل و انصاف سے زمین کو بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جَور سے بھر چکی ہوگی۔

ان نو اماموںؑ میں پہلے امام زین العابدینؑ، دوسرے امام محمد باقرؑ، تیسرے امام جعفر صادقؑ، چوتھے امام موسیٰ کاظمؑ، پانچویں امام علی رضاؑ، چھٹے امام محمد تقیؑ، ساتویں امام علی نقیؑ، آٹھویں امام حسن عسکریؑ اور نویں امام حجۃ اللہ مہدیؑ قائم ہوں گے، جو غَیبت اختیار کریں گے۔ آپؑ کی عمر بہت طویل ہوگی، جس طرح مومنین میں سے حضرت عیسیٰؑ، حضرت الیاسؑ اور حضرت خضرؑ اور کفار میں سے دجال، سامری (بلعھم و امثالھم) وغیرہ طویل عمروں کے مالک ہیں“۔ (کشف الاستار، ص ۳۶-۳۸)

جیسا کہ ہمارے محترم قارئین کی نظروں سے گزرا ہے۔ امامؑ کی امامت ثابت کرنے کا یہ طریقہ اور عقیدہ بالخصوص بارھویں امامؑ کے بارے میں شیعوں والا ہے۔ اگر ایک بزرگ اور سُنّی عالم دین یہ طریقہ اختیار کرتا ہے تو یہ اُن اہلِ سنت حضرات کے لیے بڑا واضح اور مدلل جواب ہے جو امامت کے بارے میں عجیب و غریب قسم کا بُغض و عناد رکھتے ہیں، جو ان کی زبان اور قلم دونوں سے مترشح ہوتا رہتا ہے۔

۶۶- خواجہ افضل الدین ترکہ (متوفی ۸۵۰ھ ق)

خواجہ افضل الدین اہلِ سنت کے مشہور قضات اور علماء میں سے تھے۔ اسی برس (۸۵۰ھ ق) موصوف کو شاہ رُخ میرزا جو امیر تیمور لنگ کا فرزند تھا، کے حکم پر اصفہان سے سامرہ لے جایا گیا اور جہاں اُسے تختۂ دار پر لٹکایا گیا۔ آپ نے ۸۴۶ھ ق میں جناب شہرستانی کی شہرۂ آفاق کتاب ”ملل ونحل“ کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور ترجمہ بھی اسی انداز میں کیا جو

اس وقت کی تمام ضروریات کو پورا کرتا تھا۔ اصل متن کے مطالب میں اضافہ بھی کیا گیا۔

خواجہ افضل الدین اگرچہ ایک سُنّی المذہب اور متعصب شخص تھے۔ اس کے باوجود ائمہ اطہارؑ کے بارے میں اور جہاں بھی شیعہ عقائد کا تذکرہ آیا خود شہرستانی کے برعکس کمالِ ادب کے ساتھ اُس نے شیعہ عقائد کی صحیح اور مکمل تشریح اور تفسیر کی۔

ایک مقام پر تحریر کرتے ہیں: اثنا عشریہ ایک ایسا گروہ ہے جس نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی وفات کے بعد یقین کرلیا تھا کہ امامت آپؑ کے فرزند امام علی رضا علیہ السلام کو ملی ہے۔ اس کے بعد وہ امام محمد تقی ہادی علیہ السلام، پھر امام علی نقی علیہ السلام اور پھر اُن کے فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام کی امامت کے قائل ہوئے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام امامؑ کے بعد امام سرکارِ حجت ہیں اور جو قائمؑ بھی ہیں۔ (ص ۱۸)

ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں: امامیہ کا نظریہ ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام امام ہیں۔ ان کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام اور اُن کے بعد قائم، منتظر اور مہدیؑ بارہویں امامؑ ہیں۔ (ص ۴۵)

ایک دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں: اثنا عشریہ وہ فرقہ ہے جو یقین رکھتا ہے کہ حضرت موسیٰؑ ابنِ جعفر صادق علیہ السلام پر اور اُن کا عقیدہ ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد امامت آپؑ کے فرزند امام علی رضا علیہ السلام کو عطا کر دی گئی۔ ان کے بعد امام ہادی علیہ السلام کو اور ان کے بعد امام علی نقی علیہ السلام اور ان کے بعد آپؑ کے فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام اور ان کے بعد امام حجت قائمؑ کو منتقل کر دی گئی۔ (ص ۱۸)

ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں: امامیہ کا عقیدہ ہے کہ امامت حضرت امام علی نقی علیہ السلام، اُن کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور اُن کے بعد آپؑ کے فرزند قائم، منتظر، مہدیؑ جو بارہویں امامؑ ہیں، کو امامت عطا کی گئی۔ (ص ۴۵)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: شیعہ اثنا عشریہ وہ فرقہ ہے جسے یقین حاصل ہوا ہے کہ امام موسیٰؑ ابنِ جعفرؑ کی موت کا، اس لیے انھیں قطعیہ بھی کہتے ہیں۔ ان کا مزید کہنا ہے کہ امامت آپؑ کی اولاد میں سے کریم ترین فرد کو ملے گی۔ تبھی تو ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے بعد امام، صاحب الہدایہ العلیا والمناقب الثنا حضرت امام علی رضاؑ ہیں۔

آپؑ کے بعد امام محمد تقی علیہ السلام، جن کا مدفن مقابر قریش ہے۔ ان کے بعد امام علی نقی علیہ السلام امامؑ ہیں جن کا مدفن قم المقدسہ میں ہے (مقامِ تعجب یہ ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام تو سامرہ میں دفن ہیں)۔ ان کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام امام ہیں اور اُن کے بعد امام مہدی علیہ السلام قائم، حجت اور منتظر امام علیہ السلام ہیں۔ آپؑ نے سر من رائے کے مقام پر غیبت اختیار کی۔ آپ ہدایت کے بارہویں بُرج اور ولایت کے آخری ستارے ہیں۔ ہمارے زمانے تک شیعوں کا طریقہ کار یہی رہا ہے۔ (ص ۱۸۳)

ایک دوسرے مقام پر جناب شہرستانی تحریر کرتے ہیں: شیعہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد گیارہ فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ شہرستانی نے سب کی تفصیل بیان کی ہے اور پھر امام مہدیؑ کے زندہ ہونے والے عقیدے پر سخت الفاظ میں تنقید کی ہے۔

خواجہ افضل تحریر کرتے ہیں: شیعہ عقائد کے مطابق بارہ اماموںؑ کی ترتیب اس طرح ہے: امام علی مرتضیٰ علیہ السلام، امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، امام سجاد علیہ السلام، امام محمد باقر علیہ السلام، امام جعفر صادقؑ، امام موسیٰ کاظمؑ، امام علی رضاؑ، امام محمد تقی علیہ السلام، امام علی نقی علیہ السلام، امام حسن عسکری علیہ السلام اور حجت قائم منتظر مہدیؑ ہیں۔ (ص ۱۸۷)

۶۷- ابنِ صباغ مالکی (متوفی ۸۶۵ھ ق)

آپ کا شمار اہلِ سنت کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کا پورا نام نورالدین علی بن محمد صباغ مالکی ہے۔ حافظ ابنِ حجر عسقلانی کا شاگرد سخاوی مصری کتاب "الضوء اللامع"[1] میں تحریر کرتا ہے: آپ کا تعلق غزہ سے تھا، البتہ ۷۸۴ھ ق میں آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں ہوئی، یہیں پرورش ہوئی۔ سب سے پہلے قرآن ایک فقہی رسالہ اور الفیہ ابنِ مالک کو زبانی حفظ کیا۔ اس کے بعد نحو، فقہ اور دوسرے علوم اس وقت کے مختلف اسانید جیسے عبدالرحمٰن فارسی، عبدالوہاب بن عفیف یافعی، جمال بن ظہیرہ و ابوالمسعود، سعد نوری، علی ابن محمد بن ابی بکر شیبی، محمد بن ابی بکر بن سلیمان بکر وغیرہ سے حاصل کیے اور ان سے اجازہ بھی لیا۔ نیز جلال عبدالواحد مرشدی اور علی الزین مراغی سے بھی اجازے حاصل کیے۔ آپ نے چند عظیم کتب تالیف کی

[1] یہ کتاب ۹ جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں علماء کے حالات بیان کیے گئے ہیں۔

ہیں جیسے الفصول المہمة لمعرفة الائمة وھم اثنا عشر و العبر فی من سفه النظر۔ میں نے بھی ان سے اجازہ لیا ہے۔ ان کی وفات ۸۵۵ھ ق میں ہوئی۔ یہ معلّی میں دفن ہوئے۔

احمد بن عبدالقادر عجیلی شافعی نے کتاب ذخیرۃ المال تحریر کی۔ خنثیٰ (ہیجڑے) کے مسئلے پر اور اُنھیں اچھے الفاظ میں یاد کیا ہے۔ اسی طرح اہلِ سنت کے دوسرے علماء نے فصول المہمہ کو معتمد و موثق ہونے کی بنا پر نقل کیا ہے، جیسے عبیداللہ بن محمد مطیری مدنی شافعی نقشبندی نے کتاب ریاض الزاہرہ میں نورالدین علی سمہودی نے جواہر العقدین میں، برہان الدین علی حلبی شافعی نے سیرۂ حلبیہ میں، عبدالرحمٰن صفوری نے زہیۃ المجالس میں اور دوسرے حضرات نے بھی نقل کیا ہے۔ (کشف الاستار: ص ۱۰)

ابنِ صباغ نے الفصول المہمہ میں ائمہ اطہار علیہم السلام میں سے ایک ایک کا نام لے کر تشریح کی ہے۔ پھر آخر میں تحریر کرتے ہیں:

''بارھویں فصل ابوالقاسم حجت خلف صالح بن ابی محمد الحسن الخالص کے بارے میں ہے۔ اس کے بعد آپؑ کی تاریخ ولادت، دلائلِ امامت اور آپ سے مربوط، اخبار و احادیث، طویل غیبت، نسب، کنیت اور القاب کا ذکر کیا ہے۔ پھر امامِ زمانہؑ کی تاریخ ولادت بیان کی ہے اور وہ صریح احادیث بیان کی ہیں جو قابلِ اعتماد اور موثق ہیں۔ سابقہ علماء نے بھی جنھیں ذکر کیا ہے اور ان تمام روایات کو امام حجت ابن الحسن العسکری علیہ السلام پر منطبق کیا ہے۔ وہ احادیث اور روایات جنھیں شیعہ وسُنّی بزرگ علماء نے اپنے منابع میں ذکر کیا ہے اور اُنھیں خصوصی اہمیت دی ہے یہاں تک تحریر کیا ہے:

''شیخ ابوسعید محمد بن یوسف بن محمد گنجی شافعی نے ''البیان فی اخبار صاحب الزمان'' میں استدلال کیا ہے کہ امام مہدی علیہ السلام زندہ ہیں، اور آپؑ کی غیبت کا سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے۔

ابنِ صباغ نے آخری فصل میں جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے نام ہے، میں تحریر کیا ہے:

''ابومحمدؑ کا ایک فرزند تھا جو حجت اور قائم ہے اور سارا جہان آپؑ کی حقیقی حکومت کا منتظر ہے۔ آپؑ کی ولادت بھی مخفی رکھی گئی اور پھر پنہاں رکھنے کا

فلسفہ بھی بیان کیا کہ خلیفۂ وقت اور اس کی طرف سے پیدا کیے گئے حالات وواقعات، مشکلات، مسائل کی وجہ غیبت یہ سب کچھ مخفی رکھا گیا"۔

۶۸- شیخ عبدالرحمٰن بسطامی (متوفی ۸۵۸ھ ق)

کتاب ینابیع المودۃ میں شیخ سلیمان حنفی تحریر کرتے ہیں: شیخ کبیر عبدالرحمٰن بسطامی، کتاب درۃ المعارف کے مؤلف ہیں، آپ اپنے فصیح وبلیغ اشعار میں فرماتے ہیں:

یظھر میم المجد من آل محمد	ویظھر عدل اللہ فی الناس اولا
کما قد روینا عن علی الرضا	وفی کنز علم الحرف اضحی محصلا
ویخرج حرف المیم من بعد شینہ	بمکۃ نحو البیت بالنصر قد علا
فھذا ھو المھدی بالحق ظاھر	سیأتی من الرحمٰن للحق مرسلا
ویملأ کل الارض بالعدل رحمۃ	ویمحو ظلام الشرک والجور اولا
ولایتہ بالامر من عند ربہ	خلیفۃ الرسول من عالم العلاء

"میم مجد اور عظمتِ آلِ محمدؑ ظاہر ہوگی اور پہلی بار عدلِ الٰہی کرۂ ارض پر اس طرح نافذ ہوگا جس طرح اس کا حق بنتا ہے۔ جس طرح امام علیؑ ابن موسیٰؑ رضا سے ہمارے لیے روایت نقل کی گئی ہے۔ علمِ حروف کا خزانہ اپنی وضاحتوں کے ساتھ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ حرفِ میم شین کے بعد مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کی پشت سے مکمل کامیابی کے ساتھ ظہور ہوگا۔ جان لیجیے وہی مہدی ہوں گے جو حق کی خاطر آشکار ہوں گے۔ خداوند کی طرف سے بہت جلد حق کے اجراء کے لیے قیام کریں گے۔ آپ کرۂ ارض کو رحمت الٰہی کے ذریعے عدل سے بھر دیں گے، جس کی وجہ سے ظلم وشرک محو ہوکر رہ جائے گا۔ آپؑ کی حکومت حکمِ خدا سے ہوگی۔ آپؑ پیغمبر اکرمؐ کے بہترین جانشین ہوں گے۔ آپؑ عالمِ بالا سے منتخب شدہ ہیں"۔

البتہ آپ نے یہ جو تحریر کیا ہے کہ "ہمارے لیے روایت کی گئی ہے" یہ اس روایت کی جانب اشارہ کر رہے ہیں کہ شیخ محدث فقیہ محمد بن ابراہیم جوینی حموی شافعی نے کتاب

فرائد السمطین میں اپنی سند کے ذریعے احمد بن زیاد سے اور اُنھوں نے دعبل بن علی خزاعی سے روایت کی ہے کہ میں نے اپنا قصیدہ تائیہ حضرت امام علی رضاعلیہ السلام کی خدمت میں پڑھا۔ جب میں ان اشعار پر پہنچا:

خروج امام لامحاله واقع　　　　یقوم علی اسم الله والبرکات

یمیز فنیاکل حق و باطل　　　　ویجزی علی النعماء والنقمات

''ہمارے سامنے امامؑ تشریف لائیں گے اس میں کوئی شک نہیں وہ خدا کے نام اور برکت سے قیام کریں گے۔ آپ حق و باطل کو ہمارے سامنے بیان کریں گے اور ہر نیک کام کی جزا اور برے کام کی سزا دیں گے''۔

حضرت امام علی رضاعلیہ السلام نے سخت گریہ کیا اور فرمایا: اے دعبل! تمھاری زبان میں گویا روح القدس بول رہا ہے۔ کیا تم جانتے ہو کہ وہ امام کون ہے؟ میں نے عرض کیا: مولاؑ! نہیں، میں نے تو صرف اتنا سن رکھا ہے کہ آپؑ میں سے ایک امام ہوگا جو کرۂ ارض کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔

آپؑ نے فرمایا: میرے بعد میرا فرزند محمد تقیؑ امام ہوگا، اُن کے بعد میرا پوتا علی نقیؑ امام ہوگا اور اُن کے بعد میرا پرپوتا امام حسن عسکریؑ امام ہوگا، اُن کے بعد امام حسن عسکریؑ کا فرزند حجت، قائم، مہدیؑ وہ امامؑ ہوگا جس کی غیبت کے دوران انتظار ضروری ہوگا اور جب وہ ظہور فرمائیں گے تو اُن کی اطاعت لازمی ہوگی۔ وہی اس زمینِ خدا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، جس طرح وہ ظلم و ستم سے بھر چکی ہوگی۔ ہاں! یہ سوال کہ کب قیام کریں گے؟ یہ بیان کرنا ابھی قبل از وقت ہے۔ میرے والد بزرگوار نے اپنے والد سے اور اُنھوں نے رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اُس کی مثال قیامت کے وقت والی ہے جو کسی بھی لمحے آسکتی ہے۔ (کشف الاستار: ص ۴۵، بہ نقل از ینابیع المودۃ: ص ۴۰۱)

۶۹- ابوالمعالی محمد بن عبداللہ سراج الدین رفاعی (متوفی ۸۸۵ھ ق)

آپ کا تعلق رفاعی خاندان سے ہے۔ آپ اس خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ علمائے علمِ رجال نے تحریر کیا ہے کہ اُن سب کا تعلق اہلِ سنت کے علماء اور عرفا سے تھا۔ اُن کا سلسلۂ

طریقت رفاعی کے نام سے مشہور ہے۔ ہمارے زمانے تک اُس خاندان کے سادات بھی سُنّی تھے۔

آپ کتاب صحاح الاخبار فی نسب السادة الفاطمیة الاخیار میں امام دہم حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے حالات و واقعات بیان کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ آپؑ کے القاب نقی، عالم، فقیہ، امیر، دلیل، عسکری اور نجیب ہیں۔ آپؑ ۲۱۲ھ ق مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے، اور معتز عباسی کی دی ہوئی زہر سے ۲۵۴ھ ق میں شہید ہوئے ہیں۔

آپؑ کے پانچ فرزند تھے: امام حسن عسکریؑ، حسین، محمد، جعفر اور عایشہ۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے جانشین حجت، منتظر، ولی خدا حضرت امام محمد مہدی علیہ السلام صاحب سرداب ہیں۔

مذکورہ کتاب کے ایک دوسرے مقام پر تحریر کرتے ہیں: جہاں عنوانِ امامت زیرِ بحث تھا کہ عارفانِ ائمہ اہلِ بیتؑ روایت کرتے ہیں کہ جیسے حضرت امام حسین علیہ السلام جانتے تھے کہ خلافت معنوی اس جہان میں آپؑ کی نسل سے جاری وساری رہے گی۔ اسی بات پر آپؑ راضی اور خوش تھے اور اتنی عظیم قربانی بھی دی۔ چونکہ یہ نعمتِ عظمیٰ آپؑ کو عطا کی گئی تھی۔ خداوند کریم نے بھی آپؑ پر احسان فرماتے ہوئے آپؑ کو مقامِ رفیع امامت پر فائز کیا اور یہ سلسلہ آپؑ کی اولاد میں بھی جاری کیا۔ یہ نعمت حجت، منتظر اور امام مہدی علیہ السلام تک جا پہنچے گی اور پھر انھی پر ختم ہوجائے گی۔ (کشف الاستار: ص ۲۱۶)

۷۰- نورالدین عبدالرحمٰن جامی (متوفی ۸۹۸ھ ق)

محمد بن سلیمان کفوی اَعلام الاخیار فی فقہاء مذہب النعمان المختار میں جناب نورالدین عبدالرحمٰن جامی جو معروف عالمِ دین اور نامی گرامی شاعر تھے کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:

شیخ عارف باللہ، متوجہ الی اللہ، دلیل الطریقہ، ترجمان الحقیقہ، منسلخ از ھیاکل ناسوتی اور متوسل بہ عالم لاہوتی، تحقیق کے آفتاب، تدقیق کے مہتاب، معدن عوارف و معارف، منبع فضائل، جامع اللطائف، مولا جامی نورالدین عبدالرحمٰن ـــــ آپ کی تصنیفات و تالیفات کا ایک وسیع سلسلہ ہے، جس میں شواہد النبوہ سرفہرست ہے۔ یہ مشہور و معروف اور قابلِ اعتماد

کتاب ہے۔

چلپی ''کشف الظنون'' میں تحریر کرتے ہیں: شواہد النبوۃ فارسی زبان میں ہے جسے مولانا عبدالرحمٰن بن احمد جامی نے تحریر کیا ہے اور محمود بن عثمان جن کا تخلص لامعی تھا، نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ ①

تب مولا عبدالحلیم جو''اخی زادہ'' کے نام سے مشہور ہے اور روم (عثمانی) دور میں وزیر بھی رہے ہیں۔ ان کی وفات ۱۰۱۳ھ میں ہوئی۔ اُنھوں نے اس کتاب کا دوسری مرتبہ ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ اپنے متن اور مقصود کے لحاظ سے لامعی کے ترجمہ سے بہت بہتر تھا۔

علامہ قاضی حسین دیاربکری، کتاب خمیس کے شروع میں تحریر کرتے ہیں: یہ سرکار ختم المرسلین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کا مجموعہ ہے، جسے معتبر کتب سے منتخب کیا گیا ہے۔ معتبر کتب سے مراد تفسیر کشاف اور مولا عبدالرحمٰن جامی کی شواہد النبوۃ وغیرہ ہیں۔

جامی نے اس کتاب میں امام حجت ابن الحسن العسکری علیہ السلام کو بارھواں امام تحریر کیا ہے۔ آپؑ کی ولادت باسعادت کے حسین لمحات، چند معجزات اور خوبصورت اور دلچسپ واقعات کا تذکرہ بھی فرمایا ہے۔ مزید تحریر کرتے ہیں:

> ''آپؑ کی ذاتِ اقدس ہی زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گی۔
>
> دلچسپ نکتہ یہ ہے کہ شیعہ علماء نے جنابِ جامی کو ایک متعصب سُنّی عالم شمار کیا ہے جیسے شہید سعید قاضی نورالدین شوشتری جو مجالس المومنینؒ کے مصنف ہیں، نے چند حضرات کو جو شیعہ نہیں تھے کو شیعہ لکھنے کی وجہ سے شیعہ تراش والا لقب پایا ہے، نے بھی جامی کو شیعہ علماء اور عرفا میں شامل نہیں کیا ہے بلکہ متعصب سُنّی تحریر کیا ہے''۔

عبدالرحمٰن جامی شواہد النبوۃ میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے حالات کے اختتام پر تحریر کرتے ہیں: محمدؑ بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علی رضاؑ، آپؑ بارھویں امام ہیں۔ آپؑ کی کنیت ابوالقاسم

---

① یہ ترجمہ ترکی زبان میں ہے۔ نوٹ کیجیے کہ شواہد النبوۃ ہندوستان میں بھی چھپ چکی ہے مگر اس کا کوئی نسخہ ہمارے پاس (لائبریری تہران) میں نہیں ہے۔

ہے۔ امامیہ آپؑ کے القاب حجت، قائم، منتظر اور صاحب الزمان بیان کرتے ہیں۔

پھر شیعہ منابع اور مدارک سے امامِ زمانہؑ کے تفصیلی حالات بیان کرتے ہیں۔ آپؑ کی ولادت باسعادت کے بارے میں تحریر کرتے ہیں: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی حضرت حکیمہ خاتون کا بیان ہے کہ میں ایک دن حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے ملنے گئی۔

آپؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! آج ہمارے پاس رُک جائیں، چونکہ خداوند کریم ہمیں فرزند عطا کرنا چاہتا ہے۔

میں نے کہا: یہ فرزند کس سے ہوگا؟ جبکہ حضرت نرجس خاتون میں تو کوئی آثار دکھائی نہیں دے رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! نرجس حضرت موسیٰؑ کی ماں کی مثل ہے۔ ان کے ہاں بھی ولادت کے آثار وقتِ ولادت سے قبل بالکل دکھائی نہیں دے رہے تھے۔

بی بی مزید بیان کرتی ہیں: میں نے دیکھا کہ نومولود جیسے ہی زمین پر آیا، فوراً سجدے میں گر گیا۔ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس دوران آواز دی: پھوپھی جان! میرے فرزند کو میرے پاس لائیے۔ آپؑ نے اپنے فرزند کو اپنے پاس بٹھا کر فرمایا: اے میری جان! اذنِ خدا سے گفتگو کرو۔ آپؑ گویا ہوئے:

> بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، وَ نُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَ نَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّ نَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ (سورہ قصص: آیت ۵)
>
> ”ہم یہ چاہتے ہیں کہ جن لوگوں کو زمین میں کمزور بنا دیا گیا ہے ان پر احسان کریں اور تمھیں لوگوں کا پیشوا بنائیں اور زمین کا وارث قرار دیں“۔

اس کے بعد آپ نے خواجہ محمد پارسا کی مانند آپؑ کے حالاتِ زندگی تحریر کرنا شروع کر دیے۔ لکھتے ہیں: حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے گھر کے ایک خادم کا بیان ہے: میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ کے بعد ہمارا امام کون ہوگا؟

آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور واپسی پر ایک بچے کو اُٹھا لائے جو چودھویں کے مہتاب کی شکل تھا اور سنِ مبارک تین سال ہوگا۔ پھر فرمایا: اگر تم خدا کے ہاں پسندیدہ افراد میں شامل نہ ہوتے تو میں تمھیں کبھی اس فرزند کی زیارت نہ کراتا۔ اس کا نام رسولؐ اللہ کے نام پر ہے اور کنیت بھی رسولؐ پاک والی ہے۔ (هُوَ الَّذِیْ یملأ الْاَرْض قسطًا وَعَدْلًا کَمَا ملئت ظُلمًا وَجُورًا)

نیز ایک دوسرے راوی سے بھی روایت نقل کی ہے: ایک دن میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی بارگاہ میں پہنچا۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ نے ایک کمرے کے دروازے پر پردہ لٹکا رکھا ہے۔ میں نے عرض کیا: اے میرے آقا و سردار! آپؑ کے بعد صاحب امر کون ہوگا؟

آپؑ نے اس کمرے کا پردہ ہٹایا، ایک بچہ باہر آیا جو پاکیزگی و طہارت کا مجسمہ نفاست اور تقدس جس کے رُخساروں پر ٹپک رہا تھا اور گیسو کھلے ہوئے تھے۔ وہ آ کر امام حسن عسکری علیہ السلام کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ آپؑ نے فرمایا: میرے بعد یہ تمھارے امامؑ ہیں، پھر وہ فرزند کھڑے ہو گئے تو امام حسن عسکری علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

یَا بُنَیَّ اُدخُل اِلَی الوَقتِ المَعلُومِ

"اے بیٹے! آپؑ ایک وقتِ معلوم تک گھر میں داخل ہو جاؤ"۔

وہ اس گھر میں داخل ہو گئے۔ پھر آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ اُٹھو اور دیکھو کہ یہاں کون ہے؟ میں نے کمرے کے اندر دیکھا، وہاں کسی کو نہ پایا۔

جامی اپنے بیان کے آخر میں حضرت امام مہدی علیہ السلام آپؑ کے ظہور پُرنور اور غیبت کے متعلق چند خوب صورت اشعار پیش کرتے ہیں:

بیا ای امام هدایت شعار — که بگذشت ازحد غم انتظار
ز روی همایون برافکن نقاب — عیان ساز رخسار چون آفتاب
برون آی از منزل اختفاء — نمایان کن آثار مهر و وفا
بر افراز ارکان اسلام را — بیفکن ز بنیاد اصنام را
جهان پر شد از شیوۂ ظلم و جور — ز انصاف دُور است اطوار دور

نظر کن به حال من مستمند — که گردم از الطاف تو سربلند
بود این اُمیدم که باشم مدام — مباهی به الطاف خاص امام
الٰهی به حق امام زمان — به عز محبان این خاندان
که توفیق گردان رفیق دلم — بردیان گل مرحمت از گلم

"اے ہدایت کرنے والے امامؑ آجاؤ، چونکہ غمِ انتظار کی حدیں ختم ہونے والی ہیں۔ اپنے رُخِ انور سے ذرا نقاب اُٹھاؤ تا کہ تمھارے آفتاب کی مانند دمکتے رخسار دیکھوں۔ اپنے پوشیدہ ٹھکانے سے باہر آجاؤ، مہر و وفا کے تمام آثار آشکار کردو۔ ارکانِ اسلام کو نمایاں کرو، اصنام کی بنیادیں ہلا کر رکھ دو۔ یہ جہان ظلم و جور سے بھر چکا ہے، حکمرانوں سے انصاف بہت دُور ہوگیا ہے۔ میری بوسیدہ حالت پر ایک نظر ڈالو تا کہ تمھارے الطاف سے میرا سر بلند ہو سکے۔ میری یہی اُمیدیں قائم و دائم ہیں کہ ایک دن امامؑ کے الطاف سے بہرہ مند ہوں گے۔

اے پروردگار! امامِ زمانؑ کے حق کا واسطہ اس خاندان کے حُب داروں کی لاج رکھنا۔ میرے دل کی رقت میں اضافے کی توفیق عطا کر، میرے گلو سے ہر قسم کی تلخیاں محو کر دے"۔

۷۱۔عبدالرحمٰن صوفی

آپ مشہور عالم اور فارسی زبان کی کتاب "مرات الاسرار" کے مؤلف ہیں۔ عبدالعزیز دہلوی مؤلف تحفہ اثنا عشریہ کے والد شاہ ولی اللہ دہلوی نے کتاب "الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ" میں اور وارثی کے اسانید سے بھی رسولؐ اللہ سے نقل کیا ہے۔

آپ امامِ زمانؑ کے بارے میں تحریر کرتے ہیں: دین و دولت کے آفتاب ہماری ملّت و دولت کا ذکر، جو پاک اور امامِ برحق ہیں۔ ابوالقاسم "م ح م دؑ" حسن المہدیؑ، ائمہ اہلِ بیتؑ میں سے آپؑ بارہویں امام ہیں۔ آپؑ کی والدہ ماجدہ اُمِ ولد (کنیز) تھیں اور اسمِ گرامی نرجس تھا۔ شب جمعہ ۱۵ شعبان کی رات ۲۵۵ھ ق میں آپؑ کی گود میں امام مہدیؑ تشریف لائے۔

جبکہ شواہد النبوۃ کی روایت کے مطابق آپؑ کی ولادت باسعادت ۲۳ رمضان ۲۵۸ھ ق میں ہوئی۔ امامِ زمانہؑ سرکارِ ختمی مرتبت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ہم نام اور ہم کنیت تھے۔

مہدی، حجت، قائم، منتظر، صاحب الزمان اور خاتم اثنا عشر آپؑ کے مشہور القاب ہیں۔

جب حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات ہوئی تب امامِ زمانہؑ کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔ یوں آپؑ پانچ سال کی عمر میں مسند امامت پر فائز ہوئے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ بن زکریا کو عالمِ طفولیت میں ہی حکمت و کرامت عطا کی تھی، اور حضرت عیسیٰ ابن مریمؑ کو پنگھوڑے میں بلند مراتب پر فائز فرمایا تھا بالکل بچپنے میں انھیں امام بنایا تھا۔ آپؑ کی کرامات اور خارق عادت واقعات اس قدر ہیں کہ اس مختصر رسالے میں اُن کا ذکر کرنا ناممکن ہے۔

اس کے بعد محی الدین ابنِ عربی کے کلام کو پیش کیا، جسے ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور مزید لکھتے ہیں: ''عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوۃ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خواہر حضرت حکیمہ جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی پھوپھی تھیں، کی روایت کو پیش کیا ہے۔ (یہ روایت جامی کے حالات میں گزر چکی ہے)۔

نیز عبدالرحمٰن صوفی رسالہ مداریہ میں تحریر کرتے ہیں کہ حضرت شیخ محی الدین عربی نے باب نمبر ۳۶۶ میں فتوحاتِ مکیہ سے نقل کیا ہے: اے مسلمانو! جان لو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کو خروج کرنا چاہیے، چونکہ آپؑ کے والد حضرت امام حسن عسکریؑ بن امام علی نقیؑ بن امام محمد تقیؑ —— سب سے خوش قسمت ترین افراد اہلِ کوفہ ہوں گے، جو تلوار کے ذریعے لوگوں کو خدا کی طرف دعوت دیں گے۔ جو شخص انکار کرے گا وہ قتل کر دیا جائے گا۔ لوگ مجبوراً سہم جائیں گے۔ اس کے بعد مذکورہ باب میں امام مہدی علیہ السلام کے تمام حالات تفصیل کے ساتھ بیان کیے گئے ہیں۔ قارئین محترم! آپ رجوع کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی ایک صوفی منش انسان تھے، جو شافعی مسلک کے پیروکار تھے، اُنھوں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کے تمام حالات، کمالات، آپؑ کی ولادت، غیبت اور اس سے مربوط تمام مسائل کو بڑی تفصیل کے ساتھ کتاب شواہد النبوۃ میں ذکر کیا ہے۔ اُنھوں نے ائمہ اہلِ بیتؑ سے اور اربابِ سیرت سے بڑے عمدہ طریقے سے روایات کی ہیں۔

کتاب مقصد اقصیٰ کے مصنف تحریر کرتے ہیں: حضرت شیخ سعد الدین حموی جو حضرت نجم الدین کے خلیفہ تھے، نے امام مہدی علیہ السلام کے حق کے بارے میں ایک کتاب تحریر کی ہے، البتہ اُنھوں نے بہت ساری چیزوں کا اضافہ بھی کیا ہے جن کے سبب کسی قسم کے تصرف اور تغیر و تبدل کا امکان معدوم ہو جاتا ہے۔ جیسے آپؑ ظہور فرمائیں گے۔ ولایت و مطلقہ آشکار ہو جائے گی جس کے سبب ظلم و جبر اور مذہبی اختلافات دم توڑ جائیں گے۔ چونکہ آپؑ کے جو اُوصافِ حمیدہ احادیث میں بیان کیے گئے ہیں ان سے یہی نتیجہ حاصل ہوتا ہے کہ جیسے ہی امام مہدیؑ آخری زمانے میں ظہور فرمائیں گے۔ اس جہان کو ظلم و جور سے پاک کر دیں گے اور سارا جہاں ایک مذہب کا پیروکار بن جائے گا۔

اجمالاً عرض ہے کہ دجال بدکردار زندہ ہے اور اسی جہان میں پوشیدہ ہے اور حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی موجود ہیں اور مخفی ہیں تو اگر ان دونوں کی مانند حضرت امام مہدی علیہ السلام نظروں سے اوجھل ہو کر پنہاں انداز میں زندگی بسر کر رہے ہوں اور ان دونوں کی مانند تقدیر الٰہی کے رحم وکرم پر ہوں تو یہ مقامِ تعجب نہیں ہے۔ چند بزرگان اور ائمہ اہلِ بیتؑ کے فرامین سے اس بات کی تائید ہوتی ہے۔ اس کا انکار ماسوائے تعصب کو ظاہر کرنے کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ (کشف الاستار: ص ۴۹)[1]

۷۲۔ بدیع الدین قطب مدار

آپ کا شمار اہلِ سنت کے اکابر صوفیا میں ہوتا ہے۔ آپ کے لیے جنابِ عبدالرحمٰن صوفی نے رسالۂ مداریہ تالیف کیا۔ موصوف اپنے اس رسالے میں نقل کرتے ہیں: مذکورہ قطب نے اپنی باطنی صفائی کے بعد عالمِ خواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ (سرکارِ دو عالمؐ نے کمالِ کرم و مہربانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قطب مدار کے ہاتھوں کو اپنے دستِ حق پرست میں لے کر حقیقی اسلام کی تلقین فرمائی۔ دورانِ خواب ہی حضرت علی علیہ السلام بھی تشریف لائے۔ آپؐ نے اسے حضرت علیؑ کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا:

---

[1] نہ صرف اس مسئلے پر تعصب کا اظہار بے محل ہے، بلکہ یہ تو حق پر پردہ ڈالنے کے مترادف ہے۔ ایک جانشین برحق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار اور صاحبِ شریعت امامؑ کا انکار ہوگا۔

اے علیؑ! یہ نوجوان خداوند عزیز کو بے حد عزیز ہے۔ یہ اپنے وقت کا قطب مدار بنے گا۔ اس کے بعد قطب مدار نے آپؑ کے حکم کے مطابق حضرت علی علیہ السلام سے تولاّ کیا اور آپؑ کے روضۂ اقدس پر حاضری دینے کے لیے نجفِ اشرف حاضر ہوئے اور نجفِ اشرف میں حرمِ حضرت علی علیہ السلام میں ریاضت کا شرف نصیب ہوا۔ یوں حضرت علی علیہ السلام کی پاکیزہ تربیت و ہدایت کے نتیجے میں صراطِ مستقیم تک پہنچ گئے۔ یوں دینِ محمدیؐ کے وسیلے سے مشاہدِ حق الحق سے بہرہ مند ہوئے۔ اسی دوران اسداللہ الغالب امامؑ نے آپ کو اپنے فرزند رشید وارثِ ولایتِ مطلق امام مہدی بن حسن العسکری علیہ السلام سے تعارف کرایا اور عالمِ ظاہری میں دونوں کی ملاقات کرائی۔ (کشف الاستار: ص ۵۱)

۷۳۔ محمد خواوند شاہ (متوفی ۹۰۳ھ ق)

جناب خواوند شاہ ''میر خواند'' کے نام سے مشہور تھا۔ اہلِ سنت کے ہاں بھی بڑے متعصب مشہور تھے، حتیٰ کہ معاویہ بن ابوسفیان کی بھی تعریف کرتے تھے۔ اس کے باوجود اُنھوں نے ایک کتاب فارسی زبان روضۃ الصفاء کے نام سے تحریر کی۔ اس میں ہر امامؑ کے لیے ایک علیحدہ علیحدہ فصل تحریر کی ہے۔

حضرت محمد بن الحسن بن علیؑ کے باب میں تحریر کرتے ہیں کہ آپؑ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ امامیہ آپ کو حجت، قائم، مہدی، منتظر اور صاحب الزمان کہتے ہیں۔ امام مہدیؑ رسولِ اکرمؐ کے ہم لقب اور ہم کنیت تھے۔ آپؑ کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ سر من رائے میں ہوئی۔ اپنے والد گرامی کی وفات کے وقت آپؑ کا سنِ مبارک پانچ سال تھا۔ آپؑ کو کم سنی میں ہی حکمت عطا کر دی گئی جس طرح حضرت یحییٰؑ کو عطا کی گئی تھی۔ آپؑ کو بچپن میں ہی امام بنا دیا گیا جس طرح حضرت عیسیٰؑ بچپن میں نبی و مرسل بنا دیے گئے تھے۔ اس کے بعد تین بڑے صفحات میں آپؑ کی ولادت کے حالات، مسائل اور خصوصیات کو تحریر فرمایا۔ (روضۃ الصفا، ج ۳، ص ۵۹ – ۶۲)

۷۴۔ فخر الدین ابوالسعادات

ابنِ طولون دمشقی نے کتاب الائمۃ الاثنی عشر میں اپنی سند سے فخر الدین ابوالسعادات

سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ امام ابوالقاسم محمد بن الحسن الحجہ المنتظر کی زیارت خواب میں نصیب ہوئی۔ میں نے عرض کیا: مولا! آپؑ امام مہدیؑ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

اُنھوں نے جواب دیا: میں نے اپنے دادا حضرت علی علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور یہی سوال اُن کے سامنے رکھا تو آپؑ نے فرمایا: ارشادِ نبویؐ ہے:

"اگر دنیا کی عمر کا ایک دن بھی بچ گیا پھر بھی خداوند متعال ہم میں سے ایک مردِ کو اُٹھائے گا جو اس کرۂ ارض کو عدل و انصاف سے بھر دے گا"۔ (الائمۃ الاثنیٰ عشر: ص ۱۲۱)

یہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر جنابِ فخر الدین امام زمانؑ کے وجودِ مبارک پر عقیدہ نہ رکھتا ہوتا تو کبھی آپؑ کی زیارت کی سعادت نہ حاصل کر پاتا اور زیارت بھی "ابوالقاسم محمد بن الحسن الحجہ المنتظرؑ کی نصیب ہوئی، جو شیعوں کے عقیدے کے مطابق مہدی آلِ محمدؑ ہیں۔

۷۵۔ فضل بن روز بھان خنجی (جو ۹۲۶ھ یا ۹۲۷ھ تک زندہ تھے)

اس مشہور و معروف متعصب عالمِ دین نے "کتاب الشمائل الترمذی" کی شرح تحریر کی۔ اس کے آغاز میں تحریر فرماتے ہیں:

فقیر الی اللہ تعالیٰ فضل بن روزبھان ابوالخیر..... اَصلاً انصاری جس کا تعلق خنج فارس سے ہے۔ آپ کی ولادت شیراز میں ہوئی مگر قیامِ اصفہان میں تھا۔

سخاوی صفواء اللامع (جلد ۶، ص ۱۷۱) میں تحریر کرتے ہیں: آپ عمید الدین شیرازی، جمال دین اردستانی اور قاضی اصفہان کے شاگرد تھے۔ آپؑ قاہرہ تشریف لے گئے اور بیت المقدس کی زیارت کی۔ اس کے بعد مدینہ منورہ حاضر ہوئے جہاں چند ماہ قیام کیا۔ پھر ۸۸۹ھ میں مدینہ منورہ میں میرے پاس صحیح بخاری کا درس پڑھتے رہے۔ میں نے اُن کے لیے تفصیلی اجازہ بھی تحریر کیا۔ اس کے بعد اُنھوں نے مشہور و معروف شیعہ عالم سرکار علامہ حلیؒ کی کتاب کشف الحق کا جواب تحریر کیا: ابطال الباطل کے نام سے جس میں تمام شیعہ عقائد پر کھل کر تنقید کی، بلکہ جواب تحریر کرنے میں ضرورت سے زیادہ تعصب اور بغض کا اظہار کیا۔

اس کے جواب میں شہید سعید جناب قاضی نور اللہ شوشتریؒ نے اِحقاق الحق نامی کتاب تحریر کی اور اس کی طرف سے اُٹھائے گئے اعتراضات کی احسن طریقے سے بیخ کنی فرمائی۔ تینوں مذکورہ کتب حضرت آیت اللہ العظمٰی مرعشی نجفی رضوان اللہ تعالیٰ کے مکتبہ کے زیر اہتمام اپنی آب و تاب کے ساتھ اور مکمل شروح اور حواشی کے ساتھ زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی ہیں۔

موصوف نے حضرت علامہ حلیؒ کے اس نظریے (حضرت امیر المومنینؑ آپؑ کی زوجہ محترمہ سیدۃ النساء العالمین ہیں) کے جواب میں تحریر کیا ہے:

"میں کہتا ہوں کہ فضائلِ فاطمہ صَلَوٰاتُ اللّٰہِ عَلٰی اَبِیْھَا وَبَعْلِھَا وَعَلٰی سَائِرِ آلِ مُحَمَّدٍ۔ ایک مسلّم امر ہے جس کا انکار کرنا محسوسات اور مسلّمات کے انکار کے مترادف ہے۔ چونکہ یہ ہستیاں معدنِ نبوت اور انسانیت کے آداب و تہذیب کی محافظ ہیں۔ میں نے ان کے بارے میں کتنا خوبصورت شعر عرض کیا ہے"۔ (کشف الاستار: ص ۴۰)

توضیح: واقعاً یہ مسرت اور تاسف کا ملا جلا مقام ہے۔ چونکہ اوّلاً فضل بن روز بہان نے بڑے شد و مد کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی خلافت، فضائل، مقام اور منزلت کو شیعہ عقائد کا عنوان دے کر رد کر دیا ہے۔

جبکہ اس مقام پر اچانک اس کی زبان، مدح سرائی کے لیے کھل گئی حتیٰ کہ اُس نے امام محمد بن حسن عسکری قائم آلِ محمدؑ کو شیعہ عقائد کے مطابق امام مہدیؑ قرار دیا ہے۔

بنابرایں ہم خود حیران ہیں کہ جو شخص ان ذواتِ مقدسہ کو بارہ امامؑ آسمانِ نبوت و ولایت کے ستارے شمار کرتا ہے۔ صرف اس وجہ سے ان کا انکار کر رہا ہے کہ شیعہ معاشرہ ان کا پیروکار اور عقیدت مند ہے۔ اس وجہ سے وہ ان کے خلفاء ہونے کا بھی انکار کرتا ہے اور ان سے اپنے اندر موجود بُغض کو ظاہر کرتا ہے؟

جبکہ بارہ اماموںؑ کے بارے میں جو شیعوں کے عقائد ہیں، اس نے بھی ان کے بارے میں یہی کہا ہے، حتیٰ کہ اس نے جو اشعار کہے ہیں اہلِ بیتؑ کی شان میں ان کے ترجمے اور تشریح کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ ان کو خصوصی طور پر اُن افراد کے لیے نقل کر رہے ہیں جو

اہلِ بیتؑ کے فضائل سننے کا اپنے اندر حوصلہ نہیں رکھتے ہیں جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں۔

ابوالفرج ابنِ جوزی نے موضوعات میں نقل کیا ہے کہ ابنِ حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو ایک ضعیف راوی حدیث تحریر کیا ہے اور آپؑ کو ایک معمولی راوی جتنا مقام بھی نہیں دینا ہے اور ایسے افراد بھی ہیں جو حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند امام مہدیؑ کو ایک افسانہ قرار دیتے ہیں۔ ہم ان اشعار کو نقل کر رہے ہیں تا کہ:

لیهلك من هلك عن بیّنه ویحیی من حیّ عن بیّنه

اس کا کہنا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آفتاب کی مانند ظہور کریں گے اور اپنی تلوار کے بل بوتے پر دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے۔ موصوف کے عربی زبان کے اشعار پیش خدمت ہیں:

سلام علی المصطفٰی المجتبٰی	سلام علی سیّد المرتضٰی
سلام ہو سیّد مصطفٰیؐ مجتبیٰؐ پر	سلام ہو سیّد مرتضیٰؑ پر
سلام علی ستنا فاطمة	من اختارها الله خیرالنساء
سلام ہو آقازادی فاطمہؑ پر	جس کو اللہ نے خیرالنساء کے عہدے کے لیے چن لیا ہے
سلام من المسك انفاسه	علی الحسن الا معی الرضا
نفوس قدسیہ پر سلام ہو	سلام ہو امام حسنؑ پر رضا خوشنودی کے ساتھ
سلام علی الاوزعی الحسین	شهید ثوی جسمه کربلا
سلام ہو سیّدالشہدا حسینؑ پر	وہ شہید جس کا جسم کربلا میں پڑا رہا
سلام علی سیّد العابدین	علی ابن الحسین المجتبٰی
سلام ہو امام زین العابدینؑ پر	علی ابن الحسین مجتبیٰؑ پر
سلام علی الباقر المتهدی	سلام علی الصادق المقتدیٰ
سلام ہو امام محمد باقرؑ پر	سلام ہو جعفر صادقؑ پر
سلام علی الکاظم الممتحن	رضی السجایا امام التقٰی
سلام ہو کاظمؑ پر	امام تقیؑ پر سلام ہو

سلام علی الشامن المؤتمن علی الرضا سیّد الاصفیاء
امام رضاؑ پر سلام ہو امام رضاؑ جو سیّدالاصفیاء ہیں
سلام علی المتقی التقی محمد الطیب المرتجی
سلام ہو متقی تقیؑ پر محمد طیب مرتجیٰ پر
سلام علی الاریحی النقی علی المکرم ھادی الوریٰ
سلام ہو امام علی نقیؑ پر سلام ہو مکرم ترین ہستی ہادیؑ پر
سلام علی السیّد العسکری امام یجھز جیش الصفاء
سلام ہو سیّد عسکریؑ پر ایسے امام جو لشکرِ صفا کے امام ہیں
سلام علی القائم المنتظر أبی القاسم القرم نور الھدیٰ
سلام ہو قائمؑ پر منتظرؑ پر ابوالقاسم نُورالہدیٰ پر
سیطلع کالشمس فی غاسق ینجیہ من سیفہ المنتقی
جو عنقریب سورج کی مانند تاریکیوں سے طلوع کریں گے اس کی روشنی منتھٰی تک پہنچ جائے گی
تری یملأ الارض من عدلہ کما ملئت جور اھل الھدیٰ
دیکھو گے کہ ان کے عدل سے زمین بھر جائے گی جس طرح ظلم و جور سے بھری ہوگی

(یہ اشعار احقاق الحق کے شروع میں موصوف کی گفتگو کے عنوان سے موجود ہیں)

۷۶۔ جلال الدین محمد دوّانی (متوفی ۹۰۸ھ ق)

اہلِ سنت کے تمام دانشوروں نے ۹ ہجری کے مشہور فلسفی جناب جلال الدین کو اپنے فلاسفہ میں شمار کیا ہے۔ ان کی کتب بالخصوص جو اس وقت ہمارے درس میں ہیں۔ شرح عقائد عضدی آپ کی آخری علمی کاوش ہے، کو بھی اپنی کتب میں شمار کیا ہے۔ یہ ساری باتیں دلیل بنتی ہیں کہ موصوف نے یقیناً اس کتاب میں اشعری مذہب کو "فرقہ ناجیہ" جنتی فرقہ قرار دیا ہے۔

اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ خود جناب جلال الدین نے اپنی کتب بالخصوص خواجہ

نصیر الدین طوسیؒ کی کتاب "تجرید الاعتقاد" کے قدیم و جدید سب حاشیوں پر جو (طبقات جلالی) کے نام سے مشہور ہیں جہاں بھی ائمہ اطہار علیہم السلام کا تذکرہ فرمایا ہے، بالکل اسی انداز میں فرمایا ہے جس طرح اہلِ تشیع تذکرہ کرتے ہیں۔

موصوف نے ایک کتاب "نورالہدایہ فی اثبات الولایۃ" فارسی زبان میں تحریر کی ہے۔ اس میں ابنِ بطریق کا فضائل نامہ بھی ضمیمہ کیا ہے، بالخصوص اس کے حالاتِ زندگی کے بھی بیان کیے ہیں۔ یہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں مقدمے کے بعد آپ نے "عصمت" کے متعلق سیر حاصل بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ عصمت پیغمبر اکرمؐ اور اُن کے بعد اُن کے خلیفہ و رہبر کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس پر عقلی دلائل پیش کیے ہیں:

اُدلہ و براہین پر مشتمل مقدمہ تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اگرچہ اُمتِ مصطفویؐ کے علماء کا اتفاق ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ایک خلیفہ اور رہبر کا وجود انتہائی ضروری ہے، جو اُمت کے درمیان علمی و عملی مسائل کا معلّم اور دینی و دنیوی احکام کا مروج ہونا چاہیے، جو دینِ مصطفیؐ کی نشرواشاعت کے فریضے کے ساتھ ساتھ اُس کی بقا کا بھی ضامن ہو۔ البتہ اس بارے میں اختلاف موجود ہے کہ اس مسندِ خلافت کا اُمت محمدیہؐ میں سے کون مستحق ہے تاکہ صحیح، مستحق اور حق دار تک اس کا حق پہنچے۔ سب نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ نبیؐ کے بعد خلیفہ برحق حضرت ابوبکر بن ابی قحافہ ہیں، اُن کے بعد حضرت عمر بن خطاب، ان کے بعد حضرت عثمان بن عفان اور اُن کے بعد حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ، جبکہ بعض حضرات کا نظریہ تھا اور ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ بلافصل حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ ان کے بعد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، اُن کے بعد امام حسین علیہ السلام، اُن کے بعد حضرت امام زین العابدین علیہ السلام، پھر امام محمد باقر علیہ السلام، پھر امام جعفر صادق علیہ السلام اور اسی ترتیب کے ساتھ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام، امام علی رضا علیہ السلام، امام محمد تقی علیہ السلام، امام علی نقی علیہ السلام، امام

حسن عسکری علیہ السلام اور امام مہدی علیہ السلام ہادی، قائم، برحق صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں"۔

اسی کتاب پر دو صفحات کے بعد جہاں اُنھوں نے حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے خلفاء کے فضائل اور امتیازات پیش کیے ہیں اور اُن کے درمیان تقابل کیا ہے وہاں تحریر کرتے ہیں:

"میں نے یقین کے ساتھ جانا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلیفہ برحق امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ ان کے بعد امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، پھر امام حسین علیہ السلام کہ سب سے آخری امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ ان بارہ اماموں کے معصوم ہونے کا کوئی بھی منکر نہیں ہے۔ چونکہ یہ ذواتِ مقدسہ سب کے سب معصوم ہیں، اس لیے مسندِ خلافت اور اُمرِ خلافت کے دوسروں سے زیادہ مستحق ہیں۔ چونکہ خلافت کا سب سے بڑا ہدف اتباعِ دین (دین کی بقا) ان کے بغیر حاصل ہی نہیں ہو سکتی۔ میں رسم کی تقلید کے ساتھ اصل حقیقت تک پہنچ پایا ہوں"۔

صاحب فتوحیات مکیہ، محی الدین عربی قدس سرہ نے بارھویں امام علیہ السلام کو بارھویں قطب سے تعبیر کیا ہے۔ باب نمبر ۳۶۳ میں حافظ کی غزل کی تشریح کرتے ہوئے اس شعر کے متعلق تحریر کیا ہے:

درهمه دیر مغان نیست چون من شیدائی
خرقه جائی گرو باده و دفتر جائی

علمی، فلسفی اور عرفانی بحث کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں لیکن وقت کے تقاضوں اور سلوک وطریق کے ذریعے بتدریج اس حجتِ رقیقہ کا مجھ پر انکشاف ہوا ہے۔ یہ سب کچھ موقوف ہے۔ مظہر موعود کے ظہور پرنور کے ساتھ، جو خاتم الولایہ ہیں، آپؑ کا ظہورِ پرنور اُس موقع پر ہوگا جب آفاقِ عالم اور تمام نفوس پر ظلمت اور اندھیروں کا راج ہوگا۔

إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ○ (سورۂ لقمان: آیت ۱۳)

"بے شک شرک ظلم عظیم ہے"۔

تب عدالتِ توحید کے انوارِ مقدسہ کی شمعیں روشن ہوں گی۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ (سورۂ آلِ عمران: آیت ۱۸)

''اللہ خود گواہ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ ملائکہ اور صاحبانِ علم گواہ ہیں کہ وہ عدل کے ساتھ قائم ہے''۔

اس آیت کریمہ کی بازگشت اس حدیث نبویؐ میں بھی سنائی دیتی ہے:

یملأ الدنیا عدلًا و قسطًا کما ملئت جورًا و ظلمًا

آفتاب انوارِ حقیقت، شریعت کی صورت میں مغرب سے طلوع کرے گا جس کے ذریعے جہلا کی موت اور دجالوں کا قلع قمع ہوگا۔ فلکِ چہارم سے جو فیض حیات کا منبع سرچشمہ ہے، نزول کرے گا، تب زبانوں پر یہ چند اشعار مترنم ہوں گے:

شد آنکہ اهل نظر بر کنا رمی رفتند　　هزار گونه سحق در دهان و لب خاموش

به بانگ چنگ بگویم بس حکایتها　　که از نهفتن آن دیگ سینه می زد جوش

''شاید اہلِ نظر کہیں گم ہو گئے ہیں تبھی تو ہزاروں شکوے منہ میں ہیں اور لب خاموش ہیں۔ ہم صرف بلند آواز میں داستانیں سنا سکتے ہیں، ورنہ اُبلتی ہوئی دیگ کی مانند ہماری کیفیت بھی ہو جائے گی''۔

مؤلف کے لیے:

ابوح عن اهوی فما لذة الهویٰ　　وحق الهوی فی کتمه واختفائه

اگرچہ آپؑ کے ظہور کا زمانہ قریب سے قریب تر ہوتا جا رہا ہے۔ آپؑ کے نورِ مقدس کی چمک دن بہ دن بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ اس دعوے کے بیّن گواہ گردشِ ایام کے صحیفے میں محفوظ ہیں۔ اب اگر کوئی دیکھتے ہوئے بھی چشم پوشی اختیار کرتا ہے گویا وہ بدیہات کا انکار کر رہا ہے اور ایسا شخص لطف اور قربِ استعداد کی صلاحیت سے محروم ہے۔ امامِ زمانہؑ تو دُکھوں اور غموں کو مٹا ڈالیں گے۔ معارف و علوم کے اَسرار عیاں ہوں گے۔ ہر جگہ سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹیں گے۔ ہر چیز اپنی اصلی صورت اور رُوپ میں نظر آئے گی۔ چار سُو بس ایک ہی صدا آ رہی ہوگی۔

۷۷۔ ملّا حسین کاشفی (متوفی ۹۱۰ھ ق)

آپ جناب عبدالرحمٰن جامی کے بھنوئی اور کتاب جواہر تفسیر کے مؤلف اور اپنے زمانے کے مشہور و معروف عالم ① تھے۔ آپ کتاب روضۃ الشہداء کے آخر میں تحریر کرتے ہیں:

فصل ہشتم حضرت امام حسنؑ زکی کے بارے میں ہے۔ آپؑ گیارہویں امامؑ ہیں۔ آپؑ کی کنیت ابو محمد تھی۔ اپنے والد گرامی کی مانند ''عسکری'' کے نام سے مشہور تھے جبکہ فصل نہم: امام محمدؑ بن حسنؑ کے بارے میں ہے۔ آپؑ بارہویں امامؑ ہیں۔ آپؑ کی کنیت ابوالقاسم اور بقول شیعہ اثنا عشریہ کے آپؑ کے القاب حجت، قائم، مہدی، منتظر اور صاحب الزمان ہیں۔

شیعہ حضرات کے عقیدے کے مطابق آپؑ خاتم الائمہ ہیں۔ آپؑ کی ولادت سرمن رای کے سرداب (تہ خانے) میں ہوئی اور سرداب سے ہی آپ نے غیبت اختیار کی۔ مذکورہ شواہد سے پتا چلتا ہے کہ جب آپؑ کی ولادت ہوئی تو آپؑ کے دائیں کندھے پر جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا (اور ہم قرآن میں وہ سب کچھ نازل کر رہے ہیں جو صاحبانِ ایمان کے لیے شفا اور رحمت ہے، ظالمین کے لیے خسارے کے علاوہ کچھ نہ ہوگا) تحریر تھا۔

۷۸۔ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی (متوفی ۹۱۰ھ ق)

آپ کا شمار اہلِ سنت کے مشہور علماء میں ہوتا ہے۔ آپ کی تصانیف اور تالیفات بہت مشہور ہیں۔ ہم اس سے قبل یہ تحریر کر چکے ہیں کہ سیوطی نے تاریخ الخلفاء میں حتی الامکان یہ کوشش کی ہے کہ بخاری کی نقل کردہ وہ روایات ائمہ اہلِ بیتؑ پر کسی طریقے سے بھی منطبق نہ ہوں، اگرچہ ان ائمہ میں سے ایک کو وہ خاندانِ پیغمبر اکرم کا مہدی کہتا ہے۔

اس کے علاوہ سیوطی نے تفسیر الدر المنثور میں اور بعض حضرات نے اس کے علمی آثار سے حضرت امام مہدی موعود کے متعلق روایات نقل کی ہیں بلکہ اُنھوں نے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں دو علیحدہ علیحدہ کتب العرف الوردی فی اخبار المهدی و علامات المهدی کے نام سے تحریر کی ہیں۔

---

① ملّا حسین کاشفی سُنّی تھے۔ آپ کے علمی آثار آج بھی موجود اور دستیاب ہیں۔ شہدائے کربلا کے مصائب پر مشتمل کتاب فارسی زبان میں روضۃ الشہداء کے نام سے تحریر فرمائی۔ اسی سے لفظ روضۃ اخوان لیا گیا ہے۔

ہم یہ بھی عرض کر چکے ہیں کہ حافظ ابو محمد بلاذری سے امام م ح م د بن حسن عسکریؑ کے متعلق جناب سیوطی نے روایات نقل کی ہیں۔

صاحب الزام الناصب عبداللہ بن محمد مطیری سے نقل کرتے ہیں کہ جناب سیوطی نے احیاء المیت بہ فضائل اہل البیتؑ میں تحریر کیا ہے کہ امام مہدیؑ موعود حضرت امام حسین علیہ السلام کے پوتے ہیں، جو آخری زمانے میں قیام کریں گے بلکہ یہاں تک تحریر کیا ہے:

پہلے امام حضرت علی علیہ السلام، گیارھویں آپؑ کے فرزند حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور بارھویں امام مہدی علیہ السلام قائم ہیں۔ ان کی ولادت سے قبل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول روایات مسلمانوں میں مشہور ہو چکی تھیں۔ آپؑ ہی مہدیؑ موعود ہیں، قائم اور منتظر ہیں جو تلوار لے کر قیام کریں گے (آپؑ کا انقلاب ایک کھلی جنگ ہوگا)۔ (الزام الناصب ،ص ۹۹)

۷۹۔ قاضی میر حسین میبدی یزدی (۹۱۱ھ ق)

آپ اہل سنت کے مشہور و معروف عالم، مصنف اور محقق تھے۔ آپ کی تصنیفات و تالیفات میں فلسفہ و کلام پر ایک کتاب شرح ہدایہ میبدی اور حضرت علی علیہ السلام سے منسوب دیوان امیر المومنینؑ کی شرح بھی شامل ہے۔

آپ کو جلال الدین دوانی کی شاگردی کا شرف بھی حاصل ہے۔ آپ نے آخری کتاب جو فارسی زبان میں تحریر کی اس کے صفحہ ۱۷۳ پر تحریر کرتے ہیں: ''امام مہدی علیہ السلام اولادِ فاطمہؑ میں سے ہوں گے اور صفاتِ کمال سے متصف ہوں گے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کے ظہور کا وعدہ فرمایا تھا۔

ابن سلمہ کہتے ہیں: میں نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا، آپؐ نے ارشاد فرمایا:

المھدی منّی اجلی الجبھة اقنی الانف یَملأُ الْاَرْضَ بِہٖ قِسطًا وَعَدلًا بَعدِ مَا مُلِئَت ظُلمًا وَجَورًا

''مہدیؑ ہم میں سے ہوں گے کشادہ جبین، ستواں ناک کے مالک، زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے جس طرح وہ ظلم و جور سے بھری ہوگی''۔

جناب ابوسعید خدری روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا:

بلاء تصیب ھذہ الامۃ حتٰی لا یجد الرجل ملجاء یلجاء الیہ من الظلم فیبعث اللہ رُجلًا من عترتی اھل بیتی یملأ بہ الارض قسطًا وعدلًا کما ملئت ظُلمًا وَجَورًا

اس کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں اہلِ سنت کے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ نسلِ فاطمۃ الزہراؑ سے ہوں گے، خدا جب چاہے گا انھیں خلق فرمائے گا اور انھیں اپنے دین کی نصرت کے لیے اذنِ قیام عطا فرمائے گا جبکہ اہلِ تشیع کا عقیدہ ہے کہ آپؑ ہی محمد بن الحسن العسکریؑ ہیں جو دشمنوں کے خوف سے غائب ہیں۔ آپؑ کی طولانی عمر کوئی مشکل اور محال امر نہیں ہے، جیسے حضرت نوحؑ، حضرت لقمانؑ اور حضرت خضرؑ نے بھی تو طویل عمریں پائی ہیں۔

تابست دلم بہ سہوقد تو اُمید	لرزدھمہ دم از بیم ھجراں چوں بید
گلھای سفید دَر چمن دانی چیست؟	شد دیدۂ اُو از انتظار تو سفید
ھر روز جوی چشم من خون گزرد	آہ دل من گرم ز گردون گزرد
من بر سہ راہ آں پری منتظرم	آشفتہ و سہ گشتہ کہ اوچوں[1] گزرد

صفحہ ۳۱۷ پر عربی اشعار کے ذیل میں تحریر کرتے ہیں: ہم اپنے عظیم وہاب رب کے کرم کی اُمید رکھتے ہیں۔ آپؑ کے آستانہ عالیہ کی خاک ہماری آنکھوں کا سُرمہ بنے گا۔ آپ کو مثلِ آفتاب ہمارے معاشرے کے در و بام پر چمکائے گا ـــــ وما ذٰلک بعزیز۔

نیز صفحہ ۱۲۳ پر ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی اور اختصار کے ساتھ سب کے حالاتِ زندگی تحریر کرنے کا انھیں شرف نصیب ہوا، تحریر کرتے ہیں:

---

[1] اگرچہ قاضی میر حسن میبدی نے اپنا حتمی نظریہ پیش نہیں کیا کہ شیعوں کا عقیدہ سچ اور حق ہے یا اہلِ سنت کا مگر اس نے شیعوں کی طرز پر اشعار نقل کیے ہیں۔ یہ اشارہ تصریح سے زیادہ بلیغ ہے۔ آپ بھی تو ایک شیعہ کی مانند امامؑ غائب کے منتظر تھے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ آپؑ (مہدیؑ) کی ولادت باسعادت ۲۳ رمضان ۲۵۵ھ سر من رأی میں ہوئی۔ امامیہ کا عقیدہ ہے کہ امام مہدیؑ موعود وہ ہیں جو صرف لام میں منحصر ہیں۔

محی الدین ابنِ عربی کے کلام کو نقل کرنے کے بعد جس میں روایات اور کافی تفصیلات بھی درج ہیں، تحریر کرتے ہیں: ایسا نجات دہندہ آ کر رہے گا، پھر حافظ کے یہ تین اشعار تحریر کیے:

مژدہ ای دل کہ مسیحا نفسی می آید　　کہ اَز انفاس خوشش بوی کسی می آید

اَز غم هجر مکن نالہ و فریاد کہ من　　زدہ اَم فالی و فریاد رسی می آید

کس ندانست کہ منزلگہ معشوق کجاست　　این قدر هست کہ بانگ جرس می آید

"مژدہ ہے تمھارے لیے اے دل کہ مسیحا نفس آ رہا ہے۔ مجھے تو نفوسِ قدسیہ میں سے کسی کی خوشبو آ رہی ہے۔ غمِ ہجر کے سبب اَب نالہ و فریاد بند کر دو۔ میں نے فال نکالی ہے۔ فریادرس آ رہا ہے۔ کوئی بھی معشوق کا ٹھکانہ نہیں جانتا۔ فقط اتنا ہے کہ گھنٹی کی آواز پر آ ئیں گے"۔

پھر تحریر کرتے ہیں: بخاری اور مسلم نے حضرت جابر بن سمرہ سے روایت نقل کی ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَكُونُ بَعْدِي اِثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا

"میرے بعد میرے بارہ امیر ہوں گے"۔

پھر بیان کیا کہ میں نے تو نہیں سنا مگر میرے والد گرامی نے سنا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ

"وہ سب کے سب قریش میں سے ہوں گے"۔

۸۰- شیخ حسن عراقی (۹۲۵ھ ق)

جناب عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب اللواقع الانوار فی طبقات الاخیار میں تحریر کرتے

ہیں: "شیخ حسن عراقی ایک صالح، عابد، زاہد اور صاحبِ کشف اور عظیم انسان تھے"۔

آپ مشرف کے پہاڑی سلسلے بر کۂ رطلی میں مدفون ہیں۔ آپ نے مصر میں زندگی بسر کی اور ایک سو تیس سال عمر پائی۔ میرا استاد ابوالعباس حریثی کے ہمراہ اُن کے ہاں آنا جانا تھا۔ ایک دن فرمانے لگے کہ میں تم لوگوں کو اپنے کام اور فعالیت کے متعلق اوّل سے آخر تک سنانا چاہتا ہوں جس کے بعد تمھیں اس طرح محسوس ہوگا کہ تم لوگ بچپن سے میرے دوست ہو۔ ہم نے عرض کیا: بسم اللہ آغاز کیجیے۔ فرمانے لگے: میں دمشق میں صنعت کے پیشے سے وابستہ تھا۔ روزِ جمعہ عیاشی، شراب نوشی میں بسر کرتا تھا۔ ایک دن میں متوجہ ہوا اور اپنے آپ سے کہا: کیا تم اس کام کے لیے خلق ہوئے ہو؟ اس کے بعد میں اپنے دوستوں کی محفل سے بھاگ کھڑا ہوا۔ اُنھوں نے میرا پیچھا کیا مگر وہ مجھے نہیں پا سکے۔ میں جامع مسجد اُموی میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص کرسی پر تشریف فرما ہے اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے۔ جس کے بعد میرے اندر امام مہدی علیہ السلام کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ اس کے بعد میں نے جب بھی سجدہ کیا، خدا سے امام مہدی علیہ السلام کی ملاقات کی دُعا کی۔ ایک دن نمازِ مغرب کے بعد میں مستحب نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے احساس ہوا کہ کوئی شخص میری پشت کی طرف آکر تشریف فرما ہوا ہے۔ اس شخصیت نے اپنے دونوں ہاتھ میرے کندھوں پر رکھے اور فرمایا:

اے بیٹے! خدا نے تیری دعا سن لی ہے تم کس کے منتظر ہو؟

میں مہدیؑ ہوں۔

میں نے عرض کیا: آپؑ میرے غریب خانہ پر تشریف لائیں؟ اس کے بعد میرے ہمراہ میرے غریب خانے کو رونق بخشی اور فرمایا: مجھے خلوت چاہیے۔ اس طرح ایک ہفتہ تک میرے ہاں قیام فرمایا۔ (اللواقح الانوار: مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۱۳۹)

۸۱- شیخ علی خواص (متوفی ۹۳۹ھ ق)

جناب شعرانی، لواقح (کتاب) میں تحریر کرتے ہیں: میرے اُستاد اور مربی علی خواص براہ لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔ اس کے باوجود آپ قرآن کے معانی کے متعلق بڑی پُر مغز

گفتگو فرمایا کرتے تھے جسے سن کر بڑے بڑے دانش ور، انگشت بہ دندان ہوجاتے۔ آپ جو فرماتے وہ بالکل ہوکر رہتا تھا۔ میں لوگوں کو اُن کی خدمت میں بھیجتا، تاکہ وہ آپ سے اپنے مستقبل کے بارے میں مشورہ لے سکیں۔ آپ حاضر ہونے والے افراد سے باقاعدہ رسمی گفتگو کرنے سے قبل اُن سے کہتے: سفر کرو۔ شادی کرلو یا نہ کرو۔ اس کام میں شرکت اختیار کرو یا اس سے دُوری ختیار کرو، یا مثلاً صبر کرو یا پھر طلاق دے دو۔ وہ بھی اس طرح کہ سننے والے حیران رہ جاتے اور خود سے سوال کرتے کہ ہماری نیت وارادے کا ان کو کیسے معلوم ہوا ہے؟

شعرانی نے یواقیت و جواہر (باب ۶۵) میں شیخ حسن عراقی اور امام مہدی علیہ السلام کی ملاقات کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھا: علی خواص نے بھی شیخ حسن عراقی اور حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ملاقات کی تصدیق کی ہے۔

۸۲۔ خواند میر (متوفی ۹۴۲ھ ق)

آپ مشہور مورخ اور فارسی تاریخ حبیب السیر کے مؤلف ہیں۔ آپ مؤلف روضۃ الصفا جناب میر خواند کے نواسے ہیں۔ آپ نے حبیب السیر کی جلد دوم میں ائمہ معصومین علیہم السلام کے حالاتِ زندگی کے ضمن میں تحریر فرمایا:

امام مؤتمن، جواہر ولایت ہدایت کے معدن امام محمد بن حسنؑ کی ولادت باسعادت کے متعلق اکثر اہلِ روایت کا نظریہ ہے کہ نصف شعبان ۲۵۵ھ سامرہ شہر میں ہوئی۔ آپؑ حضرت محمد مصطفیٰ خیر الانام کے ہم نام اور ہم کنیت تھے اور آپؐ کے اَلقاب کے بھی وارث تھے۔ آپؑ عباسی خلیفہ معتمد کے زمانے میں ۲۶۰ھ سر من رائی کے سرداب میں نظروں سے اُوجھل ہوئے۔ اس کے بعد شیعہ سُنّی فریقین سے منقول روایات کی کثیر تعداد نقل فرمائی۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں آپؑ کی ولادت، ظہور اور علاماتِ ظہور کے بارے میں آخر میں تحریر کرتے ہیں:

جیسا کہ شیعہ اثنا عشریہ کا عقیدہ ہے آپؑ آسمان پر موجود چاند کی مثل ہیں۔ ہمیشہ سے ظاہر اور ہویدا اور نسلِ امام حسینؑ سے ہیں اور ثابت ہے کہ آپؑ امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہیں جو طویل غیبت کے بعد ظہور فرمائیں گے۔ تب حضرت عیسیٰؑ ابن مریمؑ آسمانوں سے نازل

ہو کر آپؑ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ آپؑ کی اطاعت کی تمام شرائط اور ضروریات کو بجا لائیں گے۔

امام زمان مہدی منتظر — کہ گفتی پیغمبر از حالش خبر
نہال ست آز گلش اصطفا — ثمر بخش اصحاب صدق و صفا
جہان روشن از لمعہ روی او — شب قدر تاری از گیسوی او
سرشتہ بہ آب کرامت گلش — در آرد سر عاصیان درکمند
مہ را یتش ثالث ماہ خور — زعدلش شود جملہ آفاق پر
چوں گردو بہ محراب دین مقتداء — کند ابن مریم بدو اقتداء

"امام زمان مہدی منتظرؑ ہیں۔ اپنے اس جانشین کے بارے میں رسول اکرمؐ نے خبر دی تھی۔ یہ گلشنِ اصطفاء کے عمدہ پھول ہیں۔ آپؑ اصحاب صدق وصفا کا ثمر ہیں۔ یہ جہان تو آپؑ کے رُخِ انور کے سبب روشن ہے اور شب قدر آپؑ کے گیسوؤں کے سبب تاریک ہے۔ پانی میں غلطاں مٹی کو دیکھو، اس کا دل علمِ لدنی سے لبریز ہے۔ یہ لواء خلافت کو بلند کریں، آپؑ عاصیوں کے دردوں کا راز پالیں گے۔ اس کے دیدار کی مہ مہتاب روشن ہے۔ اس کے عدل سے آفاق بھر جائیں گے۔ آپؑ محرابِ دین کی قیادت شروع کریں گے۔ فرزندِ مریمؑ آپؑ کی اِقتداء کریں گے"۔

اختتام بحث میں آپؑ کی شان میں شواہد النبوہ سے جامی کے اشعار نقل کیے ہیں، جن میں سے پہلا شعر ہے:

بیا ای امام ہدایت شعار — کہ بگذشت از حد غم انتظار

(حبیب السیر: ج ۲، ص ۱۰۰-۱۱۳)

۸۳۔ شمس الدین محمد بن طولون دمشقی (متوفی ۹۵۳ھ ق)

ابن طولون اپنی کتاب الائمۃ الاثنی عشر ① میں امام زمان علیہ السلام کے حالاتِ زندگی کے

① الائمۃ اثنی عشر: ص ۱۱۷، یہ کتاب ۱۳۷۷ھ میں ڈاکٹر صلاح الدین منجد کے مقدمے کے ساتھ شائع ہوئی۔

ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

الحجۃ المہدی ابوالقاسم محمد بن الحسنؑ شیعوں کے عقائد کے مطابق بارہویں امامؑ ہیں اور حجت کے نام سے مشہور ہیں۔ شیعہ حضرات آپ کو امام منتظرؑ، قائمؑ اور مہدیؑ سمجھتے ہیں۔ آپؑ کی ولادت بروز جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ہے۔ آپؑ اپنے والد کی شہادت کے وقت پانچ سال کے تھے۔

پھر مزید تحریر کرتے ہیں: میں نے جو کچھ موثق سمجھا کہ اسے اپنی کتاب "المہدی الی ماورد فی المہدی" میں تحریر کر دیا ہے۔ میں نے جس ترتیب سے امام مہدیؑ کا ذکر کیا ہے وہ سب سے بہترین ترتیب ہے، چونکہ والد کے بعد ہی بیٹے کا تذکرہ ہوتا ہے۔ آخر میں ابن طولان نے اپنے چند خوب صورت اشعار بھی تحریر کیے ہیں:

علیک بالائمۃ الاثنٰی عشر　　من آل البیت المصطفٰی خیر البشر

ابوتراب حسن حسین　　وبغض زین العابدین شین

محمد الباقر کم علم دری　　والصادق ادع جعفراً بین الوری

موسیٰ ھو الکاظم وابنہ علی　　لقبہ الرضا وقدرہ علی

محمد التقی قلبہ معمورٌ　　علی النقی درّہ منشور

والعسکری الحسن المطہر　　محمد المہدی سوف یظہر

۸۴- ابن حجر ہیثمی مکی (متوفی ۹۷۳ھ ق)

ابن حجر اہل سنت کے متعصب علما میں سے تھے۔ آپ مشہور زمانہ کتاب صواعق محرقہ کے مصنف ہیں۔ مذکورہ کتاب شیعوں کے عقائد کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ موصوف اپنی اس کتاب کے ابتداء میں رقم طراز ہیں:

جیسا کہ میں نے دیکھا کہ اس سال رافضیوں کی کثیر تعداد مکہ مکرمہ آئی ہے (اس وقت آپ مکہ کے سب سے بڑے عالم تھے)۔ مجھے اندیشہ ہے کہ رافضیوں کی کثرت کہیں اہل سنت کے عقائد کو متزلزل نہ کر دے۔ اس لیے میں یہ کتاب تحریر کرنے پر آمادہ ہوا ہوں۔ اس کے باوجود کہ موصوف شیعہ عقائد، امام مہدیؑ کی غیبت، انتظار وغیرہ سب کو غلط ثابت کرنا چاہ

رہے تھے، مگر جہاں موصوف نے ائمہ اہل بیتؑ کے اسمائے گرامی تحریر کیے ہیں وہاں حق وحقیقت ان کی قلم سے جاری ہوگیا۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے حالاتِ زندگی تحریر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"اب صرف اُن کے فرزند ابوالقاسم محمد الحجتؑ باقی بچ گئے ہیں۔ آپؑ کا سن اقدس اپنے والد (امام حسن عسکریؑ) کی وفات کے وقت پانچ سال تھا۔ اس عمر میں پروردگار نے اُنھیں حکمت عطا کی۔ آپؑ قائمؑ اور منتظرؑ کے نام سے مشہور ہیں۔ (صواعق محرقہ: ص ۱۲۴)

اہلِ سنت کے علماء کی فکر کا یہ ایک نمونہ ہے۔ جب مہدیؑ، منتظر اور امام غائب کے متعلق ان کے ہاں بحث شروع ہوتی ہے تو تعصب کی وجہ سے اس کا انکار کر دیا جاتا ہے، لیکن ضمیر اور وجدان کی آواز کانوں سے ضرور ٹکراتی ہے، جو بتلاتی ہے کہ مہدیؑ موعود ایک حقیقت ہے وہ آپؑ ہی حضرت امام حسن عسکریؑ کے فرزند ہیں۔

۸۵۔عبدالوہاب شعرانی (متوفی ۹۷۳ھ ق)

عارف بزرگ جناب عبدالوہاب شعرانی اپنی مشہور ومعروف کتاب الیواقیت والجواہر (مطبوعہ ھریہ، مصر ۱۳۰۵ھ) کے مقدمے میں تحریر کرتے ہیں:

شیخ الاسلام فتوحی حنبلی نے اس کتاب کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ اس کتاب کے مطالب کا انکار بداندیش دشمن انکار کرے گا یا کوئی جھوٹا منکر اور مصنف کو وہی غلط کہے گا جو قرآن و دانش سے دُور اور راہِ راست سے بیگانہ ہوگا۔ بغض وحسد کی آگ میں جلنے والا، سنت اور دین خدا کا مخالف ہوگا۔ فاضل مصنف کے فضائل کا انکار کرے گا۔

شیخ ماشہاب الدین رملی شافعی نے طویل گفتگو کے بعد فرمایا:

یواقیت و جواہر ایسی کتاب ہے، جس کی عظمت کا کوئی منکر نہیں ہے۔ آپ کو ایسے دو آدمی بھی نہیں ملیں گے جو اس عظیم تصنیف کی عظمت کے منکر ہوں۔

شیخ شہاب الدین عمیرۂ شافعی نے مذکورہ کتاب کی مدحت بلیغ کے بعد تحریر کیا ہے:

"ہم سوچ بھی نہیں سکتے کہ خداوند کریم نے فاضل مصنف کی مثل کوئی برجستہ شخصیت منصۂ شہود

پر مبعوث کی ہو"۔

نیز شیخ محمد برھنوشی تحریر کرتے ہیں: ہم بارگاہِ خداوند متعال میں جنابِ محمد بن محمد برھنوشی حنفی مصنف کتاب الیواقیت والجواھر فی عقائد الاکابر ہیں۔ آپ ہمارے سیّد وسردار، امام، عالم، عامل، محقق، مدقق، خاتمۃ المحققین اور وارث علومِ انبیاء و مرسلین کے وجودِ مبارک سے خداوند اپنی مخلوق کو مستفید فرمائے۔ آپ کو ابدی استفادے کے لیے عمر طویل عطا فرمائے۔

یہ ایسی عظیم کتاب ہے جو انتہائی گرانقدر اور بڑے گہرے اَسرار و رُموز پر محیط ہے۔ جس کی بارانِ فضل سے خلقِ خدا مستفید ہوتی رہی ہے۔ تحقیق و تدقیق کے آسمانوں پر روشن ستارے کی شکل نمایاں رہے گی۔ دل کے صفحۂ ہستی پر علم و یقین کے اَنوار دکھتے ہیں۔ (کشف الاستار: ص ۱۳)

عبدالوھاب شعرانی نے اپنی دو گراں قدر تصانیف الیواقیت والجواھر اور لواقع الانوار فی طبقات الاخبار جو طبقاتِ کبریٰ شمار کی جاتی ہیں، میں حضرت امام مہدیؑ موعود کی شان میں بڑے عمدہ اور دل نشین مطالب ذکر کیے ہیں، جو ہر جہت سے ہمارے لیے بڑے جالب ہوتے ہیں۔ دشمن کی سرکوبی کے لیے ان کا وجود انتہائی ضروری ہے۔

فاضل مصنف نے محی الدین ابن عربی کی فتوحات سے (جو نسخہ اس کے پاس موجود تھا) اور شیخ حسن عراقی اور شیخ علی خواص وغیرہ سے نقل کیا ہے۔ ہم ذیل میں اُن کے اسماء کا تذکرہ کریں گے۔ موصوف یواقیت کی جلد نمبر ۲ اور باب نمبر ۶۵ میں تحریر کرتے ہیں:

شارعِ مقدس نے ہمیں قیامت کی جتنی نشانیاں بتاتی ہیں وہ سب کی سب مبنی برحق و صدق ہیں۔ وہ سب کی سب قیامت سے قبل واقع ہو کر رہیں گی، جیسے امام مہدیؑ کا ظہور، دجال کا حملہ، حضرت عیسیٰؑ کا نزول اور دنیا کی عمر کا ایک دن بھی بچ گیا تب بھی یہ نشانیاں عملاً واقع ہو کر رہیں گی۔

حضرت امام مہدی علیہ السلام حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں۔ آپؑ کی ولادت باسعادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ ھ ق میں ہوئی اور آج تک زندہ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد تک زندہ رہیں گے۔ ولادت سے لے کر (تادمِ تحریر) امام مہدی علیہ السلام کی عمر مبارک

۹۵۸ سال بنتی ہے۔ ①

یہ خبر مجھ تک شیخ حسن عراقی نے پہنچائی جو "کوم الرش" برکہ رطلی کے پہاڑی سلسلے کی بلندی پر مصر میں مدفون ہیں۔ ان کو بذاتِ خود حضرت امام مہدی علیہ السلام کی ملاقات کی توفیق بھی نصیب ہوئی ہے۔ میرے استادِ محترم شیخ علی خواص اُس کے شاہد ہیں۔ (توجہ رہے کہ یہ گفتگو ایک مشہور و معروف اہلِ سنّت کے عالم کی ہے)۔

بعد والے صفحے پر جناب شعرانی مزید تحریر کرتے ہیں:

"اگر یہ کہتے ہو کہ جب امام مہدی علیہ السلام ظہور فرمائیں گے تو کس طرح حکم دیں گے؟ کیا نص کے ذریعے یا اجتہاد کے ذریعے؟ یا پھر دونوں کے ذریعے؟"

ہم یہاں جناب شیخ محی الدین کا قول نقل کریں گے، جو فرماتے ہیں: خداوند کریم جتنا انھیں الہام کریں گے وہ اُس کے مطابق ہی حکم دیں گے۔ اس طرح گویا خداوند شریعت محمدیؐ انھیں الہام فرمائے گا۔ آپؑ اس کی روشنی میں حکم دیں گے۔ اس کی طرف حدیث یقفوا اثری ولا یخطی میں بھی اشارہ ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں متعارف فرمایا ہے۔ امام مہدیؑ پیروکار ہیں، نہ کہ بدعت گزار اور وہ حکم دینے میں مکمل معصوم ہیں، چونکہ معصوم سے مراد یہ ہے کہ وہ کبھی غلطی نہیں کرتا اس لیے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم میں ہرگز اور کبھی خطا نہیں دیکھی گئی۔

قرآنِ مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ○ (سورۂ نجم: آیت ۳-۴)

"(میرا رسولؐ) اپنی خواہش سے گفتگو نہیں کرتا جو بولتا ہے وہ وحی الٰہی ہوتی ہے"۔

اس لحاظ سے گویا آپؑ پیغمبر ہوں گے۔

---

① یہ مطالب اس تاریخ سے تین سال قبل کے ہیں۔ شیخ حسن عراقی نے یہ تاریخ شعرا کے لیے نقل کی تھی۔

۸۶-علی متقی ہندی (متوفی ۹۷۵ھ ق)

جناب علی متقی ابنِ حسام الدین بن قاضی عبدالملک بن قاضی خان قریشی، جو مشہور کتاب کنزالعمال کے مؤلف اور اہلِ سنّت کے عظیم علما میں سے تھے۔ آپ مکہ مکرمہ میں رہائش پذیر تھے اور وہی مدفون بھی ہیں۔ اہلِ سنت کے علما نے جب بھی آپ کا تذکرہ کیا ہمیشہ اچھے الفاظ میں کیا۔

شیخ عبدالقادر بن شیخ عبداللہ اپنی کتاب "النور السافر عن اخبار القرآن العاشر" میں تحریر کرتے ہیں:

عظیم اور مشہور عالم عارف باللہ جناب علی متقی باعمل علما میں سے تھے، اور خدا کے نیک بندے تھے۔ دنیاوی جاہ وجلال اور مقام و حشم سے ہمیشہ دُور رہنے کے ساتھ ہمیشہ تقویٰ و پارسائی کے حصول کے لیے کوشاں رہتے تھے۔ آپ لوگوں سے دُور رہتے تھے۔ آپ نے سو جلدوں پر مشتمل چھوٹی بڑی کتب تحریر فرمائی ہیں۔ آپ بڑے کمالات کے مالک تھے۔

علامہ عبدالقادر بن احمد فاکہی نے آپ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ایک مکمل کتاب تحریر کی ہے جس کا نام "القول النقی فی مناقب المتقی" رکھا ہے۔ مزید تحریر کرتے ہیں:

علما اور عرفا میں آپ کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ کی سب سے پہلے مدح و ستائش کی جسے تاج العارفین ابوالحسن بکری اور شیخنا عارف و زاہد فقیہ بزرگ امام الحرمین شہاب بن حجر شافعی اور فقیہ مصر شمس الدین رملی انصاری، شیخ شمس بکری اور اُن کے علاوہ ہمارے دور کے علما ہمیشہ جناب علی متقی کی تعریف میں مصروف نظر آئے۔

عبدالوہاب شعرانی نے "لواقع الاظہار" میں تحریر کیا ہے: شیخ صالح، پرہیزگار، عابد و زاہد اور میرے استاد جناب علی ہندی ۷ ۹۴ھ میں ایک مدت تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے۔ میرا اُن کے ہاں آنا جانا تھا۔ میں نے اُن سے بھرپور استفادہ کیا۔

جناب محمد طاہر گجراتی نے کتاب "مجمع البحار" میں آپ کی بہت مدح سرائی کی ہے۔

حسان ہندی غلام علی آزاد بلگرامی نے سبحۃ المرجان میں آپ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا:

صواعق محرقہ کے مصنف ابنِ حجر جناب علی متقی کے اُستاد تھے۔ اسی طرح شیخ عبدالحق

دہلوی نے بھی آپ کی بہت زیادہ مدح سرائی کی ہے۔

آپ کی تالیفات میں کنزالعمال، جتویب جامع الصغیر سیوطی جو فقہ کے ابواب پر مبنی ہے اور جمع الجوامع سیوطی کو بھی مرتب فرما کر اپنے ہم عصر علما اور دانشوروں سے دادِ تحسین وصول کی، حتیٰ کہ ابوالحسن بکری کہتے ہیں: ''سیوطی نے اس جہان والوں پر احسان کیا اور علی متقی نے اُس پر احسان کیا''۔

علی متقی نے ''کتاب المرقاۃ شرح مشکوۃ'' میں بارہ خلفاء والی حدیث نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے: ''شیعہ اثنا عشری اس حدیث سے ائمہ اہلِ نبوت مراد لیتے ہیں، چاہے ظاہری خلافت کے مسند پر بیٹھے ہوں یا نہ۔ اُن میں سے پہلے حضرت علی علیہ السلام کے بعد امام حسن علیہ السلام، پھر امام حسین علیہ السلام، اُن کے بعد امام زین العابدین علیہ السلام، پھر امام محمد باقر علیہ السلام اور اُن کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام، پھر امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور اُن کے بعد امام علی رضا علیہ السلام اور امام محمد تقی علیہ السلام، پھر امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری ہیں علیہ السلام۔ سب سے آخر میں حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں۔ ان کا تذکرہ زبدۃ الاولیاء خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں بڑی تفصیل سے کیا ہے۔ اور مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامی نے شواہد النبوہ کے آخر میں ان کے تفصیلی حالاتِ زندگی تحریر کیے ہیں۔ ان دونوں بزرگوں نے ان ہستیوں کے مناقب اور فضائل کا اجمالاً تذکرہ کیا ہے۔

پھر مزید تحریر کرتے ہیں: ان سُنّی دانشوروں کا نقل کرنا دراصل روافضی (شیعہ) حضرات کا رد ہے، جو عقیدہ رکھتے ہیں کہ اہلِ سنت اہلِ بیت رسولؐ سے دشمنی رکھتے ہیں۔

جناب علی متقی نے البرہان فی علامات مہدی آخرالزمان کے نام سے ایک مستقل کتاب تحریر کی ہے، اس میں حضرت امام حسین علیہ السلام سے بھی روایت نقل کی گئی ہے، جس میں آپؑ نے ارشاد فرمایا:

عن أبي عبدالله الحسين ابن علي قال لصاحب هذا الأمر، يعني المهدي غيبتان احدهما يطول حتى يقول بعضهم مات وبعضهم ذهب لا يطلع على موضعه احد من ولي لا غيره الا المولى يلي امره

''صاحب الامر یعنی مہدیؑ موعود کی دو غیبتیں ہیں۔ دوسری پہلی سے زیادہ

طویل ہوگی، جس دوران بعض حضرات یہ گمان کرنے لگے شاید آپؑ وفات پا چکے ہیں جبکہ بعض حضرات کہیں گے کہ پتا نہیں کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ کسی کو اُن کے بارے میں خبر تک نہیں ہوگی، صرف ذاتِ خدا کو ہی علم ہوگا جن کے ہاتھ میں آپؑ کی سرنوشت ہوگی"۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ آپؑ فرماتے ہیں:

قال یکون لصاحب ھذا الامر ، یعنی المھدی غیبته فی ھذه الشعاب واوحی بیده الی ناحیة ذی طوئ (کشف الاستار: ص۳۹)

"امام صاحب الامر، یعنی مہدیؑ غیبت اختیار فرمائیں گے، ان دھانوں کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا ان میں سے ذی طوئی کی طرف"۔

اپنے رفیق کا جنابِ سیوطی کے برعکس محترم علی متقی ہندی نے (پیغمبرؐ کے بارہ جانشینوں) والی حدیث پر خاص زاویہ سے نظر ڈالی ہے۔ اس روایت میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "میرے بعد یہ ہوں گے"۔

مذکورہ حدیث صرف بارہ ائمہ طاہرین علیہم السلام پر منطبق ہوتی ہے۔ شیعانِ علیؑ ان سب کی عصمت کے قائل ہیں۔ البتہ ان کے اندر تعصب کی جھلک بھی نظر آتی ہے، جس کی وجہ سے اُنھوں نے صراحتاً یہ نہیں کہا کہ اس سے مراد ائمہ اثنا عشر ہیں۔

اگر ایسا کرتے تو پھر شیعہ (جنھیں وہ رافضی کہتے ہیں) کے عقائد کو گویا قبول کرنے کے مترادف ٹھہرتا، اس لیے حدیث کو اس انداز میں نقل کیا ہے۔ یوں اُنھوں نے گویا ایک نئے زاویے سے اُسے قبول کیا ہے بالکل غیر مستقیم انداز میں جب خواجہ پارسا اور عبدالرحمٰن جامی کے اُقوال کی طرف نسبت دیتے ہیں تو حقیقت خود بخود عیاں ہوجاتی ہے۔ ہم واضح الفاظ میں کہہ سکتے ہیں کہ حق کو جنابِ علی متقی ہندی نے بھی قبول کیا ہے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارہ خلفا ہوں گے۔ صحیح بخاری اور مسلم وغیرہ نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ البتہ یہ سب حضرات اس سے مراد وہ ائمہ اثنا عشر مراد نہیں لیتے ہیں، جنھیں شیعہ ائمہ اطہار علیہم السلام کہتے ہیں ان میں سے بارہویں امام محمدؑ بن حسن عسکری علیہ السلام ہیں۔

اس کے بعد تحریر کرتے ہیں: یہ روافض کو جواب ہے۔ چونکہ یہ گمان کرتے ہیں کہ اہلِ سنت اہلِ بیتؑ سے دشمنی رکھتے ہیں۔ ہم مکہ مکرمہ کے علماء کے سربراہ جناب علی متقی ہندی کی خدمت میں جواباً کہہ سکتے ہیں۔ آپ اتنا شکر بجالائیں جتنا آپ نے حق کو تسلیم اور قبول کیا ہے۔ شیخ محترم یہ فرمائیں کیا شیعہ حضرات نے ان ائمہ اثنا عشر کے علاوہ کسی کو نبی کا جانشین تسلیم کیا ہے؟ جنھیں آپ تسلیم کررہے ہیں؟ ہم انھیں ہی جانشین تسلیم کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ کسی قسم کا عقیدہ مبنی برفساد و بطلان ہوگا۔

اگر روزِ اوّل سے ہی تمام اہلِ سنت فرمانِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنتے جس کا اعلان آپؐ نے مجمع عام میں فرمایا اور اسے جابر بن سمرہ اور عبداللہ بن مسعود وغیرہ نے نقل کیا ہے: "میرے بعد بارہ خلفا ہوں گے، جو سب کے سب حق پر ہوں گے اور سب قریش سے ہوں گے"۔ اور پھر اس حدیث کو اِن بارہ خلفا پر منطبق کرتے تو شیعہ و سُنّی کے درمیان کوئی اختلاف نہ ہوتا، نہ کوئی شیعہ ہوتا نہ سُنّی، اختلافات خود بخود دم توڑ جاتے۔

۸۷۔ قاضی حسین بن محمد دیارِ بکری (متوفی ۹۸۲ھ ق)

آپ قاضی مکہ تھے۔ اپنی کتاب تاریخ خمیس میں خلیفہ معتمد عباسی کے دورِ اقتدار کے حالات کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

۲۶۰ھ میں حسنؑ بن علیؑ بن جوادؑ بن رضاؑ علوی شیعوں کے بارہ اماموں میں سے ایک ہیں۔ شیعہ جن کی عصمت کے قائل ہیں کی وفات ہوئی۔ آپؑ ان کے امام منتظر محمدؑ بن الحسن کے والد گرامی تھے۔ (تاریخ الخمیس: ج ۲، ص ۳۴۳، مطبوعہ مصر، ۱۳۸۳ھ)

۸۸۔ سیّد جمال الدین عطاء اللہ شیرازی (متوفی ۱۰۰۰ھ ق)

آپ مُلّا علی قاری کے اُستاد اور ایک مشہور محدث ہونے کے ساتھ ساتھ فارسی کی مشہور کتاب روضۃ الاحباب کے مؤلف تھے۔

کشف الظنون میں ذکر ہے کہ "روضۃ الاحباب فی سیرۃ النبی و الآل والاصحاب" جناب جمال الدین عطاء اللہ نیشاپوری (متوفی ۱۰۰۰ھ ق) نے دو جلدوں اور تین مقاصد پر

مشتمل ایک کتاب لکھی ہے، جو امیر علی شیر نوابیٰ کے وزیر کی خواہش پر اور اُستاد اور چچازاد سیّد اصیل الدین عبداللہ سے مشورہ کرنے کے بعد تحریر کی۔

مُلّا علی قاری نے کتاب ''مرقاۃ'' میں، قاضی حسین دیار بکری نے ''تاریخ خمیس'' میں، عبدالحق دھلوی نے مدارج النبوۃ میں، شاہ ولی اللہ دھلوی نے ازالۃ الخفاء میں روضۃ الاحباب کو بہترین اور معتبر علمی کاوش اور اس کے مصنف جناب سیّد عطاء اللہ کو عظیم دانشور اور برجستہ عالم قرار دیا ہے۔ آپ عبدالعزیز دہلوی مؤلف تحفۂ اثناعشریہ کے مشائخ اجازہ میں سے ایک ہیں۔

سیّد عطاء اللہ روضۃ الاحباب میں تحریر کرتے ہیں: امام دوازدھم کے متعلق عرض ہے کہ امام مؤتمن محمدؑ بن حسنؑ جوہر معدن ہدایت بہ قول اکثر روایت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ سامرہ شہر میں متولّد ہوئے۔ آپؑ خیر الانام تحف علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام حضرت محمد مصطفیٰؐ کے ہم نام اور ہم کنیت ہیں۔ جب آپؑ کے والد گرامی کا انتقال ہوا تب تک آپؑ نے زندگی کی صرف پانچ بہاریں دیکھی تھیں۔

حضرت زکریاعلیہ السلام کی مانند آپؑ کو عالمِ طفولیت میں ہی حکمت و کرامت عطا کردی گئیں۔ آپؑ اسی دوران ہی منصبِ امامت پر فائز ہوئے۔ مہدی اور صاحب الزمان کے مراتب پر فائز ہوکر ۲۶۰ھ میں ہی معتمد عباسی کے دورِ اقتدار میں غیبت اختیار فرمائی۔

یہ عظیم سُنّی عالم مذکورہ روایت کو شیعوں کے طریق کے مطابق جناب جابر بن یزید جعفی سے نقل کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

میں نے سنا جنابِ جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے کہ جب یہ آیت کریمہ: یَآأَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (سورۂ نساء: آیت ۵۹۔ ''اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی، رسولؐ کی اور صاحبانِ امر کی'') نازل ہوئی تو میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ہمیں اللہ اور اس کے رسولؐ کی تو معرفت ہے یہ اُولی الامر کون ہیں جن کی اطاعت کو اللہ نے اپنی اور اپنے رسولؐ کی اطاعت کے قرین و ہم پلّہ قرار دیا ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے جابرؓ! یہ میرے خلفا ہیں۔ ان میں سب سے پہلے علیؑ ابن ابی طالبؑ ہیں، پھر حسنؑ ابن علیؑ، پھر حسینؑ ابن علیؑ، پھر علیؑ ابن الحسینؑ، اس کے بعد محمدؑ بن علیؑ،

جو توراۃ میں باقرؑ کے نام سے مشہور ہیں۔

اے جابرؓ! جب تم میرے اس فرزند سے ملاقات کرو تو اُس تک میرا سلام پہنچانا۔ ان کے بعد پھر امام جعفر صادقؑ بن محمدؑ، پھر امام موسیٰؑ ابنِ جعفرؑ، پھر امام علیؑ ابنِ موسیٰؑ، پھر جناب محمدؑ ابنِ علیؑ اور پھر سرکار علیؑ ابنِ محمدؑ، اُن کے بعد حسنؑ ابنِ علیؑ، اُن کے بعد زمین پر حجتِ خدا جو لوگوں کے درمیان بقیۃ اللہ ہوں گے۔ ان کا اسمِ گرامی محمدؑ ابنِ حسنؑ اُن کے ہاتھ سے خداوند کریم زمین کے شرق و غرب کو فتح کرے گا۔ یہ غیبت اختیار کریں گے اپنے اولیاء، دوستوں اور شیعوں سے بھی۔ یہ ایسی غیبت ہوگی جس کے دوران عقیدۂ امامت پر صرف آزمودہ افراد ہی باقی رہیں گے جن کے دلوں کے اندر امتحان کے بعد ایمان موجود ہوگا"۔

جنابِ جابرؓ عرض کرتے ہیں: یا رسولؐ اللہ! کیا غیبت کے دوران امام مہدیؑ کے شیعہ ان کے وجودِ مبارک سے فیض یاب ہو سکیں گے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے جابرؓ! مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، لوگ مہدیؑ کے نور سے کسبِ ضیاء کریں گے اور آپؑ کی ولایت سے نفع پائیں گے، جس طرح بادلوں کی اُوٹ میں چھپے سورج سے لوگ مستفید ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس سورج کو بادلوں نے گھیر رکھا ہوتا ہے۔

اے جابرؓ! یہ خداوند قدوس کے پوشیدہ رازوں میں سے ایک راز ہے۔ صرف اہل تک اسے پہنچانا ورنہ اپنے تک پنہاں رکھنا۔ (نجم ثاقب: ص ۱۲۶)

اس کے بعد امام مہدیؑ موعود کے متعلق مسلمانوں کے درمیان موجود اختلاف اس کی نوعیت، مختلف علما کے اقوال و نظریات کو نقل کرنے کے بعد ایسی روایات نقل کی ہیں، جو صراحتاً دلالت کرتی ہیں کہ امام مہدیؑ موعود امام محمدؑ بن حسن العسکریؑ ہیں۔

مزید تحریر کرتے ہیں: چونکہ بحث یہاں تک پہنچ گئی، لہٰذا راقم یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ جوادِ خوش خرام خامہ نے منازل طے کر کے انبساط واجب کا دیدار کیا ہے۔ خاندانِ مصطفیٰؐ کے حُب داروں کو اُمید واثق اور وثوقِ صادقہ ہو چلا ہے کہ اب سیاہ راتیں روشن دنوں میں تبدیل ہونے والی ہیں۔ مصائب و آلام اپنے اختتام کو پہنچنے والے ہیں۔ آفتابِ امامت امام مہدیؑ کی

صورت میں بہت جلد طلوع کرنے والا ہے، جس کے بعد ہدایت اور رُشد کے انوار تجلی کریں گے، فضل و اِحسان عام ہوگا۔ مشرق سے مرادیں پوری ہوں گی۔ عالم تاب کے چہرے سے حجاب ہٹ جائیں گے۔

اس اہتمام اور انتظام کے ساتھ وہ سرور عالی مقام ارکان بائیِ ملّت بیضا کو استحکام و دوام عطا کرے گا۔ اس سیّد ذوالاحترام کی سعی وکوششوں سے ظلم وجور کی بنیادیں اُکھڑ جائیں گی۔ اہلِ اسلام کے لیے ظفر وکامیابی کا اعلان ہوگا۔ زمانہ حوادثات و مشکلات سے نجات پائے گا۔ ظالم وجابر اور قاتل سب اپنے انجام کو پہنچ کر واصلِ جہنم ہوں گے۔ آؤ سب مل کر کہتے ہیں:

بیا ای امام ہدایت شعار
کہ بگذشت ازحدِ غمِ انتظار

(الامام الثانی عشر: ص ۵۲، کشف الاستار: ص ۳۱، استقصا الافحام: ص ۱۰۷)

۸۹- احمد بن سنان قرمانی دمشقی (متوفی ۱۰۱۹ھ ق)

موصوف کا شمار اہلِ سنت کے مشہور ترین علما میں ہوتا ہے، اپنی کتاب اخبارالاول میں تحریر کرتے ہیں:

گیارھویں فصل خلف صالح امام ابوالقاسم محمد بن الحسن العسکریؑ کی شان میں ہے۔ آپؑ کے والد گرامی کی وفات کے وقت آپؑ کا سنِ مبارک صرف پانچ برس تھا۔ اس عالمِ طفولیت میں خداوند نے آپ کو حکمت وکرامت عطا کی۔ جس طرح حضرت یحییٰ علیہ السلام کو بچپنے میں عطا کی تھی۔ آپؑ درمیانے قد، حسین خدوخال، کشادہ پیشانی اور ستواں ناک کے مالک اور خوب صورت ترین انسان تھے۔ (اخبارالاول، مطبوعہ ۱۳۸۳ھ، ص ۱۱۷)

۹۰- شیخ عبدالحق دھلوی بخاری (متوفی ۱۰۵۲ھ ق)

ابوالمجد عبدالحق دھلوی بخاری مشہور محدث، فقیہ، کئی کتب کے مصنف ومؤلف تھے۔ آپ کے حالاتِ زندگی مختلف علمانے اپنی اپنی کتب فہرست وتراجم میں ذکر کیے ہیں۔

جنابِ صدیق حسن خان ہندی نے اپنی کتاب ابجد العلوم (یہ کتاب ۱۲۹۵ھ میں چھپی) میں آپ کے حالاتِ زندگی تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے:

"شیخ عبدالحق دھلوی معنوی و ظاہری کمالات اور عظیم شہرت کے مالک تھے۔ مورخین نے آپ کے حالاتِ زندگی اجمالاً اور تفصیلاً ذکر کیے ہیں۔ آپ نے بائیس سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا اور مسندِ افادت پر جلوہ گر ہوئے۔ اس کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے۔ وہاں شیخ عبدالوہاب متقی اور شیخ علی متقی ہندی (مؤلف کنز العمال) کے جانشین کی صحبت اختیار کی اور ان کے سامنے زانوئے تلمذ طے کر کے علمِ حدیث حاصل کیا۔ اس کے بعد وطن واپس تشریف لائے۔ ۵۲ سال تک تصنیف، تالیف اور علم کی نشر و اشاعت کا کام کیا۔ آپ کا قلمی کام سو جلدوں پر مشتمل ہے۔ آپ نے ۱۰۵۲ھ میں وفات پائی۔ آپ نے شیخ عبدالقادر گیلانی کے نواسے شیخ موسیٰ قادری سے خرقۂ قادریہ وصول کیا۔ آپ فقہ حنفی کے بحرِ بیکراں تھے۔

شیخ عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں اور مؤلف منتخب اللباب (مطبوعہ کلکتہ) غلام علی بلگرامی نے ماثر الکرام میں آپ کے تفصیلی حالات ذکر کیے ہیں۔ جنابِ بلگرامی نے سبحۃ المرجان فی آثار ہندوستان میں تحریر کیا ہے کہ آپ کی تصنیفات میں ایک کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب ہے جس میں مکہ اور مدینہ کی تاریخ درج ہے، جو متعدد بار زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔

شیخ عبدالحق دھلوی نے ایک رسالہ ائمہ اطہار علیہم السلام کے حالاتِ زندگی اور فضائل و مناقب پر مشتمل بھی تحریر کیا ہے، جو آپ کی تالیفات کی فہرست میں شامل ہے۔ آپ نے خود اپنی کتاب تحصیل الکمال میں بھی اس طرف اشارہ کیا ہے۔ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، امام سجاد علیہ السلام، امام محمد باقر علیہ السلام اور امام صادق علیہ السلام کے اسمائے گرامی تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے:

یہ ائمہ اہل بیتؑ ہیں۔ اس کتاب میں ان کے متعلق گفتگو کرنا مقصود ٹھہرا ہے۔ خداوند ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم ہر امامؑ کے نام پر ایک علیحدہ رسالہ تحریر کر سکیں۔ آپ نے اپنے فارسی زبان کے رسالے میں تحریر کیا ہے:

ابو محمد حسن عسکریؑ اور آپؑ کے فرزند حضرت محمدؑ کے متعلق خاص اصحاب اور ثقہ حضرات نے روایات نقل کی ہیں کہ حضرت حکیمہ بنت ابو جعفر محمد جواد جو امام ابو محمد حسن عسکریؑ کی پھوپھی محترمہ تھیں، نے روایت فرمائی کہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی شدید خواہش تھی کہ خداوند کریم اُنھیں فرزند عطا کرے۔

امام حسن عسکری علیہ السلام کی ایک نیک سرشت اور برگزیدہ کنیز تھی جس کا اسمِ گرامی نرجس تھا، فرماتی ہیں: جب ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ کی رات ہوئی تو جنابِ حکیمہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے پاس تشریف لائیں تو امام علیہ السلام نے خواہش ظاہر فرمائی کہ پھوپھی جان! آج رات ہمارے پاس رُک جائیں۔ چونکہ آج ایک مسئلہ درپیش ہے۔

بی بی حکیمہ فرماتی ہیں: نومولود کی ولادت کے بعد حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا: اے عمہ جان! یہ مولود منتظرؑ ہے جس کی ہمیں بشارت دی گئی ہے۔ حضرت حکیمہ فرماتی ہیں:

میں نے فوراً زمین بوس ہو کر سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد روزانہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے ہاں آتی تھی۔ میں ایک دن آئی تو دیکھا کہ نومولود نظر نہیں آ رہا۔ میں نے کہا: اے امامِ وقتؑ! ہمارے سید منتظرؑ کہاں ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: پھوپھی جان! اس ذات کے سپرد کر دیا ہے جس کے سپرد مادرِ موسیٰؑ نے موسیٰؑ کو کیا تھا۔ (استقصاء الافحام: ص ۱۰۶)

۹۱۔ شیخ احمد فاروقی نقشبندی (تاریخ وفات ۱۰۷۳ھ ق)

شیخ احمد بن عبدالاحد فاروقی سرہندی نقشبندی حضرت عمر بن خطابؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ مشہور فاروقی خاندان کے چشم و چراغ تھے جو گذشتہ تین صدیوں سے ہندوستان میں آباد تھے۔ آپ اہلِ سنت کے علمائے عظام اور صوفیائے کرام کے گیارہویں صدی ہجری کے مجدد اور اکابرین میں سے تھے۔ (نزہۃ الخواطر: تراجم علما ہند، ج ۵، ص ۴۱۔ ان کی یادداشت بیان کرنے کی ذمہ داری جناب عزیز اللہ عطاروی کے ذمے تھی: علی دوانی)

شیخ احمد اپنے مکتوبات (خطوط) میں سے خط نمبر ۱۲۳ جو مکتوب جلد سوم کا آخری مکتوب ہے، تحریر کرتے ہیں:

"وہ راستے جو انسان کی خدا کی طرف رہنمائی کرتے ہیں وہ دو ہیں: ایک کا تعلق نبوت کے قُرب سے ہے اور دوسرے کا تعلق تقربِ ولایت سے ہے۔ اس راستے کے رہنما و امام حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ یہ عظیم منصب آپ کے سپرد ہے۔ حضرت فاطمۃ الزہراؑ اور حسنین شریفینؑ اس مقام و منصب میں حصہ دار اور شریک ہیں۔

اس راستے سے اگر کوئی فیض اور ہدایت پائے گا تو وہ اُنھی کے ذریعے ہدایت پائے گا۔ حضرت علی علیہ السلام کے بعد حسنین شریفین علیہم السلام اس منصب کے وارث اور حق دار ہیں۔ اِن کے بعد اسی ترتیب سے ائمہ اثنا عشر اس منصب پر فائز ہوں گے۔

۹۲- ابنِ حماد حنبلی (متوفی ۱۰۸۹ھ ق)

یہ بزرگ اپنی مشہور کتاب شذرات الذہب میں ۲۶۰ھ ق کے حالات و واقعات کے ضمن میں تحریر کرتے ہیں: اس سال حسنؑ ابنِ علیؑ کی وفات ہوئی۔ آپ کا تعلق ائمہ اثنا عشر سے تھا۔ شیعہ آپؑ کی عصمت پر عقیدہ رکھتے ہیں۔ آپؑ ہی سرکارِ منتظرؑ کے والد گرامی ہیں جو اپنے گھر کے سرداب (تہ خانے) سے غائب ہوئے ہیں۔ (شذرات الذہب: ج ا، ص ۱۴۱)

۹۳- عبدالملک عصامی (متوفی ۱۱۱۱ھ ق)

آپ کا شمار مشہور مؤرخین میں ہوتا ہے۔ آپ نے مکہ مکرمہ میں سکونت اختیار کر رکھی تھی۔ اپنی مشہور و معروف کتاب سمط النجوم العوالی کی جلد چہارم میں ائمہ اطہار علیہم السلام کے حالاتِ زندگی کو بڑے مرتب انداز میں تحریر کیا۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

امام محمد المہدیؑ بن امام حسن عسکریؑ بن علی النقیؑ ...... بن علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی بروز جمعہ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ یا ۲۵۶ھ ولادت ہوئی۔ آپؑ کی کنیت ابوالقاسم اور مشہور القاب حجت، خلف، صالح، قائم، منتظر، صاحب الزمان اور مہدی ہیں۔ آپ کی اپنے والد کی وفات کے وقت عمر مبارک پانچ سال تھی۔ آپ حسین و جمیل نقوش، دیدہ زیب زلفوں، ستواں ناک اور کشادہ پیشانی کے مالک ایک معتدل نوجوان تھے۔ (سمط النجوم العوالی: ج ۴، ص ۱۳۸)

۹۴- یکی از مشائخ مصر (مصر کے ایک شیخ صاحب)

شیخ سلیمان حنفی ینابیع المودۃ میں تحریر کرتے ہیں: شیخ عبداللطیف حلبی نے ۱۲۷۳ھ ق میں نقل کیا ہے کہ میرے بابا شیخ ابراہیم قادری نے فرمایا: میں نے مصر کے مشائخ میں سے ایک سے سنا ہے کہ "میں نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کی بیعت کرلی ہے"۔

شیخ ابراہیم طریقہ قادریہ کے عرفا اور حلب کے بزرگان و اکابرین میں سے ایک تھے۔ (ینابیع المودۃ: ص ۴۷۰)

۹۵- شیخ عبداللہ بن محمد شبراوی شافعی (۱۱۷۲ھ ق)

آپ علمائے مصر میں سے تھے۔ ہر خاص و عام، امیر و غریب حتیٰ کہ حکومتی افراد اور وزراء کے ہاں بھی بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ آپ ۱۱۳۷ھ میں جامع الازھر کے رئیس مقرر ہوئے۔ مذکورہ تاریخ کو ہی قاہرہ میں آپ نے ارشاد فرمایا:

شبراوی نے کتاب الاتحاف فی حب الاشراف میں تحریر کیا ہے: بارھویں امام ابوالقاسم محمد حجت ہیں، جنھیں مہدی اور منتظر بھی کہا جاتا ہے۔ آپؑ ہی امام محمدؑ حجت بن الحسنؑ ہیں۔ ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ق آپ کی ولادت ہوئی۔

۹۶- شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم دھلوی (۱۱۷۶ھ ق)

شاہ ولی اللہ دھلوی جناب شیخ عبدالعزیز دھلوی مولف تحفہ اثنا عشریہ کے والد گرامی ہیں۔ مذکورہ کتاب شیعوں کی مخالفت میں لکھی گئی ہے۔ حافظ ابومحمد بلاذری کے ذیل میں تحریر ہے: شاہ ولی اللہ نے اپنی کتاب مسلسلات میں جو الفضل المبین کے نام سے مشہور ہے، ایک مشہور حدیث ابن عقلہ سے نقل کی ہے کہ حافظ بلاذری طوسی کہتے ہیں کہ مجھے خبر دی ہے م ح م د بن الحسن بن علی المحجوب امام عصرؑ نے۔

سرکار علامہ میر حامد حسین ہندی (متوفی ۱۳۰۶ھ ق) نے اپنی کتاب استقصاء الافحام کے ص ۱۱۹ پر مولوی حیدر علی فیض آبادی کی منتہی الکلام کے جواب میں تحریر فرمایا ہے:

کتاب الفضل المبین سے حدیث "مسلسلات" نقل کرنے کے بعد حاشیہ میں تحریر کیا

ہے۔ یہ نوادرِ اتفاقات میں سے ہے بلکہ خالق دوجہاں کا خصوصی لطف و کرم ہے کہ میرے رسالہ نوادر میں سیدالاوائل والآخر کی حدیث جو شاہ ولی اللہ کی تصنیف کردہ بھی ہے اور حسن علی محدث جو صاحب تحفہ اثنا عشریہ کے شاگرد تھے، کی کتب میں سے ہے جو میرے پاس تھی مگر کھوگئی۔ اس میں بھی شاہ صاحب نے یہ روایت نقل کی ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

محمد بن الحسن کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آپؑ ہی مہدی ہیں۔ میں نے یہ حدیث محمد بن عقلہ مکی کی مسلسلات میں بھی دیکھی ہے جو حسن عجمی سے روایت کی گئی ہے۔

۹۷- محمد بن ابراہیم جوینی شافعی (متوفی ۱۱۷۴ھ ق)

آپ نے فرائد السمطین میں دعبل خزاعی کی روایت نقل کی ہے جو انھوں نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کی ہے: میرے بعد امام جواد تقی علیہ السلام ان کے بعد ان کے فرزند امام علی نقی علیہ السلام، ان کے بعد آپؑ کے فرزند حسن عسکری علیہ السلام ہوں گے اور پھر آپؑ کے فرزند محمد الحجۃ المہدی علیہ السلام امام ہوں گے۔ ان کے عصرِ غیبت میں ان کے منتظر رہنا اور جب ظہور فرمائیں تو ان کے مطیع و فرمانبردار رہنا۔ (ینابیع المودۃ: ص ۴۷۱)

۹۸- شیخ محمد بن علی صبان مصری (متوفی ۱۲۰۶ھ ق)

شیخ صبان نے کتاب اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفیٰ و فضائل اہلِ بیت الطاہرینؑ میں جو ۱۱۸۵ھ ق میں تالیف کی گئی اور شبلنجی کی نورالابصار کے حاشیہ پر جو مصر سے چھپی ہے، دونوں کتابوں میں یواقیت سے شعرانی کی گفتگو اور شیخ حسن عراقی کے نظریات اور شیخ علی خواص کی تصدیق کے بعد موصوف جناب شعران کے استاد ہیں۔ آپ نے لواقع سے نقل کیا ہے اور محی الدین ابن عربی کے نظریات کو شعرانی نے بھی نقل کیا ہے، کے بعد بارہ اماموںؑ کے اسمائے گرامی تحریر کیے ہیں جن میں امام محمدؑ بن حسن عسکریؑ کا ذکر بھی موجود ہے۔ (اسعاف الراغبین، درحاشیہ نورالابصار، ص ۱۵۳)

۹۹- شیخ علی اکبر بن اسد اللہ بن امر اللہ مودودی (متوفی ۱۲۱۰ھ ق)

آپ شیخ محمود چشتی کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا شمار ہندوستان کے مشہور اور متعصب علما

میں ہوتا ہے۔ عبدالحی حسینی نے نزہۃ الخواطر کی جلد ۷، ص ۳۲ پر علمائے ہند کے حالاتِ زندگی کے ضمن میں آپ کے حالات تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے تحریر کیا ہے کہ "آپ کے کثیر علمی آثار موجود ہیں جسے شیعوں کے جواب میں لکھی گئی کتاب منہاج السراج اور رسالہ مکاشفات جو جامی کی نفحات الانس پر حاشیہ ہے۔

مودودی نے مکاشفات میں علی بن سہل بن ازھر اصفہانی کے حالاتِ زندگی کے ضمن میں تحریر کیا ہے کہ اہلِ سنت کے علما کا نظریہ ہے کہ حکم میں عدم خطا کا تعلق انبیاءؑ کے ساتھ مخصوص ہے لیکن شیخ محی الدین عربی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ایک حدیث کی بنیاد پر اس نظریے کی مخالفت کی ہے۔

مذکورہ حدیث امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں ہے جیسا کہ صاحبِ یواقیت نے جناب محی الدین سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فتوحات میں تحریر کیا ہے:

> "امام مہدی علیہ السلام الہامِ خدا کے ذریعے احکامِ شریعت صادر فرمائیں گے۔ اس طرح گویا شریعتِ محمدیؐ ان پر الہام کی صورت میں نازل کی جائے گی اور آپ احکام کو عملی صورت عطا کریں گے۔ چنانچہ حدیث نبویؐ میں ہے کہ مہدیؑ گفتار میں میری پیروی کریں گے اور خطا نہیں کریں گے"۔

یہ اسی جانب اشارہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیں بتانا چاہ رہے ہیں کہ مہدیؑ نہ تو پیروکار ہے نہ بدعت گزار۔ جو حکم بھی دے گا اس میں معصوم ہوگا۔ جو ہستی صدورِ حکم میں معصوم ہو، اس کی ذات سے صرف اتنا سمجھ آتا ہے کہ وہ کبھی خطا نہیں کرے گی، جس طرح خود پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم میں خطا نہیں ہوتی تھی۔ آپؐ جو کچھ بھی حکم دیتے ہیں وہ وحی آسمانی پر مبنی ہوتا تھا۔ بنابرایں پیغمبرؐ خدا نے خبر دی ہے کہ مہدیؑ خطا نہیں کریں گے اس طرح گویا انھیں انبیاءؑ کے ساتھ ملحق کیا جا رہا ہے۔

پھر تحریر کرتے ہیں کہ "صاحب یواقیت نے شیخ اکبر اور اہلِ سنت کے تمام علماء وفضلاء کے نظریات ذکر کیے ہیں۔

اس پر مزید اضافہ کیا کہ جناب مودودی نے یواقیت سے (بحث نمبر ۴۵) نقل کرتے

ہوئے جناب شعرانی تحریر کرتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی کہتے ہیں: پندرھواں قطب علامت ہے کہ عصمت، رحمت، خلافت اور نیابت سے مدد لی گئی جس سے حاملانِ عرش توانائی لیتے ہیں۔ حقیقت ذات کا ان کے لیے انکشاف ہوتا ہے۔ وہ تمام صفات کا احاطہ کر لیتے ہیں۔

پھر مزید تحریر کرتے ہیں کہ اس بیان کی روشنی میں جن حضرات کا مذہب پیغمبرؐ و نبیؐ کے علاوہ بھی کسی ہستی کو معصوم تسلیم کرتا ہے وہ مبنی برحق ثابت ہو جائے گا اور وہ حضرات جو عصمت کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں اور اس کو مقید کرتے ہیں وہ نبیؐ کے علاوہ کسی دوسری ہستی کو معصوم نہیں مانتے ہیں۔ یہ گویا ایک نئے راستے پر چل نکلے ہیں۔ پس یہ حکم لگانا کہ امام مہدیؑ موعود زندہ ہیں اور اپنے والد محترم حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعد قطب ہیں جیسا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام اپنے بابا کے بعد قطب تھے۔ یہاں تک سلسلہ حضرت علی علیہ السلام تک جا پہنچے گا۔ یہ گویا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان تمام (ائمہ اطہارؑ) کے وجود میں مرتبہ قطبیت کا پایا جانا ان کے جد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام کے وجود میں قطب کے ثابت ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس طرح یہ سلسلہ امام مہدیؑ موعود کے وجود میں آکر درجۂ کمال کو پہنچے گا۔ پس اگر کہیں یہ سلسلہ پایا بھی گیا تو امام مہدی علیہ السلام کے نائب کے عنوان سے ہوگا۔ [1]

چونکہ آپؑ ہر خاص و عام کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ یہی باتِ صاحبِ یواقیت نے جنابِ شیخ محی الدین وغیرہ سے نقل کی ہے۔ لہٰذا یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بارہ اماموںؑ میں سے ہر ایک معصوم ہوگا۔ یہ ہمارے عقیدے کی تائید مزید ہے۔ اس کے بعد جنابِ مودودیؒ نے محی الدین اور شعرانی کے نظریات نقل کیے جو امام مہدی علیہ السلام کے متعلق تھے کہ آپؑ ہی امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند ہیں۔ (استقصاء الافحام: ص ۹۸، کشف الاستار: ص ۳۶)

۱۰۰۔ شیخ عبدالعزیز دھلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ ق)

شیخ عبدالعزیز شاہ ولی اللہ دھلوی کے فرزند اور مشہور کتاب تحفہ اثنا عشریہ کے مؤلف ہیں۔

---

[1] شیعہ حضرات قطب، ابدال، اوتاد وغیرہ پر عقیدہ نہیں رکھتے ہیں۔ یہ صرف اہلِ سنت کے صوفیائے کرام سے شاہد کے عنوان سے نقل کر رہے ہیں۔

یہ کتاب شیعوں کے خلاف تحریر کی گئی ہے۔ یہ شیعوں کے عقائد کے متعلق ہندوستان کے علما کی طرف سے مکمل جواب تھا۔ موصوف ضرورت سے زیادہ تعصب کے مالک تھے اور شیعہ عقائد سے بہت زیادہ نفرت کرتے تھے۔

شیخ عبدالعزیز نے کتاب النزہۃ میں ابن عقلہ کی روایت نقل کی ہے جو امام زمانؑ محمدؑ بن الحسنؑ بن علیؑ کے بارے میں ہے اور آپؑ کے جد بزرگوار حضرت علی علیہ السلام سے نقل کی گئی ہے۔ یہ روایت حافظ ابو محمد بلاذری کے ذیل میں بیان کی گئی ہے۔

موصوف کے والد محترم شاہ ولی اللہ دھلوی نے کتاب الفضل المبین سے بھی روایت نقل کی ہے۔ (استقصاء الافحام: ص ۱۱۹)

توضیح: ہمارے لیے اتنی مقدار نقل کرنا ہی کافی ہے۔ چونکہ اگر شیخ عبدالعزیز جیسا متعصب انسان امام مہدی علیہ السلام کے زندہ اور فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام ہونے کا معتقد نہ ہوتا تو اس قسم کی روایت ہرگز نقل نہ کرتا۔ وہ بھی محمد ابن الحسن العسکری کے عنوان سے۔

یاد رہے کہ بزرگ شیعہ عالمِ دین سرکار علامہ میر حامد حسین ہندی (متوفی ۱۳۰۶ھ ق) کی شہرۂ آفاق کتاب عبقات الانوار، شیخ عبدالعزیز کی کتاب تحفہ اثنا عشریہ کا جواب ہے۔

۱۰۱- صاحبِ کتاب تشید المبانی

موصوف اپنی کتاب کی فصل نمبر ۱۱ میں خواجہ محمد پارسا کی گفتگو نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں:

> ''امام علی نقی علیہ السلام کے بعد امام حسن عسکری علیہ السلام کی مدتِ بقا چھے برسوں پر محیط ہے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کی ظاہر اور باطن ہر لحاظ سے کوئی اولاد نہیں تھی سوائے ابوالقاسم محمد المنتظر کے۔ امامیہ انھیں قائمؑ کے نام سے پکارتے ہیں۔ منتظر کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ق کی رات ہوئی''۔

۱۰۲- خالد نقشبندی (۱۲۴۲ھ ق)

خیرالدین زرکلی نے ''الاعلام'' میں تحریر کیا ہے: ابوالبہاء خالد بن احمد بن حسن نقشبندی

کے بارے میں مشہور ہے کہ یہ حضرت عثمان بن عفان کی اولاد میں سے تھے۔ اپنے عالمِ شباب میں بغداد آئے۔ وہاں سے شام گئے، وہیں موت کو گلے لگایا۔ آپ کے علمی آثار میں شرح عقائد عضدی، شرح مقاماتِ حریری، رسالہ اثبات ارادہ جزئی، جلاء الاکدار اور دیوان فارسی شامل ہیں۔ عثمان بن سعد کنانی نے آپ کے رسائل کو "بغیۃ الواجد فی مکتوباتِ مولانا خالد" کے نام سے کتابی شکل میں جمع کیا ہے۔ (الاعلام: ج ۲، ص ۳۳۴)

خالد نقشبندی کا تعلق عراق کے شمالی کردی علاقے کے شہر "شھروز" سے تھا۔ آپ کا شمار تیرہویں صدی ہجری کے ممتاز فارسی شعراء میں ہوتا ہے۔ آپ فرقہ صوفیہ کے اکابرین میں شمار ہوتے تھے۔ خالد نے فارسی زبان کے اپنے طویل قصیدے میں جو اقلیم امامت کے آٹھویں تاجدار حضرت امام علیؑ ابنِ موسیٰ الرضاؑ کی شان میں لکھا۔ اس میں بارہ اماموں کا تذکرہ بڑے ادب وعقیدت سے کیا۔ اپنی بخشش کے لیے خداوند کو ان ذاتِ مقدسہ کا واسطہ اور قسم دی ہے اور بارگاہِ توحید میں انھیں اپنا شفیع قرار دیا ہے۔

امام رضاؑ کے محضر میں لکھا جانے والا خالد نقشبندی کا قصیدہ فارسی زبان کے قصائد میں دُرِشہوار کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس قصیدے میں امام مہدیؑ کو فرزند امام حسن عسکریؑ بھی تسلیم کیا ہے اور تحریر کیا ہے کہ جب آپؑ ظہور فرمائیں گے اور اسلامی حکومت تشکیل دیں گے تو سارے جہاں میں عدل وانصاف عام ہو جائے گا۔ بھیڑیا اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پئیں گے۔ اس قصیدے کا آغاز اس طرح ہوتا ہے:

ایں بارگاہ کیست کہ اَز عرش برتر است
و زنور گنبدش ھمہ عالم منور است؟

"یہ کس کی بارگاہ ہے جو عرش سے افضل ہے جس کے گنبد کے نُور سے سارا جہاں روشن ہے؟"

ایں بارگاہ قافلہ سالارِ اولیا است
ایں خوابگاہ نُور دو چشم پیغمبرؐ است

"یہ قافلہ اولیاء کے سالار کی بارگاہ ہے۔ یہ پیغمبر اکرم ﷺ کی دو

آنکھوں کے نُور کی خواب گاہ ہے"۔

این جای حضرتی ست کہ از شرق تا بہ غرب
وز قاف تا بہ قاف جہاں سایہ گستراست

"یہ مقام اس ہستی کا ہے کہ شرق سے غرب تک کو و قاف سے قاف جہاں تک جس کی ولایت سایہ فگن ہے"۔

این روضہ رضاست کہ فرزند کاظم است
سیراب نوگلی از گلستان جعفراست

"یہ فرزند امام موسیٰ کاظمؑ، حضرت امام رضاؑ کا روضۂ اقدس ہے۔ یہ گلستانِ جعفرؑ کے نئے پھول ہیں"۔

سروسہی ز گلشن سلطانِ اصفیا
نوبادہ صدیقہ زہرا و حیدر است

"آپؑ سلطانِ اصفیاء کے گلشن کے پھول ہیں۔ آپ ہی گلشنِ حیدرؑ و زہراؑ کی بادِ صبا ہیں"۔

تبوان شنید بوی پیغمبرؐ ز تربتش
مشتق بلی دلیل بہ معنی مصدر است

"آپؑ کی تربت سے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو محسوس ہوتی ہے جو معنوی لحاظ سے صادر ہوتی ہے"۔

از موج فتنہ خرد شدی کشتی زمین
گر نہ و راز سلسلہ آل لنگر است

"فتنہ وفساد سے زمین کی کشتی پر ہو چکی ہوگی۔ اس صورتِ حال میں آل کا لنگر ہے"۔

شاہا ستائش تو بہ عقل و زبان من
کی می توان؟ کہ فضل تو از عقل برتر است

"اے شہنشاہ! میری زبان و عقل تیری تعریف کر رہے ہیں، اگر میری مجال

کہاں؟ تیرا فضل عقل سے برتر ہے"۔

اَوصاف چوں تو پادشاہی اَز من گدا
صیقل زدن بر آئینہ مہرنور است

"تجھ جیسے بادشاہ کی مجھ جیسا گدا اگر تعریف کرے تو یہ اسی طرح ہے جیسے کوئی آئینہ نُور کو صیقل کرے"۔

جانا بہ شاہ مسند لولاک کزشرف
برتارک شہان اُولوالعزم افسر است

"آپ مسند لولاک پر تشریف فرما ہیں۔ اے شہنشاہ آپ اولوالعزم بادشاہوں کے افسر ہیں"۔

و آنگہ بہ حق آں کہ بر اَوراق روزگار
بابی زدفتر ھوش بابِ خیر است

"آپ کے لیے روزگار اوراق برحق ہیں۔ آپ کے باب کے دفتر میں خیر بھی تو ہے"۔

دیگر بہ نُور عصمت آں کس کہ نام اُو
قفل زبان و حیرت عقل ھرور است

"ایک اس کا نُور عصمت ہے کہ جس کا نام لیتے ہی زبان پر حیرت کے قفل لگ جاتے ہیں"۔

دیگر بہ سوز سینہ آں زہر دادہ ای
کزماتمش ھنوز دوچشم جہاں تر است

"پھر تم نے اس کے سینے کو زہر سے جلا دیا ہے۔ اب تک آنکھیں اس کے ماتم میں اَشکبار ہیں"۔

دیگر بہ خونِ ناحق سلطانِ کربلا
کزوی کنار چرخ بہ خونا بہ احمر است

"پھر تم نے سلطانِ کربلا کا ناحق خون بہایا۔ لب دریا تشنہ اُس کے خون

سے زمین رنگین کر دی"۔

و آنکہ بہ حق آں کہ زبحر مناقبش
انشای بحر فراس زیک قطرہ کمتر است

"تبھی تو حضرتِ حق نے اس کے مناقب وفضائل کے دریا بہا دیے ہیں، اس کے فضائل جتنے بھی بیاں ہوا ایک قطرہ سے کم ہیں"۔

دیگر بہ روح اقدس باقر کہ قلب او
بر مخزن جواهر اسرار چوں دَر است

"اس کے بعد امام محمد باقر علیہ السلام ہیں جن کا قلب اسرار ورُموز کا مخزن ہے"۔

و آنکہ بہ نُور باطن جعفرؑ کہ سینہ اش
بحری لبالب اَز دَر عرفان داور است

"اس کے بعد امام جعفر صادق علیہ السلام کا نُور باطن ہے جن کا سینہ علم وعرفان سے لبریز ہے"۔

دیگر بہ حق موسیٰ کاظمؑ بعد اَز اُو
بر زمرۂ اعاظم و اَشراف سرور است

"اس کے بعد حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ہیں جو اعاظم و اشراف کے سیّد وسردار ہیں"۔

آنگہ بہ قرصِ طلعت تو کز اشعہ اش
شرمندہ چاردہ و شمس خاور است

"ان کے نُور کی شعاعوں کی چمک کے سامنے خورشید و خاور بھی شرمندہ لگتے ہیں"۔

دیگر بہ نیکی تقیؑ و پاکی نقیؑ
آنگہ بہ عسکری کہ ھمہ جان و گوھر است

"اس کے بعد امام محمد تقیؑ اور امام علی نقیؑ اور امام حسن عسکریؑ ہیں جو یک

جان اور گوہر نایاب ہیں"۔

دیگر بہ عدل پادشاہی کز عدالتش
بابرہ شیر شرزہ لبی بہ ز مادر است

"اس کے بعد شہنشاہ عدالت وانصاف ہیں جن کے عدل کی مثال یہ ہے کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ سے پانی پئیں"۔

برخالد آر رحم کہ پیوستہ ھمچو بید
لرزاں ز بیم زلزلہ روز محشر است

"خالد خوف زدہ ہے روز قیامت کے زلزلوں سے لہٰذا آپ کے ہاتھ میں جو کرم اور فیض ہے اس سے اس پر رحم کردے"۔

تو پادشاہ داوگری و دین گدای زار
مغلوب دیو سرکش نفس ستم گر است

"آپ داد ورس بادشاہ ہیں اور میں گداگر ہوں۔ مجھے اپنے ظالم نفس سے ڈر لگتا ہے"۔

اَز لطف چوں تو شاہ ستم دیدہ بندی ای
اَز جور اگر خلاص شود وہ چہ خور است

"تم جیسے بادشاہ کے لطف سے کہ جہاں ظلم وستم کا نام ونشان نہیں یہ ظلم سے نجات ہی تو بہت بڑی عنایت ہے"۔

نااھل و سزای کرامت نیم ولی
نااھل و اھل نزد کریمان برابر است

"ایک طرف نااہلی اور دوسری طرف آپ کا کرم، کریم حضرات کے ہاں اہل اور نااہل برابر ہوتے ہیں"۔

۱۰۳۔ رشید الدین دھلوی (۱۲۴۳ھ ق)

آپ شیخ عبدالعزیز دھلوی کے شاگرد اور ھند کے بزرگ علماء میں سے تھے۔ موصوف

نے اپنے استاد کی تاسی کرتے ہوئے شیعہ عقائد پر خوب تنقید کی جبکہ نابغۂ روزگار حضرت علامہ میر حامد حسین نے عبقات (جلد غدیر) میں موصوف کو ''فاضل رشید'' کے نام سے یاد کیا ہے اور ان کے اُٹھائے گئے اعتراضات پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے مدلل جواب دیے ہیں۔ ان تمام چیزوں کے باوجود رشید الدین نے کتاب ''ایضاح لطافۃ المقال'' میں امام مہدیؑ کے بارے میں جو خواجہ پارسا کے نظریات تھے، کو نقل کیا ہے۔ (الامام الثانی عشر: ص ۴۷)

۱۰۴۔ محمد امین سویدی بغدادی (متوفی ۱۲۴۶ھ ق)

موصوف نے کتاب سبائک الذهب فی معرفۃ قبائل العرب (باب ۶، ص ۷۷) میں امام حسن عسکری علیہ السلام اور ان سے پہلے والے ائمہ اطہار علیہم السلام کے اسمائے گرامی کا تذکرہ کیا ہے اور صفحہ ۷۸ پر امام حسن عسکری علیہ السلام کے شجرۂ طیبہ کا تذکرہ فرمایا:

> ''محمد المهدیؑ کے والد بزرگوار جناب امام حسن عسکریؑ کی رحلت کے وقت آپؑ کی عمر مبارک پانچ سال تھی۔ آپؑ درمیانے قدوقامت، حسین وجمیل خدوخال اور سیاہ زلفوں کے مالک تھے۔ آپؑ کے رخسار بڑے چمکدار تھے۔ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ آپؑ سامرہ شہر کے ایک تہ خانے (سرداب) سے حفاظت ونگہبانی کی غرض سے غیب ہو گئے۔ آپؑ کی غیبت کا آغاز ۲۶۲ھ ق سے ہوا۔ آپؑ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ آپؑ ہی صاحبِ شمشیر و ذوالفقار، قائم ومنتظر ہیں۔ قیامت سے قبل قیام فرمائیں گے۔ قیامت سے قبل آپؑ کی دو غیبتیں ہیں۔ دوسری غیبت پہلی سے زیادہ طویل ہوگی''۔
>
> پھر مزید تحریر کرتے ہیں: ''البتہ ایک چیز جو ہمیں سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ یہ محمد مہدیؑ وہ مہدی منتظر نہیں ہیں جن کے بارے میں شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ زمین ایک لمحے کے لیے بھی وجودِ امامؑ سے خالی نہیں ہوتی جبکہ غیبت اس خلا کو پُر نہیں کرتی ہے''۔

توضیح: سویدی صاحب اپنے اس بیان میں چند اشتباہات کا شکار ہوئے ہیں جو درج

ذیل ہیں:

① شیعوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ امام مہدی علیہ السلام ۲۶۲ھ ق میں غائب ہوئے ہیں بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ ۲۶۰ھ ق میں آپؑ اپنے پدرِ بزرگوار کے گھر کے تہ خانے (سرداب) سے غائب ہوئے ہیں۔ آج بھی وہاں یادگار موجود ہے۔

② اگر کوئی امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند محمد المہدی کا نام لیتا ہے جن کی عمر آپؑ کی وفات کے وقت پانچ سال تھی کیا یہ بھی محمد مہدیؑ نہیں ہیں۔ جب ان کی تاریخ ولادت کی گواہی موجود ہے تو ان کے انجام سے بے خبر کیوں ہیں؟

③ شیعہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ کوئی زمانہ بھی وجودِ امامؑ سے خالی نہیں ہوتا۔ اور یہ غیبت امامؑ کے قائل ہیں تو عرض ہے کہ آپؑ کی جبری غیبت آپؑ کے وجودِ مقدس سے فیض یاب ہونے میں رکاوٹ نہیں ہے۔ چونکہ حدیثِ رسولؐ ہے کہ عصرِ غیبت میں آپؑ بادلوں کی اوٹ میں پنہاں خورشید کی مانند ہیں۔ بادلوں کی اوٹ میں چھپ کر بھی سورج عالمِ طبیعت تک اپنا اثر پہنچاتا ہے۔

جو حضرات سویدی کے نظریات سے متاثر ہیں ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ دوسرے حق شناس علماء کی کتب کی طرف رجوع کریں تاکہ حقائق تک باآسانی پہنچ سکیں۔ البتہ ضمناً عرض ہے کہ سیّد محمد ہندی آلِ صاحبِ عبقات نے الامام الثانی عشر نامی کتاب تحریر کر کے سویدی کی کتاب سبائک الذہب کا منہ توڑ جواب دیا ہے۔

۱۰۵- شیخ عبدالکریم یمانی

شیخ سلیمان حنفی نے کتاب ینابیع المودۃ (ص ۴۶۶) میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے فرزند کے متعلق اہلِ سنت کے علماء کے اقوال نقل کیے ہیں اور ادلہ وشواہد پیش کیے ہیں جن میں ایک ملاحظہ فرمائیں کہ شیخ بزرگوار عبدالکریم یمانی قدس اللہ سرہ وجب لنا فیوضہ وعلومہ نے فرمایا ہے:

وفی یمن امن یکون لاھلھا | الی ان تری نور الھدای مقبلا
بمیم مجدی من سلالۃ حیدر | ومن آل بیت طاھرین بمن علا
یلقب بالمھدی بالحق ظاھر | بسنۃ خیر الخلق یحکم اولا

''زمین خدا کی پناہ میں ایسے باشندوں کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ جب دیکھو کہ نُورِ ہدایت آشکار ہو جائے۔ آپؑ حیدرِ کرّار کے پوتے اور خاندانِ پاک پیغمبرؐ کی سرشت سے ہیں۔ آپؑ کا لقب مہدی ہے۔ آپؑ حق کی پایداری کے لیے ظہور کریں گے۔ آپؑ ساری مخلوق میں سے بہترین مخلوق کی سنت پر چلنے کا حکم دیں گے''۔

۱۰۶۔ قاضی جواد ساباط بصری حنفی (متوفی ۱۲۵۰ھ ق)

آپ کا تعلق بحرین سے تھا۔ ویسے بصرہ میں رہائش پذیر تھے، آپ پہلے عیسائی تھے، پھر مسلمان ہو کر سُنّی مذہب قبول کیا۔ اسماعیل پاشا بغدادی نے کتاب ھدیۃ العارفین فی اسماء المؤلفین وآثار المصنفین جو کشف الظنون کا ذیلی حصّہ ہے، میں تحریر کرتے ہیں:

جواد ساباط بن ابراہیم ہجری بصری حنفی (۱۱۸۸ وحدود ۱۲۵۰)۔

تالیفات: البراھین الساباطیۃ فیا یستقیم بہ دعائم الملۃ المھدیۃ وننھدم بہ اساطین الشریعۃ المنسوخۃ العیسویۃ ۔ آپ کی مشہور کتاب ہے جو ۱۲۴۸ھ ق میں تالیف ہوئی۔ اس کے بعد مختلف علوم میں آپ کی بارہ کتب کا تذکرہ ملتا ہے۔ (ھدیۃ العارفین: ج ۱، ص ۲۵۸)

موصوف نے کتاب البراہین الساباطیہ اپنے سابقہ ہم مذہبوں کے جواب میں لکھی۔ اپنی اس علمی کاوش میں قاضی جواد صاحب نے مذہب اسلام کی حقانیت بڑے مدلل انداز میں ثابت کی۔

قاضی جواد نے اپنی کتاب ''اشعیائی نبی'' میں عبری کی پوری عبارت نقل کی۔ پھر اس کا عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ پھر علمائے یہود و ہنود کی گفتگو کا مدلل جواب دیتے ہوئے اور اس کی تاویل کرتے ہوئے تحریر کیا کہ یہ نص صریح ہے:

''امام مہدیؑ کے بارے میں چونکہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ آپ لوگوں کو چشم باطنی سے دیکھ سکتے ہیں اور پھر احکام صادر فرماتے ہیں۔ آپؑ صرف گواہوں کے بیانات اور ظاہری حالات کو دیکھ کر حکم صادر نہیں

فرمائیں گے۔ حتیٰ کہ یہ بھی تحریر کیا کہ "مسلمان امام مہدیؑ کے بارے میں اختلافات کا شکار ہیں۔ ہم اہلِ سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ امام مہدیؑ اولادِ فاطمہؑ میں سے ہیں۔ آپؑ کا اسمِ گرامی محمد بن عبداللہ ① اور والدہ کا اسمِ گرامی آمنہ ہے۔ ②

جبکہ امامیہ حضرات کا عقیدہ ہے کہ آپؑ ہی محمدؑ بن حسن عسکریؑ ہیں۔ ۲۵۵ھ میں آپؑ کی ولادت باسعادت، حضرت نرجس کے بطن سے سامرہ شہر میں ہوئی۔ اس وقت معتمد عباسی خلیفہ تھا۔ پھر آپؑ نے غیبت اختیار کی، پھر ظہور فرمایا۔ اس کے بعد غیبت کبریٰ کا آغاز ہوا جو حکمِ خدا تک جاری رہے گی۔

جہاں تک یہ بات ہے کہ شیعہ عقیدہ پیغمبر اکرم ﷺ کی نص صریح کے نزدیک ترین ہے لیکن اس کے باوجود ہمارا مقصد ملّت محمدیہؐ کا بغیر تعصب کے دفاع کرنا ہے اس لیے ہم اسے آپ قارئین کے لیے نقل کر رہے ہیں۔ یہ فیصلہ آپؑ پر چھوڑتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں شیعوں کا عقیدہ احادیث نبویہؐ کے کتنے نزدیک ہے۔ (کشف الاستار: ص ۵۲، کتاب البراہین الساباطیہ مذکورہ سال ایک صدی قبل چھپی ہے)

۱۰۷-محمود بن وھیب قراغلی بغدادی حنفی

محمود بن وھیب نے کتاب "جوھرۃ الکلام" (ص ۱۵۷) پر تحریر کیا ہے کہ "مجلس ۴، فضائل محمد المہدیؑ" کے بارے میں ہے جو محمدؑ بن حسنؑ بن علیؑ محمدؑ بن علیؑ رضا بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علیؑ زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔ آپؑ کی والدہ کا اسمِ گرامی نرجس، صیقل، کنیت ابوالقاسم اور القاب مہدی، قائم، صاحب الزمان، منتظر اور حجت ہیں۔ آپؑ حسین وجمیل شخصیت کے مالک معتدل مزاج جوان ہیں۔ شیعوں کے عقیدے کے مطابق آخری امام ہیں۔ آپؑ کی سامرہ شہر میں ۲۵۵ھ ق میں ولادت ہوئی۔

---

① کتاب "عبداللہ" کے مقدمہ کی طرف رجوع کریں اور حدیث صحیح اور معتبر میں بھی موجود ہے۔

② یہ بات صرف یہاں دیکھی گئی ہے لہٰذا دیکھیں کہ اہلِ سنت کیا کہتے ہیں۔

۱۰۸- سید علی بن شہاب ہمدانی

آپ کا شمار اہلِ سنت کے علما اور شعرا میں ہوتا ہے۔ بقول شیخ سلیمان حنفی کے موصوف نے اپنی گفتگو کے دوران آپؑ کو مہدیؑ موعود اور حجت ابن الحسن العسکریؑ قرار دیا ہے۔ (ینابیع المودۃ: ص ۴۳۲)

۱۰۹- سید نسیمی

آپ بھی اہلِ سنت کے علما وشعرا میں سے تھے۔ آپ کا عقیدہ تھا کہ مہدیؑ ہی امام زمان اور حجت ابن الحسن العسکری ہیں۔

۱۱۰- شیخ سلیمان قندوزی حنفی بلخی (۱۲۹۴ھ ق)

شیخ سلیمان جو "خواجہ کلاں" کے نام سے مشہور تھے۔ اہلِ سنت کے مشہور علما اور عرفا میں شمار ہوتے تھے۔ ۱۲۲۰ھ ق میں آپ کی ولادت ہوئی۔ ابتدائی تعلیم بلخ میں حاصل کی۔ البتہ تعلیمی سلسلے کی تکمیل بخارا میں کی۔ اس وقت کے بزرگان واکابرین سے اجازات لیے۔ اس کے بعد افغانستان اور ہندوستان کی طرف سفر اختیار کیا۔ وہاں صوفیائے کرام اور مشائخ کی صحبت اختیار کی۔ یوں سیر وسلوک کے مقامات کی سیر حاصل کی اور فقہی ودینی لحاظ سے بھی کمال حاصل کیا۔ اس کے بعد اپنے آبائی وطن "قندوز" کی طرف پلٹ آئے۔ ایک مدت تک علم وادب کی ترویج واشاعت میں مصروف رہے۔ وہاں ایک عظیم جامع مسجد، مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کرائی۔ آپ نے مکہ معظمہ کی مجاورت کا ارادہ کرلیا تو شیخ محمد صلاح کو اپنے بھائی مرزا خواجہ کی جگہ مسند ارشاد کے لیے مقرر کیا۔ درس وتدریس کی ذمہ داری اپنے عالم وفاضل شاگرد ملّا عوض کے سپرد کی۔ انھیں اجازہ مرحمت فرما کر اپنی مسند عطا کی۔

آپ نے ۱۲۶۹ھ ق میں اپنے تین سو شاگردوں کی معیت میں اپنے وطن سے سفر کا آغاز کیا۔ ایران سے گزر کر ۱۲۷۰ھ ق میں بغداد پہنچے۔ والیٔ بغداد کی طرف سے خصوصی تعظیم وتکریم کے مستحق قرار پائے۔ اہلِ علم نے بھی آپ کو بڑی فراخ دلی سے خوش آمدید کہا اور آپ کے محضر سے خوب علمی استفادہ کیا۔

اس کے بعد شہر ''آستانہ'' کی طرف روانہ ہوئے۔ یوں موصل، دیار بکر، رقہ، حلب وغیرہ میں قیام کرتے ہوئے گزرے۔ یہ سارا راستہ طول میں انجام پایا۔ یہ سفر تین برسوں پر محیط تھا۔ پھر قونیہ میں ساڑھے تین سال تک قیام کیا۔ جب قونیہ میں قیام فرمایا تو ''فتوحاتِ مکیہ'' اور شیخ محی الدین ابن عربی کی کتاب ''خصوص ونصوص'' پر جو شیخ صدر الدین قونوی کے مقبرے کے کتاب خانے میں موجود تھیں، پر قلمی حاشیہ تحریر کیا۔

۱۲۷۷ھ ق میں ''آستانہ'' پہنچے۔ سلطان عبدالعزیز عثمانی کی خصوصی توجہ حاصل کی۔ انھی ایام میں فرصت کے لحات پا کر آپ عازمِ مکہ معظمہ ہوئے۔ سلطان عثمانی نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ مسند ریاست علما تکیہ شیخ مراد بخاری سنبھالیں اور کام کریں۔ یہ تکیہ شہر آدرنہ سے باہر واقع ہے۔ خواجہ کلاں نے اس پیش کش کو قبول کرتے ہوئے حدیث وتفسیر کی نشر واشاعت اور تدریس پر کمر باندھ لی۔

انتہائی معذرت کے ساتھ کہ آپ کی صرف تین کتب ہم تک پہنچی ہیں جن کا تذکرہ ینابیع المودۃ کے آخر میں موجود ہے۔ اس ترتیب کے ساتھ ''اجمع الفوائد، مشرق الاکوان، ینابیع المودۃ'' صرف آخری کتاب ہمارے پاس ہے۔

شیخ سلیمان حنفی فروعی لحاظ سے علمائے حنفیہ اور طریقت کے لحاظ سے عرفائے نقشبندی کے مفاخر میں شمار ہوتے تھے۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر افندی کے جانشین اور فرزند نے ایک فاضل شخصیت کو جنھوں نے ان کے والد محترم کے حالاتِ زندگی تحریر کیے، سے کہا ہے کہ آپ نے بروز جمعرات ۶ شعبان ۱۲۹۴ھ ق قسطنطنیہ میں وفات پائی اور خانقاہ مرادیہ میں سپردِ خاک ہوئے۔

یوسف الیان سرکیس نے کتاب معجم المطبوعات میں خواجہ کلاں کا لقب ''جتلان'' تحریر کیا ہے۔ خیر الدین زرکلی نے ''الاعلام'' میں ان کی پیروی کی ہے۔ اگرچہ ان دونوں نے بہت بڑے اشتباہ کا ارتکاب کیا ہے۔ چونکہ فاندیک نے ''اکتفاء القنوع'' ص ۳۹۱ پر شیخ سلیمان کی وفات ۱۲۷۰ھ ق تحریر کی ہے جبکہ صحیح ۱۲۹۴ھ ق ہے۔

چونکہ شیخ سلیمان نے ینابیع المودۃ، ص ۵۲۵ پر لکھا کہ ۱۲۹۱ھ میں کتاب کی تالیف سے فراغت پائی ہے۔ آپ کی کتاب ینابیع المودۃ اور آپ کے حالاتِ زندگی اجمالاً یا تفصیلاً

سنی، شیعہ اور خارجیوں کے منابع و مدارک میں موجود ہیں۔

مذکورہ کتاب ۱۳۰۲ھ ق میں پہلی بار چھپ کر منظر عام پر آئی یعنی مؤلف کی وفات سے آٹھ سال قبل استنبول (ترکی) سے شائع ہوئی۔ ۵۲۷ پانچ سو ستائیس صفحات پر مشتمل واضح اور جلی حروف کے ساتھ طبع دوم بھی استنبول سے ہی ہوئی۔ البتہ طبع سوم، ایران کے شہر (مشہد مقدس میں ۱۳۰۸ھ ق) میں ہوئی۔ جبکہ طبع چہارم ہندوستان سے (۱۳۱۱ھ) میں ہوئی البتہ اس بار مؤلف کے حالاتِ زندگی بھی ساتھ ضمیمہ کیے گئے۔ پانچویں بار (۱۳۱۲ھ ق) ایران سے چھپی اور چھٹی بار بیروت سے۔ تین جلدوں پر مشتمل (البتہ اس کے ساتھ تاریخ درج نہیں ہے)۔

ساتویں بار عراق کے شہر نجف اشرف سے اور آٹھویں بار ایران سے بڑی دیدہ زیب اور آفسٹ پیپر میں اس کی طباعت ہوئی۔ بیش قیمت کتاب ینابیع المودۃ جس کا نام آیت کریمہ: قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى (سورۂ شوریٰ: ۲۳) کی مناسبت سے رکھا گیا ہے۔ چونکہ مؤلف نے (خاندانِ ولایت و رسالت کی محبت کے سرچشمے) کو بنیاد بنا کر کتاب کا نام رکھا ہے۔ جس سے مؤلف کے فضل، دانش، انصاف، ایمان، اخلاص اور محبتِ اہلِ بیتؑ کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

جیسا کہ خود ینابیع المودۃ کے نام سے ظاہر ہے۔ یہ اہلِ بیتؑ کے مناقب و فضائل پر مشتمل ہے۔ شیخ سلیمان نے اہلِ بیت اطہارؑ کے فضائل و مناقب اہلِ سنت کے معتبر ماخذ و منابع سے ذکر کیے ہیں۔ آپ نے ایسی کتب اور مدارک کے نام لکھے ہیں جو آج کے دور میں نایاب ہیں۔ ان کے اسمائے صرف فہرست میں ہی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اس کتاب کی تدوین کے دوران مؤلف محترم نے غنی کے کتب خانوں، قسطنطنیہ اور ترکی کے دوسرے شہروں کے کتب خانوں اور عثمانی حکومت کے دورِ اقتدار سے خوب استفادہ کیا ہے۔

مؤلف محترم نے اہلِ بیت اطہار علیہم السلام کے فضائل و مناقب بالخصوص فضائلِ علیؑ ابنِ ابی طالبؑ کی ایک کہکشاں سجائی ہے۔ اگر یہ کتاب بے نظیر نہ بھی ہوئی تو کم از کم نظیر یقیناً ہوگی۔

ینابیع المودۃ ایک سو ابواب پر مشتمل ہے۔ اس کتاب میں ہمارے موضوع مہدیؑ موعود فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام ہیں، کے بارے میں بھی بہت وضاحت کی گئی ہے۔ چند ابواب میں یہ تذکرہ کیا گیا ہے۔

- باب ۷۳ میں وہ احادیث ہیں جو صاحب جواہر العقدین (سمہودی) نے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں ذکر کی ہیں۔
- باب ۷۴: نہج البلاغہ سے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کے تمام اقوال موجود ہیں۔
- باب ۷۵ میں وہ مصائب ہیں جو اہلِ بیت اطہار علیہم السلام پر نازل ہوئے ہیں، قائمؑ کے ظہور تک۔
- باب ۷۶: بارہ اماموںؑ کے اسمائے گرامی قدر ہیں۔
- باب ۷۷: ان بارہ خلفاء کے بارے میں تحقیق پیش کی گئی ہے جن کا تذکرہ احمد بن حنبل نے مسند میں، بخاری، مسلم، ترمذی، ابوداؤد نے اپنی اپنی صحیح اور دوسرے محققین نے مختلف منابع میں کیا ہے اور اس کی تطبیق بارہ اماموںؑ پر کہ جن میں بارہویں خلیفہ سرکار محمدؑ بن الحسن العسکریؑ ہیں۔
- باب ۷۹: قائم آلِ محمدؑ کی ولادت کے بارے میں ہے۔
- باب ۸۰: امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں حضرت امام رضا علیہ السلام اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے اقوال ہیں۔
- باب ۸۱: امام مہدی علیہ السلام کے خلاف عادت، حالات، کرامات جو لوگوں پر ظاہر ہوئیں۔
- باب ۸۲: جن لوگوں نے غیبتِ کبریٰ کے بعد صاحب الزمان کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔
- باب ۸۴: اللہ والوں اور اصحابِ کشف و شہود اور علما کے مہدیؑ موعود کے بارے میں اقوال۔
- باب ۸۵: شیخ صبان مصری کی گفتگو۔ آپ نے اپنی کتاب "اسعاف الراغبین" میں امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں جو بحث کی ہے۔

❁ علماء و محدثین کے امام مہدی علیہ السلام کے فرزند امام حسن عسکری علیہ السلام ہونے کے بارے میں اقوال و نظریات۔

❁ باب ۸۷: اللہ والوں کے اشعار اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی مدحت۔

شیخ سلیمان نے اس باب میں امام مہدیؑ موعود کے متعلق بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور احادیث، اقوال، اعترافات، اشعار وغیرہ پیش کیے ہیں۔ المختصر باب ۷۶ کے اختتام پر تحریر کرتے ہیں:

''جو کچھ موثق و معتبر اصحاب (علماء) کے درمیان محقق و مسلّم ہے، یہ ہے کہ امام مہدیؑ کی ولادت باسعادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ، سامرہ شہر میں ہوئی۔'' (ینابیع المودۃ: ص ۴۵۳)

باب ۸۶ کے اختتام پر تحریر کرتے ہیں: شیخ المشائخ احمد جامی، عطار نیشاپوری، شمس الدین تبریزی، جلال الدین رومی، سیّد نعمت اللہ ولی، سیّد نسیمی وغیرہ، سب کے سب سُنّی تھے۔ انھوں نے اہلِ بیتؑ کی مدح و ثنا فرمائی اور اپنے اشعار کا اختتام مہدیؑ کے نام پر کیا۔

یہ دلیل ہے کہ امام مہدی علیہ السلام کی ولادت ہو چکی ہے۔ اگر کوئی ان عرفا کے اقوال و نظریات کی تحقیق کرے تو موضوع خود بخود واضح ہو جائے گا۔

۱۱۱- سیّد مومن بن حسن شبلنجی مصری (متوفی ۱۳۰۰ھ ق)

جناب شبلنجی نے اپنی کتاب ''نور الابصار فی مناقب آلِ بیتؑ النبی المختار'' میں جو ۱۲۹۰ھ کو تالیف پائی اور مصر سے چھپی جس کی تالیف کا مقصد ائمہ اہلِ بیت علیہم السلام کی معرفت حاصل کرنا ہے، میں تحریر کرتے ہیں:

''فصل حضرت محمدؑ بن حسنؑ بن علی نقیؑ بن محمد تقیؑ بن علی رضا بن موسیٰ کاظمؑ بن جعفر صادقؑ بن محمد باقرؑ بن علی زین العابدینؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ آپؑ کی والدہ کنیز تھیں۔ جن کا اسمِ گرامی نرجس، صیقل یا سوسن تھا۔ آپؑ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔ شیعہ انھیں حجت، مہدی، خلف، صالح، قائم، منتظر اور صاحب الزمان کہتے ہیں۔ ان تمام میں سب سے زیادہ مشہور مہدی

ہے۔ آپؑ خوب صورت درمیانے قد و قامت، ستواں ناک اور حسین و جمیل زلفوں کے مالک تھے۔ محمد بن عثمان کو آپؑ کے دروازے کی دربانی کا شرف نصیب ہوا۔ آپؑ مذہب امامیہ کے بارہویں امامؑ ہیں"۔

پھر مزید تحریر کرتے ہیں:

"فصول المہمہ میں ذکر ہے کہ آپؑ کی غیبت کا آغاز سامرہ کے تہ خانے سے ہوا۔ آپؑ اچانک نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ صواعق میں ذکر ہے کہ آپؑ کو قائم، منتظر کہا جاتا ہے۔ آپؑ کی غیبت کا آغاز مدینہ منورہ سے ہوا۔ پھر بعد میں معلوم نہیں ہو سکا کہ آپؑ کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اس کے بعد ابن الوردی کے قول کو نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد گنجی شافعی کے اقوال سے آپؑ کے وجود پر استدلال کیا گیا ہے"۔ [1]

۱۱۲۔ شیخ حسن عمراوی شافعی مصری (متوفی ۱۳۰۳ھ ق)

آپ نے کتاب "مشارق الانوار فی فوز اھل الاعتبار" میں یواقیت سے جناب شعرانی کی عبارت بعینہٖ نقل کرنے کے بعد تحریر کیا ہے: مہدیؑ اولادِ امام حسن عسکریؑ میں سے تھے۔ آپؑ کی ولادت ۱۵ شعبان ۲۵۵ھ ق میں ہوئی۔ آپؑ زندہ ہیں اور حضرت عیسیٰؑ کے ہمراہ تشریف لائیں گے۔ (ذرائع البیان، تالیف استاد آقا حاج شیخ محمد رضا طبسی: ج ۲، ص ۵۱)

۱۱۳۔ قاضی بہلول بہجت افندی قندوزی زنگہ زوری (متوفی ۱۳۵۰ھ ق)

انھوں نے کتاب محاکمہ میں جو آلِ محمدؐ کی تاریخ پر مشتمل ہے میں تحریر کیا ہے کہ بارہویں امام صاحب العصر والزمان القائمؑ المہدی ابوالقاسم محمد نے دو مرتبہ غیبت اختیار فرمائی۔ آپؑ ابھی تک زندہ ہیں جب تک اذنِ خدا نہیں ہوگا ظہور نہیں فرمائیں گے۔ زمین کو عدل و

---

[1] ملاحظہ کیجیے کہ اہلِ سنت حضرات نے امام مہدی علیہ السلام کے تذکرہ میں کس چیز کا اضافہ کیا ہے۔ جبکہ سب نے تحریر کیا ہے کہ شیعہ منتظر ہیں کہ آپؑ سامرہ شہر کے سرداب سے غیب ہوئے ہیں جبکہ ابن حجر یہاں ذکر کر رہے ہیں کہ آپؑ مدینہ منورہ سے غائب ہوئے ہیں۔

انصاف سے بھر دیں گے...... (طبع ششم، فارسی ترجمہ، ص ۱۳۹)

۱۱۴- محمد شفیق غرباں مصری (معاصر)

جناب محمد شفیق صاحب "المعہد الدراسات العربیہ التابع لجامعۃ الدل العربیہ" کے سربراہ تھے۔ آپ نے دائرۃ المعارف کے صفحہ ۵۱ پر جو ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے، مصر اور عرب کے علما کی زیر نگرانی تکمیل کو پہنچی۔ آپ نے ہی اس کے موضوعات تحریر کیے ہیں۔ ۱۹۶۵ء میں یہ کتاب قاہرہ سے چھپی ہے۔ انھوں نے لفظ "اثنا عشری" کے پرتو میں تحریر کیا ہے کہ دو فرقے فرقہ امامیہ اور فرقہ اسماعیلیہ باہم مدمقابل ہیں۔ امامیہ اثنا عشریہ کا آغاز حضرت علی علیہ السلام سے اور اختتام محمد مہدی علیہ السلام پر ہوتا ہے۔ جن کی غیبت کا آغاز ۸۷۳ میلادی سے ہوا۔ آپ آخری زمانے میں دوبارہ تشریف لائیں گے۔

۱۱۵- سیّد عبدالوہاب بدری (مصری)

موصوف نے ایک کتاب "سیرۃ الامام العاشر علی الہادیؑ" تحریر کی جو امامِ دہمؑ کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ اس میں ایک قصیدہ بھی تحریر فرمایا ہے:

یاحادی الرّکب بہم روضۃ النعم
وکعبۃ الفضل والآمال والکرم

"اے رہ گزر! حرم جو نعمت حق سے لبریز اور بافضیلت کعبہ جود و کرم اور آرزو کا مرکز"۔

عرّج علی من بسامراء حضرتہم
تلق الأئمۃ اھل البیت والحرم

"آؤ ان کی زیارت کے لیے جن کا حرم سامرہ میں ہے تاکہ تمھیں خاندانِ پیغمبرؐ کے اماموںؑ کا قرب حاصل ہو سکے"۔

آل النبی الذی جاء رحمۃ وھدی
للعالمین امام العرب والعجم

"یہ امام وہ ہیں جو نواسہ رسولؐ ہیں، آپؑ جہانِ بشر کے لیے رحمت و ہدایت کے سبب اور عرب وعجم کے رہنما ہیں"۔

زر الامام النقی بن الجواد تنل
فوزًا بحبل وداد غیر منصرم

"زیارت کرو نیک اور پاک سرشت امامؑ کی جو فرزند امام جوادؑ ہیں تاکہ تمھیں ان کی کامیاب وکامران رتی تھامنا نصیب ہو"۔

بالعسکری الامام المقتدی حسن
ونجله المرتجی المهدی واعتصم

"نیز امام حسن عسکری علیہ السلام کی زیارت کرو اور ان کے فرزند امام مہدیؑ کی جو سب کی اُمیدوں کا محور ہیں"۔

أسباط خیر الوریٰ اشبال حیدرۃ
ابناء فاطمة الزهرا فلذبهم

"یہ افضل ترین مخلوقِ جہاں کی بیٹی کے فرزند شیر خدا حیدرِ کرّار اور فاطمۃ الزہراؑ کے لختِ جگر ہیں ان کی پناہ طلب کرو"۔

هم عترت المصطفیٰ والوارثون له
حقا ای نعتهم فی محکم الکلم

"یہ عترت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور وارثانِ حق ہیں۔ جیسا کہ خداوند کے برحق کلام میں بھی ذکر ہوا ہے۔

وهم نجوم سماء المهتدین وهم
فلك النجاة وان سارت بمتطم

"یہ آسمان کے ستارے راہِ حق کے راہرو! زمانے کی سنگین اُمواج میں کشتیٔ نجات ہیں"۔

۱۱۶- خیر الدین زرکلی (معاصر)

جنابِ زرکلی کی کتاب الاعلام جو دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس میں مشہور و معروف بزرگ شخصیات کا تذکرہ موجود ہے اور یہ عربی زبان میں ہے۔ اہلِ سنت کی غالب اکثریت کے برعکس انھوں نے مشہور شیعہ شخصیات اور ائمہ اہلِ بیتؑ کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ جن کی معمول کے مطابق معرفت حاصل کی جاسکتی ہے۔ امام و مہدی منتظرؑ کے عنوان کے تحت تحریر کرتے ہیں:

> محمد بن حسن عسکری بن علی الہادی ابوالقاسم صاحب الزمان، منتظر، حجت، صاحبِ سرداب کی ولادت سامرہ میں ہوئی۔ پانچ سال کی عمر میں آپؑ کے والد گرامی قدر وفات پاگئے۔تو، دس یا گیارہ سال کی عمر میں اپنے بابا کے گھر کے تہہ خانے میں تشریف لے گئے جہاں سے باہر تشریف نہیں لائے ہیں"۔

۱۱۷- عبدالرحمٰن بن محمد بن حسن بن عمر باعلوی (۱۳۰۱ھ ق)

آپ حضر نامی علاقے کے مفتی تھے۔ آپ نے کتاب بغیۃ المسترشدین میں تحریر کیا ہے کہ جنابِ سیوطی نے اپنے استاد شیخ حسن عراقی سے نقل کیا ہے کہ امام مہدیؑ کی ولادت باسعادت ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ شیخ علی خواص بھی اسی نظریئے سے متفق ہیں۔ اس کے بعد سے اب تک آپؑ کی عمر مبارک ۷۰۳ سال بنتی ہے۔

پھر تحریر کرتے ہیں: "احمد رملی کہتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام زندہ ہیں۔ جنابِ شعرانی کا بھی امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ بنابرایں ۱۳۰۱ھ میں آپؑ کی عمر مبارک ۱۰۴۶ سال تھی۔ (بغیۃ المسترشدین: مطبوعہ مصر، ص ۲۹۶)

۱۱۸- شمس الدین سامی بیک (متوفی ۱۳۲۰ھ ق)

آپ اپنی قیمتی کتاب "قاموس الاعلام" میں جو ترکی زبان میں تالیف کی گئی ہے، کے مادہ حسن عسکریؑ میں تحریر کرتے ہیں:

> "امام حسن عسکریؑ ائمہ اثنا عشر میں سے گیارہویں امامؑ ہیں۔ آپؑ امام علی نقیؑ

کے فرزند ہیں۔ ۲۳۲ھ میں آپؑ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ عالم، سخی، کریم، ممدوح الخصال ہونے کے سبب معتمد عباسی کی نظروں میں کھٹکنے لگے، جس کے نتیجے میں ۲۶۱ھ ق میں ۲۸ سال کی عمر میں جیسا کہ احتمال قول ہے، زہر کے ذریعے وفات پا گئے۔ بغداد (سر من رائی) اپنے والد گرامی کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ان کی صرف ایک نرینہ اولاد تھی جن کا اسم گرامی محمد مہدیؑ تھا جو آخری امامؑ تھے"۔ (قاموس الاعلام: ج ۳، ص ۱۹۵۱)

''مہدیؑ'' کے مادہ میں تحریر کیا ہے کہ ابوالقاسم محمد بن حسن عسکریؑ بن ہادیؑ بن محمد الجوادؑ بارہویں امامؑ ہیں۔ ۲۵۹ھ میں آپؑ کی ولادت ہوئی۔ اپنے والد کی وفات کے پینتالیس یا سترہ دن بعد سرداب (تہ خانے) میں داخل ہوئے جس کے بعد تواتر سے ثابت ہے کہ دیکھے نہیں گئے۔ شیعوں کا عقیدہ ہے کہ آخر زمانے میں ظہور کریں گے۔ آپؑ کے بارے میں بہت زیادہ روایات نقل کی گئی ہیں۔

۱۱۹- محمد مبین ہندی (۱۳۲۷ھ ق سے قبل زندہ تھے)

آپ نے اپنی کتاب ''وسیلۃ النجاۃ'' میں امام زمان غائب از انظار کے متعلق کافی تفصیل سے بحث کی ہے۔ انھوں نے ''کشف الغمہ'' سے نقل کیا ہے۔ علماء نے بالاتفاق تحریر کیا ہے کہ آپؑ سامرہ شہر میں متولد ہوئے ہیں۔ آپؑ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم نام اور ہم کنیت تھے۔ آپؑ کے مشہور القاب مہدی، قائم، منتظر اور حجت ہیں۔

مزید تفصیل کے بعد تحریر کرتے ہیں: امام غائب کے بارے میں روایات بہت زیادہ ہیں جنھیں اصحابِ حدیث نے اپنی اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں کوتاہی نہ کرنے والوں میں شیخ امام جمال الدین ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم جو نعمانی کے نام سے مشہور ہیں آپ نے کتاب ملاء الغیبۃ فی طول الغیبہ میں امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں احادیث بڑی تشریح و تفصیل کے ساتھ ذکر کی ہیں۔ اسی طرح حافظ ابونعیم نے امام مہدی علیہ السلام کے بارے میں چالیس احادیث نقل کی ہیں۔

شیخ ابوعبداللہ گنجی شافعی نے اس بارے میں ایک خصوصی کتاب تحریر کی ہے۔ اس کا نام البیان فی اخبار صاحب الزمان رکھا ہے۔ ابنِ خستاب نے کتاب ''موالید اھل البیت'' میں اپنی سند کے ذریعے امام علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ سے روایت کی ہے کہ خلف صالح امام ابومحمد حسنؑ بن علیؑ کی اولاد ہیں۔ آپؑ ہی صاحب الزمان اور قائمؑ و مہدیؑ ہیں۔ (وسیلہ نجاۃ، مطبوعہ گلشن فیض، لکھنؤ، ص ۴۲۰)

۱۲۰۔ عصرِ حاضر کے بزرگ علمائے حجاز

حجاز کے سلاطین کا سلسلہ ہمارے نزدیک مذہبی تعصب اور اہلِ سنت کے متعلق غلو سے کام لینے کے لحاظ سے کافی مشہور و معروف ہے۔ مثلاً حدید اور اس کے حکم کے مطابق حجاز کے بزرگ علماء نے چار خلفائے اصحاب عشرہ مبشرہ اور فقہائے اربعہ کے نام مسجد نبویؐ میں بڑے جلی اور سنہری حروف میں تحریر کرائے ہیں۔ ان اسماء میں من جملہ بارہ اماموں کے اسمائے گرامی بھی شامل ہیں۔ اپنے مخصوص القاب اور شد و مد کے ساتھ جس طرح شیعہ حضرات عقیدہ رکھتے ہیں وہ اسماء اس ترتیب سے ہیں:

① علی المرتضیٰؑ ② حسن المجتبیٰؑ ③ حسین الشہیدؑ ④ علی زین العابدینؑ ⑤ محمد الباقرؑ ⑥ جعفر الصادقؑ ⑦ موسیٰ الکاظم ⑧ علی الرضاؑ ⑨ محمد التقی ⑩ علی النقیؑ ⑪ حسن العسکریؑ ⑫ محمد المہدیؑ۔

یہ چیز سب سے بڑی دلیل ہے کہ اہلِ سنت کے علما نے حق شناسی اور ہر قسم کے تعصبات سے دُور ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ چونکہ امام مہدیؑ موعود کا ذکر ان کے معتبر منابع اور قیمتی کتب میں موجود ہے۔ امام مہدیؑ موعود سے مراد صرف اور صرف محمدؑ بن حسن عسکریؑ، قائمؑ و منتظر اور امامِ زمانؑ ہیں جیسا کہ شیعہ امامیہ حضرات کا عقیدہ ہے۔

کیا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد نہیں فرمایا کہ مہدیؑ میری اولاد میں سے ہوں گے؟ علیؑ و بتولؑ کے چمن کے پھول ہوں گے۔ جبکہ علمائے اہلِ سنت نے امام مہدیؑ کے آباؤ اجداد کو حضرت علی علیہ السلام سے لے کر امام حسن عسکری علیہ السلام تسلیم نہیں کیا بلکہ سب قائل ہیں کہ یہ ہستیاں اپنے اپنے دور کی بے نظیر ہستیاں ہیں اور شجرۂ نبوت کی خوب صورت شاخیں ہیں؟

دوسری عرض ہے کہ جن لوگوں نے محمدؑ بن حسنؑ، آپؑ کی ولادت، اسمِ گرامی، ولایت وغیرہ کو تسلیم کیا ہے یہ کون ہیں؟ ان حضرات کی پریشانی کا سبب صرف ایک نکتہ ہے کہ کیا اتنی طویل عمر پانا اور اس طرح زندہ رہنا ممکن ہے؟ اور پھر نظروں سے غائب رہ کر؟

ایسے سوالات کے جوابات بحمد اللہ اہلِ سنت کے بعض علما کے حالاتِ زندگی میں بڑی خوب صورتی سے دیے گئے ہیں۔

☆☆☆

خداوند کریم کی حمد وثنا جس کی عطا کردہ توفیق سے یہ کتاب ۱۳ رجب اپنے اختتام کو پہنچی۔ یہ سرکارِ امامِ زمانہؑ کی خصوصی نظر تھی ورنہ حقیر اس قابل کہاں تھا۔

مزید توفیق کے سوال کے ساتھ!

فہرست کتب

ہدیہ	مصنف/مؤلف	کتاب
600	محدث عبد علی الحویزی	تفسیر نور الثقلین (9 جلدیں) فی جلد
500	سید محمد جواد ذہنی تہرانی	مدینہ سے مدینہ تک
1600	سید احمد مستنبط قدس سرہٗ	مناقب اہلِ بیتؑ (4 جلدیں)
1600	علامہ السید ہاشم البحرانی	معجزاتِ آلِ محمدؐ (مدینۃ المعاجز، 4 جلدیں)
1200	"	تحفۃ الانام (فضائل اہلِ بیتؑ) (3 جلدیں)
200	"	اصحابِ مہدیؑ
400	آیت اللہ جوادی آملی	شمیم ولایت
700	علامہ سید حسین شیخ الاسلام	اقوالِ علیؑ (حصہ اوّل، دوم)
400	آیت اللہ سید محمد علی ابن الرضا	تجلیاتِ عصمت
375	آیت اللہ محمد ابراہیم کلباسی	خصائصِ عباسؑ علمدار
400	علامہ ذبیح اللہ محلاتی	مولائے کائناتؑ کے فیصلے
400	آیت اللہ ذبیح اللہ اسلامی	تعلیماتِ اہلِ بیتؑ
500	علامہ احمد قاضی گلپایگانی	سوال عوام کے جواب رسولؐ اسلام کے (حصہ اوّل، 2 جلدیں)
250	"	سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ دوم)
250	"	سوال عوام کے جواب بنتِ رسولؐ اسلام کے (حصہ سوم)
250	"	سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ چہارم، پنجم)
250	"	سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ ششم)
500	"	سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ ہفتم، 2 جلدیں)

سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ ہشتم)	علامہ احمد قاضی گلپایگانی	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ نہم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ دہم، 2 جلدیں)	"	500
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ یازدہم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ دوازدہم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ سیزدہم)	"	250
سوال عوام کے جواب امامؑ کے (حصہ چہاردہم)	"	250
جمالِ منتظرؑ	آیت اللہ العظمیٰ صافی گلپایگانی	700
مہدیٔ منتظرؑ (نویدِ امن عالم)	"	215
اسلام اور کائنات	شہید آیت اللہ مرتضیٰ مطہری	450
سیرتِ آلِ محمدؐ	"	250
فطرت	"	200
شاہکارِ رسالتؐ	"	100
قصص الانبیاءؑ (تاریخ انبیاءؑ)	علامہ محمد محمدی اشتہاردی	600
140 داستانِ معصومینؑ	"	185
اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰؑ	"	250
سوگ نامہ آلِ محمدؐ (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری، 2 جلدیں)	"	900
برزخ چند قدم پر (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	"	250
موت کے بعد کیا ہوگا؟	"	300
محمدؐ کیا محمدؐ (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	"	150
محمدؐ کیا علیؑ (مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	"	150
نسیم المجالس (2 جلدیں)	حضرت علامہ نسیم عباس رضوی	400

مکتب امامت وخلافت (2 جلدیں)	آیت اللہ مرتضیٰ عسکری	1100
توضیح المسائل	آیت اللہ سید محمد شیرازی	250
اسلامی معلومات	"	100
فقہ اہل بیتؑ (مرتبہ: علامہ ریاض حسین جعفری)	آیت اللہ سید علی حسینی سیستانی	150
آسان مسائل (4 جلدیں)	"	400
جدید فقہی مسائل	"	200
احسن الجوابات (اوّل، دوم، سوم)	علامہ سید جعفر مرتضیٰ عاملی لبنانی	435
قرآن اور وضو	مفتی سید نزاکت حسین کاظمی	200
لوح محفوظ	"	200
ماتم اور ازواج نبیؐ	"	350
ارسال الیدین	"	200
امام الانبیا کا سجدہ	"	165
اصول عقائد	آیت اللہ شیخ ناصر مکارم شیرازی	300
ہمارے عقائد	"	120
علم دار کربلا	علامہ عباس عزیزی	250
ابو طالب محسن ایمان	آقائے سید مجید پور طباطبائی	150
تہذیب نفس یا اخلاق عملی	آیت اللہ مہدوی کنی قمی	325
تحفۂ عملیات	بزرگ کامل جناب مظفر علی خاں	165
جنات کی دنیا	آقائے جعفر حمزہ	200
تقویم شیعہ	علامہ عبدالحسین نیشاپوری	300
مشکوٰۃ الانوار	حضرت علامہ محمد اسماعیل طبرسی	300
مفتی اعظم مصر کے اعترافات (2 جلدیں، دوئم: زیر طبع)	علامہ حاج ابوالفضل میرلوی	600

فضائل علیؑ بزبان نبیؐ	علامہ الشیخ محمد علی رسولی	300
توضیح عزا	علامہ شیخ حسین بخش دہلوی	400
رمز المصیبۃ (مدینہ سے شام تک، 3 جلدیں)	محمود بن السید مہدی موسوی	900
سردارِ کربلا (2 جلدیں)	علامہ عباس اسماعیلی یزدی	700
بحر المصائب	السید امداد علی حسینی	325
غم نامہ کربلا (لہوف کا ترجمہ، مترجم: علامہ ریاض حسین جعفری)	آیت اللہ محدث سید بن طاؤس	200
مسافرۂ شام	علامہ ابو القاسم الدیباجی	250
خلاصۃ المصائب	علامہ مرزا محمد ہادی لکھنوی	450
خطیبِ کوہستان	علامہ سید رضا موسوی کاظمی	200
مصائب آلِ احمدؐ	علامہ سید موسیٰ جوادی	400
مقتلِ شیخ صدوق	علامہ محمد محسن سرد رُودی	325
نصیر المجالس	حضرت علامہ نصیر اجتہادی	225
گلزارِ خطابت	علامہ حسین بخش جاڑا	265
فضائل نامہ	"	325
معیارِ مودت	آیت اللہ سید یار محمد شاہ	165
خطباتِ شیخ الجامعہ	علامہ اختر عباس نجفی	265
حکمِ اطاعت	مولانا سید صابر حسین نقوی	165
معصوم اور معجزہ	مولانا سید عرفان حیدر عابدی	145
اتباعِ رسولؐ	علامہ سید ضمیر حسین نقوی	150
دین اور شریعت	"	225
خطباتِ فاتح ٹیکسلا	علامہ محمد بشیر انصاری	200
خطبات مبلغ اعظم	علامہ محمد اسماعیل دیوبندی	145

